خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل کراچی
سالگرہ نمبر
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
قیمت 50/= روپے

اس شمارے میں

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: لائبہ مغل: آرائش: Saleek by Annie.lhr عکاسی: ایم کاشف (لاہور)

خط و کتابت کا پتا ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے ادارہ مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

فرمان الٰہی / فرمان نبوی

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسلمان بھی فرض نماز کا وقت آنے کے بعد اس کے لیے اچھی طرح وضو کرے، خشوع پیدا کرے اور (آداب کے مطابق) رکوع کرے تو اس کا یہ عمل اس کے تمام پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جب تک کہ اس نے کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا ہو اور (گناہوں کی تلافی کا) یہ عمل ساری عمر جاری رہتا ہے۔“ (مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مئی ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

مئی ۲۰۱۲ء کا آنچل کا سالگرہ نمبر۲ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس بار آپ سے سرگوشیاں کرنے میں کچھ دشواری محسوس کر رہی ہوں سوچ رہی ہوں کہ آپ کی اتنی بے پناہ محبت اور خلوص کے جواب میں آپ سے کیا کہوں۔ فی الحال تو بجلی کا رونا رو لیتی ہوں ابھی ایک ہی سطر لکھی تھی کہ گھپ اندھیرا چھا گیا۔ بجلی کمپنی نے تو واقعی اندھیر مچا رکھا ہے۔ بجلی کی اندھیر نگری نے تو پورے ملک کو ہی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے یہ کچھ ہی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ پاکستان میں بجلی کی پیداوار ہماری ضرورت سے کہیں زیادہ تھی۔ ہم نے خود ہی بھارت کو جہاں اُس وقت بجلی کا کال پڑا ہوا تھا۔ اپنی زائد بجلی فراہم کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن اب معاملہ الٹ ہو چکا ہے۔ اب بھارت ہمیں بجلی دینے کی بات کر رہا ہے۔ شاید یہ سب کچھ ہماری بدانتظامی و بدمعاملگی ہی ہے کہ ہم اپنی ضروریات زندگی کے حصول میں آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں۔ ہماری کرنسی کی قیمت جب ایک ڈالر دس روپے کا تھا آج ڈالر بانوے روپے ہو چکا ہے اسی اعتبار سے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں بڑھیں ہیں اور اس سے ہی دیگر ضروریات زندگی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ زوال پزیری کہاں رکے گی۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ نے تو سرگوشیوں کا موضوع ہی بدل ڈالا میں تہہ دل سے تمام بہنوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے جس خوش دلی سے آنچل کے سالگرہ نمبر کی پزیرائی کی اُسے پسند کیا اور ڈھیروں مبارک باد اور پسندیدگی کا اظہار کیا میں اُن تمام بہنوں کی اور خصوصاً اپنی تمام لکھنے والی بہنوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں جنہوں نے اپنی خوبصورت تحریروں سے ان دونوں سالگرہ نمبروں کو سجانے سنوارنے میں میری بھرپور مدد کی ہے ان کے پرخلوص تعاون اور تحریروں کا شکریہ۔ میں اپنی تمام قاری اور لکھاری بہنوں کو اپنے بے حد قریب محسوس کر رہی ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل اپنی رحمت کا سایا نصیب فرمائے اور ہماری محبتیں یوں ہی قائم ودائم رکھے اس میں اضافہ اور اضافہ ہی فرمائے آمین۔ یہاں میں اپنی معاونین کا ذکر کرنا چاہوں گی ان کی لگن، محنت اور دلچسپی نے آپ کے آنچل کو خوبصورت سے خوبصورت بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا انہی کی چند اور نئی تبدیلیاں جلد ہی آپ کے سامنے آتی رہیں گی اس ماہ سے آپ کی شخصیت بند کیا جا رہا ہے اس کی جگہ جلد ہی ایک نیا دلچسپ سلسلہ ”بندھن“ شروع کیا جا رہا ہے اور ہم سے پوچھیے کو بھی ایک نئے انداز میں آپ سے متعارف کروایا جا رہا ہے اور باقی سلسلوں میں بھی چند تبدیلیاں کی جا رہی ہیں جو آپ کو پسند آئیں گی۔

بہنیں نوٹ فرمالیں کہ بہن نازیہ کنول نازی کا ناول پتھروں کی پلکوں پر ماہ جولائی میں اختتام پزیر ہو رہا ہے اور ماہ اگست سے بہن سمیرا شریف طور کا نیا سلسلہ وار ناول شروع کیا جائے گا بہنیں اپنی کاپی ابھی سے مختص کروالیں۔

اس ماہ کے ستارے میں۔

”پتھروں کی بستی میں“۔ نازیہ کنول نازی اور ”مجھے جانے دو“۔ ڈاکٹر تنویر انور خان کے مکمل ناول۔

”کیٹ واک“ سمیرا شریف طور کا ناولٹ۔

”محبت بین کرتی ہے“ نجیم ناز صدیقی کا افسانہ۔

ماہ جون کے ستارے:۔ نادیہ فاطمہ رضوی، اُم مریم، صائمہ جبیں، راحت وفا۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

تیری نوازشوں پہ ہوں حیراں تیری حکمتوں پہ ہوں حیراں

کیوں نہ سربسجود ہو کے رووں لے لے کے ہچکیاں

اس غلط فہمی میں ہے مبتلا جانے کب سے یہ انساں

میں خود ہی قیصر میں خود ہی کسریٰ میں ہی ہوں سلطاں

میرے پاس بھی کچھ ہے مگر سچ کہوں تو کچھ بھی نہیں ہے

میرے قدموں تلے تیری زمیں میرے سر پہ تیرا آسماں

میرے الفاظ تیری عنایت میرا شوق تیرے کرم کا صدقہ

میرا قلم تیری حمد کا قائل ترے نور سے روشن قلمداں

جو کرنی ہے جی حضوری تو عمیسؔ دین وایمان کی کر

بہتر نہیں کچھ بھی اس سے زیادہ، کچھ بھی نہیں آساں

عمیسؔ احمد

نعت

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ

عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

روشن رہیں دائم در و دیوارِ مدینہ

تا حشر رہے گرمیٔ بازارِ مدینہ

ہے شہر نبی ﷺ آج بھی فردوس بہ داماں

جاری ہی وہی موسمِ گلبارِ مدینہ

پھرتے ہیں تصور میں وہ پر کیف مناظر

تاحدِ نظر ہیں گل و گلزارِ مدینہ

جس قلب میں یارانِ نبی ﷺ کی ہو عقیدت

کھلتے ہیں اُسی قلب پہ اسرارِ مدینہ

معمور صحابہؓ کی محبت سے رہے گا

وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ

وہ آلِ محمد ﷺ ہوں کہ اصحابِ محمد ﷺ

ہیں زینتِ دربار دُربارِ مدینہ

نسبت نہیں شاہوں سے نفیسؔ اہلِ نظر کو

کافی ہے انہیں نسبتِ سرکار ﷺ مدینہ

سید نفیسؔ الحسینی

مدیرہ

نزہت جبین ضیاء .... کراچی

پیاری نزہت سلامت رہو۔ آپ نے صحیح کہا کہ گزشتہ ۳۳ سالوں میں آنچل نے اپنی بہت سی محبوب ہستیوں کو کھو دیا اللہ ان سب کے درجات بلند کرے اور جنہوں نے لکھنا چھوڑ دیا کسی بھی وجہ سے ان سب کو بھی خوش وخرم رکھے۔ یہ سب آپ بہنوں کا ہی پیار محبت' ساتھ اور تعاون ہے جو آنچل یہاں تک پہنچ پایا ہے۔ آپ کے خلوص اور دعاؤں کو دل کی گہرائیوں سے جزاک اللہ ہی کہہ سکتی ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش وخرم رکھے آمین۔

شگفتہ خان .... بھلوال

شگفتہ ڈیئر سدا خوش رہو۔ ہمیں اندازہ ہے آپ کی مصروفیات اور پریشانیوں کا' ہم دعا گو ہیں کہ ربّ کریم آپ کے لیے آسانیاں فرما کر راحت وسکون کا معاملہ فرمادے آمین۔ پیاری آپ کو اندازہ تو ہے نا کہ ہر ماہ ایک ہی بہن کی نگارشات نہیں شائع کی جاسکتیں اس طرح دوسری بہنوں کی حق تلفی ہوتی ہے آپ کا تعلق آنچل سے بہت مضبوط تھا' ہے اور ہمیشہ رہے گا ان شاء اللہ' کیوں صحیح کہا نا ہم نے؟ اور جہاں پیار ومحبت کا رشتہ ہوتا ہے وہیں گلے شکوے بھی ہوتے ہیں اور معذرت کیسی' اپنے اندر کا غبار تحریر کرکے ہم کو بھجوا دیا کریں۔ امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

ایمن وفا .... جھٹو

اچھی وفا شاد رہو۔ آپ کی تمام تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں اور آپ نے یہ کیا لکھ دیا کہ ہم نے آپ کو ہرٹ کیا' بخدا ہماری تو کوشش ہوتی ہے کہ سب کو برابر کی جگہ مل جائے پھر بھی کسی کی دل آزاری ہو ہی جاتی ہے اب آپ ہی بتائیں کہ ہم ایسا کیا کریں کہ سب کو خوش ہوجائیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حمیرا علی .... کراچی

حمیرا جی خوش رہیں۔ آپ نے صحیح کہا اب آپ کا شمار آنچل کی لکھاری بہنوں میں ہوگیا ہے اور اللہ کریم سے دعا ہے کہ یہ رشتہ قائم ودائم رہے۔ ان شاء اللہ آنچل ہمیشہ آپ کی رہنمائی کرتا رہے گا بس آپ اپنا مطالعہ وسیع رکھیں اور آپ کی درخواست ان سطور کے ذریعے عفت سحر تک پہنچائی جارہی ہے۔ آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں' ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ لیں گے۔ سالگرہ نمبر پسند کرنے کے لیے جزاک اللہ۔

اسماء رفیق .... خان پور

اسماء ڈیئر! سلامت رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ نے جو کہانی کا نام بتایا ہے وہ تو ہمیں ملی ہی نہیں اور دوسری کہانی مل گئی ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیں گے اللہ کی پاک ذات پر بھروسہ رکھیں ان شاء اللہ وہ بہت ہی بہتر کرنے والا ہے۔ دعا کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

رانی اسلام .... گوجرانوالہ

گڑیا رانی! خوش رہو۔ جی جی رانی آپ کی ہی لکھی ہوئی غزل ہے اب تو آپ کے گھر والوں کو یقین آگیا ہوگا نا۔ آپ کی کہانی میں بہت ہی کچا پن ہے ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے اور اس کے لیے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور کہانیوں کو بغور پڑھا کریں ان شاء اللہ آپ بھی لکھاری بن جائیں گی۔

رضوانہ آفتاب .... کراچی

پیاری رضوانہ آباد رہو۔ آپ کا جو دل کرے آپ وہ کہہ سکتیں ہیں بھلا ہم کو کیوں اعتراض ہوگا آپ سب ہمارے اپنے ہیں اور اپنوں کی کسی بھی بات کا برا نہیں مانا

جاتا۔ آنچل سے آپ کے گھر والوں کا لگاؤ جان کر خوشی ہوئی آنچل آپ کا اپنا ہے آپ اپنے شوق کی تکمیل کرسکتی ہیں' آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں پڑھ کر ان ہی صفحات پر جواب دے دیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

بشریٰ فضہ نادر علی .... محوجیانوالی گجرات

ڈیئر بشریٰ! خوش رہو۔ لیجئے آپ کے حکم کی تعمیل کردی اب تو خوش اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہمارے پاس بچاری بدنام ''ردی کی ٹوکری'' ہے ہی نہیں تو اس کا پیٹ پھر بھریں کیسے آپ کی تمام چیزیں متعلقہ شعبہ میں بھیج دی گئی ہیں اگر معیاری ہوئیں تو کوئی سبب نہیں کہ وہ شائع نہ ہوں اور جو بھی کچھ موصول ہوتا ہے وہ دیر سویر شائع ہوجاتا ہے اور جو نذرِ ڈاک ہوجائے اس کا ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

رانی ملک .... ملتان

رانی جانو! شاد رہو۔ کافی عرصے بعد واپسی پر خوش آمدید۔ ربّ تعالیٰ آپ کو ہر میدان میں کامیابی و کامرانی عطا کرے اور تمام مسائل حل کرے آمین۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ یہ سب آپ بہنوں کا پیار اور تعاون ہی ہے جو ہم یہاں تک پہنچ پائے۔ شاید آپ نے غور نہیں کیا کبھی کہ ہم ہر ماہ نئی لکھنے والی بہنوں کو ضرور لگاتے ہیں اور نازیہ کنول نازی کو ان سطور کے ذریعے آپ کا پیغام دیا جارہا ہے کہ رانی جی آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں۔ خوش! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

رابعہ بصری ملک .... واہ کینٹ

اچھی رابعہ! خوش رہو۔ ماشاء اللہ آپ حافظ قرآن ہیں اور اب دنیاوی تعلیم حاصل کررہی ہیں ربّ کریم آپ کو کامیابی عطا فرمائے آمین۔ آپ اپنی کہانی بھیج دیجیے بغیر پڑھے تو ہم کیا کوئی بھی ادارہ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہانی شائع ہوسکتی ہے یا نہیں۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

مہتاب شاہ مہکی .... کہوٹہ

پیاری مہکی! آباد رہو۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے مگر ابھی پڑھی نہیں گئی جب اس کا نمبر آئے گا تو پڑھ کر ان صفحات پر جواب دے دیا جائے گا۔ آپ کا خط ارسال کردیا گیا ہے اور آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔

وجیہہ یاسمین .... بہاولپور

وجیہہ ڈیئر! خوش رہو۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔ آپ کا آنچل سے پیار اور لگاؤ پڑھ کر خوشی ہوئی آپ کی تمام چیزیں ان کے متعلقہ شعبوں میں بھیج دی گئی ہیں۔ اللہ آپ کو تعلیمی میدان میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں گئی جلد ہی پڑھ کر جواب دے دیا جائے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ سلیم .... فیصل آباد

عائشہ گڑیا! جیتی رہو۔ پہلی بار شریک ہونے پر خوش آمدید۔ ہم کیوں آپ سے ناراض ہونے لگے اور آپ کی کوئی چیز جب ملے گی ہی نہیں تو ہم شائع کیسے کریں گے اب آپ ہی بتائیں دیکھیے آپ کا خط ملا اور ہم نے جواب دے دیا اب تو خوش اور آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔

فرح طاہر قریشی .... ملتان

فرح ڈیئر! خوش رہو۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ اور آپ کے تمام شکوہ بھی بجا ہیں۔ پہلی بات وہ یہ کہ آپ نے جو تحریر بھیجی تھی وہ افسانہ نہیں آرٹیکل کی صفت میں آتا تھا اس لیے اسے آرٹیکل کے طور پر لگایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آنچل کا اپنا ایک معیار ہے ہم

اس کے اندر رہتے ہوئے کہانیوں کا انتخاب کرتے ہیں اور بہتر سے بہتر کی تلاش کرکے قارئین تک پہنچاتے ہیں آپ کی تینوں تحاریر مل گئی ہیں باری آنے پر پڑھ کر آپ کو بتادیا جائے گا امید ہے کہ آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ دعا کے لیے ربّ کریم آپ کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

رشک حبیبہ .... کراچی

رشک ڈیئر! دعا۔ آپ نے صحیح کہا کہ کراچی کے حالات تو کسی کروٹ بیٹھنے کا نام نہیں لے رہے ہیں اور ہمیں لگتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سے سخت ناراض ہے جو ہماری توبہ استغفار کو قبول نہیں کررہا۔ آپ نے بہت ہی حساس موضوع چنا ہے آپ لکھیں اور بہت ہی محتاط ہوکر لکھیں اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کسی کی دل آزاری نا ہو۔ اللہ کریم آپ کو امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے اور دعا کے لیے جزاک اللہ۔

دعا کاظمی .... کھوٹہ

دعا! پیاری خوش رہو۔ جی آپ خالہ جانی کہہ سکتی ہیں اور آپ کی کہانی مل گئی ہے اور نمبر پر لگادی ہے جیسے ہی آپ کی کہانی پڑھ لیں گے تو آپ کو ان ہی صفحات پر اطلاع دے دیں گے۔

اسماء کرن .... کلور کوٹ

کرن ڈیئر! دعا۔ آپ ناراض نا ہوں آپ کی کہانیوں میں ابھی کچا پن بہت ہے آپ کو بے حد محنت کی ضرورت ہے اس کے لیے آپ کو بہت سا مطالعہ بھی کرنا پڑے گا اور اس کے لیے اچھی لکھاری بہنوں کی کہانیاں بغور پڑھیے جس سے آپ کو صحیح طور پر اندازہ ہوگا۔ ہم کتب نہیں شائع کرتے یہ سب کام لاہور میں اردو بازار میں ہوتا ہے۔

مدیحہ شبیر .... شاہ نکڈر

مدیحہ! سلامت رہو۔ آپ نے جو اسماء حسنیٰ کی پہلی قسط بھیجی تھی وہ مل گئی مگر مسئلہ یہ ہے کہ جب تک آپ اس کو مکمل کرکے نہیں بھیج دیتیں تب تک ہم اسے شائع کرنے سے قاصر ہیں امید ہے کہ آپ جلد از جلد مکمل کرکے بھیج دیں گی۔

قرۃ العین پارس .... کراچی

اچھی پارس! خوش رہو۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے مگر ابھی پڑھی نہیں گئی جس کے لیے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ ہر معیاری چیز آنچل کا حصہ بنتی ہے چاہے وہ کوئی بھی لکھے امید ہے آپ سمجھ گئیں ہوں گی آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

شمیم ناز صدیقی .... کراچی

شمیم جی! سلامت رہو۔ آپ کا پرخلوص خط ملا آپ کے جذبات اور آنچل سے آپ کا لگاؤ اور پیار کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے آپ کا ناول مل گیا ہے رسید وصول کرلیجیے باقی پڑھ کر جلد ہی آپ کو مطلع کردیں گے آپ باقی کے صفحات جلد از جلد بھجوادیں۔ دعاؤں کے لیے اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

مہر گل .... کراچی

گل ڈیئر! جیتی رہو۔ آپ کے خط سے تمام حالات سے آگاہی حاصل ہوئی بس ہم دعا ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ کریم آپ کی تمام مشکلات کو آسانی میں بدل کر آپ کے لیے راحت وسکون عطا کرے آمین۔ آپ کی کہانیاں مل گئی ہیں مگر ابھی پڑھی نہیں جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیں گے امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

حمیرا عروش .... کراچی

اچھی عروش! بہت سی دعائیں۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آنچل سے آپ کی اور آپ کی فیملی کی وابستگی کا پڑھ کر دلی خوشی ہوئی۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے مگر ابھی پڑھی نہیں جلد ہی پڑھ کر آپ کو ان ہی صفحات پر جواب دے دیا جائے گا۔ آپ کی پرخلوص دعاؤں اور پیار کے لیے ربّ کریم آپ کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

نام نامعلوم .... شہر نامعلوم

پیاری گڑیا! خوش رہو۔ آپ نے اپنے بارے میں سب کچھ لکھ دیا مگر اپنا نام اور شہر کا نام لکھنا بھول گئیں۔ آپ کو کہانیاں لکھنے کا شوق ہے مگر آپ کے پاس تعلیم نہیں اور بغیر تعلیم کے اچھا لکھاری نہیں بنا جاسکتا اور آپ کی دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ مضامین پر کوئی کہانی نہیں لکھی جاسکتی اس سلسلے میں ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔

مشترکہ جوابات

افسانہ آفتاب کراچی۔ آپ آنچل میں شرکت کرسکتی ہیں اس میں پوچھنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ **کومل افضل لاہور۔** آنچل پڑھنے اور دعا دینے کا شکریہ آپ کی غزل متعلقہ شعبہ تک بھیج دی ہے۔ **اسماء طاہر حیدر آباد۔** پہلی بار شرکت پر خوش آمدید ان شاء اللہ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔ **ارم شہزادی ڈی جی خان۔** آپ کو پوری اجازت ہے کہ آپ جس سلسلے میں چاہیں شرکت کرسکتی ہیں وہ بھی بلا اجازت۔ **مریم منور گل سمندری۔** آپ کی تمام ارسال کردہ چیزیں ان کے شعبوں تک بھیج دی گئی ہیں اور ربّ تعالیٰ آپ کو امتحانات میں کامیابی عطا کرے آمین۔ **اقرا تبسم اوکاڑہ۔** آپ کا افسانہ مل گیا ہے رسید وصول کیجیے اور رائے پڑھنے کے بعد دیں گے۔ **ثناء حسین گل شجاع آباد۔** اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو اور تمام بہنوں اور بچوں کو امتحانات میں اچھے نمبروں سے کامیابی عطا کرے اور آپ سب کی محنت کو قبول کرے آمین۔ **سیدہ غزل زہدی حیدر آباد۔** آپ کی کہانی مل گئی ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیا جائے گا ان ہی صفحات پر۔

ناقابل اشاعت

میری سہیلی تھی، رشتوں کی کچی ڈور، فصل وصل، ادھوری خواہش، میں بابا ہوں، کرنی کا پھل، کہانی ہر گلی کی، اک انجانا احساس، روشن رستے، آگہی، زندگی کے بدلتے رنگ، پیارا دوست، اپریل فول، آئی رت بہار کی، خواہش نا تمام، خواب خوشبو، بیتا خزاں کا موسم، آگہی کا درد، اسی موڑ پر، تم سے مل کر، چھوٹی سی بات، لو میرج یا ارینج میرج، کھلونا نہیں ہوں، افسوس، اقرا کا موسم، سچے جذبات، یہ ہجر کے صدمے، گمان، پہلی محبت، اجنبی ہمسفر مگر اپنا سا، محبت کے ہمراہی، کوئی ایسا اہل دل ہو، روشنی اندھیرا کرگئی، چھوٹی چھوٹی خواہشات، کاتب تقدیر کا فیصلہ، تجربہ، خوشبو وفا کی، کانچ کا کنگن، کچھ دن لگیں گے، ہم تھے جن کے سہارے، رشتے دلوں کے، تم آئے بہار آئی، منتظر تھی خوشیاں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابوحنیفہ

مولف: مشتاق احمد قریشی

امام ابوحنیفہ کی حضرت شعبہؒ کے ساتھ خاص نسبت وانسیت تھی۔ شعبہؒ ان کی موجودگی میں اور عدم موجودگی میں ان کی ذہانت، عقل اور فہم کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ جس طرح آفتاب روشن ہے ایسے ہی علم اور ابوحنیفہؒ ہم نشین ہیں۔ حضرت شعبہؒ جو بڑے پائے اور مرتبے کے محدث مانے جاتے تھے عراق میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے جرح وتعدیل کے مراتب مقرر کیے۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج ہی نہ ہوتا۔ حضرت شعبہؒ نے امام ابوحنیفہ کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دی۔ امام بخاریؒ کے استاد یحیٰیؒ سے کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ابوحنیفہؒ کے بارے میں اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ شعبہؒ نے انہیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی اور شعبہ آخر شعبہؒ ہے۔ بصرہ کے شیوخ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے حدیثیں روایت کیں ان میں عبدالکریمؒ بن امیہ اور عاصمؒ بن سلیمانؒ الاحوال کے نام زیادہ ممتاز ہیں۔

حضرت عطاؒ مشہور تابعی تھے وہ اکثر صحابہ کرام کی خدمت میں رہے تھے۔ ان کے فیض صحبت سے اجتہاد کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔ انہوں نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیر، اسامہ بن زید، جابر ابن عبداللہ، زید بن ارقم، عبداللہ بن سائب، عقیل، رافع، ابودردا، حضرت ابوہریرہ اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے احادیث نبوی کو سنا تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ: میں دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت کا شرف حاصل تھا۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ جو خود بڑے صاحب علم وافتا تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: عطا بن ابی رباحؒ کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟ حضرت عطا بن ابی رباحؒ ۱۱۵ ہجری تک حیات رہے اس تمام عرصے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ تشریف لاتے تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوکر مستفید ہوتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاؒ بن ابی رباح کے علاوہ مدینہ کے جن علماء کرام سے حدیث کی سند لی ان میں حضرت عکرمہؒ کا ذکر خصوصیت سے کیا جاتا ہے۔ حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس کے غلام اور شاگرد تھے، وہ صاحب اجتہاد اور فتویٰ کے مجاز تھے، انہوں نے بہت سے صحابہ کرام سے، جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں، جن سے حدیث سیکھی اور فقہی مسائل کی تحقیق کی۔ کم از کم ستر مشہور تابعین حدیث وتفسیر ان کے شاگرد ہیں۔ امام شعبیؒ کے مطابق عکرمہؒ سے بڑھ کر قرآن جاننے والا کوئی نہیں امام ابوحنیفہؒ جب جب مکہ ومدینہ تشریف لے جاتے تو حرمین شریف میں مہینوں طویل قیام کرتے تھے کیونکہ ایام حج میں دور دراز ممالک اسلامی سے بڑے بڑے اہل علم مکہ آ کر جمع ہوتے تھے۔ امام صاحبؒ ان لوگوں سے ملتے اور علم حاصل کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کا وہ کام جس نے انہیں تمام فقہا میں ممتاز کیا اور عظمت عطا کی وہ تالیف حدیث میں ایک نئی طرز ڈالنے کا ہے۔ انہوں نے عبادات ومعاملات کے ابواب کی ایک ترتیب قائم کی اور ہر مسئلے کے متعلق احادیث اس کے باب میں ترتیب وار درج کیں۔ گویا اس کام کے ذریعے انہوں نے علوم شرعیہ میں جدید ترین اسلوب کی داغ بیل ڈالی۔ اس اسلوب تصنیف کے وہ موجد ہیں۔ علم حدیث میں اُن کی کتاب ''کتاب الاثار'' ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ ان کے بعد ان کے ہی اس اسلوب پر حضرت امام مالکؒ نے اپنی کتاب ''موطا'' کی ترتیب کی۔ دراصل امام صاحب کے اس کام اور ترتیب ابواب ومضامین سے پہلے ایسا کوئی رواج نہیں تھا۔ ایک تو اُس زمانے میں تصنیف وتالیف کا رواج نہیں تھا۔ وہ زمانہ نہ حفظ روایت اور استنباط (یعنی بات سے بات نکالنے) کا زمانہ تھا۔ اُس دور میں گو کہ حدیث کے بہت سے مجموعے ضبط تحریر میں آئے لیکن ان میں کوئی ترتیب نہیں تھی۔ وہ صرف اس مقصد کے تحت لکھے گئے تھے کہ ان تمام احادیث کو یکجا کردیا جائے۔ محدث نے اپنے اساتذہ سے جو کچھ جیسے جیسے سنا انہیں ویسے ہی جمع کرتے چلے گئے۔ اگر کسی کو کوئی مسئلہ دیکھنا یا معلوم کرنا ہوتا تو پوری کتاب کو ڈھونڈنا پڑتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان تمام احادیث کو ایک ترتیب اور نظم کے ساتھ درجہ بندی کے ساتھ مرتب کیا۔ یہ اُن کا اتنا بڑا اور عظیم کام ہے جس نے انہیں اپنے تمام ہم عصروں میں عظمت وعزت کی نمایاں ترین جگہ پر فائز کردیا اور اس کے بعد اُن کی ہی پیروی واتباع تمام فقہا وآئمہ نے کی اور اب تک کررہے ہیں۔ اُن کے علمی کارناموں میں آج تک اُن کا ہم پلہ کوئی دوسرا نہیں ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تمام کتب مناقب اس بات پر متفق ہیں کہ انہیں چند صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے ملاقات اور روایت کا شرف حاصل تھا جو ان کے ہم عصر فقہاء امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ اوزاعیؒ کو بھی حاصل نہ تھا۔ (الخیرات الحسان) امام صاحبؒ نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ حاصل کیے اور ان کی تتبع وجستجو میں لگے رہتے تھے۔ امام صاحبؒ نے جن صحابہ رضی اللہ عنہ سے فتاویٰ حاصل کیے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بہرہ مند اور اجتہاد وفکر کی دنیا میں مستقل تفکر کے حامل تھے۔ اس بات پر بھی تمام روایت کرنے والے متفق ہیں کہ جو صحابہ کرام پہلی صدی ہجری یا 80 ہجری کے بعد تک زندہ تھے اُن سے امام ابوحنیفہ کو شرف ملاقات حاصل ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک متوفی 93ھ، حضرت عبداللہ بن اوفی، حضرت واثلہ بن الاسقع متوفی 85ھ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوالطفیل، سہل بن ساعد، حضرت عامر بن واثلہ متوفی 102ھ رضوان اللہ اجمعین تھے۔ (المناقب المکی = امام ابوحنیفہؒ عہد وحیات محمد ابوزہرہ مصر)۔ کچھ علماء کی رائے ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرام سے ملاقات تو ضرور ہوئی مگر انہوں نے ان صحابہ کرام سے کوئی روایت نہیں کی

کیونکہ اس وقت تک امام صاحبؒ نہ تو سن شعور کو پہنچے تھے اور نہ ہی انہوں نے تحصیل علم شروع کی تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے اپنا آبائی کام ریشمی کپڑے کی تجارت شروع کردی تھی اور جب انہوں نے تحصیل علم شروع کی تو اپنے ایک معتمد ساتھی جو حصول علم فقہ اور روایت حدیث میں ان کے معاون بھی تھے کو اپنے کاروبار کا منتظم و معاون مقرر کردیا تھا۔ جو بازار آنے جانے اور لین دین کے معاملات ادا کیا کرتے اور بازار کے اتار چڑھاؤ سے امام صاحبؒ کو باخبر رکھتے تھے۔ وہ امانت دار تھے اور ان کی طرف سے کاروبار چلایا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ میں تاجر ہونے کی حیثیت سے چار نمایاں وصف تھے۔ جن کا تعلق لوگوں سے تجارتی تعلق اور معاملات سے تھا جس کے باعث وہ تجارت پیشہ افراد میں بھی اسی طرح نمایاں اور ممتاز تھے جیسے علماء کرام کے درمیان وہ امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔

امام حنیفہؒ چونکہ دولت مند صاحب ثروت گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کی طبیعت میں حرص و طمع سے نفرت اور استغنا کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ تنگ دستی و فقر سے ناآشنا تھے۔ امام ابوحنیفہؒ بے انتہا امانت دار اور دیانت دار تھے وہ امانت داری کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے نفس پر ہر طرح کی سختی کیا کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں سخاوت تھی؛ بخل سے انہیں نفرت تھی وہ بڑے ہی زاہد و عبادت گزار تھے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔ (محمد ابوزہرہ مصری)

امام ابوحنیفہؒ اپنی تمام تر علمی فقہی مصروفیات کے باوجود اپنے کاروبار کو بھی وقت دیتے تھے۔ وہ اپنے کاروبار سے لاتعلق نہیں رہتے تھے۔ وہ جمعہ کے روز اپنے احباب کی دعوت کیا کرتے تھے اور ہفتے کے روز صبح چاشت کے وقت سے لے کر ظہر تک بازار میں اپنی دکان پر بھی بیٹھتے تھے۔ (المناقب المکی بہ روایت یوسف بن خالد)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کاروباری ایمان داری' دیانت داری کے سلسلے میں المناقب المکی میں دو واقعات نقل ہیں یہ وہ صفات ہیں جن کا مجموعی حیثیت سے ان کے تجارتی معاملات پر گہرا اثر پڑا اور تاجروں میں وہ انوکھی وضع کے تاجر نظر آتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے اپنے تجارتی معاملات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی ہے گویا امام صاحبؒ نے امور تجارت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کو فوقیت دی۔ مکی نے اپنی مناقب میں ایک واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت ایک تھان ریشمی پارچہ فروخت کرنے کے لیے امام صاحبؒ کے پاس لائی۔ امام صاحبؒ نے اس سے قیمت دریافت کی تو اس نے سو درہم بتائی۔ امام صاحبؒ نے مال دیکھا تو انہیں اندازہ ہوا کہ مال کی قیمت اس عورت کے مطالبے سے کہیں زیادہ ہے اس پر انہوں نے عورت سے کہا کہ یہ مال تو سو سے کہیں زیادہ کا ہے۔ عورت نے سو اور بڑھا دیئے۔ امام صاحبؒ اسی طرح کہتے گئے یہاں تک کہ عورت نے چار سو درہم قیمت پہنچادی۔ امام صاحبؒ نے اس پر بھی فرمایا یہ تو چار سو سے بھی زیادہ کا ہے۔ اس بات پر عورت برہم ہوگئی اور بولی آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اس پر امام صاحبؒ نے اس عورت سے کہا کہ کسی اور دکان دار کو بلا لاؤ جو اس کی قیمت لگائے۔ اس پر وہ ایک

دوسرے دکاندار کو لے آئی۔ اس نے وہ کپڑا پانچ سو درہم میں خرید لیا۔ اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بحیثیت تاجر خریدار ہونے کی صورت میں بھی اپنے نفع کے خیال کے ساتھ ساتھ دوسروں کے نفع و نقصان کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ اور موقع ملنے کے باوجود کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے دوستوں اور نادار افراد سے اپنا تجارتی منافع نہیں لیتے تھے۔ ایک بار ان کے ایک دوست کو ایک خاص رنگ کے کپڑے کی ضرورت پیش آئی جو امام صاحبؒ کے پاس نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے دوست کو صبر کا مشورہ دیا کہ اس قسم کا کپڑا آئے گا تو تمہارے لیے خرید لوں گا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر مطلوبہ کپڑا آیا' امام صاحبؒ نے وہ اپنے دوست کے لیے خرید کر رکھ دیا۔ جب وہ دوست آیا تو نکال کر اسے پیش کردیا۔ دوست نے دریافت کیا کہ کتنے کا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: کہ ایک درہم کا۔ دوست کہنے لگا کہ: مجھے آپ کے بارے میں یہ گمان تک نہیں تھا کہ آپ میرا مذاق یوں اڑائیں گے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے بیس اشرفی اور ایک درہم میں دو کپڑے خریدے تھے۔ ان میں سے ایک کپڑا بیس اشرفی کا فروخت ہوچکا ہے اس لیے یہ ایک ہی درہم میں میرے پاس رہ گیا سو وہی تم کو بتادیا ہے۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ ایک نادار عورت کا ہے جو کپڑا لینے آپ کی دکان پر آئی تو اس نے کہا: میں نادار ہوں آپ کو یہ کپڑا دیانت داری سے جتنے کا پڑا ہے اتنے ہی میں مجھے دے دیجئے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا اچھا چار درہم دے دو۔ اس پر وہ عورت برہم ہوگئی کہ اتنے قیمتی کپڑے کے چار درہم' کہیں تم میرا مذاق تو نہیں اڑا رہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا' نہیں' بڑی بی میں نے دو کپڑے خریدے تھے' اس میں سے ایک کپڑا اصل لاگت چار درہم کم میں فروخت ہوا۔ اس لیے یہ کپڑا چار درہم میں ہی پڑا ہے۔ (مناقب المکی)

ایک بار امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شریک کاروبار حفص بن عبدالرحمٰن کو کچھ تجارتی سامان دے کر بھیجا اس میں ایک کپڑا عیب دار تھا۔ آپؒ نے اسے تاکید کی کہ جب یہ کپڑا فروخت کرو تو اس کا عیب کھول کر ضرور بیان کردینا۔ لیکن حفص نے جب سامان فروخت کیا تو وہ عیب بتانا بھول گیا جب امام صاحبؒ کو معلوم ہوا تو اس سامان کی تمام قیمت صدقہ کردی۔ (تاریخ بغداد)

(جاری ہے)

ملیحہ احمد

لاکھوں تعریفیں ہیں اس ربِ لم یزل کے لیے جس نے ایک لفظ "کن" سے ہمیں بدبودار مٹی سے "اشرف المخلوقات" کی صف میں لاکھڑا کیا اور ہزاروں درود اس عظیم ہستی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس نے ہمیں سب سے بہتر امت بنایا۔

جی جناب! خاکسار ہیچ مداں، بندیٔ ناداں کو مہرگل کہتے ہیں اور یہ صرف "ہم" یا قارئین آنچل وخواتین ہی کہتے ہیں کیونکہ اصل نام ہمارا کوثر مہرین گل ہے، اپنے پانچ عدد بہن بھائیوں کی آپا، امی ابو کی بے بی اور اسٹوڈنٹس میں مس کوثر کے نام سے مشہور ہوں۔ 30 جنوری کی یخ بستہ صبح کو ٹھٹھرتے ہوئے اس دنیا میں آنکھ کھولی (شاید اسی لیے سردی بہت لگتی ہے) ایم اے اردو کے آخری سال کی طالبہ ہوں اور جدید الاسلامیہ اسکول میں سائنس ٹیچر ہوں۔ میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کرام علیہ السلام اور پھر امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام ہیں۔ "شہیدِ وفا" پسندیدہ مضمون، اردو اور بائیولوجی ہیں۔ پسندیدہ ماہناموں میں آنچل، شعاع، خواتین اور عمران سیریز (مظہر کلیم) میری فیورٹ ہیں اور جی فیورٹ مصنفہ عفت سحر، اقراء صغیر، فرحت اشتیاق اور فائزہ افتخار ان سب کی تو میں فین بلکہ سیلنگ فین ہوں۔ موسم مجھے دل کے اندر کا پسند ہے کیونکہ یہ اچھا تو ہر سو بہار رنگوں میں آتشی گلابی اور پرپل کلر پسند ہے۔ شاعروں میں مہر، غالب، اقبال اور افتخار عارف کے ساتھ ساتھ نازیہ حکیم خان حکیم اور آزاد حسین (ہمارے آنچل کے نیوی برادر جو شادی کے بعد غائب ہوگئے) پسند ہیں۔ کھانے میں آلو چاول کی طاہری، مسور کی دال چاول اور اچار گوشت پسند ہے، اپنی اساتذہ میں مس طیبہ، مس سمیرا اور مس نجمہ، دوستوں میں کرن، بشریٰ، نورالعین، میری سویٹ سسٹرز دعا اینڈ ملائکہ، کشش میری جان ہیں۔ دلوکی خصوصیات حد درجہ ہیں، ہم میں خوبیاں تو شاید ہیں ہی نہیں، ہاں ایک بیسٹ ڈبیٹر کی صورت میں ملنے والی کچھ ٹرافیاں اور شیلڈز، پوزیشن ہولڈر کی وجہ سے ملنے والے انعامات اور میری تحریروں سے سجے اخبار و ماہنامے ہی مجھے کچھ آسرا دیتے ہیں کہ میں کچھ ہوں ورنہ من آنم کہ من دانم ہاں خامیاں تو حد درجہ ہیں۔ بھلکڑ ہوں (مگر ہمیں یاہو ٹیسٹ میچز کبھی نہیں بھولتے، منجانب نائن تھین کلاس) جذباتی اور غصہ ور ہوں، کام چور تو بہت ہوں (بقول امی بس لکھتی پڑھتی ہی رہنا ساری عمر) اور بس ابھی تو اتنا ہی کافی ہے۔

یہ فرحت آپی کا پُرخلوص دستِ شفقت تھا، جس نے مجھے آنچل فیملی میں شریک کیا اور اب قیصر آپی بھی ان کا پرتو ہیں۔ رب انہیں عمرِ خضر عطا کرے، آمین۔

ایک چھوٹی سی نصیحت دوسروں کو اسی طرح معاف کرو جس طرح اللہ سے معافی چاہتے ہو۔ اب آخر میں اپنے پیارے وطن کے لیے دعا:

"ہم تو مٹ جائیں گے اے ارضِ وطن لیکن تجھ کو
زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک"

اس سے پہلے کہ آپ مجھے اپنے اور آنچل کے درمیان دیوار سمجھیں، اچھا جی اللہ حافظ، یار زندہ محبت باقی۔

امید ہاشمی

آیئے ہم آپ کو ایسی لڑکی سے ملواتے ہیں جو خود کو پاگل تصور کرتی ہے وہ کہتی ہے ویسے تو انسان کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے اس کا تعارف یہی ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے مگر پھر بھی یہ دنیا تعارف چاہتی ہے پچھلے تقریباً 20 سال سے اسے ہم جانتے ہیں، نام امید ہاشمی ہے اور پانچ بہن بھائی ہیں اور یہ نمبر 3 پر ہیں۔ پڑھائی بھی انڈر میٹرک ہے۔ میٹرک کلیئر کر لینا تھا مگر کسی خاص وجہ سے کلیئر نہیں کر پائی۔ بے چاری کے ساتھ شروع سے ہی کوئی نہ کوئی حادثہ ہوتا آیا ہے۔ یہاں تک کہ اسکول بھی حادثہ کی وجہ سے چھوڑا تھا۔ تین مرتبہ ٹائی فائیڈ بخار ہوا ہے آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی مگر اللہ کے ایسے پیارے سے ملاقات ہوئی آنکھوں کی بینائی واپس آ گئی مگر وہ گزرا ہوا وقت واپس نہیں ملا۔ کہتی ہے کھانے میں دال ماش، بغیر چھلکے کے مٹر، گوبھی اور چاول پسند ہیں۔ کہتی ہے پھول سارے ہی پسند ہیں چاہے گلاب کا ہو یا موتیے کا، سرسوں کا ہو یا پھر کیکر کا ہے تو وہ بھی نرم و نازک پھول ہی۔ کہتی ہے مجھے شہر سیالکوٹ اور بہاولنگر سے محبت ہے۔ یہاں اس کی من پسند شخصیت براجمان ہیں۔ محبت کے بارے میں کہتی ہے محبت اور عقیدت کا رتبہ بلند ہے کیونکہ محبت میں اکڑنا، روٹھ جانا اور روکھا پن وغیرہ ہے جس سے بغاوت پیدا ہوتی ہے مگر عقیدت میں ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ عقیدت میں سر جھکا کر چلنا پڑتا ہے اگر سر اٹھا کر چلیں تو سر قلم اور کھیل ختم۔ کہتی ہے کتاب تنہائی کا خاص مہرہ ہے جو انسان کو تنہائی محسوس کرنے پر اکساتا ہے۔ کہتی ہے پسندیدہ مصنفوں میں عمیرہ احمد، قیصرہ حیات اور نازیہ کنول نازی ہیں۔ جو اس کی بہت اچھی دوست بھی ہیں۔ کہتی ہے یہ تعارف آپی نازیہ کنول نازی کی وجہ سے کروا رہی ہوں۔ کہتی ہے مجھے ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق نہیں ہے مگر پچھلے آٹھ ماہ سے آنچل اور پاکیزہ پڑھ رہی ہے۔ کہتی ہے صرف عمیرہ احمد اور نازیہ کنول نازی کی تحریر پڑھتی ہوں۔ کہتی ہے کوئی تو بن جائے میرے غموں کا خریدار بغیر داموں کے بیچ رہی ہوں۔ پھر کہتی ہے یہ اندازِ بیاں کیا جانے کوئی وہی جانے جس نے کہا پھر آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کا اظہار کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم......

آپ کا در تو ہم کو نہ مل سکا
آپ کے راہ گزر کی زمین سہی
امید کو خاک ملنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

لگتا ہے آپ جھنجلا گئے ہیں۔ چلیے آپ اپنا کام کریں یہ تو فضول میں ایسی باتیں کرتی ہے اگر آپ نے چاہا تو پھر ہم آپ کی ملاقات اس سے کروا دیں گے۔ یہ تو ہم بھول گئے کہ ہم کون ہیں؟ جی تو ہم امید ہاشمی کے "ضمیر اور انا" ہیں، فقط والسلام۔

اسماء مجید

اندازِ بیاں اگرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

السلام علیکم! میرا نام اسماء مجید ہے۔ میرا تعلق شہر جھنگ صدر سے ہے اور یہ شہر اپنے درباری ہیر (ہیر اور رانجھا) کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ پاکستان کی بہت ہی مشہور شخصیات کا تعلق ہمارے شہر جھنگ سے ہے۔ جیسا کہ مشہور سائنس دان "ڈاکٹر عبدالسلام" اور

جیسا کہ "میں"۔
اب میں آپ کو اپنا تعارف کرواتی ہوں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں اور میں تیسرے نمبر پر ہوں۔ میری بڑی بہن مدیحہ اور بھائی رضا جاب کرتے ہیں اور میں سرگودھا یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہوں اور ہوسٹل میں رہتی ہوں اور میرے چھوٹے بہن بھائی علی، بلال اور مجتبیٰ بھی زیر تعلیم ہیں۔
میں آنچل کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں اور مستقل قاری ہوں۔ گو کہ اب آنچل کا معیار پہلے جیسا نہیں رہا میرے پسندیدہ رائٹر میں فرحت اشتیاق، عمیرہ احمد، نمرہ احمد شامل ہیں۔ پسندیدہ ناولز میں جاں متاع جان ہے تو، قراقرم کا تاج محل، محبت دل پہ دستک، ہیں۔
اس کے علاوہ اشفاق احمد کی زاویہ اور شہاب نامہ بہت پسند ہیں اور سلیبس کے علاوہ ہر کتاب شوق سے پڑھتی ہوں۔ شاعری سے مجھے خاص لگاؤ ہے اور میری روم میٹس کو جو کہ عارفہ، ناہید، فوزیہ اور فروا ارم ہیں ان سب کو میری شاعری پڑھنے کا انداز بہت پسند ہے۔ میرا اسٹار اسکارپیو ہے اور لطف اندوز ہونے کے لیے پڑھتی ہوں۔ میرا پسندیدہ رنگ کالا ہے اور بہت شوق سے کالا رنگ استعمال کرتی ہوں۔ مجھے اپنی امی سے بہت پیار ہے لیکن کالے رنگ کی وجہ سے امی اور بڑی بہن مدحو سے کافی بحث ہوجاتی ہے۔ جوتے خریدنے کا بہت شوق ہے اور میں جوتوں سے ہی لوگوں کی شخصیت کا اندازہ لگاتی ہوں۔ جیولری میں مجھے انگوٹھی اور بڑے بڑے جھمکے بہت پسند ہیں اور موسم میں مجھے سخت سردی کا موسم پسند ہے۔
میری خامی اور خوبی ایک ہی ہے جو بات دل میں ہو وہی بات زبان پہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگ مجھ سے خفا رہتے ہیں اور اس کے علاوہ میں تھوڑی کام چور بھی ہوں۔ میں بہت فرینڈلی اور ہنس مکھ ہوں اور رودان ملک میری بہت اچھی دوست ہے اور آخر میں اپنی پسندیدہ غزل کے ساتھ اجازت چاہوں گی امید ہے کہ آپ کو یہ تعارف پسند آئے گا اور ضرور شائع ہوگا۔ خدا آپ کو آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں پیدا کرنے کی توفیق دے آمین۔

مرحلے شوق کے دشوار ہوا کرتے ہیں
سائے بھی راہ کی دیوار ہوا کرتے ہیں
وہ جو ہر وقت سچ بولتے رہنے کی قسم کھاتے ہیں
عدالت میں وہی لوگ گناہ گار ہوا کرتے ہیں
وہ پتھر جو رستے میں پڑے رہتے ہیں
ان کے سینے میں بھی شاہکار ہوا کرتے ہیں
ہاتھوں کو نہ دیکھ کبھی آنکھوں کو بھی پڑھ
کچھ سوالی بڑے خود دار ہوا کرتے ہیں
شرم آتی ہے کہ دشمن کسے سمجھے محسن
دشمنی کے بھی تو معیار ہوا کرتے ہیں

کشف زہرہ

السلام علیکم! آنچل کے تمام قارئین کو محبت بھرا سلام قبول ہو۔ جی تو جناب بادولت کو کشف زہرہ کہتے ہیں پیار سے سب زہرہ کہتے ہیں۔ میرا تعلق میانوالی تحصیل پپلاں سے ہے۔ 22 دسمبر کی خوب صورت صبح کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ میرے 4 بہن بھائی ہیں۔ میں نے حال ہی میں بی اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ میرا اور آنچل کا تعلق بہت پرانا ہے نومبر 2005ء میں پہلی دفعہ آنچل منگوایا اس وقت عفت آپی کی کہانی "محبت دل پہ دستک" چل رہی تھی۔ بس پھر اس کے بعد ہمارا آنچل کا ساتھ آج تک ہے۔ جو کہانیاں آنچل کی آج بھی میرے دل پر نقش ہیں۔ "محبت دل پہ دستک، افسوں جاں، پھر زندگی مسکرائی، زندگی دھوپ تم گھنا سایہ، مکمل ناول، محبت اعتماد یقین، جس سج دھج سے کوئی مقتل کو گیا، مسافر لوٹ آئے ہیں، وہ ایک پاگل سی لڑکی، وہ پتھر موم ہوا، یہ چاہتیں یہ شدتیں، بس ایک ہرجائی اور کیا افسانہ "میں تیری جوگن" اور بھی کہانیاں ہیں جو بار بار پڑھنے کو دل کرتا ہے فیورٹ کریکٹر میں فصیحہ اور سردار بہلتن حیدر لغاری مجھے پسند ہیں کھانے میں میرا پسندیدہ بھنڈی گوشت اور بریانی۔ کھیلوں میں کرکٹ سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔ میں بہت راز دار ہوں۔ کوشش کرتی ہوں کہ میری وجہ سے کسی کا دل نہ ٹوٹے میں بہت زیادہ حساس ہوں۔ ہر بات کو جلد ہی دل پر لے لیتی ہوں اور رونا شروع کردیتی ہوں۔ مجھے غصہ بالکل نہیں آتا اگر آئے بھی تو صرف دو منٹ کے لیے آتا ہے۔ بہت زیادہ برداشت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ مجھے کتابوں کی دنیا سے بہت زیادہ عشق ہے ویسے میں ہر کام کرلیتی ہوں۔ کوکنگ، سلائی وغیرہ وغیرہ۔ پسندیدہ شخصیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس میں ان کے فرمان بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور یقین مانیے بہت زیادہ عمل بھی کرتی ہوں۔ میں فیشن بہت کم کرتی ہوں۔ سادہ شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹا میرا فیورٹ ہے۔ ہمارے ہاں پردے کی بہت زیادہ پابندی ہے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش عراق میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضے کی زیارت کی ہے۔ آپ سب بھی دعا کیجیے گا خواہش جلد پوری ہو۔ دوستی کا رشتہ مجھے بہت پسند ہے اور میری بہت ہی دوستیں ہیں۔ میری طبیعت میں نرم مزاجی پائی جاتی ہے۔ میں اپنے زیادہ تر مسئلے اپنی بہن سے شیئر کرتی ہوں۔ وہ مجھے بہت زیادہ پیاری ہے۔ میرا تعارف کیسا لگا بتایئے گا ضرور ویسے مجھے لگتا ہے آپ بور ہو رہی ہیں۔ آخر میں اپنی ڈائری کے چند الفاظ آپ کی نذر۔

Cycle of Replacement

میں صرف محبت کی Replacement نہیں ہوتی بلکہ اور بھی بہت سی چیزوں کی Replacement ہوتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے خون کی گردش میں بسنے والے کا نام کس کا ہے پھر بھی اس کے اوپر تہہ در تہہ دوسری محبتوں کے ڈھیر لگائے جاتے ہیں اب ہمیں اس سے محبت ہے اب ہم اس سے محبت کرتے ہیں لیکن جو زیادہ دور ہوتا ہے وہ زیادہ قریب ہوتا ہے اور ہمارے خون کی گردش کے دوران اس حصے میں جا پہنچتا ہے جہاں سے اگر اس کو نکالنا ہو تو ہم نارمل زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہتے۔ اب خدا حافظ

راشدہ شریف چوہدری

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ قارئین کرام! آپ سب کو راشدہ شریف چوہدری کا محبتوں اور چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ جی تو میرا نام آپ کو پتا تو چل گیا ہوگا۔ میں آرائیں فیملی سے تعلق رکھتی ہوں، 30 اپریل میری پیدائش کا دن ہے۔ سبھی گھر والے اور دوست مجھے پیار سے "راشی" کہتے ہیں۔ میرا اسٹار "ثور" ہے پر مجھے اسٹارز پر بالکل بھی یقین نہیں ہے۔ خامیاں تو بہت ہی زیادہ ہیں لیکن خوبیاں سوچنا پڑیں گی۔ (اتنی بھی بری مت سمجھیں صرف مذاق کر رہی ہوں)۔
میں بی اے کی طالبہ ہوں۔ حلقۂ احباب بہت محدود ہے۔ کیونکہ مجھے زیادہ دوستیں بنانا اچھا نہیں لگتا۔ میری قریبی سہیلیوں میں صدف عاشق، بینا،

بینش' اقرا' ارشاد' آمنہ اور آصفہ ہیں۔ مجھے رنگوں میں پرپل' بلیک اینڈ ریڈ کلر بے حد پسند ہیں۔ پیلا اور نیلا کلر سے مجھے بے حد نفرت ہے۔ (معلوم نہیں کیوں)۔ مجھے سردی کا موسم بہت پسند ہے۔ اسی لیے مجھے دسمبر کا مہینہ دیگر مہینوں سے اچھا لگتا ہے مجھے موسیقی بالکل پسند نہیں ہے۔

میں نے اس سے پوچھا
کیا دھوپ میں بارش ہوتی ہے
وہ ہنستے ہنستے رونے لگی
اور دھوپ میں بارش ہونے لگی

مجھے بارشیں بہت پسند ہیں۔ ہلکی ہلکی بارش میں گرم گرم کافی کا ساتھ مجھے بہت بھاتا ہے۔ بارش کے بعد نکلنے والی دھوپ مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے۔ پنجابی سوٹ اور ساڑھی میرے پسندیدہ لباس ہیں۔ مجھے آرمی والے بہت اچھے لگتے ہیں اور میرے بابا بھی آرمی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ حال ہی میں آرمی سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ مجھے پاکستان کا سب سے پیارا شہر کھاریاں لگتا ہے۔ لیکن میری خوش قسمتی ہی کہہ لیں کہ میں ادکاڑہ کی رہائشی ہوں ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میرا نمبر سب سے آخری ہے۔ میں بہت زیادہ تنہائی پسند ہوں۔ مجھے ادب اور شاعری سے بہت لگاؤ ہے۔ میرے تین سپنے ہیں۔ لائر بننا' رائٹر بننا اور خود کی لائبریری کھولنا (دعا کیجیے گا کہ ان میں سے کوئی ایک سپنا تو پورا ہوجائے)۔ ارشد ملک' وصی شاہ' نازیہ کنول نازی' فیض احمد فیض' احمد فراز اور قتیل شفائی میرے پسندیدہ ترین شاعر ہیں۔

رائٹر میں نازیہ کنول نازی' وصی شاہ' عمیرہ احمد' ماہا ملک' رخسانہ نگار عدنان' فرحت اشتیاق' عشناء کوثر سردار اور سمیرا شریف طور بے حد پسند ہیں۔ فرحت جی کا ''متاع جان ہے تو'' ماہا ملک جی کا ''جو چلے تو جاں سے گزر گئے'' عمیرہ احمد جی کا ''میری ذات ذرہ بے نشان'' اور سمیرا جی کا ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' میرے موسٹ فیوریٹ ناولز ہیں۔

مجھے کھانا پکانا بالکل بھی اچھا نہیں لگتا میں کھانے کی بھی شوقین نہیں ہوں۔ پھر بھی بہت سلیکٹو کھانا کھاتی ہوں۔

آخر میں اپنے بھائی جی کو جنہیں میں بہت پیار کرتی ہوں یہ کہنا چاہوں کہ زندگی تفکرات کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل گرفتہ ہونے کے بجائے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے اور اپنے رب پر کامل یقین رکھا جائے کیونکہ مایوسی کفر ہے۔ اب اس نظم کے ساتھ اجازت چاہوں گی اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیں۔

بارشوں کے موسم میں
تم کو یاد کرنے کی
عادتیں پرانی ہیں
اب کے ہم نے سوچا ہے
عادتیں بدل ڈالیں گے
پھر خیال آیا
عادتیں بدلنے سے
بارشیں نہیں رکتیں

پھولوں کی عدالت

ڈاکٹر تنویر انور خان

ادارہ

صنم ناز..... گوجرانوالہ

س: آپ آنچل کے شمارے کے علاوہ اور کس کس شمارے میں لکھتے ہیں؟

ج: سب سے پہلی بات صنم کہ میں صاحب نہیں صاحبہ ہوں۔ آنچل کے علاوہ میں ڈان اخبار میں مضامین لکھتی ہوں۔

س: آپ کی زندگی کا سب سے حسین دن کون سا ہے؟

ج: میری زندگی کا سب سے حسین دن وہ تھا جس روز میں ڈاکٹر بنی اور اسی روز میری پہلی بیٹی پیدا ہوئی۔ مجھے دو خوشیاں ملیں' ماں بننے کا احساس سب سے حسین ہوتا ہے۔

آنچل میں لکھنے کے علاوہ آپ ڈاکٹر ہیں یا کسی اسپتال میں جاب کرتے ہیں؟

ج: میں الٹراساؤنڈ اسپیشلسٹ ہوں اور ڈیفنس DHA میں میری اپنی کلینک ہے۔

س: کہانیاں لکھنے کا شوق کب اور کیوں ہوا؟

ج: میں سینٹ جوزف کانونٹ اسکول کی چھٹی کلاس میں تھی تو لاہور سے بچوں کا دارالاشاعت پھول رسالہ (؟) نکلتا تھا اس میں اپنے سبق سے ایک کہانی ترجمہ کرکے عادو کی چکی کے نام سے بھیجی تھی۔ وہ چھپ گئی تھی' لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ میں اکلوتی اولاد تھی' کوئی بہن' کوئی بھائی نہیں تھا۔ اس زمانے میں ریڈیو تھا' ٹی وی بھی بعد میں آیا یہ تو شاید میرے لیے اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور پھر دن بدن گھر میں رہ کر یہ شوق پروان چڑھتا رہا۔

اسماء کرن..... کلورکوٹ' بھکر

س: آپ کی فیملی کتنے افراد پر مشتمل ہے اور وہ کون کون ہیں؟

ج: میری فیملی میں ماشاء اللہ میرے شوہر پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان ماہر امراض چشم ہیں۔ میری بڑی بیٹی ماشاء اللہ لندن میں گائنی اور اوبس کی کنسلٹنٹ ہیں' ڈاکٹر راحت انور خان۔ میرے داماد بھی لندن میں ڈاکٹر ہیں نام ہے ڈاکٹر یاسر۔ دو بیٹے ڈاکٹر بابر انور خان بھی ماہر امراض چشم ہیں اور میری بہو دو پوتیوں کے ساتھ اومان میں رہ رہے ہیں۔ میری بہو کا نام رقیہ بابر اور پوتیوں کا نام عاطرہ' چار سال اور عروس عمر سوا دو سال۔ تیسرا بیٹا اعظم انور خان ماشاء اللہ لندن سے MBA کررہا ہے۔

س: آپ کا مذہب کی طرف کتنا رجحان ہے؟

ج: مذہب تو ماشاء اللہ اسلام ہے۔ اسلام سے محبت ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ تہجد سمیت نماز نہ چھوٹے۔

س: آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟

ج: پسندیدہ شخصیت تو میرے پیارے پیارے نبی پاک میرے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

س: آپ کو آنچل کا کون سا سلسلہ سب سے زیادہ پسند ہے؟

ج: کوئی خاص سلسلہ پسند کرنے کا وقت نہیں۔ بس پڑھ لیتی ہوں۔

س: آنچل کی قارئین کے نام کوئی پیاری سی نصیحت جو آپ دینا چاہیں؟

ج: آنچل کی ساری بہنیں اور بھائی جو میری تحریریں پسند کرتے آئے ہیں۔ سالہا سال سے میں ان سب کا پیار ایسے ہی لیتی رہوں اور ان سے یہ گزارش ہوگی کہ آنچل ایک صاف ستھرا رسالہ ہے اسے کبھی پڑھنا نہ چھوڑیئے گا۔ قارئین کی آراء سے ہی لکھنے والوں کو موقع ملتا ہے آگے لکھنے کا اور تحریروں میں نکھار آتا ہے۔ میرے سارے قارئین کے لیے ڈھیر سا پیار پہنچے۔

فرح کرن..... کراچی

س: آپ کی نظر میں ''آنچل'' کی سب سی بڑی خوبی کیا ہے؟

ج: آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور چوری کی کہانیاں نہیں چھپتی ہیں۔

س: کتابوں سے کس حد تک شغف ہے کون سا شاعر

یا ادیب زیر مطالعہ رہتا ہے؟
ج: میں مطالعہ ضرور کرتی ہوں مگر انگلش ناولز کا اور پھر سب سے ضروری مطالعہ ہماری ڈاکٹری سے متعلق ریسرچز کا ہوتا ہے کیونکہ میں اکثر ڈان اخبار میں انگریزی میں مضامین لکھتی ہوں جو لوگوں کی Awareness کے لیے ہوتے ہیں۔
س: کسی بھی انسان کو یہ ادراک کب ہوتا ہے کہ اس کے اندر لکھنے کی صلاحیت موجود ہے؟
ج: بھئی میں کسی کے لکھنے کے ادراک کے بارے میں کیا بتاؤں خود تو لکھنا شروع کیا تھا چھٹی کلاس سے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہر انسان کے اندر اپنے جذبات اور احساسات موجود ہوتے ہیں اور پھر کسی کی زندگی میں وہ ایک لمحہ ہوتا ہے کہ جب وہ سب کچھ کسی کو بتانا چاہتا ہے مگر طریقہ نہیں آتا۔ کسی بھی انسان کی زندگی کا کوئی بھی واردات اس طرف مائل کرسکتا ہے اور جب وہ لمحہ آئے تو اسے فوراً کاغذ پر منتقل کرلیں۔ ان جذبات سے اچھی کہانی ہو نہیں سکتی۔ نہ کسی سے لڑائی نہ جھگڑا اور لکھ کر بھڑاس بھی نکل گئی۔
س: اک تحریر کو تخلیق کرنے کے لیے موضوعات میں کن باتوں کو مدنظر رکھتی ہیں۔
ج: کوشش ہوتی ہے کہ میری تحریریں دلوں پر اثر کریں اور کسی کو کچھ حاصل ہوسکے۔ کوئی سبق مل سکے، کسی کی اصلاح ہوسکے۔
س: تنقید کس حد تک ضروری اور کس طرح کی تنقید ہونی چاہیے؟
ج: تنقید ایسی کریں کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ افسانہ یا ناول نہیں پسند ہے تو بھی کوئی بات نہیں۔ وہ مصنف اگلی دفعہ اور محنت کرکے لکھے گا۔ تنقید اس سے ضروری ہے کہ ہم آگے ترقی کرسکیں اور ہمیں برا بھی نہیں ماننا چاہیے۔

سمیرا انور..... جھنگ

س: آپ معاشرتی نکتہ نظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی تحاریر لکھتی ہیں مجھے آپ کا اندازِ تحریر بہت اچھا لگتا ہے۔
ج: سمیرا آپی شکریہ کہ آپ میری تحریروں کو پسند کرتی رہی ہیں، زندگی کی سچائی یہی ہے جو میں بتانا چاہتی ہوں یقیناً میری جیت ہے کہ آپ لوگ مجھے چاہتے ہیں۔
س: جب آپ کی پہلی تحریر شائع ہوئی تو آپ کے کیا تاثرات تھے؟
ج: تاثرات تو یہ تھے کہ دس سال کی بچی تھی اور بچوں کا پھول رسالہ لے کر سب کو "جادو کی چھڑی" کہانی پڑھنے کو کہہ رہی تھی۔ میری امی اور میرے پاپا مجھے سب سے زیادہ حوصلہ دینے والے تھے۔
س: کتابی شکل میں آپ کے ناول شائع ہوئے ان کے بارے میں بتائیں؟
ج: میری کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، میں آنچل کے علاوہ پہلے حور، بانو، زیب النساء، پاکیزہ اور دیگر رسالوں میں لکھتی رہی ہوں۔ موقع ہی نہ ملا بس انہی رسالوں میں میرے ناولٹ چھپے ہیں۔ ہاں Dr Tanveer Anwar Khan (Novelist) کے نام سے میرے دو ناول "ادھورا سنجوگ" اور دیمک Deemak Web Page پر ہیں۔ یہ دونوں آنچل ہی میں چھپے تھے۔
س: آپ ہمیشہ خوش رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیوں و کامرانیوں سے نوازے۔ آمین
ج: سمیرا آپ بھی ہمیشہ خوش رہیں، میری دعائیں آپ کے لیے۔

سکان وارثی..... لاہور

س: السلام علیکم! کیسی ہیں آپ ڈاکٹر صاحب؟
ج: وعلیکم السلام!
س: ڈاکٹر جی! آپ کا تعلق کہاں سے ہیں؟
ج: میرا تعلق کراچی سے ہے۔
س: آپ کا اسٹار کیا ہے اور آپ کون سی ڈاکٹر ہیں؟
ج: میں MBBS ڈاکٹر اور الٹراساؤنڈ اسپیشلسٹ ہوں۔ اسٹار Scorpio ہے۔
س: کچھ اپنی فیملی کے بارے میں بتائیں؟
ج: فیملی کے بارے میں آپ کو جواب انہی صفحات میں مل جائے گا۔
س: آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا؟ آپ کا کوئی اپنا فیورٹ ناول؟

ج: دس سال کی عمر سے لکھ رہی ہوں۔ میرا فیورٹ ناول کوئی نہیں اس لیے کہ میں انگلش کتابیں پڑھتی ہوں۔

فضا علی..... ملتان

س: فرصت کے اوقات کس طرح گزارنا پسند کرتی ہیں؟
ج: ریڈنگ کرتی ہوں اور اپنے باغ کی دیکھ بھال کرتی ہوں اور اب تو لیپ ٹاپ پر مختلف گیمز بھی کھیلتی ہوں، مضامین اور کہانیاں لکھ ڈالتی ہوں۔
س: کوئی ایسی چیز یا بات جو موڈ خراب کردیتی ہو؟
ج: موڈ خراب بہت کم ہوتا ہے۔ خاموشی پسند ہے۔ اپنے ملک کے خطرناک حالات کے بارے میں سن کر اور پڑھ کر بھلا موڈ کیسے اچھا رہ سکتا ہے نہ میرا نہ آپ کا۔ تکلیف ہوتی ہے کہ ہم کہاں جارہے ہیں، سمت کا کھوج کیسے لگائیں۔
س: آپ کی زندگی کا مشکل ترین لمحہ؟
ج: میری زندگی کا مشکل ترین لمحہ ایک نہیں دو ہیں 1986 میں جب میرے پاپا گزر گئے اور پھر 199[illegible] میں میری پیاری امی اور میں ان کی شفقت سے محروم ہوگئی۔ بہن بھائی تو پہلے ہی نہیں تھے ایک میں اکیلی ہوگئی۔
س: جب موڈ آف ہوتا ہے تو کیا کرتی ہیں؟
ج: موڈ خراب ہوتا ہے تو جو قرآنی آیات زبانی یاد ہیں پڑھتی ہوں اور درود پاک کی تسبیح کرتی ہوں۔ موڈ ٹھیک ہوجاتا ہے۔

مریم نوید..... کراچی

س: السلام وعلیکم! کیسی ہیں آپ؟ اپنے بارے میں بتائیں کون ہیں آپ؟ مختصر لیکن جامع۔
ج: وعلیکم السلام! آپ کے سوال کا جواب انہی صفحات پر موجود ہے۔
س: لکھاری بننے کا خیال کیسے آیا؟
ج: بس جی خیال کیسا دل میں آیا دس سال کی عمر میں الحمدللہ اور پھر کبھی پلٹ کر نہ دیکھا۔
س: سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز از جان اثاثہ؟
ج: اب میری زندگی کا سب سے پیارا اثاثہ میرے شوہر اور میرے بچے ہیں۔ ان کا پیار ہی میری زندگی کا سب سے بڑا اثاثہ ہے جس پر مجھے فخر ہے کہ میرے بچے ہمیں چاہتے ہیں تو اس پر فخر ہے کہ ہم پرورش اچھی کرپائے۔

صدف احسان..... منڈی بہاؤالدین

س: آپ اپنی سب سے پیاری عادت کے بارے میں بتائیے؟
ج: پڑھنا لکھنا اور اچھی ڈریسنگ کرنا۔
س: کبھی کسی سے عشق یا محبت کی؟
ج: بھئی پڑھتے پڑھتے فائنل ائر ایم بی بی ایس میں شادی ہوگئی تھی۔ عشق تو اپنے شوہر سے ہی کیا ہے اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ..... بشرط زندگی.....
س: پہلی کہانی شائع ہونے پر جو جذبات امڈ آئے ہوں وہ بیان کریں؟
ج: "حور" رسالے ماہنامہ میں پہلا افسانہ چھپا تھا میں فرسٹ ائر سائنس میں زبیدہ گورنمنٹ کالج حیدرآباد میں پڑھتی تھی، دوستوں نے بتایا تمہارا افسانہ چھپا ہے۔ دل خوشی سے جھوم گیا، سہیلیوں سے ڈھیری مبارک باد ملی اور امی پاپا کی طرف سے حوصلہ افزائی بھی، سائنس کی مشکل پڑھائی کے باوجود میں نے لکھنا نہ چھوڑا۔
س: کامیاب اور پُرسکون زندگی کے لیے کیا بہت ضروری ہے؟
ج: کامیاب اور پُرسکون زندگی کے لیے قناعت پسندی بہت ضروری ہے۔ ہمیں اپنی زندگیوں سے جھوٹ نکال دینا چاہیے کہ یہ کام شیطان کا ہے۔ ہمیں اپنی باتیں ہر کسی سے شیئر نہیں کرنا چاہیے۔ ماں باپ کا ادب اور ان کی دعائیں ان کا مشورہ ہماری پُرسکون زندگی کا ایک حصہ بن سکتا ہے۔ میرے نزدیک ماں باپ کو کوئی بھی دکھ دے کر سکھ اور سکون پا ہی نہیں سکتا اور ہر سکون کی دوا اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔
س: نئے لکھاری میں کون سی بنیادی باتیں ہونی چاہیں؟
ج: نئے لکھاری کے لیے بنیادی بات یہ ہے کہ وہ اپنے مشاہدہ کو تیز کریں۔ ہمارے لیے چاروں طرف

کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ کسی کی نقل نہ کریں اپنے آپ کو Express کرنا آپ کو آنا چاہیے اور پھر یہ تو خداداد صلاحیت ہوتی ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے اگر ایک افسانہ نہ چھپے دوسرا لکھیے' آپ کامیاب ہوجائیں گی۔

بینش حسن...... پشاور

س: آنچل سے شناسائی کب اور کیسے ہوئی؟

ج: میں پاکستان کے مشہور رسائل میں لکھتی رہی ہوں جب 1985 میں آنچل شائع ہوا تو اس میں لکھنا شروع کیا۔ بس افسانہ لکھا اور آنچل ایڈیٹر کو بھیجا تو چھپ گیا۔

س: آپ کے خیال میں آج کل تحریریں معاشرے کی عکاس ہوتی ہیں؟

ج: اپنی تحریروں کے بارے میں میری کوشش ہوتی ہے کہ معاشرے کی عکاسی ہو باقی اوروں کے بارے میں مجھے زیادہ پتا نہیں کیونکہ میرے نزدیک انسان کو حسن و محبت کی دنیا سے باہر نکل کر سچائی کا سامنا کرنے کی ہمت ہونی چاہیے۔

س: آپ کن کے انداز تحریر سے متاثر ہیں' کن رائٹرز کو شوق سے پڑھتی ہیں؟

ج: میں اردو رائٹر ضرور ہوں مگر میں انگریزی ناول اور مضامین پڑھنا پسند کرتی ہوں ویسے بڑے مشہور مشہور رائٹرز ہیں' اللہ انہیں اور ترقی دے۔

س: کوئی ایسی تحریر جس نے آپ کو بے حد جھنجوڑ دیا ہو اندر سے؟

ج: فی الحال تو نہیں۔

س: اپنی شخصیت کو تین لفظوں میں بیان کریں؟

ج: صبر' شکر' قناعت۔

سدرہ شاہین...... جہلم

س: السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟

ج: وعلیکم السلام! اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں۔

س: نئی لکھنے والیوں کے لیے کوئی خاص ٹپ یا پیغام؟

ج: میرا پیغام نئی لکھنے والیوں کے لیے انہی صفحات میں مل جائے گا۔

صائمہ علی...... کراچی

س: آپ میں لکھنے کا شوق کب پیدا ہوا؟

ج: آپ کو انہی صفحات میں جواب مل جائے گا۔

س: آپ آنچل کے علاوہ اور کون کون سے میگزین میں لکھتی ہیں؟

ج: بس آنچل کے پیار اور محبت نے کہیں جانے نہ دیا جبکہ پہلے خوز بانو' زیب النساء' پاکیزہ وغیرہ میں لکھتی تھی اب بھی کبھار آنچل کے لیے ہی لکھ رہی ہوں شاید دوسرے رسائل میں لکھوں بس ڈان اخبار میں انگریزی میڈیکل کے مضامین لکھتی ہوں' گاہے بگاہے۔

س: کوئی ایسا فرد جس کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتی ہوں؟

ج: اللہ نہ کرے کہ میں کسی کو دیکھ کر گھبراؤں۔

قمر سلطانہ...... فیصل آباد

س: آپ کہانیاں کیسے تخلیق کرتی ہیں اپنے اردگرد کے لوگوں کو دیکھ کر یہ کہانیاں آپ ذہن سے تخلیق کرتی ہیں؟

ج: میری کہانی عجیب انداز سے تخلیق ہوتی ہے قلم ہاتھ میں اور کاغذ پر کہانی خود بخود بکھرتی جاتی ہے۔ میں ایک پبلک ڈیلنگ ڈاکٹر ہوں' ہزاروں کہانیاں اور کردار ذہن میں رہ جاتے ہیں جنہیں مجھے تخلیق کرنا ہوتا ہے۔ میں مہینوں میں منصوبہ بندی کرکے کچھ نہیں لکھتی بس بعض دفعہ کلینک میں بیٹھے بیٹھے کہانی لکھ ڈالی' آف کورس جب کم مریضوں کا سیزن ہو تو...... حد سے حد اگر بہت مصروف ہوں اور ناولٹ بڑا ہے تو ایک ہفتہ تحریر میں لگ سکتا ہے۔

س: آپ کس شہر میں رہتی ہیں؟ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟

ج: میں کراچی میں رہتی ہوں۔ میں تم سے دوستی کرسکتی ہوں' آنچل سے میرا پتا یا ای میل لے سکتی ہو' مگر مجھے مخلص دوست پسند ہیں۔

س: کیا کہانیاں تخلیق کرنا آپ کا بچپن کا خواب تھا یا پھر......؟

ج: خواب تو تھا ڈاکٹر بننا اور جب اپنے اندر لکھنے کی عادت کا علم ہوا تو ساتھ ساتھ اسے بھی پروان چڑھایا کبھی لکھنے سے بیک آؤٹ نہیں ہوئی' ماشاءاللہ میرے

[illegible] افسانے اور ناولٹ ڈیڑھ سو کے قریب اب تک چھپ چکے ہیں۔ وہ مضامین اور آرٹیکل الگ ہیں جو میں مختلف اخبارات میں بچپن اور تعلیم کے دوران لکھتی رہی۔

سائرہ کرن...... میرپور آزاد کشمیر

س: بہترین تعریف یا تنقید جواب تک یاد ہو؟

ج: بہترین تنقید جو اتنی بری ہو کہ مجھے یاد رہے شاید نہیں ہوئی۔ ہاں بہترین تعریف مجھے وہ لگی جب کسی بہن نے کہا میرا ناولٹ "جو تم چاہو" پڑھ کر آنسو نکل آئے۔ یہ ناولٹ آنچل میں 2011ء میں چھپا تھا' کسی کے دل کو میرے ناول نے چھوا' محنت سپھل ہوگئی' تعریف اچھی لگی۔

س: موسم کا اثر آپ کے موڈ پر ہوتا ہے یا نہیں؟

ج: نہیں۔

س: کوئی ایسا دن یا رات جو کبھی نہ بھولتا ہو؟

ج: وہ دن و رات نہیں بھولتی جب اپنے امی پاپا کو کھویا اور میں یتیم ہوگئی۔ اپنے پاپا سے ٹیلی فون پر رات دس بجے آخری بات آج تک کانوں میں گونجتی ہے۔

فرزانہ جمیل...... لاہور

س: خوشبو پسند ہے تو کیوں؟ اور کون سی؟

ج: Nina Ricci پسند ہے اب کیوں پسند ہے یہ اچھی اور ہے اور سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ ڈریسنگ ٹیبل پر پرفیومز سے بھری پڑی ہے جو چاہتی ہوں استعمال کرلیتی ہوں' وہ بھی صرف Occ Assiows پر۔

س: آپ کی قوت ارادی کیسی ہے؟

ج: بہت ہی مضبوط قوت ارادی ہے۔

س: گھر کا کوئی ایسا کام جو آپ کو کرنا اچھا لگتا ہو یا برا؟

ج: بھئی مجھے تو اپنے گھر سے ماشاءاللہ بہت پیار ہے اس لیے اچھا لگتا' Cooking کا بہت شوق ہے' کبھی کبھار کک کے بجائے خود کھانا بنالیتی ہوں۔

س: کوئی ایسی جگہ' شہر یا ملک جہاں آپ فرصت کے لمحات گزارنا چاہیں اور کیوں؟

ج: ہاں میں لندن میں اپنا وقت اس لیے گزارنا چاہوں گی کیونکہ وہاں میرے بچے ہیں اور پاکستان میں میرا گھر ماشاءاللہ بہت پرسکون ہے گھر میں رہنا پسند کرتی ہوں۔

نادیہ علی خان...... دبئی

س: آپ کی پہلی تحریر کون سی تھی اور کس ڈائجسٹ میں شائع ہوئی؟

ج: ماہنامہ "حور" رسالہ لاہور میں "غزل کی شمع جلاؤ کہ روشنی کم ہے" 1966 میں چھپی تھی' میرا پہلا افسانہ تھا۔

س: پہلی کہانی شائع ہونے پر آپ کا کیا ردعمل تھا؟

ج: اوپر کے افسانے کی اشاعت سے پہلے اور شادی سے پہلے تنویر سعید خان کے نام سے انجام اخبار بچوں کے صفحہ پر لکھتی رہی۔ طالب علم کے صفحات پر بھی بہت لکھا' بس خوشی ہوئی تھی۔

س: آپ کی اپنی کوئی کاوش جو آپ کو بہت پسند ہے اور پسند کی وجہ......؟

ج: ہاں پچھلے مارچ یا اپریل کے آنچل میں میرا دل چھو لینے والا ناولٹ چھپا تھا۔ وہ مجھے پسند ہے کہ شاید کچھ زندگیوں کی حقیقت پر مبنی ناولٹ ہے۔ جس نے میرے پیارے قارئین کو رُلا دیا۔

س: آنی! فرحت آراء کی وفات پر آپ کا ردعمل کیا تھا؟ کس کے توسط سے یہ سنگین خبر ملی؟

ج: فرحت آراء باجی کے انتقال کی خبر مجھے طاہر بیٹے نے آنچل سے دی تھی۔ فرحت باجی میری ٹیلی فونک دوست تھیں۔ ان کی برسی کے موقع پر میرا مضمون پڑھ لیں آنچل میں۔ میرا تاثر پتا لگ جائے گا۔ ان سے ان دیکھی محبت اور پیار' فون پر میرے کانوں میں رس گھولتی آواز میں بھول ہی نہیں پارہی۔ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا مگر درد اور آواز کا رشتہ گہرا تھا۔ شاید ان کا پیار بھرا جملہ "ڈاکٹر تنویر کبھی آنچل میں لکھنا نہ چھوڑنا" مجھے آنچل سے باندھے ہیں' نہ جانے کب تک۔

(اگلے ماہ کی شخصیت ہے اقرا صغیر احمد جن کے لیے آپ کے سوالات ۵ مئی تک وصول ہوجانے چاہیے)

ادارہ

ریشماں کنول...... حیدر آباد' سندھ

ا:۔سالگرہ کی خوشی اس لیے مناتے ہیں کہ ہر انسان اپنی خواہشات اور ماحول کا ضامن ہوتا ہے۔ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اپنی زندگی کو اپناتا ہے ویسے بھی آج کل اس دور میں انسان کی زندگی اتنی معروف تر ہوگئی ہے کہ اپنی خواہش کو پورا نہیں کر پاتا۔ تو اس لیے اپنا یوم ولادت کے دن کو خوشی سے مناتا ہے اور بلائے گئے مہمانوں سے ہر طرح کے تحفے تحائف اور دعائیں وصول کرتا ہے۔

۲:۔آنچل کی سالگرہ پر پرخلوص پیار' محبت کے میٹھے بولوں سے وش کرنا چاہوں گی کیونکہ زندگی میں خوشی کے موقعے بار بار نہیں ملتے اس لیے میں آنچل کی سالگرہ کو اپنی دعاؤں کے ساتھ وش کروں گی کہ اللہ تعالیٰ آنچل کے لکھنے والوں اور شائع کرنے والوں کو بہت سی ہمت و طاقت دے تاکہ آنچل کا یہ سلسلہ کبھی بھی ختم نہ ہونے پائے۔ آمین

۳:۔آنچل کی سالگرہ کے حوالے سے یہ کہنا چاہوں گی کہ سالگرہ منانا اسلام میں ناجائز ہے اس لیے کوئی اسلامی ٹاپک کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے تاکہ ہماری مسلمان قوم اس کو منانا ختم کردے اور وہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کردے یا کسی غریب حق دار کو بانٹ دیا جائے۔

۴:۔پرانے ناول کی فرمائش پہلی بات تو یہ ہے کہ کرنی نہیں چاہیے کیونکہ بہت سی نئی رائٹرز آئی ہوں گی جو اپنی خواہش کا اظہار کریں گی تو آپ کیا کیا شائع کریں گی ہمیں خوش کرنے کے لیے میں نے عفت سحر طاہر کا انٹرویو پڑھا بہت اچھا لگا۔ میں پرانا ناول یار ڈابڈی عشق آتش کو دوبارہ آنچل میں دیکھنا چاہوں گی۔

۵:۔آنچل کی سالگرہ پر اگر کوئی تقریب ہوگی تو میں سب سے ملنا پسند کروں گی کیونکہ میں پہلی بار آنچل میں شرکت کررہی ہوں۔

صائمہ طاہر...... حیدر آباد

ا:۔ہم تو نہیں مناتے مجھے تو افسوس ہوتا ہے ایک سال کم ہونے کا اوروں کو نہیں ہوتا ہوگا شاید اس لیے خوشی مناتے ہیں۔

۲:۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو ایسی ہزاروں سالگرہیں نصیب کرے اور بہت زیادہ ترقی دے آمین۔ آنچل تم کو تمہارا نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔

۳:۔جی ہاں کوئی ایسا سلسلہ جس میں قارئین اپنے جذبات احساسات بیان کرسکے آنچل کے بارے میں۔

۴:۔رخ چوہدری کا ''ساحلوں کے گیت'' یہ ناول میں نے نیٹ پر پڑھا ہے۔ اب دوبارہ آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں اگر ہوسکے تو۔

۵:۔کسی ایک سے نہیں سب سے پوری آنچل ٹیم سے قارئین سے رائٹرز سے سب لوگوں سے ملنا چاہوں گی۔

شگفتہ خان...... بھلوال

ا:۔شاید لوگ عمر کی مالا میں ایک موتی کے اضافے پر خوش ہوتے ہوں میں تو مناتی نہیں ہوں اس لیے انداز بھی نہیں ہے۔

۲:۔ پیارے آنچل کو ضرور وش کروں گی کیونکہ میں رہی یا نہ رہی اس کو تو جینا ہے قیامت کی سحر ہونے تک۔ تو پیارے دوست میں رہوں یا نہ رہوں تم اسی طرح جگمگاتے رہو۔ عمر جاوداں پاؤ آمین۔ سب کے سروں پر سایہ فگن رہو اور دلوں پر بھی۔

۳:۔آنچل میں ایک ایسا سلسلہ ہو جو قارئین میں شاعرات ہیں وہ اپنی شاعری بھیج سکیں جو اپنی بک پبلش نہیں کرواسکتیں انہیں آنچل پلیٹ فارم دے۔

۴:۔آنچل کے تمام ناول میرے پاس موجود ہیں۔ موجودہ دور کے مطابق اگر تبدیلی کے ساتھ ملے تو میں بہاروں کے سنگ سنگ دیکھنا چاہوں گی۔

۵:۔آنچل کی سالگرہ کی تقریب ہو تو بھی آپ حدود عائد کریں تو یہ تو اچھا نہیں ہے نا۔ آنچل سے متعلقہ ہر فرد کو دیکھنا اور ملنا چاہیں گے پھر سب سے پہلے یا سب سے آخر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تمام رائٹرز تمام قارئین اور جملہ اسٹاف ممبران سب سے ملنے کی شدید خواہش ہے یعنی آنچل کو جگمگانے والے تمام ستاروں سے ملنا چاہوں گی کیونکہ اس کی جگمگاہٹ میں سب ہی اہم ہیں۔

عطرو بہ سکندر...... اوکاڑہ

ا:۔ بالکل درست کہا آپ نے ہر نیا سال زندگی کو کم کرتا ہے اور ابدی زندگی کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سالگرہ کی خوشی تو محض ایک بہانہ ہے اصل بات اس اپنے پر یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لیے کتنا اہم خاص اور پیارا ہے اور ان چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے جو آسودگی ملتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

۲:۔کوئی مل جائے تم جیسا' یہ ناممکن ہے اے آنچل
پر تم ڈھونڈ لو ہم جیسا' اتنا آسان یہ بھی نہیں

میری دعا ہے کہ ہمارا ساتھ کبھی کسی وجہ سے بھی نہ چھوٹے۔ آمین

۳:۔کتھارسس کی طرح کا کوئی سلسلہ ہونا چاہیے جس میں ہر ایک کو موقع دیا جائے کہ وہ آنچل کے دامن میں اپنے سارے درد' دکھ اور تکالیف لفظوں کے ذریعے بہا دے۔ جہاں کوئی ندامت اور شرمندگی نہ ہو' ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرکے نہ دہرانے کا عہد کریں کیونکہ یہ دنیا چار دن کی چاندنی ہے۔

۴:۔''اے شمع کوئے جاناں'' کیونکہ اسی کی بدولت میرا اور آنچل کا تعلق اور رشتہ جڑا' ورنہ ہر طرح کے رسائل سے دور بھاگا کرتی تھی۔ آنچل سے وہ سلسلہ ایسا جڑا کہ اب تک جاری وساری ہے۔

۵:۔عشنا کوثر سردار' فرحت اشتیاق' عمیرہ احمد کیونکہ ان کی ہر تحریر مجھے متاثر کرتی ہے اور وہ سالہا سال۔

عروسہ شہوار

ا:۔بے شک ہر نیا سال زندگی کو کم کردیتا ہے مگر پھر بھی بہت سارے لوگ اپنے بچوں کی سالگرہ مناتے ہیں۔ یہ حقیقتاً مغربی رسم ہے جسے دنیا بھر نے اپنایا ہے اور اس کا مقصد صرف اور صرف خوشی حاصل کرنا ہے۔ اپنے دوست احباب رشتہ داروں اور کزنز کو مل بیٹھ کر خوش گپیوں کا موقع ملتا ہی ہے مگر ایک ساتھ وقت گزارنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

۲:۔آنچل کی سالگرہ پر بڑے ہی پیار بھرے انداز میں وش کرنا چاہوں گی۔ میرے پیارے دوست آنچل! یہ تیری دوستی اور پیار کا بندھن ہی تو ہے جو ساگر سے گہرا' آکاش سے بلند' خوش بو سے معطر' کلیوں سے نازک' پھولوں سے حسین و شگفتہ چندا سے بڑھ کر روشن' یہ روشنی یہ چاہتیں' یہ وفائیں' یہ دعائیں سدا تیرے سنگ ہیں اپنی دعاؤں کے سارے موتی پیارے آنچل تمہاری نذر کرتی ہوں۔ تو ہمیشہ یونہی ہمیشہ دھنک رنگ بکھیرتا رہے۔ آمین

۳:۔یوں تو آنچل میں تمام قلم کاروں کے بارے میں گاہے بگاہے زندگی میں جان کاری ہوہی جاتی ہے۔ مگر میری دلی اور شدید خواہش ہے کہ آنچل کی سالگرہ کے حوالے سے خصوصی سلسلہ شروع کیا جائے جس میں آنچل کے تمام اسٹاف ممبران کی شخصیت کے نمایاں پہلو قارئین پر عیاں کیے جائیں ہم ان کی زندگیوں کی مصروفیات اور خوبیوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ ان کا تعارف کیا جائے بمع تصاویر تو کیا بات ہے۔ آنچل کی سالگرہ کے حوالے سے ان تمام شخصیات کا تعارف کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

۴:۔ آنچل کے کس پرانے ناول کو دوبارہ دیکھنا چاہتے ہیں تو بلا سوچے سمجھے تمام لکھوں گی عشنا کوثر سردار کا ناول افسون جاں میں دوبارہ' سہ بارہ بھی پڑھ لوں گی جتنی بار پڑھوں گی اتنی بار نیا مزا و لطف آئے گا۔ یہی سچ ہے اور اگر ناولٹ کی بات کی جائے تو یقیناً سعدیہ اہل کاشف کا تو دعا نیم شب دوبارہ پڑھنا چاہوں گی۔

۵:۔آنچل کی سالگرہ کی تقریب منعقد کی جائے تو ہماری خوشی کی انتہا ہوجائے۔ سونے پہ سہاگہ میری شرکت کی بھی دعوت دی جائے بھئی پہلے تو آنچل کی سالگرہ کی تقریب مبارک۔ پھر میں سب سے پہلے تقریب میں موجود اس شخصیت سے ملنا چاہوں گی جو مجھے سالگرہ کی تقریب میں شمولیت کا دعوت نامہ بھجوائے گا۔ ایک بات کہ جو میں سب کے گوش گزار کرنا چاہتی

ہوں وہ یہ کہ یہ مسکان' یہ مستی' یہ جذبے' یہ رشتے' یہ موج' یہ پیار' یہ وعدے سنگ رہنے کے' یہ دوستی' یہ دل' سچ مانو آنچل ڈیئر جاناں تم میرے جاناں ہی ہو ہاں سب کچھ ادھورا ہے تم بن۔

نبیلہ لیاقت سونو...... سرگودھا

ا:۔ کچھ لوگوں کے خیال میں ہر گزرنے والا سال ان کی زندگی کو بڑھا دیتا ہے۔ تب ہی تو لوگ کہتے ہیں پچھلے سال ہم سترہ سال کے تھے اب اٹھارہ سال کے ہو گئے ہیں۔ اس لیے لوگ اپنی زندگی کے بڑھنے کو خوشی کے طور پر سالگرہ مناتے ہیں۔ آفٹر آل ہے تو یہ ایک فضول رسم۔

۲:۔ اے میرے پیارے اور میٹھے آنچل تم کو اپنی 33 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ خدا کرے تم ایسے ہی کامیابی کی منازل طے کرو میری دعا ہے کہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرو اور یہ آنچل کی سالگرہ کا تحفہ۔

سنا ہے سب سے اچھا تحفہ گلاب ہے
لیکن جو خود گلاب ہو اسے گلاب کیا دیں

۳:۔ میرے خیال سے تو آنچل کی سالگرہ کے موقع پر ایک خصوصی کالم ہونا چاہیے۔ جس میں آنچل کی پوری ٹیم اور آنچل رائٹرز سے کہا جاتا کہ آنچل کی تعریف ایک جملے میں کریں۔

۴:۔ یہ کیا کہہ دیا آپ نے؟ ہزاروں ایسی تحاریر ہیں جن کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہر بار پڑھنے پر نئی جیسی لگتی ہیں۔ بالکل ایسے جیسے پہلی بار پڑھ رہے ہوں لیکن پھر بھی میں چاہتی ہوں کہ "وہ سکندر ہے" اور "وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا" دوبارہ شائع کی جائیں۔

۵:۔ میں تو آنچل کی تمام ٹیم' رائٹرز اور ریڈرز سے ملنا چاہوں گی اور دیکھنا اور جاننا چاہتی ہوں کہ میرے آنچل کو سجانے اور سنوارنے والے معزز لوگ کیسے ہیں۔ کیسا مزاج رکھتے ہیں۔ ویسے تو "مولو" کے بھی آنچل میں آنے پر چار چاند نہ سہی دو چار ستارے تو آنچل میں لگ ہی جاتے ہیں۔ (ذاتی خیال)

صنم ناز...... گوجرانوالہ

ا:۔ جب انسان کے غم بڑھ جاتے ہیں تو اپنے غم چھپانے کے لیے وہ بے اختیار قہقہے لگانا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح جب زندگی کا ایک سال کم ہوتا ہے تو اپنی مصروفیت اپنے غموں کو پس پشت ڈال کر ایک چھوٹی سی خواہش مناتا ہے اور خود کو یہ یقین دلاتا ہے یہ سال اب خوشیوں سے لبریز ہو گا۔

۲:۔ میری دعا ہے کہ میرا آنچل تمام ستاروں کے درمیان چاند بن کر چمکتا رہے اور دن رات ترقی کی منازل طے کرے۔ آمین

۳:۔ نہیں جی میرا نہیں خیال کہ اتنے سلسلوں کوئی اور خصوصی سلسلہ ہو آج کل تو آنچل ایک دم پرفیکٹ جا رہا ہے۔

۴:۔ جی بالکل محبت دل پہ دستک اور یہ چاہتیں یہ شدتیں ان دونوں ناولوں کو میں دوبارہ آنچل کی زینت بنتے دیکھنا چاہتی ہوں یہ دونوں ناول مجھے بے حد پسند ہیں۔

۵:۔ میں تمام آنچل رائٹر سے ملنا چاہتی ہوں کیونکہ کسی ایک آنچل ستارے سے مل کر دل کی تشنگی دور نہیں ہو گی خاص طور سے میں میرا شریف طور سے ملنا چاہتی ہوں جو ہمارے اپنے ہی شہر میں رہائش پزیر ہیں۔

لبنیٰ نازیہ...... لاہور

ا:۔ خوشیاں منانے کے لیے ہوتی ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ملیں۔ ضرور منانی چاہیے۔ اگر ایک سال کم ہوتا ہے تو انسان بھی بڑا ہو جاتا ہے۔

۲:۔ آنچل میرا سوہنا اسے میں بہت سی دعاؤں کا تحفہ دینا چاہوں گی۔ اے آنچل ہمارے (سروں پر) ہاتھوں پر سجے رہنا۔ ہمارا پرنس آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

۳:۔ آنچل میں سب کچھ مکمل ٹھیک ہے۔ جیسا کہ آپ اس کے پہلے صفحے پر لکھتے ہیں۔

"خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب"

تو اس حوالے سے آنچل میں تمام خوبیاں ہیں جو ایک اچھے معیاری صاف ستھرے رسالے میں ہونی چاہیے۔

۴:۔ ارے یہ تو آپ نے لکھا ہی نہیں کہ مکمل ناول یا پھر سلسلے وار چلیں ہم خود ہی انداز سے لکھ دیتے ہیں۔

دشت آرزو تیرے ہمراہ چلنا ہے۔

۵:۔ بھئی سب سے ملنا چاہیں گے مگر کچھ لوگوں سے دولی نہ سہی' محبت' الفت' چاہت کا رشتہ ہوتا ہے۔ پہلے کی بات ہوتی تو ہم آنی فرحت سے ملنے کی بات کرتے۔ لیکن اللہ کی مرضی ہے کوئی کیا کر سکتا ہے۔ بھئی ہم انکل مشتاق احمد قریشی سے ملیں گے۔

ساجدہ زید...... ویرو والہ چیمہ

ا:۔ بے وقوف ہیں نا۔ خوشیاں مناتے ہیں۔ اس بات کا تو غم کرنا چاہیے کہ زندگی کا ایک سال کم ہو گیا اور ہر گزرتا دن ہمیں موت کے نزدیک کر رہا ہے۔ کچھ مغربی تہذیب کا رنگ اتنا چڑھ گیا ہے کہ جب تک ہر بے ہودہ تہوار پر دل کھول کر فضول خرچی نہ کر لیں۔ ہم تہذیب یافتہ اور ماڈرن نہیں کہلا سکتے۔

۲:۔ میں اس حصار سے نکلوں تو کچھ اور سوچوں
تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
اچھا ہوا تیرا عشق میری نس نس میں اے آنچل
میں اس غبار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

۳:۔ ایک ایسا سلسلہ ہونا چاہیے جن میں قرآن و سنت کی روشنی میں قارئین کے سوالوں کے جوابات دیے جائیں کیونکہ ہم لوگ قرآن اور سنت سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات ہماری قرآن پاک اور حدیث سے نا علمی ہے ہم قرآن پاک پڑھ تو لیتے ہیں لیکن اس میں کیا حکم ہے اس کا پتا نہیں ہے۔

۴:۔ کسی کو بھی نہیں کیونکہ ہماری نئی رائٹرز بھی ماشاء اللہ بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ لہٰذا ان کو موقع ملنا چاہیے۔

۵:۔ آنچل کی پوری ٹیم سے ملنا پسند کروں گی۔ جن کی شب و روز محنت سے یہ پرچہ ہم تک وقت سے بہت پہلے پہنچ جاتا ہے۔ ساری ٹیم کو مبارک باد دینا چاہوں گی۔ آنچل کی سالگرہ کی۔

وجیہہ یاسمین...... بہاولپور

ا:۔ بے شک جیسے جیسے ہم ایک ایک دن گزارتے جا رہے ہیں موت کے اور قریب ہو رہے ہیں اور یہ بھی اور بھی بالکل ٹھیک کہ ہر نیا سال زندگی کم کرتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ سالگرہ تو اس لیے منائی جاتی ہے کیونکہ آپ اس دن دنیا میں آئے اور آپ نے اس دنیا میں آ کر اپنے ماں باپ کے گھروں کو روشن کیا تو بڑے بہن بھائیوں کی آنکھوں کا تارا بنے۔ آپ کے ماں باپ کو اطمینان ہوا کہ ان کے بڑھاپے کا سہارا موجود ہے۔ جو اس دنیا میں تو ان کے لیے راحت کا باعث ہو گا بلکہ آخرت میں دعاؤں سے مغفرت کا ذریعہ بنے گا۔ بس اس لیے ہی اس مبارک دن کو اچھے سے منایا جاتا ہے اور بڑوں کی ڈھیر ساری دعائیں لی جاتی ہیں۔ جو تمام زندگی ہمارے کام آئیں گی۔

۲:۔ آنچل کے لیے تو تمام دعائیں ہی کم ہیں۔ بس یہی کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اپنی خوب صورت تحریروں کے باعث لوگوں کی زندگیاں سنوارتا رہے۔

"آنچل ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

۳:۔ آنچل ایک مسلسل رسالہ ہے جس میں ہر طرح کے سلسلے ہیں پھر چاہے نئے دوستوں سے ملاقات ہو یا پرانے رشتے داروں سے ملنے کا ذریعہ مکمل ناول ہو یا افسانے ہر مکمل چیز اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ویسے تو ایک مکمل رسالہ دکھتا ہے لیکن اگر نئے سلسلے شروع ہوئے بھی تو بے حد اچھی بات ہو گی اور شاید اور بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

۴:۔ بھئی میں تو زیادہ پرانی قاری نہیں ہوں۔ 2008ء سے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے کے ناولز میں نے نہیں پڑھے ان میں سے کوئی بھی چلے گا۔

۵:۔ مجھے نازیہ جی بے حد پسند ہیں۔ اس کے علاوہ میں میرا جی کو بے حد چاہتی ہوں۔ سو ان دونوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہو گی۔

دعا کاظمی...... کھوڑہ

ا:۔ زندگی دو پل کی ہے سو ایسے ہی خوشی گزارنی چاہیے۔ یہ چھوٹے چھوٹے مواقع جو ہوتے ہیں زندگی جینے کی امنگ پیدا کرتے ہیں۔

۲:۔ سالگرہ کے لمحوں میں آج جنم دن پر تیرے
کچھ لفظ میں لکھنے بیٹھی ہوں سرمئی شام کے

سایوں میں
تیری سالگرہ کے لمحوں میں تیرے جنم دن پر یہ تحفہ
میری دل و جان سے یہ دعا ہے جگ میں ملے وہ سب
کچھ تمہیں
جس کی تمہیں چاہت تیری سالگرہ کے لمحوں میں

۳:۔ آنچل کی سالگرہ کے حوالے سے خصوصی سلسلہ سلسلے سب بہت اچھے ہیں لیکن پلیز ایک ریکویسٹ ہے۔ آنچل میں پہلے جو ماڈلز کی تصویریں تھی وہ لگائیں۔

۴:۔ ہائے کچھ مینوں مرن دا شوق وی سی اور عفت سحر طاہر کا جو ناول 1998ء کو یارڈانڈی عشق آتش یہ دونوں کہانیاں آنچل میں دیکھنا چاہوں گی۔

۵:۔ واؤ کیا پوچھ لیا میں سب سے پہلے آپ سے ملنا چاہوں گی اور فرحت آنی کی تصویر دیکھنا چاہوں گی جو آنچل کو بڑے زبردست طریقے سے سنوارتی تھی۔

مہتاب شاہ...... کھوٹہ

ا:۔ یہ سچ ہے کہ ہر سال زندگی کو کم کرتا ہے مگر وہ کہتے ہیں نا کہ زندگی دو پل کی لوگ اسے ہنسی خوشی گزارنا چاہتے ہیں تو چھوٹی چھوٹی خوشیاں جینے کی امنگ پیدا کرتی ہیں۔

۲:۔ تم جیو جیو ہزاروں سال کوئی غم تمہارے پاس نہ آئے۔ اسی طرح سب کے دلوں پر روشن رہو تا قیامت یوں ہی آباد رہو۔ آمین

۳:۔ سب سلسلے ہی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ خصوصی سلسلہ آنچل میں ایک تھا جو لوگ اپنے بھائی بہن یا کسی کزنز کی شادی کا سلسلہ ہوتا تھا وہ آنچل میں دوبارہ شروع ہو جائے۔

۴:۔ یوں تو بہت سارے ہیں ناول مگر محبت دل پر دستک ایک واحد ناول ہے اور کچھ مینوں مرن دا شوق وی سی۔ یہ دونوں ناول آنچل میں دوبارہ دیکھنا چاہوں گی۔

۵:۔ ہائے کیا پوچھ لیا میرے دل کی بات میں سب سے پہلے نازیہ کنول نازی سے ملنا چاہوں گی وہ اتنی دکھی ہیں شاید۔ میں انہیں ہنسانا چاہوں گی کیونکہ جب میں اپنے ہی غم کو لے کر بیٹھ گئی تو پتا چلا میرا غم تو بہت چھوٹا ہے لوگوں کے غم بہت بڑے ہیں۔ سو پلیز نازی جی ہمت سے کام لیں۔

بشریٰ ملک نازہ ملک...... فیصل آباد

ا:۔ یہ بات تو ہر کسی کو اپنے مائنڈ میں رکھنی چاہیے کہ ہر نیا سال انسان کی زندگی کو کم کرتا ہے۔ پھر بھی ہم لوگ ایسے بدنصیب ہیں کہ جب سالگرہ کا دن آتا ہے تو ہم لوگ بے تحاشا خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اپنے پیاروں کے ساتھ برتھ ڈے پارٹی سلیبریٹ کرتے ہیں۔ یہ جانے بغیر کہ ہماری زندگی کا ایک سال کم ہو گیا ہے۔ ہم نے کتنے گناہ کیے ہیں کتنے لوگوں کا دل دکھایا ہے اور بہت کم ثواب کمایا ہے اس سال کتنی نمازیں قضا ہوگی ہیں۔

۲:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم سالگرہ مناتے ہی نہیں ہیں اکثر دوست وغیرہ وش کرتی رہتی ہے۔ تحفے تحائف بھی دیتی رہتی ہیں۔ مگر جب ہم دوستوں کو وش کرتے ہیں تو بے تحاشا دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ اسلامی کتابیں اور بہترین رائٹرز کی کتابیں اور شاعری وغیرہ کی کتابیں دیتی ہوں مثلاً نازیہ کنول نازی کی عمیرہ احمد کی نمرہ احمد سمیرا شریف طور عفت سحر طاہر اقرا اور عشنا کوثر سردار کی اور اچھی کتابیں دیتی ہوں۔

۳:۔ آنچل میں ہم خصوصی سلسلہ یہ چاہیں گے کہ پلیز پلیز انبیاء کرام کی کہانیاں ضرور شائع کریں بہت بہت مہربانی ہوگی۔ کیونکہ دینی معلومات میں بھی اضافہ ہونا چاہیے یا آپ ہر ماہ آنچل میں ایک بالکل سچی کہانی شائع کریں تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔

۴:۔ آنچل میں میں دوبارہ یہ ناول چاہوں گی۔ آپی نازیہ کنول نازی کا جو ریگ دشت فراق ہے اور آپی سمیرا کا یہ چاہتیں یہ شدتیں پلیز اگر ہو سکے تو یہ ناولز ضرور شائع کرنا۔

۵:۔ اگر آنچل کی سالگرہ پر کوئی تقریب منعقد ہو تو میں سب سے پہلے آپی نازیہ کنول نازی کو اور حافظ شبیر احمد کو اور آپی ملیحہ احمد کو۔

فرزانہ...... ضلع قصور

ا:۔ انسان اپنی زندگی کا ایک سال کم ہونے پر اتنا

دکھی کیوں ہوتا ہے۔ یہ تو وہی بتا سکتے ہیں جو سالگرہ کی خوشی مناتے ہیں۔ میں نے کبھی اپنی سالگرہ نہیں منائی۔

۲:۔ آنچل ہمیشہ ہمارے ہاتھوں میں جگمگاتا رہے اللہ تعالیٰ اسے سدا سلامت رکھے آئی لو یو سو مچ آنچل

۳:۔ آپ جو بھی سلسلہ شروع کریں گے ہمیں پسند آئے گا کیونکہ ابھی تو آنچل میں کوئی کمی نہیں۔

۴:۔ عفت سحر طاہر کا ناول محبت دل پہ دستک میں چاہوں گی یہ دوبارہ آنچل میں شائع ہو۔ جب یہ ناول شائع ہوا تھا تب میری ایج پڑھنے کی نہیں تھی یہ میں نے نہیں پڑھا ہوا۔

۵:۔ اگر آنچل کی سالگرہ سلیبریٹ کی جائے تو میں سب سے پہلے نازیہ کنول نازی سے ملنا چاہوں گی مجھے نازی آپی بہت زیادہ پسند ہیں کاش یہ میری بڑی بہن ہوتیں تو کتنا اچھا ہوتا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

ا:۔ واقعی ہر نیا سال زندگی کو کم کر دیتا ہے مگر پھر بھی ہم لوگ سالگرہ مناتے ہیں۔ سچ پوچھیں تو ہم سالگرہ مناتے ہیں تو ہمارے زندگی کا ایک سال کم ہو جاتا ہے اس لیے میں تو سالگرہ نہیں مناتی۔

۲:۔ آنچل کو وش کروں گی ان الفاظ کے ساتھ کہ
تم روٹھ جاؤ مجھ سے ایسا کبھی نہ کرنا
میں اک نظر کو ترسوں ایسا کبھی نہ کرنا
میں پوچھ پوچھ ہاروں سو سو سوال کر کے
تم کچھ جواب نہ دو ایسا کبھی نہ کرنا

۳:۔ آنچل کی سالگرہ کے حوالے سے نیا سلسلہ یہ چاہوں گی کہ بیاض دل کے تین بہترین شعر پر تین انعامات دیے جائیں۔ وہ بھی ملتانی سوہن حلوے کے۔

۴:۔ آنچل کے پرانے ناول نازیہ کنول نازی کے کسی بھی ناول کو دوبارہ دیکھنا چاہوں گی آنچل میں۔ کیونکہ ان کا ہر ناول شاہکار ہوتا ہے۔

۵:۔ آنچل کی سالگرہ کی تقریب میں ملنا تو سب سے چاہوں گی مگر نازیہ کنول نازی کی بات ہی کچھ اور ہے۔ ان سے صرف فون پر ہی بات ہوئی ہے جب ان سے ملاقات ہوگی تو میرے لیے عید کا دن ہوگا۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

طیبہ حنیف لاہور۔ رانی اسلام گوجرانوالہ۔ میرا انور جھنگ۔ بشریٰ نوید باجوہ اوکاڑہ۔ کرن وفا کراچی۔ طیبہ نذیر شادیوال گجرات۔ عروج فتح کراچی۔ رشک حبیبہ۔ مدیحہ نورین مدوح برنالی۔ شمع مسکان جام پور۔

آنچل کے ہمراہ

۱) آنچل کی سب سے بڑی خوبی اور سب سے بڑی خامی۔
۲) آنچل کی کس تحریر نے زندگی بدل دی۔
۳) اگر آپ آنچل کی رائیٹر ہوتیں تو کس موضوع پر لکھتیں۔
۴) آنچل کی کسی رائیٹر سے اچانک ٹکراؤ یا ملاقات ہوئی تو ان کو کیسا پایا؟
۵) کوئی شکایت جو آپ کو اکثر آنچل مدیران سے رہتی ہے؟

آپ ان سوالات کے جوابات 05 مئی تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کر سکتی ہیں۔

نازیہ کنول نازی

رسمِ سجدہ بھی اُٹھا دی ہم نے
عظمتِ عشق بڑھا دی ہم نے
دل کو آنے لگا بسنے کا خیال
آگ جب گھر کو لگا دی ہم نے

اسے کہنا دسمبر لوٹ آیا ہے
ہوائیں سرد ہیں اور وادیاں بھی دُھند میں گم ہیں
پہاڑوں نے برف کی شال پھر سے اوڑھ رکھی ہے
سبھی رستے تمہاری یاد میں پُرنم سے لگتے ہیں
جنہیں شرفِ مسافت تھا
وہ سارے کارڈز وہ پرفیوم
وہ چھوٹی سی ڈائری
وہ ٹیرس وہ چائے
جو ہم نے ساتھ میں پی تھی
تمہاری یاد دلاتے ہیں تمہیں واپس بلاتے ہیں
اسے کہنا کہ دیکھو یوں ستاؤ ناں
دسمبر لوٹ آیا ہے
سنو......
تم لوٹ آؤ ناں!

ٹھنڈ اچھی خاصی بڑھ گئی تھی اور وہ گرم شال سے محروم بار بار اپنے بازوؤں کو اپنے جسم کے گرد لپیٹتی ارسلان کا انتظار کر رہی تھی جو اسے بھول کر نجانے کہاں نکل گیا تھا۔ اسٹیج پر اب اس کی دوست نمرہ کے ہاتھوں پر مہندی لگنے کے ساتھ باقاعدہ رسم کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ ہجوم بڑھ جانے کے باعث اسٹیج سے اٹھ آئی تھی اور اب گھر واپسی کے لیے پَر تول رہی تھی مگر اس کا بھتیجا ارسلان کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

بے بسی سے وہ قریب پڑی کرسی پر ٹک گئی جب اچانک اس کا سیل بج اٹھا۔ اسکرین پر سارہ کا نمبر اس کے نام کے ساتھ جگمگا رہا تھا' کیفیہ نے کال پک کرنے میں ایک لمحہ نہیں لگایا۔

"ہیلو......!"

"السلام علیکم جانو! کیسی ہو؟" دوسری طرف وہ چہک رہی تھی' کیفیہ کے لب بھی مسکرا اٹھے۔

"ٹھیک ہوں الحمد اللہ! تم سناؤ' کیسی گزر رہی ہے گاؤں کی زندگی؟"

"اے ون' فسٹ کلاس......تم آؤ نا یار! سچی گاؤں آ کر پتا چلا ہے کہ زندگی کا اصل لطف کیا ہے۔"

"ہاں' بھئی ہر چیز خالص جو ملتی ہے وہاں' مجھے یاد تو نہیں کیا ہو گا ان چھ سات دنوں میں۔" سرد آہ بھر کر وہ اب اس سے گلہ کر رہی تھی۔ دوسری طرف سارہ اس کے معصوم سے گلے پر دھیرے سے مسکرا دی۔

"پاگل ہے تُو......بھلا ایسا ممکن ہے کہ میں کہیں بھی رہتے ہوئے تجھے یاد نہ کروں؟"

"ہاں ممکن تو نہیں ہے مگر تیرا پتا کہاں چلتا ہے' خیر اپنے ہیرو کی سناؤ' کیا حال احوال ہیں؟"

"حال احوال کیا ہونے یار! ہمیں گاؤں کے قریب

پوسٹنگ ہوگئی ہے اس کی ہر دوسرے دن شکار رہتا ہے اور پر ایسی شرارتی نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ اچھی بھلی لڑکی ہوکر کنفیوز ہوجاتی ہوں کسی دن ضیاء بھائی نے دیکھ لیا تو شامت آجائے گی۔"

"کیا شامت آجائے گی پولیس افسر ہیں جناب! تیرے وہ کوئی معمولی مزارع نہیں جو شامت آجائے گی۔" وہ فوراً اس کے دفاع میں بولی تھی۔ سارہ شرمیلے سے انداز میں مسکرادی۔

"اور ہاں! یہ جو گاؤں کی زندگی کی خوب صورتی کے قصیدے پڑھ رہی ہے ناں تو اس کی وجہ بھی سمجھ میں آرہی ہے مجھے......"

"بس رہنے دے اب ایسے بھی سرخاب کے پر نہیں لگے اس میں تجھے تو یونہی شوق رہتا ہے اس کی قصیدہ خوانی کا خیر کیا کررہی ہو اس وقت؟"

"کچھ نہیں نمرہ کی مہندی کی تقریب میں آئی بیٹھی ہوں تم کیوں نہیں آئیں؟" جو سوال سب سے پہلے پوچھنا تھا اس کا موقع آخر میں ملا تھا اسے۔

"بس یونہی یار! تجھے تو پتا ہے میرے بھائی کتنے سخت ہیں گاؤں آکر تو دہلیز سے باہر قدم رکھنے کی اجازت بھی نہیں ملتی خیر تو تقریب انجوائے کر میں ذرا چائے بنالوں بھائی وغیرہ بس آنے ہی والے ہوں گے۔"

جلد ہی گفتگو سمیٹ کر اس نے کال ڈراپ کردی تو کیفیہ پھر سے ارسلان کا نمبر پریس کرنے لگی۔ اسی اثناء میں اچانک اس کی توجہ اپنے سے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھی ہوئی چھوٹی سی بچی اور اس کی گود میں چڑھے بمشکل دو سالہ کیوٹ بچے کی جانب مبذول ہوئی تھی کیونکہ بچہ ضد میں اس کی آنکھوں کے سامنے بچی کی گود سے پھسل کر زمین پر گر پڑا تھا اور اب حلق پھاڑ کر رو رہا تھا مگر وہاں اس کی طرف متوجہ ہونے والا کوئی بھی نہیں تھا کیونکہ تقریب میں موجود لگ بھگ سبھی لوگ اسٹیج پر جاری مہندی کی رسم میں مصروف تھے۔

ارسلان کا نمبر آف مل رہا تھا اور ادھر بمشکل چھ سالہ بچی زمین پر گرے ہوئے بچے کو اٹھا کر سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی مگر بچہ اپنی ضد میں اس کے قابو نہیں آرہا تھا تب مجبوراً اپنے گداز دل کے باعث اسے اپنی نشست چھوڑنی پڑی تھی۔

"بیٹے! بھائی اتنا رو رہا ہے جاؤ مما کو بلا کر لاؤ مما کہاں ہیں آپ کی؟" جھک کر زمین پر ایڑیاں رگڑتے بچے کو زبردستی اوپر اٹھاتے ہوئے اس نے بچی سے کہا تھا جب وہ حیرانی سے پلکیں جھپک جھپک کر اس کی طرف دیکھتی آہستگی سے سر جھکا گئی۔

"میری مما نہیں ہیں۔"

"ارے...... کیوں......؟ میرا مطلب ہے کہاں گئیں آپ کی مما؟" بچی کے معصومیت سے کہنے پر وہ فوری طور پر کچھ نہ سمجھ سکی۔ تبھی وہ بولی۔

"اللہ میاں کے پاس......"

"اوہ! ویری سیڈ...... سوری بیٹے! مجھے معلوم نہیں تھا یہاں کس کے ساتھ آئی ہیں آپ؟" گڑبڑا کر وضاحت دیتے ہوئے وہ پنجوں کے بل نیچے زمین پر ہی بیٹھ گئی تھی۔

"پاپا اور دادو کے ساتھ دادو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ پاپا انہیں روم میں چھوڑنے گئے ہیں اور یہ سعد ان کے پاس جانے کی ضد کررہا ہے۔" بچی کی عمر کم تھی مگر ذہانت قابل رشک تھی پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی کوئی تیز تیز قدموں سے چلتا ان کے قریب آگیا۔

"حرعین......!" کیفیہ کی پشت تھی آنے والے کی طرف لہٰذا وہ اسے نہیں دیکھ سکی مگر بچی اپنے نام کی پکار پر ضرور آنے والے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"جی پاپا!"

"سعد کیوں رو رہا ہے؟" اچٹتی سی نظر کیفیہ پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں گھسائے تھے۔ کیفیہ چاہتے ہوئے بھی پلٹ کر اس کے چہرے پر پھیلی بے زاری نہ دیکھ سکی۔

"پاپا! سعد آپ کے پاس جانے کی ضد کررہا تھا۔" حرعین وضاحت دے رہی تھی۔ کیفیہ سعد کو آرام سے کرسی پر بٹھاتے ہوئے خود اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوکے بیٹا! میں چلتی ہوں اپنا اور بھائی کا خیال رکھا کریں۔" بچی کے گال کو نرمی سے چھو کر وہ تیزی سے پلٹ آئی جب کہ اس کی پشت پر کھڑے عظیم حیدر لغاری نے فوراً لپک کر بیٹے کو گود میں لیا اور اسے چپ کروانے کی کوشش کرنے لگا۔

❁......☯......❁

گزرتے ہر دن کے ساتھ ٹھنڈ بڑھ رہی تھی وہ شام کے گہرے ہوتے ہی بڑی بھابی کی پکار پر ڈائجسٹ پھینک کر دو دو سیڑھیاں پھلانگتی نیچے صحن میں اتر آئی۔ جہاں آج پھر سالار آفندی خوب پھیل کر بیٹھا اس کے بڑے بھائی کے ساتھ گپیں لڑا رہا تھا۔ کہنے کو وہ خاصا میچور اور آفیسر بندہ تھا مگر سارہ کے ساتھ اس کی چھیڑ چھاڑ اور بچکانہ حرکتیں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ جتنا اس کے سائے سے دور بھاگتی تھی اتنا ہی وہ قریب آکر اسے زچ کرتا تھا۔

اس وقت بھی اسے دیکھ کر منہ پھیرتے ہوئے وہ بڑے دل فریب انداز میں مسکرایا تھا۔

"سارہ! میں نے سالن تیار کرلیا ہے تو جلدی سے روٹی ڈال لے سالار بھائی آئے ہوئے ہیں تیرے بھائی کے ساتھ ہی کھانا کھالیں گے۔"

جونہی اس نے باورچی خانے میں قدم رکھا بھابی کا حکم نامہ شروع ہوگیا۔ وہ تپ کر ہونٹ بھینچ گئی کیونکہ سامنے بیٹھے بڑے بھائی اور سالار آفندی کی موجودگی میں ان سے کچھ بھی کہنا ممکن نہیں تھا۔ اسے حکم سنا کر اگلے ہی پل وہ باورچی خانے سے باہر نکل گئیں تو سارہ نے بے دلی کے ساتھ پیڑھی سنبھال لی کیونکہ سالار کی نظر بھی اس کے تپے ہوئے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ اسے چڑانے کے لیے مسکرا رہا تھا۔

"اور سنا...... وہ بابا حکیم کے بیٹے والے کیس کا کیا بنا؟" ضیاء بھائی چونکہ اس کے ماموں زاد سالار آفندی سے بھی چھ سات سال بڑے تھے لہٰذا اس کے ساتھ بھی ان کا سلوک بزرگانہ ہی تھا جسے وہ قطعی محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس وقت بھی ان کے سوال پر وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"بننا کیا تھا بھائی! بیس سال قید بامشقت کی سزا ہوگئی میرے آنے سے پہلے ہی مدعیوں نے کیس گھنڈے لائین لگوادیا اب کیا ہوسکتا ہے؟"

"ہاں! ہو تو کچھ نہیں سکتا مگر بڑی زیادتی ہوئی ہے بے چارے کے ساتھ ایک ہی بیٹا وہ بھی قطعی بے قصور...... صحیح کہتے ہیں کہنے والے یہ پیسہ بڑی ظالم چیز ہے سزاوار کو پھانسی کے تختے سے بچالائے اور بے قصور کو ساری عمر جیل میں سڑادے بندہ کس سے گلہ کرنے کہاں انصاف مانگنے جائے۔" ان کے لہجے میں درد تھا۔ سالار ان کی رحم دلی کے احساس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"بس بھائی! دنیا کا یہی دستور ہے۔ اب میں اور آپ کتنے لوگوں کو انصاف دلا سکتے ہیں یہاں تو ہر فیلڈ میں کالی بھیڑیں منہ چھپائے بیٹھی ہیں۔ اعلیٰ افسران تک بات پہنچتی ہی نہیں اور نیچے زندگیوں کے فیصلے ہوجاتے ہیں۔ ذرا سے پیسوں کے ہونے سے رپورٹ آپ کے حق میں اور نہ ہونے سے رپورٹ مخالف پارٹی کے حق میں کون دیکھتا ہے ایسی بے ایمانی؟ ذرا سا قلم ہی تو چلتا ہے بہرحال میں اب چلتا ہوں آپ فارغ ہوں تو بھی بھابی کے ساتھ گھر کا چکر لگائیے گا۔" تیزی سے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تو سارہ نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

"کھانا کھا کر جانا سالار! سارہ روٹی ڈال رہی ہے۔" اسے اٹھتے دیکھ کر ضیاء بھائی نے فوراً روکنے کی کوشش کی تھی مگر وہ معذرت کرگیا۔

"نہیں بھائی! کل سہی...... آج کہیں جانا ہے اس لیے تھوڑا سا مصروف ہوں۔ اچھا پھر خدا حافظ!" اسے شاید کچھ یاد آگیا تھا۔ اس لیے فوراً اٹھ کر اندر کمرے میں نماز پڑھتی فائزہ بیگم سے پیار لے کر سرسری سی نگاہ چلتے ہوئے باورچی خانے میں بالکل سامنے پیڑھی پر بیٹھی ہوئی سارہ پر ڈالتے ہوئے وہ سرعت سے گھر سے باہر نکل گیا۔

❁......☯......❁

سارہ نایاب اور کیفیہ ہمدانی کی دوستی بچپن میں ہی اسی گاؤں میں پروان چڑھی تھی۔ سارہ کی والدہ کیفیہ کی والدہ کی بہت اچھی دوست تھیں اور ان کے والد کا بھی آپس میں کافی ملنا ملانا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں گھرانے بلا روک ٹوک ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے تھے۔ سارہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی اور تین بڑے بھائیوں کی واحد بہن تھی۔ اس کے دادا وسیع زمینوں اور باغات وغیرہ کے ساتھ ساتھ شہر میں کئی مکانات کے مالک تھے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کی ساری جائیداد اس کے والد صاحب کے حصے میں آگئی کیونکہ وہ اپنے والد کے اکلوتے وارث تھے اب چونکہ اس کے والد کی بھی رحلت ہوچکی تھی تو ساری جائیداد اس کے بھائیوں کے قبضے میں آگئی تھی۔

والد کی زندگی تک اس کی زندگی بڑی پُرآسائش تھی اسے پڑھ لکھ کر کچھ نہ کچھ بننے کا شوق تھا' مگر اس کے بھائی اس کی پرائمری کے بعد تعلیم کے حق میں نہیں تھے' ان کا بس نہ چلتا تھا کہ آگے پڑھنے کی خواہش کرنے پر وہ اس کی سانسیں روک دیتے' تاہم اس کے والد نے اس کا ساتھ دیا تھا' اپنے بیٹوں کی مرضی کے خلاف انہوں نے اکلوتی بیٹی کی خواہش پر نہ صرف اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی بلکہ شہر میں اس کے قیام کے لیے ہوسٹل میں رہنے کی اجازت بھی دے دی' جو کم از کم اس کے بھائیوں کے لیے کسی طور قابلِ برداشت بات نہیں تھی مگر مصیبت یہ تھی کہ تینوں میں سے کوئی بھی باپ کے فیصلوں میں ٹانگ اڑانے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔

سالار اس کی پھوپو کا چھوٹا بیٹا تھا' اس کی پھوپو اس کے والد سے چھوٹی تھیں اور ان کے بس دو بیٹے ہی تھے' بڑا بیٹا آرمی میں تھا اور ہر چھ ماہ کے بعد مختلف شہروں میں اس کی پوسٹنگ ہوتی رہتی تھی۔ سالار کو پولیس لائن میں دلچسپی تھی لہٰذا وہ اسی لائن کی طرف آگیا تھا۔

کیفیہ ہمدانی کے والد پروفیسر تھے' لہٰذا اپنی سہولت کے لیے روزانہ شہر سے گاؤں کا سفر ترک کرتے ہوئے انہوں نے شہر میں ہی گھر تعمیر کروالیا تھا اور یوں میٹرک سے پہلے ہی کیفیہ اسے چھوڑ کر شہر چلی گئی۔ میٹرک کے بعد کالج میں دوبارہ دونوں کا ملاپ ہوا تھا۔ کیفیہ کا صرف ایک بڑا بھائی تھا جو اس سے تقریباً دس پندرہ سال بڑا تھا لہٰذا ان کے بچے بھی اس کے برابر آگئے تھے۔ اس کے والدین چونکہ اس کے بچپن میں ہی وفات پاچکے تھے لہٰذا شروع سے ہی اس کے مزاج میں حساسیت در آئی تھی۔ کسی کو بھی مشکل میں دیکھتی تو آنکھیں بھر آتیں' نرم دلی اور مروّت جیسے اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ابھی ان کا بی اے کلیئر بھی نہیں ہوا تھا کہ سارہ کے والد کی وفات ہوگئی' وہ اینول پیپرز دیئے بغیر والد کی وفات پر گھر آئی تو پھر اس کے بھائیوں نے دوبارہ اسے شہر کا رستہ دیکھنے ہی نہیں دیا وہ چونکہ اپنے والد کے ساتھ ساتھ بھائیوں سے بھی بہت پیار کرتی تھی لہٰذا ان کے حکم پر بنا چوں چراں آرام سے گھر بیٹھ گئی۔

سالار نے اس موضوع پر ایک دوبار اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کے ہاتھ ہی نہ لگی۔ یہ نہیں تھا کہ اسے سالار اچھا نہیں لگتا تھا وہ اسے پسند کرتی تھی مگر اپنی پسند سے زیادہ اسے اپنے بھائیوں کی عزت کا خیال تھا' وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتی تھی کہ جس سے اس کے بھائیوں کی رائے اس کے بارے میں خراب ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی سالار اس کی راہ روکتا یا اس سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کرتا تو وہ سختی سے اسے ڈپٹ کر رکھ دیتی۔ تعلیم چھوڑنے کے بعد گاؤں میں اس کا زیادہ تر وقت ماں کی خدمت میں یا گھر کے کام کاج میں ہی بسر ہوتا تھا۔

اس شام بھی ماں کے حکم پر وہ سالار کے گھر کی طرف آئی تھی' اسے گاجر کا حلوہ دینے کیونکہ وہ کئی روز سے ان کے گھر نہیں آیا تھا۔ اس وقت بھی وہ گھر نہیں پہنچا تھا لہٰذا وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ آئی تھی مگر ابھی آدھا راستہ بھی طے نہیں کیا تھا کہ وہ راستے میں مل گیا۔ سارہ کا دل اسے [illegible] کر تیزی سے دھڑکا تھا مگر بظاہر وہ بے نیازی کا مظاہرہ کرتی چلتی رہی۔ تبھی اس کی سرکاری گاڑی کے ٹائر عین اس کے قدموں کے قریب چرچرائے تھے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" حسبِ معمول اس کی شرارت پر خفا ہوتے ہوئے وہ تپ اٹھی تھی۔ سالار کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھتا دھیرے سے مسکرا دیا۔

"خیریت! اس ٹائم کہاں سے آرہی ہو؟" اس کی خفگی بھرے سوال کو اس نے اہمیت نہیں دی تھی۔

"کہیں سے نہیں' راستہ چھوڑو میرا۔" وہ جتنا گھبرا رہی تھی' سالار کو اسے تنگ کرنے میں اتنا ہی مزا آتا تھا کیونکہ بچپن سے وہ اسے پسند کرتا آرہا تھا۔ مگر سارہ اس بات سے قطعی بے خبر تھی۔

"اگر نہ چھوڑوں تو......؟" گاڑی سے نکل کر عین اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔ سارہ کا دل اور تیزی سے دھڑک اٹھا۔

"مجھے دیر ہورہی ہے' اماں پریشان ہورہی ہوں گی۔"

"اماں کی پریشانی کا اتنا خیال اور میرے جذبات کی کوئی قدر نہیں۔" صد شکر کہ وہ راستہ زیادہ آباد نہیں تھا ورنہ آتے جاتے کوئی دیکھ لیتا تو اچھی خاصی کہانی بن جاتی۔ سارہ اب حقیقی معنوں میں پریشان ہو اٹھی تھی جب کہ وہ پُرشوق نگاہوں سے اس کے گھبرائے گھبرائے سے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"سالار پلیز......!" بالآخر بھیگی پلکیں اٹھا کر اس نے ملتجی انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"ایک شرط پر راستہ چھوڑوں گا۔"

"کیسی شرط......!" وہ موقع کا فائدہ اٹھا رہا تھا اور ادھر سارہ کی جان پر بنی ہوئی تھی۔

"پہلے وعدہ کرو کل گھر ملنے آؤ گی۔"

"پاگل ہوگئے ہو کیا' بھائی روز آنے جانے کو بالکل پسند نہیں کرتے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے' آج قدرت نے تم سے دو دو ہاتھ کرنے کا موقع فراہم کردیا ہے تو کیوں نہ میں فائدہ اٹھالوں۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ سارہ کے ہاتھ سرد پڑ گئے۔

"سالار میں کہہ دیتی ہوں اگر تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں تمہاری جان لے لوں گی۔"

"اچھا! مثلاً کیسے......؟" عادت کے عین مطابق اسے سارہ نایاب کو تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا جب کہ وہ روہانسی ہورہی تھی اور پھر جیسے ہی اس نے ایک قدم آگے بڑھایا وہ اس پر جھپٹی اور اسے شانے کے قریب سے اتنی زور سے کاٹا کہ وہ بلبلا اٹھا۔

"ایسے......" اس کے دھکا دینے پر کچھ جتاتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنبھل کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی جب کہ وہ اس کے اس قدر جارحانہ انداز پر دانت پیس کر رہ گیا۔

"بدتمیز......!"

❁......☯......❁

وہ گہری نیند سو رہی تھی اور گاڑی کا مسلسل بجتا ہارن اس کی میٹھی پُرسکون نیند میں خلل ڈال رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ مسلسل بجتے ہارن نے اس کی پُرسکون نیند کو بالآخر ختم کردیا تھا۔ وہ خاصے کوفت بھرے انداز میں اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"بدتمیز...... جاہل...... پتا نہیں کس پینڈو کو اللہ نے گاڑی دے دی ہے۔ جو جان کا عذاب بننے پر تلا ہوا ہے۔" اپنے ریشمی بال دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے وہ بستر سے اٹھ کر باہر روڈ کی جانب کھلنے والی کھڑکی کی طرف بڑھ آئی۔ پچھلے چار روز کی مانند اس وقت بھی اس کے گھر کے عین سامنے والے بنگلے کے بڑے سے گیٹ کے سامنے گاڑی کھڑی تھی اور کوئی ہارن پر ہاتھ رکھ کر اسے ہٹانا بھول گیا تھا۔

"ایک نمبر کا لوفر آوارہ شخص ہے' بھلا یہ کوئی وقت ہے گھر واپسی کا' اوپر سے نوابیاں دیکھو اپنے گھر کے افراد کا نہیں تو کم از کم محلے والوں کے سکون و آرام کا ہی خیال کرے مگر اتنی تمیز اللہ نے دی ہو تب ناں!" غصے میں اپنے

ناخن چباتے ہوئے وہ جانے کیا کیا بولے جارہی تھی۔

فجر کی اذان ہونے میں بس کچھ ہی وقت باقی تھا لہٰذا تہجد کی نماز کی نیت سے وضو کرتے وہ واش روم میں گھس گئی۔ چار نوافل کی ادائیگی کے بعد ایک عجیب سے نور بھرے سکون نے جیسے اسے اپنے حصار میں لے لیا' وہ وہیں مصلے پر بیٹھی فجر کی اذان تک مختلف آیات کا ورد کرتی رہی پھر فجر کی نماز مکمل یکسوئی سے ادا کرکے کچھ دیر کلام پاک کی تلاوت کی اور پھر کمرے سے نکل آئی۔ نیچے کچن میں حسب معمول بھابی ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں اور ان کا سب سے چھوٹا بیٹا کچن میں ہی ان کے پاس کھڑا اٹھلاتے ہوئے جانے کس چیز کی فرمائش کررہا تھا۔

"السلام علیکم بھابی! طلحہ کیوں رو رہا ہے؟" بھابی اس کی پکار پر فوراً چونک کر پلٹیں۔

"ارے میں آٹا گوندھ رہی ہوں اور یہ صاحب آملیٹ کے لیے ضد کررہے ہیں' اب ہاتھ فارغ ہوں گے تو ہی موصوف کی فرمائش پوری کرسکوں گی ناں۔"

"ہاہا.... بات تو بالکل ٹھیک ہے آپ کی' یہ اپنے طلحہ صاحب دن بہ دن کچھ زیادہ ہی خراب نہیں ہوتے جارہے۔" ایک چھوٹی سی دھپ اپنے ننھے منے بھتیجے کی پشت پر رسید کرتے ہوئے اس نے اپنی سادا سی بھابی کے شکوے کو خوب انجوائے کیا تھا پھر ان کے فارغ ہونے سے قبل ہی اس نے آملیٹ بنا کر بھتیجے صاحب کی فرمائش پوری کردی۔

"بھابی! یہ سامنے بنگلے میں کون جاہل لوگ آکر ٹھہرے ہیں؟" بھتیجے کی ٹیں ٹیں بند ہوتے ہی اس نے بھابی سے پوچھا تھا کیونکہ کل رات کی بے آرامی اسے بھتیجے کو روتے دیکھ کر پھر یاد آگئی تھی۔ بھابی نے اس کے سوال پر ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔

"ارے جاہل کہاں' خاصی پڑھی لکھی فیملی ہے۔ بے چاری زینب بی کے شوہر پی آئی اے میں بائیس گریڈ کے آفیسر تھے۔ چند سال پہلے ان کی رحلت ہوگئی اب اکلوتا بیٹا سنا ہے پی آئی اے میں پائلٹ ہے۔ دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں موصوف کے' ابھی کچھ عرصہ پہلے اس کی بیوی کی بھی اچانک وفات ہوگئی۔ اسی لیے خاصا سرپھرا ہوگیا ہے' سنا ہے بہت پیار کرتا تھا اپنی بیوی سے' محبت کی شادی تھی۔"

"اوہ ویری سیڈ! ویسے آپ کو یہ ساری معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟"

"بہت اچھی خاتون ہیں زینب بی! تم ان کے چہرے پر بکھرا نور دیکھو ناں کیف! تو سچ حیران رہ جاؤ' ہر وقت وضو میں رہتی ہیں اور اللہ کو یاد کرکے روتی رہتی ہیں! انہیں دیکھتی ہوں تو لگتا ہے کہ جیسے ہم بس زندگی کو ضائع کررہے ہیں۔"

بھابی زینب بی سے خاصی متاثر دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ تائیدی انداز میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"سارے دن کمرے میں گھسی بے کار کاموں میں وقت برباد کرتی رہتی ہو' کبھی لگالیا کرو اُدھر کا چکر' ذرا دل ہی بہل جائے بے چاری بوڑھی عورت کا۔"

"ہاں! دیکھوں گی۔ ان کے بیٹے نے پچھلے چار روز سے سارے محلے والوں کی ناک میں دم کیا ہوا ہے' اس کی شکایت تو لگانی ہی ہے۔"

اپنے بھتیجے کی پلیٹ سے آملیٹ کا چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے تفصیلاً زینب بی کے بیٹے کی حرکت سے متعلق تمام تر شکایت ان کے گوش گزار کردی تھی۔ جس پر ایک مرتبہ پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے خود بھی اپنے ڈسٹربنس کا اظہار کرتیں' اپنے اور کیفیہ کے لیے چائے کا پانی رکھنے لگیں۔

❁......☯......❁

"سالار رپُتر! میں پچھلے کئی روز سے تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہ رہی تھی' تم آئے کیوں نہیں؟" سارہ کی بدتمیزی کے باعث اس بار سالار نے کئی روز بعد اپنی پھوپو فائزہ بیگم کے گھر کا چکر لگایا تھا جس پر وہ اس سے شکوہ کناں تھیں۔ تاہم اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ وہ کیوں نہیں آرہا تھا۔ تبھی سر جھکا کر زیرلب مسکراتے

ہوئے بولا۔
”کچھ مصروف تھا پھوپو! دو تین کیس ایسے چل رہے تھے کہ گھر جانے کی بھی فرصت نہیں مل رہی تھی‘ بہرحال خیریت تو تھی ناں؟ کون سی ضروری بات کرنا چاہ رہی تھیں آپ؟“
”ہے ایک بات‘ جو مجھے بہت پریشان کررہی ہے مگر سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیسے تم سے کہوں؟“
ان کے تینوں بیٹے ضیاء‘ ریاض اور شاہد کسی جھگڑے کی پنچائیت میں مصروف ہونے کے باعث ابھی تک گھر نہیں آئے تھے اور فائزہ بیگم نے اسی وقت کا فائدہ اٹھایا تھا۔ سارہ البتہ اپنی بھابی کے ساتھ جان بوجھ کر باورچی خانے میں مصروف ہوگئی تھی۔
”کہیں ناں پھوپو! میں سن رہا ہوں۔“ اس کے اصرار پر کچھ الجھتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر سر جھکا گئی تھیں۔
”سالار! تم تو جانتے ہو پتر! سارہ میری اکلوتی دھی ہے‘ جسے میں نے اور تمہارے مرحوم پھوپا نے بڑی منتوں مرادوں کے بعد ربّ سوہنے سے پایا تھا‘ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے اور تیرے مرحوم پھوپا نے اس کی سگائی تیرے جیسے سوہنے گھبرو پتر کے ساتھ اسی لیے طے کی تھی کہ ہماری دھی اس آنگن سے رخصت ہونے کے بعد بھی سدا سکھی رہے۔“
”جی پھوپو میں جانتا ہوں لیکن بات کیا ہوئی ہے۔ کیا اب آپ سارہ کی شادی میرے ساتھ نہیں کرنا چاہتیں؟“
”ایسی بات نہیں ہے بیٹے!“ اس کے الجھن بھرے انداز پر ذرا سی دیر کو انہوں نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا تو ان کی پُرنور آنکھوں میں آنسو چمکتے دیکھ کر وہ بے قرار ہوا تھا۔
”پھوپو آپ..... آپ رو کیوں رہی ہیں؟ آخر بات کیا ہے؟“ وہ اچھا خاصا پریشان ہوا تھا۔ فائزہ بیگم نے اپنے بہتے آنسو پی لیے۔
”سالار پتر! وقت بڑا ظالم آگیا ہے‘ روپے پیسے کی ہوس نے سارے رشتوں کی خوب صورتی اور احترام کو نگل لیا ہے‘ مجھے لگتا ہے جیسے میری معصوم دھی بھی اسی اژدھے کی بھوک کی نذر ہوجائے گی۔“ وہ بہت مدھم آواز کے ساتھ بول رہی تھی۔ سالار کا دل انجانے سے خدشے کے احساس سے دھڑک اٹھا۔
”آپ..... کہنا کیا چاہتی ہیں پھوپو......؟“
”وہی جو مجھے نہیں کہنا چاہیے۔ سالار..... تم......!“
ابھی ان کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ بیرونی دروازہ ٹھک سے کھلا اور اگلے ہی پل ضیاء‘ ریاض اور شاہد خاصے خوش گوار موڈ کے ساتھ گھر کے اندر چلے آئے۔
”یہ لوگ آگئے ہیں میں تم سے بعد میں بات کروں گی‘ کل یا پرسوں چکر ضرور لگانا۔“ اپنے بیٹوں کو آتا دیکھ کر وہ اچانک بوکھلا گئی تھیں جس پر سالار مزید الجھ کر رہ گیا‘ تاہم اس سے پہلے کہ وہ ان سے کچھ پوچھتا‘ شاہد قہل قہل کرتا وہیں فائزہ بیگم کے کمرے میں چلا آیا۔
”آ..... میرا یار آیا ہوا ہے‘ بڑے دنوں کے بعد شکل دکھائی تُو نے‘ کیسی چل رہی ہے تیری تھانے داری؟“ اس سے بغل گیر ہوکر سالار کے مضبوط وجود کو اپنی طاقت ور بانہوں میں کستے ہوئے اس نے پوچھا تو مجبوراً سالار کو دکھاوے کی مسکراہٹ لبوں پر سجانی پڑی۔
”اچھی چل رہی ہے تُو سنا‘ کہاں مصروف رہتا ہے آج کل سارا سارا دن۔“
”کہاں ہونا ہے یار! ان کمی کمین لوگوں کے جھگڑے ہی ختم نہیں ہوتے‘ وہ اسلم لوہار نہیں ہے اس کی بیٹی کی کسی نے عزت خراب کرکے لاش میرے یار راشد کے کھیتوں میں پھینک دی‘ سارا گاؤں اس پر شک کررہا تھا‘ بڑی مشکل سے جان چھڑا کر آیا ہوں اس کی۔“ شاہد کے لہجے میں گہرا سکون اور فخر تھا۔ سالار کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔
”کیسے چھڑا کر آئے ہو جان؟“
”کیسے چھڑانی تھی یار؟ ان کمی کمین بھوکے ننگے لوگوں کو جب تک ان کی اوقات یاد نہ دلاؤ‘ یہ سیدھی راہ پر نہیں آتے۔ میرا خیال تھا کچھ روپے پیسے سے بات بن جائے گی مگر، وہ سالی اسلم لوہار کی بیوی بات نہیں مان رہی تھی‘ گھوم گیا میرا میٹر..... اور میں نے سارا کیس خود ان دونوں میاں بیوی پر ڈال کر اندر کروا دیا انہیں‘ اب دیکھوں گا کیسے چڑ چڑ کرتی ہے میرے سامنے۔“ سالار کو اس سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی لہٰذا لب بھینچ کر رخ پھیر گیا۔ ضیاء بھائی اور ریاض بھی اسی مسئلے پر گفتگو کررہے تھے وہ فائزہ بیگم کو تسلی دے کر صحن میں ان کے پاس آبیٹھا۔
”آ شہزادے! سنا ہے آج کل بڑی نیکی اور بھلائی کی مہم پر لگا ہے‘ خیال رکھنا یار! پانی میں رہ کر کوئی مگرمچھ سے بیر نہیں لیتا اور تیری جو نوکری ہے‘ اس میں تو ویسے بھی ایمان داری نہیں چلتی‘ بندہ زیادہ سیدھا ہوکر چلے تو منہ کے بل گرنا پڑتا ہے‘ سمجھ رہے ہو ناں میری بات؟“ ریاض بھائی نے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے ہزار بار پہلے کی‘ کی ہوئی نصیحت پھر اس کے کان میں انڈیلی‘ جسے وہ معمول کے مطابق سنی ان سنی کرتے ہوئے سر جھٹک گیا۔
”مجھ جیسے چند افسران کی نیکی اور بھلائی سے کچھ نہیں ہوتا ریاض بھائی! جتنا زہر اس ملک کی جڑوں میں پھیل چکا ہے‘ اس کے لیے بڑے پیمانے پر صفائی کی ضرورت ہے‘ آپ اطمینان رکھیے ابھی ان چھوٹے موٹے دیہاتوں میں آپ جیسے بااثر زمین داروں کی طاقت کا سورج ڈوبنے والا نہیں۔“ اس کی سنجیدگی سے کہی بات پر ریاض وڈیرا نے بڑا بے ڈھنگا قہقہہ لگایا تھا۔ وہ ان کے قریب سے اٹھ کر کچن کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔
”بھابی! ایک گلاس پانی ملے گا؟“
نظریں چاول پکاتی سارہ کے تپے ہوئے چہرے پر جما کر وہ بظاہر ضیاء بھائی کی بیوی زہرا سے پانی مانگ رہا تھا‘ جو اس کی شرارت پر خود بھی مسکرا اٹھی تھیں۔
”دیتی ہوں‘ سارہ چاول بنا رہی ہے چاول کھا کر جانا۔“
”نہیں بھابی! رہنے دیں آل ریڈی ان کے ہاتھوں بہت کچھ کھا چکا ہوں میں۔“ خوب صورت نگاہوں میں ہزاروں شکوے مچل رہے تھے۔ وہ اس کی طرف سے دانستہ رخ پھیر گئی۔
”آج سردی میں پہلے کی نسبت زیادہ شدت محسوس ہورہی ہے‘ ہے ناں!“

بھابی زہرا سے گلاس لے کر پانی پینے کے بہانے وہ پنجوں کے بل چولہے کے قریب سارہ کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا' جس پر وہ خفگی سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی مدہم لہجے میں بولی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی' کل اتوار ہے تم گھر پر ہوگے ناں؟"

"نہیں! گھر پر تو نہیں ہوں گا لیکن آجاؤں گا' کیوں خیریت ہے ناں؟"

"پتا نہیں! کل عصر کے بعد چکر لگاؤں گی' آجانا گھر۔"

"ٹھیک ہے جو سرکار کا حکم! اب جاؤں؟"

"ہاں......!"

لکڑیاں گیلی ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ساتھ سالار سے بھی چولہے سے اٹھتا دھواں برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لہٰذا لو دیتی نگاہوں سے کچھ پل مسکرا کر اسے دیکھنے کے بعد وہ اس کے قریب سے اٹھ آیا تھا۔

❁......☯......❁

اگلے روز عصر کی نماز کے بعد وہ بھابی کو بتا کر فائزہ بیگم کی باقاعدہ اجازت سے سالار آفندی کے گھر چلی گئی تھی۔ اس کی بھابی فاطمہ صحن میں جھاڑو لگا رہی تھی جب کہ ماں آمنہ بیگم ابھی جائے نماز پر بیٹھی مختلف تسبیحات کا ورد کر رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد سالار کے پکارنے پر اس کے کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔

شدید سرد موسم میں بھی اس نے یونیفارم شرٹ اتار کر صرف بنیان پہن رکھی تھی' وہ ایک نظر اسے بستر میں گھسے دیکھ کر جزبز سی ہوگئی۔

"آجاؤ یار! کب سے راہ دیکھ رہا ہوں' تم تو امریکی وزیر خارجہ بن گئی ہو۔" کہنیوں کے بل اٹھ کر وہ بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ سارہ نے بیڈ سے قدرے فاصلے پر پڑی کرسی سنبھال لی۔

"اللہ معاف رکھے مجھے امریکی وزیر خارجہ بننے سے۔"

"صحیح کہہ رہی ہو' کہاں وہ پریوں سی صورت اور کہاں تم چڑیلوں کی ملکہ!" اس کو چڑیل کہنے پر سارہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"تو تمہیں کون کہتا ہے چڑیلوں کی ملکہ کے ناز اٹھاؤ' ویسے بھی یہاں اس وقت میں تم سے لڑنے کے لیے نہیں آئی۔"

"اچھا! پھر کیا پیار کرنے آئی ہو؟" نچلا لب دبا کر اس کے شرارت سے کہنے پر وہ پھر سنگ کر رہ گئی۔

"سالار! اگر تم نے ایسی ہی فضول باتیں کرنی ہیں تو میں جا رہی ہوں گھر واپس۔" اسے لفظوں سے زیادہ اس کی نگاہوں سے الجھن ہو رہی تھی تبھی فوراً اٹھ کر کھڑی ہوئی تو وہ گڑبڑا گیا۔

"بیٹھو! جان نکال دوں گا اگر یہاں سے ہلی تو......" کمبل پھینک کر وہ بستر سے نکل آیا تھا۔ ناچار اسے دوبارہ بیٹھنا پڑا۔

"چلو بولو کیا بات ہے' پھوپو بھی کچھ کہنا چاہ رہی تھیں مگر بات ادھوری رہ گئی۔"

"مجھے ان کا تو نہیں پتا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی تھیں مگر جو بات میں کہنا چاہ رہی تھی وہ یہ ہے کہ ابھی کچھ روز قبل یہاں اسلم لوہار کی بیٹی کا جو قتل ہوا ہے' میں اسے بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ اس لڑکی کا ہمارے گھر بہت آنا جانا تھا اور جو شاہد بھائی ہیں ناں ان کی بھی کافی نیت خراب تھی اس پر' میرے سامنے کئی بار اس کی بانہہ پکڑی تھی انہوں نے' جس پر ایک بار اس نے تھپڑ بھی مارا تھا انہیں' یہ بات ابھی زیادہ پرانی نہیں ہوئی ہے۔ سالار! ان لوگوں کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اس کے قتل میں ضرور بھائی کے دوست کا ہاتھ ہوگا' ہوسکتا ہے بھائی نے اس کی کوئی مدد کی ہو تو پلیز تم چاچا اسلم اور ان کی بیوی کو چھوڑ دو ناں' وہ تو خود ظلم کا شکار ہیں۔"

"پتا ہے مجھے لیکن ان لوگوں کے خلاف مقدمہ بنانے والے خود تمہارے بھائی ہیں سارہ! آج ایف آئی آر رپورٹ پڑھی ہے میں نے' اسلم لوہار اور اس کی بیوی کے خلاف تمہارے معزز بھائی کے چند دوستوں نے خود تھانے جا کر یہ بیان دیا ہے کہ پسند کی شادی کے لیے گھر سے بھاگنے پر خود اسلم لوہار اور اس کی بیوی نے بے دردی سے اپنی بیٹی کو مار ڈالا۔ یہ بھی لکھا گیا کہ اس لڑکی کے گاؤں سے باہر کسی شخص کے ساتھ غلط قسم کے تعلقات تھے لہٰذا گھر والوں نے غیرت کے جوش میں آ کر اسے کھیتوں میں قتل کر ڈالا' جس کے چشم دید گواہ تمہارے بھائی کے معزز دوست ہیں۔ اب بتاؤ بھلا کیا میں تمہارے بھائیوں کے ساتھ جنگ کروں, جب کہ ان کے تعلقات مجھ سے بھی اوپر ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تھانے دار ہو کر بھی تم سب کی طرح چپ چاپ ان لوگوں کی بے بسی کا تماشا دیکھو گے؟" اس کے دل میں دکھی انسانیت کا گہرا درد تھا۔ سالار نے لب بھینچ کر رخ پھیر لیا۔

"اور کیا کروں...... تم بتاؤ؟"

"ریزائن دے دو جاب سے اور آ کر میرے بھائیوں کی زمین پر کاشت کاری شروع کردو۔" وہ چڑی تھی اور سالار کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے الفاظ پر ہنسی آگئی۔

"اچھا مشورہ ہے غور کروں گا اس پر اور کوئی حکم؟"

"اور چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ جاؤ' یہی بہتر ہے تمہارے لیے کل کو میرے ساتھ بھی یہی سب ہوگیا تو یونہی ہنستے رہنا۔"

اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے یونہی جذبات میں اس نے کہہ دیا تھا مگر جواب میں سالار کی طرف سے پڑنے والے بھرپور تھپڑ نے اس کے چودہ طبق روشن کردیئے۔

"آج ایسی بکواس کی ہے دوبارہ کبھی کوئی فضول لفظ منہ سے نکالا تو زندہ زمین میں گاڑ دوں گا' سمجھیں تم بھی......" پل میں موڈ خراب ہوا تھا اس کا' وہ گال پر ہاتھ رکھے کتنی ہی دیر حیرانی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

❁......☯......❁

اے ڈھلتی شام کے لمحو
ابھی نہ لوٹ کے جاؤ
مجھے کچھ وقت تو دے دو
کہ سوچوں کے دریچے سے
کسی کو یاد کرنا ہے
گزرنے والا یہ دن بھی
کسی کے نام کرنا ہے

شدید بخار کے باوجود خود اپنے آپ سے بے نیاز وہ اپنے گھر کے سرسبز لان میں بیٹھا بے حد بکھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ کیفیہ صبح سے کئی بار اسے وہیں بیٹھا دیکھ چکی تھی۔ دو تین دن کی ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو اس کے اندر کے حال کا بخوبی پتا دے رہی تھی۔ وہ یونہی بے مقصد ٹیرس کے آہنی جنگلے پر کہنیاں ٹکائے اسے اپنے آپ سے بے نیاز دھوپ سینکتے ہوئے دیکھتی رہی کہ اچانک اسے حیران ہونا پڑا۔

ابھی چند روز قبل نمرہ کی شادی کی تقریب میں جو بچی اسے بہت پیاری لگی تھی' وہی بچی ہاتھ میں کوئی برتن اٹھائے اب اس کے قریب کھڑی کہہ رہی تھی۔

"پاپا! یہ دادو نے سوپ بنایا ہے آپ کے لیے' پی لیں۔" وہ ہو بہو اپنی ماں کی کاپی تھی۔ عظیم نے ایک نظر اس کے ننھے منے ہاتھوں میں پکڑے سوپ کے پیالے پر ڈالنے کے بعد اس کے ہاتھ سے پیالہ پکڑ کر اپنے سامنے دھرے ٹیبل پر رکھا اور اسے پیار سے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔

"حرین! کیا مما اللہ میاں کے پاس جانے سے پہلے آپ کو یہ کہہ گئی تھیں کہ آپ نے ان کے بعد اس طرح سے پاپا کا خیال رکھنا ہے۔" پلکوں کے گوشوں میں ہلکی ہلکی سی نمی ابھی بھی خشک نہیں ہوئی تھی۔ حرین کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھتی یونہی نفی میں سر ہلا گئی۔

"پاپا! کیا آپ مما سے ناراض ہیں؟"

"ہاں!" اس کے ریشمی بالوں پر ٹھوڑی ٹکائے ہوئے

اس نے پلکیں بند کی تھیں۔

"کیوں پاپا؟ مما تو آپ سے اتنا پیار کرتی تھیں پھر آپ ان سے ناراض کیوں ہیں؟"

"سا نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ بیٹے! کوئی یوں کسی کو بیچ راہ میں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے دور جاتا ہے۔" اس کی پلکیں ابھی بھی بند تھیں۔ کیفیہ حیران کن نگاہوں سے کچھ بھی سنائی نہ دینے کے باوجود اسے دیکھتی رہی۔ وہ شخص اپنی سرخ و سپید رنگت کے ساتھ وجاہت میں بے مثال تھا۔ پھر اسی روز رات میں بہت دیر تک وہ سارہ سے اسے ڈسکس کرتی رہی اور وہ سالار آفندی سے متعلق جانے کیا کیا اس کے گوش گزار تی رہی۔

❁......◐......❁

فضا میں سردی کی شدت ایک مرتبہ پھر بڑھ گئی تھی۔

وہ سالار آفندی کے گھر سے واپس آئی تو اندھیرا اچھا خاصا بڑھ چکا تھا۔ ضیاء، ریاض اور شاہد تینوں ہی گھر آ چکے تھے اور اب اس کی واپسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ جونہی اس نے گھر میں قدم رکھا شاہد لپک کر اس کی طرف بڑھا اور غرا کر اس کا دودھیا بازو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ لیا۔

"کہاں سے آ رہی ہو اس وقت؟" انداز ایسا تھا کہ وہ سالار کے تھپڑ کی تکلیف بھول کر ہکا بکا سی اسے دیکھنے لگی۔

"مم...... میں...... ماموں کے گھر سے۔"

"کیوں! یہ وقت ہے آوارہ پھرنے کا اور روزانہ بھاگ بھاگ کر ماموں کے گھر کیوں جاتی ہو اپنے گھر میں چین نہیں ہے تمہیں؟" وہ قہر کی علامت بنا کھڑا تھا۔ سارہ کا اس غیر متوقع صورتِ حال پر حلق تک خشک ہو گیا۔ تبھی صحن کے وسط میں بڑی چارپائی پر بیٹھے ضیاء بھائی نے اسے آواز دی۔

"شاہد! بازو چھوڑ دے سارہ کا۔" ان کے حکم پر فوراً اسے گھورتے ہوئے وہ بازو چھوڑ کر ان کے پاس ہی دوبارہ آ بیٹھا۔

"اسے سمجھا دیں ضیاء بھائی! مجھے اس کا یوں لور لور آوارہ پھرنا اور بھاگ بھاگ کر سالار کے گھر جانا بالکل پسند نہیں ہے۔ دوبارہ عصر کے بعد گھر سے باہر دیکھا تو خون پی جاؤں گا اس کا۔"

سارہ کو اس کا اشتعال اور جذبات دونوں ہی سمجھ میں آ رہے تھے لہٰذا وہ بنا سر اٹھائے کمرے میں فائزہ بیگم کی جانب بڑھ گئی۔ ضیاء بھائی اب شاہد کا غصہ ٹھنڈا کر رہے تھے اور اس مقصد کے لیے وہ شاہد کے ساتھ ساتھ ریاض کو بھی اٹھا کر بیٹھک میں لے آئے تھے۔

"ابا کی طرح آپ نے بھی اسے بہت سر چڑھا رکھا ہے ضیاء بھائی! مجھے اس کی یہ آزادی پسند نہیں ہے۔" اپنی چادر جھاڑتے ہوئے اس نے پھر غیرت دکھائی تھی جب کہ ریاض کے چہرے پر مکمل سکون تھا۔ اس کی طبیعت ضیاء اور شاہد دونوں سے ہی میل نہیں کھاتی تھی۔ تبھی ضیاء بھائی نے سرسری سی ایک نگاہ اس کے سپاٹ چہرے پر ڈالتے ہوئے قدرے میٹھے لہجے میں کہا۔

"ٹھنڈا ہو جا شاہد! ٹھنڈا ہو جا...... یہ عورت ذات کے معاملات ہی ایسے ہوتے ہیں ایویں تو پرانے وقتوں میں بڑے بڑے سیانے اس ذات کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن نہیں کر دیتے تھے ایک مرد کے لیے بیٹی کی پیدائش سے بڑھ کر اور کوئی شکست نہیں کوئی گالی نہیں۔ خیر جانے دو غصے کو یہ بتاؤ سارہ کی شادی کا کیا کرنا ہے؟ اماں دو تین بار کہہ چکی ہے مجھے کہ میں جلد سے جلد اس کے ہاتھ پیلے کرنے کا بندوبست کروں اور یہ بھی کہ سالار کے گھر والے ایک دو روز میں تاریخ لینے آ رہے ہیں۔"

"تو آنے دیں بھائی! ہاتھ پیلے تو کرنے ہی ہیں اس کے اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں کس چیز کی کمی ہے۔"

جواب شاہد کی بجائے ریاض کی طرف سے آیا تھا۔

"کمی تو کوئی نہیں مگر میں جو بات تم لوگوں کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ کچھ اور ہے۔" ان کا انداز مبہم تھا شاہد اور ریاض دونوں الجھے انداز میں انہیں دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب؟"

"دیکھو ناں یار! ابا کی وسیع زمین اور جائیداد ہے جس میں ان کی وصیت کے مطابق ہم تینوں کے علاوہ اماں اور سارہ بھی حصے دار ہیں جب تک یہ زمین اکٹھی ہے گاؤں میں ہماری ٹکر کا دوسرا کوئی نہیں جس دن اس زمین کی ونڈ ہوگی اسی دن ہماری چوہدراہٹ بھی سمجھو ختم ہو جائے گی۔ اماں کو تو اسی نوے پر مرنا ہے اس کی جائیداد کہیں نہیں جاتی البتہ سارہ کی شادی سالار سے ہوتے ہی زمین کا ایک بڑا حصہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور پھر یہ بات تو تم لوگ بھی جانتے ہو کہ سالار اور اس کے بھائی کی نظریں اصل میں ہماری زمین پر ہیں۔ آج تھانے دار ہے کل بڑی پوسٹ پر چلا جائے گا تو بہت تنگ کرے گا گلے میں پھنسی ہڈی کی طرح نہ اسے اگل سکیں گے نہ نگل سکیں گے۔"

"بات تو ٹھیک ہے آپ کی یعنی آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ ہمیں سارہ کی شادی سالار سے نہیں کرنی چاہیے۔" شاہد بہت جلدی بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا جس پر ضیاء بھائی نے توصیفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میرا مطلب تو یہی ہے آگے تم لوگوں کی مرضی ہے اگر تم دونوں اپنے حصے کی جائیداد میں سے اسے کچھ دینا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

وہ یہ بات اس سے پہلے فائزہ بیگم کے کانوں میں بھی ڈال چکا تھا وہی بات دونوں بھائیوں کے گوش گزار بھی کر دی۔ جس پر ریاض تو خاموش رہا لیکن شاہد بول اٹھا۔

"نہیں ضیاء بھائی! میرا خیال ہے ابا کی جتنی بھی زمین جائیداد ہے اس پر بس ہم تینوں بھائیوں کا حق ہے اگر اپنی زندگی میں ابا نے کوئی احمقانہ وصیت کی بھی تھی تو ان کے ساتھ وہ بھی مٹی میں مٹی ہو گئی اور جہاں تک سالار کی بات ہے تو سارہ کے حوالے سے میں بھی اس حق میں نہیں ہاں ریاض اگر چاہے تو اپنے حصے کی زمین سے آدھا حصہ اسے دے سکتا ہے۔"

"ہوں! اب بول ریاض! تیرا کیا جواب ہے؟" شاہد کے جواب سے خوش ہو کر ضیاء بھائی کی توجہ اب خاموش بیٹھے ریاض کی طرف مبذول ہوئی تھی۔

"میرا کیا جواب ہونا ہے بھائی! فیصلہ تو آپ لوگ کر ہی چکے ہو آگے سارہ سمجھ دار پڑھی لکھی لڑکی ہے وہ کسی کے ساتھ بھی بیاہی جائے اپنا حق کبھی نہیں چھوڑے گی یہ میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر اس مسئلے کا کیا حل ہے؟"

"مسئلے کا حل میرے پاس ہے۔" ضیاء بھائی کے پُرسوچ سوال پر شاہد نے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اچانک کہا تو وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔

"کیا......؟"

"حل بڑا آسان ہے جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

اس کے لبوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ اور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ باہر بیٹھک کے دروازے پر کھڑی بھابی زہرا جو چھوٹے بچے کو واش روم لے جا رہی تھیں اور اپنی فطری تجسس بھری طبیعت کے ہاتھوں دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھیں اندر تینوں بھائیوں کے درمیان طے پانے والی بات سن کر تھرا اٹھی۔ سارہ اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی لہٰذا انہیں فائزہ بیگم کو صورتِ حال سے باخبر کرنے کا اچھا موقع میسر آ گیا تھا۔

❁......◐......❁

سارہ نایاب سے ہوئے جھگڑے کے باعث فائزہ بیگم کے پیام پر وہ بڑی مشکل سے وقت نکال کر اس طرف آیا تھا۔ جس پر وہ نئے سرے سے جل بھن اٹھی تھیں مگر اس نے پروا نہیں کی۔ تیز بخار میں جلتی فائزہ بیگم شدت سے اس کی آمد کی منتظر تھیں۔

"السلام علیکم پھوپو!"

"وعلیکم السلام! آؤ بیٹے! میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"خیریت؟ میں اصل میں بہت مصروف تھا اس لیے چکر نہیں لگا سکا آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" وہ ان کے قریب چارپائی پر ہی جگہ بنا کر بیٹھ گیا تھا۔ فائزہ بیگم کی آنکھیں اسے قریب پا کر پھر آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"میری طبیعت کا کیا ہونا ہے بیٹے! بس سارہ کی طرف سے بہت پریشان ہوں' اسی لیے زہرا کو بھیجا تھا تمہاری طرف۔"

"سارہ کی طرف سے پریشان ہونا چھوڑ دیں آپ' کل پرسوں امی تاریخ لینے آرہی ہیں۔"

"نہیں! جو تم اور میں سوچ رہے ہیں وہ کبھی نہیں ہوگا یہ لوگ...... یہ سارہ کے بھائی اس کی شادی کبھی نہیں ہونے دیں گے تم سے۔"

"کیوں...... میرا مطلب ہے آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟" وہ تھوڑا سا پریشان ہوا تھا جب وہ بولیں۔

"کیوں کہ میں ان دولت کے پجاریوں کے ارادے جان چکی ہوں بیٹے! ان کی نیت میں فتور آگیا ہے۔ یہ...... یہ میری معصوم بچی کو جان سے مارنے کا پروگرام بنا رہے ہیں تا کہ اس کے حصے کی جائیداد پر قابض رہ سکیں مگر یہ نمانی اس بات کو نہیں جانتی' یہ تو جان دیتی ہے بھائیوں پر۔ سالار تُو میرا بیٹا ہے' تجھ سے بڑھ کر مجھے سارہ کے لیے کوئی بھی عزیز نہیں' میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں بیٹے! اسے یہاں سے دور لے جا' آج ہی کہیں لے جا کر چھپا دے اسے' ورنہ یہ اسے بے موت مار کر الزام کسی اور پر ڈال دیں گے۔ میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں اپنے بیٹوں کو' یہ روپے' زمین جائیداد کے لیے اپنی بہن تو کیا ماں کی جان بھی لے سکتے ہیں۔ میں انہیں تیرا دشمن نہیں بنانا چاہتی' نہ تمہیں ان کی نظروں میں لانا چاہتی ہوں' اسی لیے...... اسی لیے...... بیٹے...... سارہ کو چھپا کر یہاں سے دور لے جا' تجھے خدا کا واسطہ سالار! ایک ماں کے بندھے ہاتھوں کی لاج رکھ لے......" ان کے لفظ کیا تھے' چنگاریاں تھیں جو لمحوں میں اسے جھلسا کر رکھ گئی تھیں۔ اس لمحے بے ساختہ سارہ کے الفاظ ایک مرتبہ پھر اس کی سماعتوں میں گونجے تھے۔

"اور چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ جاؤ' یہی بہتر ہے تمہارے لیے' کل کو میرے ساتھ بھی یہی سب ہوگیا تو یونہی ہنستے رہنا۔"

"نہیں! سارہ کو میرے ہوتے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ آپ ٹینشن مت لیں پھوپو! میں خود بات کروں گا ضیاء بھائی سے۔"

"ہرگز نہیں' اس کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی تو غضب ہوجائے گا سالار! تم نہیں سمجھتے ان کی معاملات کو' میں ماں ہوں ان کی' جو میں جانتی ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ یہاں ان دیہاتوں میں کتنے ہی جاگیرداروں کی بیٹیاں یونہی بے قصور موت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ ان زمینوں' جائیدادوں نے بڑے ظلم کیے ہیں حوا کی بیٹی پر' خدا کا واسطہ ہے سالار! میری بات مان لو۔" اب کے سالار آفندی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے وہ باقاعدہ رو پڑی تھیں جس پر وہ مضطرب ہوا تھا۔

"نہیں پھوپو! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ آپ کی ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ میری کیا مجال کہ آپ کے کسی حکم سے انحراف کر جاؤں لیکن...... یہ یہ اقدام صحیح نہیں لگ رہا ہے مجھے۔ سارہ کیا سوچے گی؟ اور پھر جو چیز میری ہے اسے پانے کے لیے چوری کرنے کی کیا ضرورت ہے مجھے؟"

"ضرورت ہے سالار! وقت تمہارے حق میں نہیں ہے' یہ چیز جو تمہاری میرے پاس امانت ہے' میں اپنی خوشی سے تمہیں سونپ رہی ہوں' اب مزید بحث میں نہ پڑنا بیٹے! اس سے پہلے کہ کوئی انہونی ہوجائے' خدا کا واسطہ ہے تجھے میری بات مان لے۔" ان کے ہاتھ بار بار سالار کے سامنے بندھ رہے تھے' تبھی وہ بے بس ہوگیا تھا۔

"اوکے پھوپو! جیسی آپ کی مرضی' ابھی میں نکلتا ہوں تھوڑی دیر بعد اسے کسی بہانے سے میرے گھر کی طرف بھیج دیجیے گا' آگے اللہ نے چاہا تو میں خود سنبھال لوں گا۔" فائزہ بیگم اس کی رضامندی پر جیسے پھر سے جی اٹھی تھیں اور اس وقت ان کے کپکپاتے لب سالار آفندی کو دعائیں دیتے نہیں تھک رہے تھے۔

❁......☯......❁

اس روز بھابی کی ہدایت پر بڑے دنوں کے بعد وہ اپنے گھر کے سامنے والے بنگلے کی طرف آئی تھی۔ بنگلہ باہر سے جتنا شان دار دکھائی دیتا تھا اندر سے اس کا حال اتنا ہی ابتر تھا۔ عجیب سی ویرانی اور اجاڑ پن ہر سو بکھرا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک تفصیلی نگاہ اردگرد ڈالتی' کھلا ہوا گیٹ آہستہ سے اندر دھکیل کر بنا دستک دیے لان میں چلی آئی۔ جو اس وقت خشک اور ویران پڑا اپنی بدحالی پر آنسو بہا رہا تھا۔

لان عبور کر کے اندر بڑے سے ہال میں داخل ہوئی تو وہاں کا ماحول بھی ایسا ہی بکھرا ہوا پایا۔ عظیم لغاری کی وہ بچی جو اسے بے حد پسند تھی۔ کچن میں کسی چیز پر کھڑی کھٹ پٹ کر رہی تھی اور اس کا چھوٹا سا دو سالہ بھائی ہال میں ایک طرف زمین پر پڑا روتے ہوئے چلا رہا تھا۔ اسے یہ منظر دیکھ کر دکھ کے ساتھ ساتھ قدرے حیرانی بھی ہوئی تھی' تبھی وہ دبے پاؤں چلتی کچن کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔

"گڑیا!" اس کی میٹھی پکار پر بچی نے فوراً پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آنٹی! آپ یہاں کیسے؟" دودھ بوائل کر کے فیڈر میں ڈالتے ہوئے وہ بُری طرح چونکی تھی۔ کیفیہ اس کی حیرانی پر زری سے مسکرا دی۔

"کہو کیسا لگا آنٹی کا سرپرائز؟ ویسے میں یہیں آپ کے سامنے والے گھر میں رہتی ہوں۔"

"سچ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ بڑے اسٹول سے اتر آئی تھی' تبھی کیفیہ نے اس سے پوچھا۔

"کیا دادی اماں نہیں ہیں گھر پر......؟"

"نہیں! ان کی طبیعت بہت خراب تھی پاپا اسپتال لے کر گئے ہیں انہیں' اسی لیے یہ سعد رو رہا ہے' یہ پاپا کے بغیر نہیں رہتا۔" کتنی معصومیت تھی اس پیاری سی بچی کے لہجے میں وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"آپ پاپا کی غیر موجودگی میں بھائی کو سنبھال لیتی ہو حریمین!"

"جی! جب ماما کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا تو دادو نے تھوڑا تھوڑا کام کرنا سکھایا تھا مجھے۔"

"ماما کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا' کیسے...... اور کب ہوا تھا ایکسیڈنٹ؟"

"جب سعد پیدا ہوا تھا تب پاپا مما کو شاپنگ کروانے لے گئے تھے تو ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔" اسے پوری بات نہیں پتا تھی' وہ افسوس سے سر ہلاتی چھوٹے بچے کو سنبھالنے میں اس کی مدد کرنے لگی۔

"حریمین بیٹا! اسکول جاتی ہو آپ کہ نہیں۔"

"جاتی ہوں' یہ پاس میں ہی اسکول ہے میرا' پتا ہے آنٹی! میری مما بہت اچھی تھیں وہ مجھ سے اور سعد سے بہت پیار کرتی تھیں۔ اب میری مما نہیں ہیں تو میری کوئی دوست بھی میرے گھر نہیں آتی' کیونکہ اب میں انہیں مما کے ہاتھ کی بنی مزے مزے کی چیزیں جو نہیں کھلاتی۔" سعد فیڈر پیتے ہوئے رونا بھول چکا تھا' تبھی وہ اسے بتا رہی تھی۔ "آنٹی! کیا جن کی مما نہیں ہوتی' ان سے کوئی پیار نہیں کرتا؟" اگلے ہی پل وہ بھرپور معصومیت کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں جانو! ایسا نہیں ہوتا۔"

"اچھا! لیکن اللہ میاں مما کا کیا کرتے ہیں' کیا میری مما اللہ میاں کے پاس ہمارے لیے کچھ لینے گئی ہیں؟"

"نہیں بیٹے!"

"تو پھر پاپا کیوں کہتے ہیں کہ میری مما اللہ میاں کے پاس ہمارے لیے ڈھیر سارے کھلونے لینے گئی ہیں؟" اگلے ہی پل بچی کے عجیب و غریب سوال نے اسے پھر لاجواب کر ڈالا۔ "آنٹی! میری مما کو دیکھیں گی آپ......؟"

کتنی ترسی ہوئی تھی وہ کسی کی کمپنی کی' کیفیہ کی آنکھیں بے ساختہ بچی کے دکھ پر آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔

"ہاں!"

اس کے "ہاں" میں سر ہلانے پر وہ بچی فوراً بھاگتے

ہوئے گئی اور اپنے ماں باپ کے بیڈ روم سے ایک بڑی سی تصویر اٹھا لائی۔ جس میں ماں کے ساتھ ساتھ اس کا دلہا بنا باپ بھی اپنی انوکھی چھب دکھا رہا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اس دلہن بنی پری پیکر چہرے والی نازک سی دوشیزہ اور اس کے پہلو میں بیٹھے اس مسرور سے شان دار مرد کو دیکھتی رہی جو اس بچی کا باپ تھا۔

"میری مما پیاری ہیں ناں آنٹی؟"

"ہاں! بہت پیاری ہیں' بہت زیادہ......"

بچی کے اشتیاق سے پوچھنے پر اس نے مثبت جواب دیا تو اس کا چھوٹا سا معصوم چہرہ پھر چمک اٹھا۔

"آنٹی! آپ سامنے رہتی ہیں تو روز چکر لگا لیا کریں ناں!" دوسرے ہی پل فریم سائیڈ پر خیال سے رکھ کر وہ اس سے نئی فرمائش کر رہی تھی۔ کیفیہ نے اپنی بھیگی پلکیں پونچھ لیں۔

"ٹھیک ہے' جب آپ اسکول سے واپس آ جائیں اور پاپا گھر پر موجود نہ ہوں تو آپ فوراً مجھے بلا لیا کریں' اوکے۔"

"تھینک یو آنٹی!" اس کی اتنی سی عنایت پر بچی بہت خوش ہو گئی تھی۔

اگلے روز پھر اسی ٹائم وہ بچی کی کال پر اس طرف چلی آئی اور لگ بھگ تین گھنٹے میں گھر کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ حریں کی خوشی اس کی ہیلپ پر دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی مگر جیسے ہی وہ صفائی سے فارغ ہوئی' عظیم چلا آیا۔ کیفیہ کا چہرہ بھی کپڑوں کے ساتھ ساتھ گندا ہو گیا تھا تبھی اس کی آمد کا جان کر وہ شرمندہ سی کمرے میں ہی رک گئی۔

"حریں! تم تو کہہ رہی تھیں پاپا شام کو آئیں گے' اب...... مائی گاڈ...... میں کیسے سامنے جاؤں گی ان کے؟" بچی کو کندھوں سے پکڑ کر روکتے ہوئے اس نے گلہ کیا تھا وہ مسکرا دی۔

"مجھے تو پاپا نے شام کا ہی کہا تھا' اچھا آپ یہیں چھپ جائیں میں پاپا سے بات کر کے آتی ہوں۔" اسے تسلی دے کر وہ فوراً باہر بھاگ گئی تو کیفیہ لاچاری سے وہیں بیڈ پر ٹک گئی' اتنج باتھ بھی نہیں تھا کہ وہ جا کر منہ ہی دھو لیتی۔ عظیم اب حریں کو ڈانٹ رہا تھا۔

"کون آیا تھا گھر میں...... اور یہ سب کام...... یہ کس نے کیے ہیں؟" اس کا موڈ بے حد بگڑا ہوا تھا حریں پہلی بار اسے اس درجہ غصے میں دیکھ رہی تھی۔

"وہ...... وہ سامنے والی آنٹی ہیں نا کیفیہ...... انہوں نے کیے ہیں۔"

"کیوں! منع کیا ہے ناں میں نے کہیں آنے جانے' کسی کو یہاں بلانے سے پھر کیوں آئیں وہ یہاں؟" وہ پھر دہاڑا تھا۔ کیفیہ کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہو گیا۔

"مم...... میں نے کہا تھا پاپا' سعد بہت رو رہا تھا اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔" عظیم لغاری کو غصے میں دیکھ کر بچی کا چہرہ بھی رونے والا ہو گیا تھا۔ شاید اسی لیے وہ ضبط کر گیا۔

"کچھ نہیں ہوتا سعد کو' اس گھر کی ہر چیز جہاں جیسے پڑی ہے پڑی رہے' آئندہ کبھی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا' اوکے۔"

عجیب عشق کے حصار میں تھا وہ کہ محبوب بیوی کے ہاتھ لگی چیزوں کا ہلنا بھی گوارا نہیں تھا اسے۔ کیفیہ جو پہلے احساسِ توہین سے سرخ ہو رہی تھی اب جیسے اگلے ہی پل اسے اس خوبرو سے شان دار مرد پر ترس آنے لگا تھا۔ کتنا توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا محبت نے اسے۔

❁......●......❁

شام کا ملگجا اندھیرا دھیرے دھیرے بڑھ رہا تھا۔

فائزہ بیگم اور زہرا بھابی کے بے حد مجبور کرنے پر وہ سالار کے گھر کی طرف نکلی تھی مگر اس ارادے کے ساتھ کہ جو چیز زہرا بھابی نے چھپا کر شاپر میں بند کر کے اسے سالار کو دینے کے لیے زبردستی تھمائی تھی وہ اس کے حوالے کرتے ہی فوراً انہی قدموں سے واپس لوٹ آئے گی لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی' وہ ابھی راستے میں تھی جب وہ گاڑی لے کر سامنے آ گیا۔

"بیٹھو...... جلدی......" بنا کسی سلام دعا کے بوتل

کے جن کی مانند نمودار ہوتے ہی اس نے سنجیدگی سے حکم صادر کیا تو وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"جی نہیں! مجھے مرنا نہیں ہے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں' یہ شاپر پکڑو اور اپنا راستہ ناپو۔"

سالار کو اس سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی لہٰذا وہ خود اچھل کر سیٹ سے اترا اور اگلے ہی پل احتیاط سے اردگرد دیکھتے ہوئے سارہ کے منہ پر اپنا مضبوط ہاتھ جمادیا۔ شام گہری ہورہی تھی لہٰذا اس وقت اس راستے کی طرف کم لوگ ہی آتے جاتے تھے۔ اگلے دو منٹ میں وہ گاڑی میں اس کے برابر بیٹھی مچل رہی تھی۔ سالار کے مضبوط ہاتھ کی گرفت نے اس کے جبڑوں کو بہت اچھی طرح سے بھینچ رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہزار کوشش کے باوجود وہ اپنے دفاع میں کچھ بھی نہیں کر پارہی تھی۔

گاڑی جب گاؤں کی حدود سے باہر نکلی تب سالار نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے ہٹادیا۔ سامنے روڈ پر رش نہیں تھا مگر اس کے باوجود اسے احتیاط سے ریش ڈرائیونگ کرنی تھی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے' کہاں لے جارہے ہو تم مجھے؟" سارہ کا سانس جیسے ہی بحال ہوا وہ حلق کے بل چلا اٹھی مگر سالار نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"سالار میں چلتی گاڑی سے کود جاؤں گی' اپنے تھانے دار ہونے کا رعب مجھ پر مت چلاؤ۔" اس کا حال قطعی غیر متوقع صورتِ حال پر بُرا ہوا تھا لہٰذا سالار کو مجبوراً ایک ہاتھ سے پھر اسے قابو کرنا پڑا۔ اگلے پون گھنٹے میں اس نے ایک درمیانے درجے کے مکان کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

"چلو......"

گاڑی پارک کرکے اس نے بائیں ہاتھ سے اس کا بازو دبوچا اور زبردستی گھسیٹتے ہوئے دروازے کے قریب لے آیا' یہ شہر میں اسی کی جائے رہائش تھی اور جس پر لگا چھوٹا سا قفل سارہ کے خوف میں مزید اضافہ کررہا تھا۔ اس کی رنگت اپنے ساتھ پیش آنے والے اس عجیب و غریب واقعے پر سفید پڑ چکی تھی۔ مکان کا چھوٹا سا صحن عبور کرکے سالار جس وقت اسے کمرے میں لایا' وہ چلا اٹھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس درجہ گھٹیا اور اندر سے اتنے کمینے انسان ہوگے۔ تم کیا سمجھتے ہو یوں طاقت اور دہشت سے تم اپنا مقصد حاصل کرلو گے؟ ہرگز نہیں' میرے بھائیوں کو پتا چل گیا تو وہ تمہاری بوٹیاں کرکے چیل کوؤں کو کھلادیں گے۔"

"فضول بکواس کرنا چھوڑو میں ابھی اپنے دوستوں کو کال کرکے بلاتا ہوں اور مولوی صاحب کا بندوبست بھی کرتا ہوں' ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہمارا نکاح ہوگا' اس کے بعد تمہیں جو بکواس کرنی ہے شوق سے کرتی رہنا' فی الحال یہاں بیٹھو چپ کرکے' سمجھی۔" اس وقت وہ کتنے مختلف روپ میں دکھائی دے رہا تھا۔ سارہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

"ہرگز نہیں...... کبھی سوچنا بھی مت کہ میں یوں چھپ کر اپنے بھائیوں کی مرضی کے خلاف تم سے نکاح کروں گی۔"

"ٹھیک ہے مت کرو' رہنا تو اب تمہیں یہیں ہے وہ بھی میرے ساتھ' جائز تعلق کے ساتھ رہو یا ناجائز تعلق کے ساتھ' فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں میں۔"

وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا سارہ کے اندر اس ایک لمحے میں بہت کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ جسے عام مردوں سے قطعی مختلف سمجھتی تھی وہ کتنا گھٹیا مرد ہوکر اس کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ زندگی میں شاید پہلی بار اسے اپنی بے بسی پر اس درجہ رونا آرہا تھا کہ نہ وہ اپنا وقار بچا پارہی تھی اور نہ اپنے بھائیوں کی شان' اس لمحے اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ کچھ بھی کھا کر ہمیشہ کے لیے سو رہتی۔ شاید اسی لیے اس کے بھائی اس کے گھر جانے سے روکتے تھے اسے' مگر اب رونے سے کیا حاصل تھا جو نقصان نہیں ہونا چاہیے تھا وہ تو ہوچکا تھا۔ اب تو بس اسے گزرے ہوئے سانپ کی لکیر پیٹنا تھی۔

❁......☯......❁

آج بہت دنوں کے بعد ثریا کی ضد و اصرار پر وہ پھر عظیم لغاری کے "عرین پیلس" کی طرف آئی تھی۔ نائٹ بلب کی مدہم روشنی میں نہایا لاؤنج ہر طرف عجیب سا فسوں بکھیر رہا تھا۔ وہ نپے تلے قدم اٹھاتی ابھی حریعین کے کمرے کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک کچن سے برآمد ہونے والی خاتون کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! آؤ بیٹے! کیفیہ ہی ہونا آپ؟"

"جی اور آپ غالباً حریعین کی دادی ماں ہیں۔"

"ہاں! ٹھیک پہچانا تم نے' حریعین بہت باتیں کرتی ہے تمہاری' میں نے کہا بھی کہ تمہیں بلا کر لائے مگر یہ آج کل کے بچے' کہاں سنتے ہیں بڑوں کی۔" اپنے گرم دوپٹے کے کونے سے بھیگے ہاتھ خشک کرتیں وہ اسے لے کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئیں۔

"نہیں! وہ اصل میں میری اپنی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے چکر نہیں لگا سکی' ورنہ حریعین تو روزانہ بہت اصرار کرتی ہے۔"

"اچھا! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"

"اب تو ٹھیک ہوں' حریعین اور سعد دکھائی نہیں دے رہے؟"

"ہاں! وہ ابھی عظیم کے ساتھ باہر گئے ہیں' پورے پندرہ روز کے بعد گھر آیا ہے تو بچوں کو باہر کھانے لے گیا۔ تم بیٹھو آرام سے' میں چائے لاتی ہوں تمہارے لیے۔"

"نہیں آنٹی! بہت شکریہ' چائے تو میں پیتی ہی نہیں ہوں' آپ کی طبیعت ناساز تھی' اب کیسی ہیں آپ؟" انہیں بمشکل اٹھنے سے روک کر اس نے یونہی پوچھ لیا تھا۔ اب وہ بولیں۔

"اللہ کا شکر ہے بیٹی! ہاتھ پیر سلامت ہیں ٹھیک سے کام کررہے ہیں ورنہ منزہ کی وفات کے بعد تو سمجھو بستر کی ہی ہوکر رہ گئی ہوں میں۔"

"منزہ...... منزہ کون......؟"

"بہو تھی میری' عظیم کی بیوی۔ چھوٹی سی تھی جب میں نے اپنی تنہائی کے خیال سے اسے گود لے لیا تھا' ارادہ یہی تھا کہ اسے عظیم کی دلہن بنا کر ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھوں گی' عظیم کا بھی بہت دل تھا اس میں' یوں سمجھو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے' ابھی پچھلے سال موئے روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات ہوگئی اس کی۔" منزہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ اچھی خاصی رنجیدہ ہوگئی تھیں جب وہ بولی۔

"مجھے بے حد دکھ ہے آنٹی! کچھ حادثے ایسے ہوتے ہیں جو انسانی دل و دماغ پر اتنے گہرے اثرات چھوڑ جاتے ہیں کہ وقت کا مرہم بھی انہیں مٹا نہیں پاتا لیکن انسان اپنی تقدیر کے سامنے بے بس ہے' ہم چاہیں بھی تو قسمت کے لکھے کے سامنے کچھ نہیں کرسکتے۔"

"صحیح کہتی ہو بیٹے! عظیم کو دیکھتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے' بچوں کی زندگی الگ متاثر ہوکر رہ گئی ہے' کئی بار ماسی کے لیے کہہ چکی ہوں مگر سنتا ہی نہیں۔ گھر کی کسی چیز کو ہاتھ لگانے نہیں دیتا۔ اپنے کمرے میں تو بچوں کا داخلہ بھی بند کررکھا ہے اس نے۔ میں بوڑھی جان کہاں تک اس کا اور اس کے بچوں کا خیال رکھوں' سارے گھر کا حال دیکھو۔ دھول مٹی سے اٹا پڑا ہے۔" زینب بی اپنے بیٹے کی بکھری زندگی اور گھر کے حالات سے خاصی دل برداشتہ دکھائی دے رہی تھیں وہ افسوس سے سر ہلا کر رہ گئی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے انہیں اپنے گھر میں کسی کا آنا جانا بھی گوارا نہیں ہے۔"

"نہیں بیٹے! ایسی بات نہیں ہے' بس ذہنی طور پر پریشان ہے تو اول فول کہتا رہتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اندر سے بھی ایسا ہے۔ میرے بیٹے کے حسنِ اخلاق اور اچھے کردار کی مثالیں دی جاتی ہیں ہمارے خاندان میں۔"

بیٹے کا ذکر کرتے ہوئے زینب بی کے چہرے پر عجیب سی چمک آگئی تھی۔ کیفیہ ابھی اٹھنے کا ارادہ کررہی تھی کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ تیز تیز چلتا ہال

میں آ گیا۔

"مم...... میں چلتی ہوں آنٹی! پھر آؤں گی کسی وقت۔" اسے دیکھتے ہی کسی اسپرنگ کی طرح وہ کھڑی ہوگئی تھی جب کہ وہ ماتھے پر ڈھیر ساری شکنیں لیے اسے ایک نظر دیکھ کر رخ پھیر گیا تھا۔

"یہ لڑکی روز ہمارے گھر کیا لینے آتی ہے امی؟" کیفیہ کے رخصت ہوتے ہی وہ خفا خفا سے موڈ کے ساتھ زینب بی سے مخاطب ہوا تھا۔

"ارے...... ہر روز سے کیا مراد ہے تمہاری؟ اتنے دنوں کے بعد چکر لگایا ہے بچی نے اور تمہیں یہ بھی گوارا نہیں، تم ایسے تو نہیں تھے عظیم!"

"امی پلیز! جب میں آؤں آپ سب کو منع کردیں کہ ہمارے گھر کوئی نہ آیا کرے۔ مجھے نفرت سی ہوگئی ہے دنیا سے۔"

"بری بات بیٹے! انسان معاشرتی حیوان ہے، دنیا سے کٹ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"تو میں بھی زندہ کب ہوں امی!" ہلکے بھرائے لہجے میں کہتا وہ صوفے پر ڈھے گیا تھا۔ زینب بی پھر دل مسوس کر رہ گئیں۔

"ایسا نہیں کہتے بیٹے! ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا بندے پر واجب ہے، اسے کیا پڑی ہے کہ وہ ہر نیک و گناہ گار کا امتحان لیتا پھرے۔ وہ صرف اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے جنہیں اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازنا چاہتا ہے اور اللہ کی نعمتوں اس کے انعاموں کی کوئی حد نہیں۔"

"لیکن میں اس کی نعمتوں، اس کی آزمائشوں کے قابل نہیں ہوں۔"

"یہ فیصلہ کرنے والے تم کون ہوتے ہو بیٹے! اللہ جانتا ہے کہ ہم میں سے کون کس قابل ہے، بہر حال جو ہو چکا اس پر صبر کرنا سیکھ لو، اپنے دکھ کی بھٹی میں ان لوگوں کو مت جلاؤ جن کا کوئی قصور نہیں اگر تم دوسری شادی کا ذکر بھی پسند نہیں کرتے تو کم از کم اس بچی کو یہاں آنے سے مت روکو جسے تم سے یا اس گھر سے کوئی غرض کوئی لالچ نہیں ہے۔" زینب بی کے لہجے میں رنجیدگی ہی نہیں ہلکی سی سختی بھی تھی لہٰذا وہ چاہنے کے باوجود کوئی احتجاج نہ کرسکا۔

❀......◉......❀
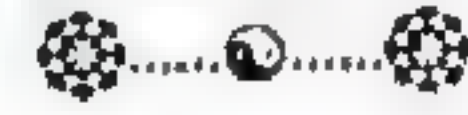
سارہ کا نکاح سالار آفندی کے ساتھ اس کی خواہش کے عین مطابق ہو چکا تھا اور اب اس چھوٹے سے فلیٹ میں خوب رونق لگی ہوئی تھی۔ سالار کے دوست اس سے ہنسی مذاق کررہے تھے جب کہ ان کی بیویاں سارہ کو گدگدانے کی کوشش میں مصروف تھیں مگر...... اس کا دھیان تو بار بار بھٹک کر اپنے گاؤں جارہا تھا۔ پتا نہیں اس کی پیاری ماں کس حال میں تھی، گاؤں سے اچانک اس کی گمشدگی کی خبر سن کر اس کے "غیرت مند" بھائیوں پر کیا بیتی ہوگی؟

اسے تو یہ بھی پتا نہیں تھا کہ گھر سے رخصتی کے وقت بھابی نے جو شاپر سالار کو دینے کے لیے زبردستی اسے تھمایا تھا اس میں کیا تھا؟ کیسی عجیب بے بسی تھی کہ وہ اپنی عزیز از جان دوست کیفیہ سے بات کرکے اسے بھی تمام صورت حال سے باخبر نہیں کرسکتی تھی۔

سالار اس کے گھر چکر لگا کر آیا تھا اور اب اپنے دوستوں کو بتا رہا تھا کہ سارہ کے بھائی بھوکے کتوں کی طرح پاگل ہو کر پورے گاؤں میں اسے تلاش کررہے ہیں۔ پولیس لائن میں ہونے کی وجہ سے لوگ اس پر شک کے باوجود اسے مورد الزام ٹھہرانے میں ہچکچا رہے ہیں، اس کے دوست ہوٹل سے کھانے کا ارینج کرتے ہوئے اسے مزید احتیاط کی تلقین کررہے تھے اور وہ سر ہلا رہا تھا۔ رات گئے کہیں وہ رخصت ہوئے تو سارہ نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

اتنی دیر تک سب کچھ جانتے بوجھتے خاموش رہنا اور صبر کرکے بناؤ سنگھار کے ساتھ بیٹھنا اب اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا تبھی سالار کے دوستوں اور ان کی بیویوں کے رخصت ہوتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور پنوں سے سیٹ کیے دوپٹے کو بے دردی سے نوچتے ہوئے سر سے اتار کر موٹا سا گولا بناتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے سالار آفندی پر دے مارا۔

"تم نے میرے ساتھ اپنی طاقت کے بل بوتے پر مکر و فریب سے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے لیے میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں معافی مانگ بھی نہیں رہا تم سے ویسے بھی ابھی کچھ کیا کہاں، ابھی تو بہت کچھ کرنا باقی ہے۔" چمکتی ذہین آنکھوں میں شرارت لیے مزے سے کہتا وہ پلٹ کر کمرا لاک کر گیا تھا۔ سارہ نے اس لمحے اس کے سامنے خود کو قطعی بے بس محسوس کیا۔

"سالار! میں کہے دیتی ہوں اگر تم نے زبردستی میرے ساتھ ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو تمہارے حق میں قطعی اچھا نہیں ہوگا۔"

"اچھا...... مثلاً کیا کرو گی تم؟ اگر میں تمہارے ساتھ ایسی ویسی کوئی حرکت کرلوں گا تو؟" وہ اس کی بے بسی سے لطف اٹھا رہا تھا اور ادھر سارہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے سامنے کمزور پڑ گئی۔

"مم...... میں اپنی جان لے لوں گی اور تمہاری بھی۔"

"اس سے اچھی کیا بات ہوسکتی ہے، لو لے لو جان۔" پیار چھلکاتی نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑتے ہوئے اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں کا دباؤ اس کے کمزور شانوں پر بڑھایا تھا تبھی وہ پھپک کر رو پڑی۔

"تم بہت برے ہو سالار! بے حد برے ہو تم، مگر کاش...... میں پہلے جان سکتی۔"

"خدا کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے، یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ تم پہلے کچھ نہیں جان سکیں، بہر حال یہاں تو تم مکمل میرے رحم و کرم پر ہو، اگر اچھے بچوں کی طرح تعاون کرو گی تو فائدے میں رہو گی بہ صورت دیگر تم جانتی ہو کہ میں پولیس والا ہوں۔"

وہ جس "تعاون" کی بات کررہا تھا سارہ کے لیے وہ موت سے بدتر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ رات اس کی مکمل آنسوؤں میں ڈوب کر گزری تھی جب کہ اس کے برعکس سالار بہت پرسکون انداز میں مزے کی نیند سو رہا تھا۔

صبح جس وقت اس کی آنکھ کھلی وہ شاور لے کر آئینہ ہاتھ میں لیے اپنے بال سیٹ کررہا تھا۔ سارہ خفگی بھری ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد رخ پھیر گئی۔ جانے رات بھر روتے روتے صبح فجر کی اذان کے قریب کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس نے خود کو از حد لاچار و بے بس محسوس کیا تھا۔

"صبح بخیر سارہ ڈیئر! شادی شدہ ایک نئی زندگی کی پہلی روشن صبح مبارک ہو۔" اس پر نگاہ ڈالتے ہی وہ چہکا تھا جیسے صاف اس کا مذاق اڑا رہا ہو، وہ آنسو پی کر رہ گئی۔

"شٹ اپ......!"

"اُف! ابھی تک رات والی خفگی اور غصہ برقرار ہے، خیر کوئی بات نہیں، اتنا حق تو بنتا ہے تمہارا، ابھی میرے محکمے کو میرے اس کارنامے کا پتا نہیں ورنہ پورے تین ماہ کی چھٹیاں لیتا اور ہر وقت تمہارے سر پر سوار رہتا، ابھی تو مجبوری ہے گاؤں جانا ہے تب تک شاور لے کر ریسٹ کرو، پھر گھومنے پھرنے چلیں گے۔" اس کے احساسات سے قطعی بے نیاز وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے دونوں کے بیچ بہت دوستی ہو۔ سارہ اس کے ارادے پر سر سے لے کر پاؤں تک سلگی تھی، تبھی چیخی۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے ساتھ گھومنے پھرنے پر، میری طرف سے جہنم میں جاؤ تم، مجھے کوئی پروا نہیں۔"

"آہستہ بولو یار! میں اونچا نہیں سنتا اور بری بات مجازی خدا کو ایسے نہیں کہتے۔ تمہیں چاہیے کہ اب جب میں تیار ہو کر آفس کے لیے نکلوں تو تم مختلف آیات اور دعا میں میری باحفاظت واپسی کے لیے پڑھ کر پھونکو، پھر محبت سے میری پیشانی چومو بھی......"

"سالار! چپ ہو جاؤ، نہیں تو میں کچھ اٹھا کر تمہارے سر پر دے ماروں گی۔" اس سے پہلے کہ اسے پتا نے کو وہ مزید کچھ کہتا، وہ پھر حلق کے بل چلاتے ہوئے اس پر چڑھ دوڑی، تبھی وہ مسکراتے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے ایک تو تم ہر بات میں غصہ کرتی ہو لڑکیاں ترستی ہیں ایسے محبت کرنے والے شوہروں کے لیے اور ایک تم ہو کہ...... آہ...... میری تو سمجھو قسمت ہی پھوٹ گئی۔" وہ باز آنے والا نہیں تھا' سارہ نے قطعی لاچاری محسوس کرتے ہوئے اپنا سر گھٹنوں میں چھپالیا۔ تبھی وہ ایک مسرور نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے ایک میٹھی سی دھن لبوں پر سجاتا' اپنی تیاری مکمل کرکے روم سے باہر نکل گیا' جب کہ وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپائے کتنی ہی دیر تک پھر آنسو بہاتی رہی تھی۔

❁......◐......❁

بہت معصوم تھے ہم بھی ہمیں اب یاد آتا ہے
کہ ہم اک اجنبی کو عمر کی تاریک راہوں میں
سہارا جان بیٹھے تھے
کہ اس کے چاند چہرے کو
ہم اپنے بخت کا روشن ستارا مان بیٹھے تھے
ہمیں معلوم ہی کب تھا
کہ دشتِ زندگانی میں
سہارے چھوٹ جاتے ہیں
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
نظر جن پر ٹھہرتی ہے
وہ تارے ٹوٹ جاتے ہیں
خود اپنے روٹھ جاتے ہیں
بہت معصوم تھے ہم بھی ہمیں اب یاد آتا ہے

پچھلے کئی دنوں سے زینب بی کی طبیعت ناساز تھی مگر وہ "گرین پیلس" جانے کی بجائے بچوں کو اپنے گھر ہی بلوالیتی تھی۔ سعد اب پاؤں پاؤں چلنے لگا تھا۔ عظیم اپنی مصروفیات کے باوجود زینب بی کا حال دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتا رہتا' اس روز جیسے بے حد مجبور ہو کر اس نے حریمن کو ڈانٹا تھا۔

"حریمن! تمہیں نظر نہیں آتا دادی ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اور تم جب دیکھو سامنے والوں کے گھر گھسی رہتی ہو' ان کے پاس رہا کرو' خیال رکھا کرو ان کا۔"

"سوری پاپا!" چھوٹی سی معصوم بچی اس کی ڈانٹ پر فوراً سہم کر سر جھکا گئی تھی۔ وہ لب بھینچ کر رخ پھیر گیا۔

اسی روز رات میں سردی کی شدت کے باعث زینب بی کی طبیعت اچانک خطرناک حد تک بگڑ گئی۔ وہ صرف تین روز کی چھٹی پر گھر آیا تھا اب اس بگڑتی صورتِ حال میں خاصا پریشان ہو کر بوکھلا اٹھا' رات کے تین بجے تھے جب وہ گھر اور بچوں کو خدا کے سپرد کرکے زینب بی کو اسپتال لے گیا۔ جہاں فوری طور پر انہیں ایمرجنسی وارڈ میں داخل کیا گیا تھا' ڈاکٹرز کے مطابق ان کے ہارٹ پر شدید اٹیک کی شکایت ہوئی تھی مگر بروقت ٹریٹمنٹ کے باعث انہیں خطرے سے نکال لیا گیا تھا۔

ان کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہونے کے بعد وہ گھر آیا' تو اندھیرے میں ڈوبے گھر کو روشنی میں نہایا پایا۔ اندر حریمن کے کمرے میں سعد اسی دوشیزہ کی نرم آغوش میں سکون سے سو رہا تھا' جس کا اپنے گھر آنا اسے ناگوار گزرتا تھا۔ صبح فجر کی اذان ہونے میں کچھ ہی وقت باقی تھا اور وہ بھرپور پُرسکون انداز میں بیڈ پر بیٹھی سعد کو گود میں اور حریمن کو بازوؤں کے حلقے میں لیے جانے انہیں کون سی کہانیاں سنا رہی تھی۔

وہ بس ایک لمحے کے لیے حریمن کے کمرے کے دروازے پر رکا تھا اور پھر پلٹ گیا تھا۔ منزہ کی رحلت کے بعد پہلی بار اس لڑکی کی اپنے گھر میں موجودگی بُری نہیں لگی تھی۔

اگلی صبح شدید تھکن کا شکار ہونے کے باوجود وہ اسپتال میں زینب بی کے پاس ہی رہا تھا۔ ان کے ہوش میں آنے کے بعد کچھ دیر مزید ان کے پاس بیٹھ کر وہ کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے گھر آیا تو کیفیہ اس کے دونوں بچوں کو ناشتہ کروا رہی تھی۔ وہ جزبز سا بے مقصد ہی اس سے الجھ پڑا۔

"ایکسکیوزمی مس! اب آپ اپنے گھر جا کر ریسٹ کرسکتی ہیں میں آگیا ہوں اپنے بچوں کو ناشتہ میں خود کروا دوں گا۔" کیفیہ جو بچوں کو پراٹھا تل کر دے رہی تھی پلٹ کر واپس پلٹی۔

"او کے! یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ اپنے بچوں کا خیال رکھیں' انہیں یہ تسلی دیں کہ اگر ان کی ماں نہیں ہے تو کیا ہوا ان کا باپ تو ہے۔ جو محبتوں کے معاملے میں اتنا جنونی ہے کہ اپنی چیز پر کسی دوسرے کا سایہ بھی برداشت نہیں کرسکتا مگر آدھی رات کے اندھیرے میں اپنی قیمتی متاع کو بنا کسی خطرے کی پروا کیے بے یار و مددگار چھوڑ کر جاسکتا ہے۔"

"میں نے لیکچر سنانے کے لیے نہیں کہا آپ کو۔"

"مجھے شوق بھی نہیں ہے آپ جیسے اپنے غیرت مند دماغ شخص کو کچھ کہنے کا' مگر اتنا ضرور کہوں گی عظیم صاحب! محبت کسی تتلی کا نام نہیں ہے جسے آپ مٹھی میں دبا کر بیٹھے رہیں' یہ خوش بُو ہے جسے پھیلنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ آپ کے بچے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں انہیں کسی مصیبت میں گرفتار دیکھ کر بے نیاز نہیں رہ سکتی' سمجھے آپ......!"

اس کے اپنے اندر آگ لگی تھی' عظیم سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور وہ صافی سے ہاتھ صاف کرکے دھپ دھپ کرتی اس کے گھر سے باہر نکل گئی۔ گھر میں آج کل اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی جس کے باعث بھابی کی مصروفیات دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ کیفیہ کو اس سارے سلسلے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لہٰذا وہ اپنے ہی کاموں میں مصروف رہتی۔

آج کل اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عظیم حیدر لغاری اس کے اعصاب پر کیوں سوار ہو گیا تھا' سوتے جاگتے' اٹھتے بیٹھتے وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس شخص سے متعلق سوچنے پر مجبور تھی' اپنے بکھرے بکھرے سے حلیے و لہجے کے ساتھ وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انا کو درمیان میں لائے بغیر وہ اس کی ناپسندیدگی کے باوجود اس کی غیر موجودگی میں دو تین بار اس کے گھر کا چکر لگا چکی تھی۔

سعد اسے آنٹی کی بجائے ماما کہتا تھا جس پر حریمن ہنستی تھی جب کہ وہ پریشان ہو کر اس کی تصحیح کرواتے ہوئے اسے "آنی" کہنے پر مجبور کرتی۔ بچوں کا کھویا اعتماد آہستہ آہستہ واپس لوٹ رہا تھا اور وہ ماں کی کمی اس کی ذات سے پوری کرنے کی کوشش کر رہے تھے جب کہ وہ عظیم کو تنگ کرنے اور چڑانے کے لیے پہلے سے زیادہ بچوں کو اپنے قریب کرنے کی کوششوں میں مصروف عمل ہو گئی تھی۔ سعد اب عظیم سے بھی زیادہ اس کے قریب آگیا تھا اور اپنی اس جیت پر بے حد مسرور تھی۔

❁......◐......❁

گاؤں میں سارہ کی اچانک گمشدگی پر جیسے طوفان بپا تھا۔

اس کے تینوں بھائیوں کا بس نہیں چل رہا کہ وہ کہیں سے سامنے آجائی اور وہ اسے گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد جیسے ہی ان کا گھر چکر لگتا۔ وہ فائزہ بیگم اور زہرا کو نئی سے نئی بات سنا کر چلے جاتے۔ شام سے کچھ پہلے سالار ان سے ملنے آیا تو وہ ان کے سامنے رو پڑیں۔

"سالار پتر! یہ لوگ کہیں سارہ تک پہنچ تو نہیں جائیں گے۔"

"نہیں پھوپو! آپ بالکل بے فکر رہیں' سارہ مضبوط ہاتھوں میں ہے آپ اس کی کوئی ٹینشن نہ لیں۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ میں نے سارہ سے شادی کرلی ہے اور اب اس کے نام کے ساتھ میرا نام ہے اور آپ کو یہ سن کر بھی خوشی ہوگی کہ میری پرموشن ہوگئی ہے اور اب آپ کا یہ بیٹا ڈی ایس پی ہو گیا ہے۔"

"ماشاء اللہ! اللہ عمر لمبی کرے میں تو جتنی دعائیں بھی کروں تمہارے لیے کم ہیں بیٹے! تم نے ایک ماں کے آنسوؤں کی لاج رکھی ہے' وہ کُل جہانوں کا مالک تمہیں اس سے زیادہ نوازے گا۔" اس کی اطلاع پر فائزہ بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ اسی لمحے زہرا چائے کے ساتھ تھوڑی سی مٹھائی لے آئی۔

"بہت بہت مبارک ہو عظیم بھائی! اللہ آپ کو

ڈھیروں خوشیاں دیکھنی نصیب کرے۔"

"آمین! اور بہت شکریہ بھابی کہ آپ نے میری اتنی مدد کی' خوانخواستہ کبھی زندگی میں آپ پر مشکل وقت آیا تو اس بھائی کو آپ جاں نثاروں میں سے پائیں گی۔"

"نہیں میرے بھائی! اللہ تمہیں سلامت رکھے' سارہ ٹھیک تو ہے ناں؟"

"جی بالکل ٹھیک اور بخیر وعافیت ہے۔ بس ہم دونوں کو اب تو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

"وہ تو میں کرتی ہوں' اس کے بھائی اس وقت بہت غصے میں ہیں انہیں اپنی جائیداد اور ساکھ ہاتھ سے نکلتی دکھائی دے رہی ہے اس لیے انہوں نے سارہ کو ڈھونڈنے کے لیے بہت سے بندے مختلف علاقوں میں بھجوا چھوڑے ہیں' ان کا ارادہ ہے کہ سارہ کے ہاتھ لگتے ہی اسے مار کر اپنی ساکھ اور زمین دونوں بچالیں گے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا بھابی! آپ بے فکر رہیں' میں اب چلتا ہوں تھوڑی دیر اسی کے پاس رکوں گا پھر گھر جاؤں گا۔ آپ نے کوئی پیغام دینا ہو سارہ کو تو دے سکتی ہیں۔"

"پیغام کو چھوڑیں' یہ کچھ چیزیں بنا رکھی ہیں میں نے اس کے لیے' یہ لے جاؤ۔" جلدی سے واپس پلٹ کر کچن سے کچھ چیزیں نکال کر شاپر میں منتقل کرتے ہوئے وہ تیز تیز ہاتھ چلا رہی تھیں' سالار ان کی انوکھی محبت پر نثار ہوتا وہاں سے نکل آیا۔ گاؤں سے واپسی میں اسے اچھی خاصی شام ہوگئی تھی' کچھ دیر دفتر میں رک کر جس وقت وہ گھر آیا سارہ بھوکی ہی سوچکی تھی۔ وہ کچھ دیر محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ آہٹ کی آواز سے سارہ کی آنکھ اچانک کھلی تھی۔

"السلام علیکم! گڈ ایوننگ......!" اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ پھر مسکرایا تھا۔ سارہ نے کروٹ بدل کر دوبارہ پلکیں موندلیں۔ "کمال ہے' سلام کا جواب دینا بھی گوارہ نہیں۔" کندھے اچکاتے ہوئے جوتے اتار کر وہ اس کے برابر میں ہی نیم دراز ہوگیا تبھی وہ اٹھی تھی۔

"کیا مصیبت ہے تمہیں؟"

"بھوک لگی ہے یار! مجھے پتا تھا تم نے تو کچھ کرنا نہیں لہٰذا آتے ہوئے بازار سے ہی کھانا لے آیا' اب اٹھ کر پلیٹ میں نکال تو دو۔"

"خود ہی نکال لو' مجھے کوئی بھوک نہیں لگی سونے دو مجھے۔" اس کے لہجے میں کوفت تھی۔ سالار کے لبوں کی مسکراہٹ پل میں غائب ہوگئی۔

"سارہ! تم مجھے سختی پر مجبور کررہی ہو' مت بھولو کہ میرا تعلق کس فیلڈ سے ہے۔"

"پتا ہے مجھے جس فیلڈ سے ہے بار بار نہ باور کرایا کرو۔ ہونہہ ڈاکو' لٹیرے بھی خود اور چور چکر باز بھی خود' پکڑتے پھرتے ہیں بے چارے بے گناہ معصوم لوگوں کو' تم لوگوں کے لیے تو جیسے کوئی قانون ہے ہی نہیں ناں' سیاہ کردیا سفید' کون پوچھنے والا ہے۔" وہ بے جا تپی ہوئی تھی۔ سالار اس کے غصے بھرے انداز کو دیکھتا رہ گیا۔

"ایک پولیس والے کے منہ پر اسی کے محکمے کی برائی کررہی ہو' جیل جانے کا ارادہ ہے کیا؟"

"جیل میں ہی ہوں اس وقت' جو تم نے کیا ہے یہی کام کوئی سول بندہ کرتا تو اب تک اس بے چارے کو اچھی طرح دھو کر دس پندرہ سال کی سزا بھی کروا چکے ہوتے تم لوگ۔"

"تو مجھے بھی تو عمر قید کی سزا ہوئی ہے وہ بھی ود مشقت یہ دکھائی نہیں دے رہی تمہیں۔" وہ ہنوز اسے چڑانے کے موڈ میں تھا اور وہ چڑ رہی تھی۔

"کس نے کہا تھا اس عمر قید کی سزا کے لیے؟ میرا بس چلے تو تڑپا تڑپا کے ماروں تمہیں۔"

"اُف! اتنے خطرناک عزائم' دیکھنے میں اتنی معصوم لگتی ہو اور اندر سے کتنی کٹھور ہو۔ کوئی دیکھے تو کبھی یقین نہ کرے کہ جس پولیس والے کے نام سے بڑے بڑے خطرناک قیدی منہ چھپاتے ہیں وہ اپنی ہٹلر محبوبہ بیوی کے سامنے کس قدر بے بس ہے۔" مظلومیت سے کہتے ہوئے اس نے سارہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ مزید تپ گئی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا......"

"چھوڑنے کے لیے نہیں تھاما۔"

"سالار! میں کہہ رہی ہوں میرا دماغ خراب مت کرو' نہیں تو میں نے اس کھڑکی سے باہر چھلانگ لگادینی ہے۔"

"اچھی بات ہے' ساری ٹینشن ہی ختم ہوجائے گی۔"

"مروتم......"

اسے قطعی سنجیدہ نہ پاکر وہ پھر منہ بنا کر بیٹھ گئی تھی جب کہ سالار اس کی خفگی سے بھی لطف اٹھاتے ہوئے خود ہی کھانا پلیٹوں میں نکالنے کو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

❁......◉......❁
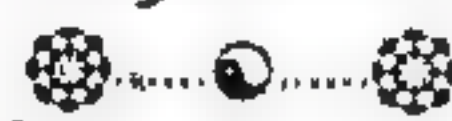
"کیفیہ! زینب بی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' حریم رو رہی تھی آج۔ میں نے تمہیں اٹھایا نہیں کہ کل پوری رات جاگتی رہی تھیں تم۔" جیسے ہی اس کی آنکھ کھلی بھابی بیڈ پر اس کے قریب ہی آکر بیٹھ گئیں۔

"وہاٹ! لیکن کل رات تو ان کا بیٹا خاصا مطمئن دکھائی دے رہا تھا' اب کہاں ہے حریم؟" وہ فوراً اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"چلی گئی ہے اپنے گھر' تمہارا پوچھ رہی تھی میں نے کہا تم سو رہی ہو' جب اٹھو گی تو ان کی طرف آجاؤ گی۔"

"نہیں بھابی! آپ نے اٹھا دینا تھا مجھے' پتا نہیں کیا ہوا ہے زینب بی کو۔" جلدی سے اپنے سلکی بال کلپ میں مقید کرتے ہوئے وہ بستر سے اتر آئی تھی۔

ابھی پچھلے ہفتے اس کی عظیم لغاری سے ٹھیک ٹھاک تُو تُو میں میں ہوئی تھی اس کے بعد وہ گرین پیلس کی طرف گئی ہی نہیں۔ حریم سے ہی پتا چلا تھا کہ زینب بی اسپتال سے گھر آچکی ہیں اور وہ اس اطلاع پر اچھی خاصی مطمئن ہوگئی تھی اب محض ایک ہفتے کے بعد جب کہ عظیم بھی گھر پر نہیں تھا انہیں جانے کیا ہوگیا تھا؟

جلدی جلدی منہ پر نیم گرم پانی کے دو چار چھپاکے مار کر وہ سیدھی گرین پیلس چلی آئی تھی۔ حریم اور سعد دونوں کے حلیے خاصے رف تھے۔ سعد کو بھی سردی لگی تھی جس کی وجہ سے وہ ہلکے ہلکے بخار اور فلو میں مبتلا رو رہا تھا جب کہ حریم کا کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے' زینب بی اپنے کمرے میں بستر پر اوندھے منہ پڑی تھیں' کیفیہ گھبرا گئی۔ بھاگ کر اپنے گھر سے بھائی کو فون کرکے بلوایا' حریم اور سعد کو بھابی کے پاس چھوڑ کر بھائی کے ساتھ خود انہیں لے کر اسپتال گئی۔ جہاں ان پر اچانک فالج کے اٹیک کا انکشاف ہوا' ایک کے بعد ایک مصیبت نے جیسے ان کے گھر کا راستہ دیکھ لیا تھا۔ اس لمحے اسے جہاں زینب بی کے اکھڑ مزاج بیٹے پر بے حد غصہ آیا۔ وہیں دل ہی دل میں خود اپنے آپ کو بھی بے بہا سنا ئیں' جو اس کٹھور انسان کی باتوں کو دل پر لے کر ان کی طرف سے یکسر لاتعلق ہوگئی تھی۔

کتنی اچھی تھیں زینب بی! ان کے ہونے سے جیسے پورے علاقے میں روشنی سی پھیلی تھی' اگر ان کا بیٹا عقل سے پیدل ہوگیا تھا تو اسے تو ہوش سے کام لینا چاہیے تھا مگر اب کیا ہوسکتا تھا جو اذیت ان کی قسمت میں لکھی تھی وہ تو انہیں جھیلنا ہی تھی۔

فالج کے اچانک اٹیک نے ان کا پورا دایاں حصہ بے کار کرکے رکھ دیا تھا' ایسے میں بستر سے اٹھنا تو درکنار وہ اپنی مرضی سے کروٹ بھی نہیں لے سکتی تھیں۔ کیفیہ نے انہیں بہت بے بسی سے روتے دیکھا تھا اور اس کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا تھا۔ عظیم کو ان کی طبیعت کے بارے میں خبر مل گئی تھی مگر فوری چھٹی منظور نہ ہونے کے باعث وہ جاب پر ہی دو حرف بھیج کر سیدھا گھر چلا آیا۔ زینب بی کے کمرے میں کیفیہ انہیں سہارا دے کر پانی پلانے کی کوشش کررہی تھی وہ نادم نادم سا آگے بڑھ آیا۔

"امی......!"

جواب میں زینب بی بولنے کی کوشش کیے بغیر رو پڑیں۔ وہ لپک کر آگے بڑھا اور ان سے لپٹ گیا۔

اگلے روز کیفیہ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر آئی تو

اسے مصلے پر بیٹھے پایا۔ خدا کی بارگاہ میں مکمل انکساری سے سر جھکائے وہ بھرپور خضوع وخشوع کے ساتھ اس پاک ذات سے دعائیں مانگ رہا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کرتی زینب بی کے کمرے کی طرف بڑھ آئی' آج گھر میں اس کی منگنی کی تقریب کا اہتمام ہونا تھا مگر اس کے احساسات بے حد سرد تھے' یوں جیسے کچھ بھی اچھا نہ لگ رہا ہو۔

عظیم نے نماز کی ادائیگی کے بعد بچوں کو اٹھا دیا' پچھلے کئی روز سے حریمن کی پڑھائی کا حرج ہو رہا تھا' آج اس کا ارادہ اسے خود اسکول چھوڑ کر آنے کے ساتھ ساتھ اس کی پرنسپل سے ملنے کا بھی تھا۔ حریمن کے کمرے میں سعد بھی اسی کے ساتھ لپٹ کر سو رہا تھا جب کہ رات اس نے بھی بچوں کے ساتھ ہی گزاری تھی یہ الگ بات تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد وہ اٹھ کر زینب بی کو چیک کرتا رہا تھا۔

کیفیہ بچوں کے ناشتے کی غرض سے کچن کی طرف آئی تو وہ بھی سعد کو گود میں اٹھائے اسی طرف آ گیا۔ کیفیہ اس کی آہٹ پا کر پھر چونکتے ہوئے پلٹی تھی۔

"کچھ چاہیے آپ کو؟"

"نہیں!" شرمندہ شرمندہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ فوراً رخ پھیر لیا۔

"میں آپ سے معذرت خواہ ہوں مس! کہ آپ کے اس درجہ خلوص اور اچھائی کے باوجود میں آپ کے بارے میں غلط رائے قائم کر کے آپ کو ڈس ہرٹ کرتا رہا۔ میری غیر موجودگی میں میری ماں کی خدمت کر کے آپ نے جو احسان مجھ پر کیا ہے میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"اچھی بات ہے لیکن میں نے یہ سب آپ کے لیے کیا ہے نہ آپ کی احسان مندی سے مجھے کوئی فرق پڑتا ہے' میں زینب بی کی دل سے عزت کرتی ہوں اور انہیں اپنی ماں کی جگہ سمجھتی ہوں اسی لیے آپ کو گوارا ہو یا ناگوار گزرے مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

دھڑکتے دل کی پروا کیے بغیر اس نے اندر کا غصہ نکالا تھا۔ عظیم لغاری کے لبوں پر تھکی تھکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"چلیں یہ بھی اچھی بات ہے' دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بنا کسی صلے یا مطلب کے نیکی کرتے ہیں۔ میں منزہ کے بعد کسی صورت اپنی محبوب ماں کو کھونا نہیں چاہتا۔ اس لیے آپ سے گزارش ہے میرے کہے سنے کو درگزر کر کے اپنی نیکی کے لیے پلیز اسی طرح ان کا خیال رکھیے گا۔" اس کے لہجے میں عجیب سی ٹوٹ تھی' کیفیہ نے فوراً نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ ضبط کی کڑی منزلوں سے گزرتا جانے کن خفیہ اندیشوں پر پردا ڈال رہا تھا۔

"کیا مطلب...... آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"نہیں! ابھی تو یہیں ہوں' لیکن جانا تو پڑ سکتا ہے۔" وہ مبہم گفتگو کر رہا تھا' کیفیہ کام کے دوران سارے دن الجھی رہی۔

شام میں جونہی ان کے گھر مہمان آنا شروع ہوئے گھر کی رونق کو چار چاند لگ گئے۔ اس کا فیانسی بہت بڑا بل اونر تھا' لہٰذا ان کی طرف سے تیاریاں دیکھنے والی تھیں۔ حریمن' سعد کی انگلی تھام کر اس کے پاس ہی لے آئی تھی' جس نے سر درد کا بہانہ بنا کر خود کو فی الحال کمرے میں مقید کر لیا تھا۔ حریمن اب اس سے باتیں کر رہی تھی۔

"آنی! کیا آپ مما کی طرح دلہن بنیں گی؟"

"نہیں بیٹے!"

"پھر آپ کے گھر اتنے سارے لوگ کیوں آئے ہوئے ہیں پاپا کہہ رہے تھے آپ کی شادی ہو رہی ہے۔"

"نہیں بیٹے! ایسی کوئی بات نہیں' آپ کے پاپا کا دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔"

"ہوں...... پتا ہے آنی! کل رات پاپا کی طبیعت بہت خراب تھی' ان کے دوست آئے تھے وہ پاپا کو ڈانٹ رہے تھے۔"

"کیوں......؟" حریمن کی انوکھی بات سن کر وہ حیران ہوئی تھی۔

"نہیں! پاپا آج کل اپنے کمرے سے ہی نہیں نکلتے۔ دادی ماں روتی رہتی ہیں اور سعد بھی گھر نہیں کچھ خبر نہیں' روزانہ میرا ہوم ورک رہ جاتا ہے سعد کی وجہ سے اور روزانہ ٹیچر پوری کلاس کے سامنے میری پٹائی کرتی ہیں۔ پاپا اسکول گئے تھے تو پرنسپل نے ان سے بھی میری شکایت کی تھی' جب مما تھیں تو پرنسپل میری بہت تعریف کرتی تھیں اب ڈانٹتی رہتی ہیں آنی! جب تک میری مما واپس نہیں آ جاتیں' کیا آپ میری اور سعد کی مما نہیں بن سکتیں؟" بلاتکان بولتی اس معصوم بچی کے عاجزانہ لہجے نے اسے جیسے ساکت کر دیا تھا۔ اس کی پلکیں لمحوں میں آنسوؤں کے بار سے بوجھل ہوئی تھیں۔

"نہیں حریمن! میں آپ کی مما جتنی اچھی نہیں ہوں۔"

"لیکن سعد تو آپ سے زیادہ پیار کرتا ہے' مما پاپا سے بھی زیادہ...... آنی! اگر میری مما کبھی واپس نہ آئیں کیا تب بھی آپ میری مما نہیں بنیں گی؟"

وہ اس سے حد درجہ مانوس ہو گئی تھی۔ کیفیہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

❁......◉......❁

فائزہ بیگم کی طبیعت پچھلے کئی دنوں سے ناساز تھی مگر ان کے تینوں بیٹوں کو ہی ان کی جانب توجہ کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ سارہ کی اچانک گمشدگی سے ہونے والی رسوائی نے جیسے آگ دہکا رکھی تھی ان کے اندر۔ شاہد اس کی گمشدگی کا سارا الزام اپنے پرانے غصے کی آگ پر پانی ڈالنے کے لیے اسلم لوہار اور اس کے اکلوتے بیٹے پر ڈال کر اسے لمبی سزا کروانے پر بضد ہو گیا تھا۔ اسلم لوہار کی بیوی صبح وشام جھولی پھیلا پھیلا کر اسے اور اس سے متعلقہ پولیس والوں کو بددعائیں دیتی پھرتی تھی مگر اسے پروا نہیں تھی۔ اسے نہ کسی کی آہوں سے ڈر لگتا تھا نہ بددعاؤں پر یقین تھا' لہٰذا خوب ظلم کا بازار گرم کیا ہوا تھا گاؤں میں بے کس' غریب' مجبور' ان پڑھ دیہاتیوں اور سیدھے سادھے لوگوں پر ظلم کا بھی اپنا ہی الگ مزا تھا اس کے لیے ہر بے ضمیر' بے حس ظالم کی طرح اسے بھی خدائی کر کے تسکین مل رہی تھی۔ اپنے بیٹوں کی اسی بے راہ روی نے فائزہ بیگم کو بستر سے لگا چھوڑا تھا۔ اس روز ان کے سینے میں بہت تکلیف تھی' زہرا اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کر رہی تھی ان کی تکلیف دور کرنے کی مگر وہاں کوئی افاقہ نہیں تھا۔ وہ خالص دیسی روئی گرم کر کے جس وقت ان کے سینے پر ٹکور کر رہی تھی تب انہوں نے کہا تھا۔

"زہرا! تُو میری بہت اچھی بہو ہے' میں جیتے جی تیرے احسانوں کا بدلہ نہیں چکا سکتی' لیکن اس دائمی جہان میں ضرور تیرے لیے رب سوہنے کے حضور فریاد کروں گی۔ تُو نے میری دھی کو اس کے ظالم بھائیوں کے قہر سے بچا کر بڑا احسان کیا ہے پتر! میرے بعد بھی خیال رکھنا اس کا' میری دھی بڑی نمانی ہے۔" تکلیف کے باعث ان کا لہجہ بلند تھا' زہرا کا دل کانپ اٹھا۔

"نہ چاچی! ایسے نہ کہہ' میں بھی عورت ہوں اور عورت کے دکھ کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ سارہ میرے لیے چھوٹی بہنوں کی طرح ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں' میرے ہوتے کوئی اس کے پاؤں کی دھول کو بھی نہیں پا سکتا۔"

"اچھا......؟" وہ اپنی رو میں لگی ہوئی تھی اسے گمان ہی نہیں تھا کہ اس کا شوہر اور دونوں دیور کمرے کی دہلیز تک پہنچ چکے ہیں۔ یکلخت سفید چہرے کے ساتھ وہ پلٹی تھی اور اپنے شوہر کی آنکھوں میں خون ابلتے دیکھ کر سہم گئی تھی۔

"حرام زادی...... ہمارا کھا کر ہمیں ہی ہاتھ دکھاتی ہے؟" شاہد' جسے اس نے بچوں کی طرح پالا تھا لپک کر اس کے لمبے بالوں کی چوٹی کو گرفت میں لے چکا تھا جب کہ اس کے شوہر ضیاء نے آگے بڑھ کر فائزہ بیگم کی موجودگی کی پروا کیے بغیر اس کی کمر میں اتنی زور سے لات رسید کی کہ وہ درد سے کراہ بھی نہ سکی۔

"نند سے پیار اور میاں سے غداری! سارے گاؤں میں منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا اس نے۔" اسے بالوں

سے پکڑ کر بے دردی سے باہر صحن میں گھسیٹتے ہوئے ضیاء چیخ رہا تھا۔ فائزہ بیگم نے بلکتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی تو ریاض نے لپک کر انہیں دبوچ لیا۔

"تُو پڑی رہ ماں! میاں بیوی کا معاملہ ہے تُو بیچ میں مت آ......"

"ارے چھوڑو مجھے میری بیٹی ہے وہ۔ خدا کے قہر سے ڈرو ظالمو! اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ بڑے بڑے غاصبوں کی زمین جائیدادیں یہیں رہ گئیں......"

"اماں کو چپ کروا ریاض! ہمیں تو اس پر بھی میٹر گھوم جائے گا۔"

شاہد کے لہجے میں آگ کی تپش تھی۔ ریاض نے فائزہ بیگم کے منہ پر اپنا ہاتھ جما دیا جب کہ ضیاء اب کچن میں مٹی کے تیل کی بوتل کے ساتھ ماچس ڈھونڈ رہا تھا۔ قرب و جوار کے گھروں کی خواتین منہ پر کپڑا لے کر اپنے اپنے گھر کی چھتوں پر چوہدریوں کے گھر ہونے والا یہ نیا تماشا دیکھ رہی تھیں۔ گاؤں کے کسی مرد میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ان تینوں کو ان کے ظلم سے باز رکھنے کی سعی کر سکتا۔

زہرا کے ہاتھ اس کی لمبی چوٹی سے باندھ کر اب شاہد نے اس کی ٹانگیں قابو کر رکھی تھیں جب کہ اس کی پندرہ سالہ رفاقت میں اس کی ساری خدمت گزاریوں پر پانی پھیرنے والا اس کا ظالم مجازی خدا اس پر مٹی کا تیل پھینک رہا تھا جیسے اسے پانی میں نہلا رہا ہو۔ اپنے آپ کو بظاہر مسلمان کہلانے والے ان مسلم شیطانوں نے اپنے غصے کی آگ میں اس وقت جس مسلم پاک باز عورت کو "ستی" کیا تھا وہ تو بیوہ بھی نہیں تھی' اسے تو آگ کے شعلوں کی نذر کرنے والا خود اس کا اپنا شوہر ہی تھا۔ محض چند لمحوں کا کھیل تھا مگر......

چند لمحوں کے اس بھیانک کھیل میں ایک بھرپور جان دار زندگی کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا تھا۔ سالار کو جیسے ہی اس افسوس ناک واقعے کی خبر ہوئی وہ اپنی ساری مصروفیات ترک کر کے فوراً وہاں پہنچا مگر اب وہاں صرف انسانی ہڈیوں کی راکھ کا ڈھیر تھا۔ ضیاء' ریاض اور شاہد تینوں کا ہی کچھ پتا نہیں تھا کہ کہاں روپوش ہو گئے ہیں۔

اجڑے ہوئے گھر کے ویران کمرے میں اپنے بستر پر پڑی فائزہ بیگم جیسے اپنی آخری سانس پوری کر رہی تھیں۔ سالار کا دماغ جیسے فریز ہو گیا۔ اتنا سب کچھ ہو جانے کا تو اسے گمان ہی نہیں تھا۔ غم و غصے سے اس کی حالت جیسے پاگلوں جیسی ہو گئی تھی اس لیے اس نے فوری طور پر اپنی پوری پولیس فورس کو سختی سے کسی بھی حال میں ان تینوں کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا تھا۔

زہرا کی افسوس ناک وفات کے اگلے ہی روز فائزہ بیگم نے بھی چپ چاپ ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے اتنی فرصت بھی نہ مل سکی تھی کہ وہ سارہ کو تمام صورتِ حال سے باخبر کر کے وہاں لا سکتا۔ اس کے گھر والے حویلی آ گئے تھے' ابھی وہ فائزہ بیگم کی تدفین سے فارغ ہوا تھا کہ اسے علاقے کے منسٹر کی کال آ گئی' جس نے فوری ملاقات کے لیے اسے اپنی کوٹھی پر طلب کر لیا۔

"آؤ جوان! سنا ہے پروموشن ہو گئی ہے تمہاری' بھئی بہت بہت مبارک ہو۔" جیسے وہ منسٹر کے حضور پیش ہوا' سلام دعا کے بعد یہی پہلا جملہ اسے سننے کو ملا۔

"جی! کرم ہے اللہ پاک کا' آپ کی مبارک باد کا شکریہ۔ مجھے کیسے طلب فرمایا آپ نے؟"

"کام تھا یار! تمہیں تو پتا ہے ہم لوگ صبح و شام عوام کی خدمت میں کتنے مصروف رہتے ہیں' میل ملاقاتوں کے لیے ٹائم کم ہی ملتا ہے۔"

"جی میں جانتا ہوں اور میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ آپ نے مجھے یاد کیا مگر سوری سر میں اس وقت گھر میں مصروف تھا۔ میری مسز کی بھابی اور ماں کی رحلت ہو گئی ہے میں......"

"مجھے ساری خبر ہے ڈی ایس پی صاحب! زیادہ ٹائم میرے پاس بھی نہیں ہے۔ آج کل تو ویسے بھی الیکشن سر پر ہیں' تمہیں بس اتنا بتانا تھا کہ وہ جو لڑکی' کیا نام تھا اس کا'

ہاں زہرا! وہ جو مری ہے اس کا قتل اپنی جیل میں کسی بھی ایس وائے زیڈ پر ڈال کر کیس بنا دو' جو اصل مجرم ہیں ان کے ساتھ میرے بیٹے کی اچھی اٹھ بیٹھ ہے تم سمجھ رہے ہو ناں میری بات......؟"

"سوری سر! مرنے والی کو میں نے اپنی بہن بنایا ہوا تھا اور اس کی ناگہانی موت کے باعث میری سگی پھوپو کی وفات بھی ہو گئی ہے' اس لیے یہ کیس کوئی معمولی کیس نہیں ہے میرے لیے' جس میں کسی کے گناہ کی سزا کسی اور کو دے دوں۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں جوان! مگر تم ٹینشن نہ لو' یہ زنانی عورتیں یہ اللہ نے ہمارے کام آنے کے لیے ہی بنائی ہیں۔ یہاں گاؤں' پنڈوں میں یوں ہی گائیں' بھینسوں کی طرح روز مرتی رہتی ہیں' یہ کوئی ایف آئی آر نہیں کٹتی' کوئی گرفتار نہیں ہوتا' ہو بھی جائے تو زیادہ دن اندر نہیں رہتا۔ غصے کو جانے دو اور اپنی مزید ترقی کے خواب دیکھو' میں کل ہی اوپر بات کر کے ایک دو پھول اور لگوا دیتا ہوں تمہاری وردی پر۔"

"سوری سر! مجھے یہ گھاس منظور نہیں' بے شک آپ کی پہنچ اونچی ہے مگر میں اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برت سکتا۔ اب چلتا ہوں خدا حافظ۔"

منسٹر کو گمان بھی نہیں تھا کہ نئی نئی ترقی پانے والا وہ پولیس افسر اتنا ٹیڑھا ہوگا۔ اس نے فوری طور پر ضیاء' ریاض اور شاہد کی عبوری ضمانت کروا کر انہیں بھرپور تسلی کے ساتھ حویلی سے رخصت کر دیا اور خود اس مسئلے کا حل اپنے طور پر نکالنے کی کوشش فی الحال سائیڈ پر رکھ دی۔

❁......◐......❁

رات خاصی گہری ہو رہی تھی جب وہ تھکن زدہ وجود کے ساتھ اپنے فلیٹ کی طرف واپس آیا تھا۔ سارہ جو اس کی دو دن مسلسل غیر موجودگی کے باعث اچھی خاصی پریشان ہو گئی تھی اب اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئی۔

"آ گیا گھر یاد' میں پوچھتی ہوں میرا قصور کیا ہے جو مجھے یہاں جانوروں کی طرح لا کر قید کر دیا ہے اور خود پتا نہیں کہاں کہاں عیاشی کرتے پھر رہے ہو۔" اس کے لہجے میں چنگھاڑ تھی۔ سالار نے کچھ دیر ٹھہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے کے بعد رخ پھیر لیا۔

"مصروف تھا میں' بہت زیادہ۔"

"تو میرا کیا قصور ہے' جو بھوکے پیاسے مجھے یہاں اجنبی سنسان علاقے میں لا کر قید کیا ہے۔"

"کوئی قید نہیں کیا میں نے تمہیں' یہاں ضرورتِ زندگی کی ہر شے موجود ہے' ہل کر کھا پی سکتی ہو' کسی نے روکا نہیں ہے تمہیں۔" پہلی بار اس کی بدتمیزی کا جواب اس نے تلخی سے دیا تھا' وہ گنگ سی اسے دیکھنے لگی۔

"میرا ٹرانسفر ہو گیا ہے' کل شفٹنگ کرنی پڑے گی' جو تھوڑا بہت سامان ہے پیک کر لو۔" اس کی حیرانی پر دوسرے ہی لمحے تھکے تھکے سے انداز میں کہتا وہ بیڈ پر گر پڑا تھا۔ سارہ کچھ پل اسے ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"سالار! گاؤں میں سب کیسے ہیں؟ پتا نہیں کیوں کل شام سے میرا دل بہت پریشان ہے۔"

"ٹھیک ہیں سب' تمہارے بھائیوں کے ہاتھ بہت اونچے ہیں' انہیں کچھ نہیں ہو سکتا سارہ!" آنکھوں سے بازو ہٹائے بغیر وہ رنجیدگی سے بولا تھا جس پر وہ مزید الجھ کر رہ گئی۔

"کب ہوا ہے ٹرانسفر......؟"

"کل شام! صبح منسٹر نے بلا کر ضمیر کی بولی لگائی اور شام میں ظلم کے سامنے سر نہ جھکانے کے جرم میں ٹرانسفر آرڈر آ گئے۔"

"واٹ! لیکن اتنی جلدی یہ کیسے ممکن ہے' کچھ روز تو لگتے ہیں ٹرانسفر آرڈر میں۔"

"تم نہیں سمجھو گی سارہ! یہاں کچھ بھی ممکن ہے' بڑی کرسیوں پر براجمان بڑے افسران کے قلم کی ایک جنبش کیا ہے کیا نہیں کر سکتی۔" سارہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اتنی معمولی سی بات پر وہ اتنا دکھی اور پریشان کیوں تھا۔

"کھانا کھاؤ گے؟"

"نہیں! بس سونے لگا ہوں میں' تم نے اگر نہیں کھایا تو کھا لو اور...... وہ جو زہرا بھابی نے کچھ چیزیں دی تھیں مجھے وہ استعمال کرلیں کہ نہیں۔"

"کرلی تھیں' میرے گھر کی چیزوں کی بات ہی الگ ہے۔"

آج وہ شکستہ لگ رہا تھا تو اس کا موڈ خود بخود اچھا ہوگیا تھا۔

اگلے روز وہ خاصا لیٹ بیدار ہوا تھا۔ اس روز پہلی بار سارہ نے ناشتا تیار کیا کیونکہ اسے خود بہت بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ سالار کا کوئی دوست ملنے آیا تھا۔ لہٰذا وہ ناشتہ کیے بغیر مصروف ہوگیا۔ بیرونی دروازے پر پڑا اس کا منہ چڑاتا قفل اب وہاں نہیں تھا اور یہ اس کے لیے انتہائی خوشی کی بات تھی۔ سالار کا دوست رخصت ہوچکا تھا اور اب وہ قفل کی پروا کیے بغیر شاور لینے واش روم میں گھس چکا تھا۔ سارہ کے لیے یہ موقع کسی غیبی امداد سے کم نہیں تھا۔

وہ کمرے میں آئی اور ایک کاغذ گھسیٹ کر جلدی جلدی اس پر سالار کے نام ایک چھوٹی سی تحریر لکھی جس میں یہ درج کیا کہ وہ اسے باعزت طریقے سے گاؤں سے رخصت کروا کر لائے تب وہ اس کے ساتھ بھرپور خوش گوار زندگی گزار سکتی ہے یہ چٹ اس نے بیڈ پر اوپن رکھی اور خود چادر اٹھا کر چھپاک سے باہر نکل گئی۔

کتنے دن ہوگئے تھے اسے باہر کی دنیا دیکھے' روڈ پر آکر ایک عجیب سے احساس نے اسے دبوچ لیا۔ پتا نہیں بھائی اسے اتنے دنوں کے بعد سامنے دیکھ کر اس کا کیا حشر کرتے؟ ماں اور بھابی نے تو ضرور رو رو کر آنکھیں سوجھائی ہوں گی۔ مختلف سوچوں کے حصار میں جکڑی بالآخر وہ اپنے گاؤں کی بڑی سڑک پر گاڑی سے اتر گئی۔

اسی پل ضیاء اور ریاض جو گاڑی میں بیٹھ کر کہیں جارہے تھے ان کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے' اس کی طرف بڑھ آئے۔

"سارہ......!" اپنے بھائی کی پکار پر اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا اور بھاگ کر ان کے قریب آگئی۔

"ضیاء بھائی...... ریاض بھائی...... مجھے معاف کردیں۔" فوراً آنکھوں میں آنسو بھر کر اس نے ضیاء بھائی کا ہاتھ چوم لیا۔ جس پر انہوں نے بھی نرمی کا مظاہرہ کیا۔

"چل گھر چل...... گھر چل کر بات کرتے ہیں۔" وہ جو ڈر رہی تھی ان کی نرمی پر حیران ہوتی کپکپاتے جسم اور لرزتے دل کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ سالار نے شاور لے کر جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا' بھاں بھاں کرتے گھر اور بیڈ پر آنکھوں کے سامنے پڑے کاغذ نے اسے عجیب سے خدشے میں مبتلا کردیا۔ پلٹ کر فوراً بیرونی دروازے کو دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ لپک کر بیڈ پر پڑے سفید کاغذ پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے اسے لگا جیسے اس کا بدن سن ہوگیا ہو۔ سارہ سے اس درجہ بے وفائی وحماقت کی توقع نہیں تھی اسے' کسی انجانے خدشے کے پیشِ نظر تاول بیڈ پر پھینک کر وہ فوراً گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔

❀......◐......❀

اس روز موسم بہت پیارا تھا' رخصت ہوتے ہی دسمبر کی اداس شاموں نے اس کا دل جیسے بے دل کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے فیانسی کے بے حد اصرار پر صرف اپنے بھائی اور بھابی کی خوشی کے لیے اس کے ساتھ گھومنے آئی تھی۔ بلاشبہ اس کا فیانسی کسی بھی خوب صورت سمجھ دار لڑکی کا آئیڈیل ہوسکتا تھا مگر اس کا دل جانے کیوں اس کی طرف راغب نہیں ہو رہا تھا۔ اس وقت وہ دونوں آواری سے نکلے تھے جب اچانک حرمین نے اسے دیکھا۔

"آنی......!" وہ بے حد چونک کر آواز کی طرف متوجہ ہوئی تھی' اس سے کچھ ہی فاصلے پر عظیم' سعد اور حرمین کے ساتھ کھڑا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ سعد کی نگاہ بھی اس پر پڑ گئی تھی اور اب وہ عظیم کی بانہوں میں اس کی طرف آنے کے لیے مچل رہا تھا۔

"ماما...... ماما......" ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے اس نے اپنی ہی رٹ شروع کردی تھی جس پر وہ بوکھلا کر رہ گئی کیونکہ اس وقت اس کا ہونے والا مجازی خدا اس کے ساتھ تھا۔

"ماما...... یہ بچہ تمہیں ماما کہہ رہا ہے......؟" سعد کی پکار پر وہ چونکا تھا۔ کیفیہ سے وضاحت کرنا مشکل ہوگئی۔

"ہاں...... وہ...... اصل میں ان بچوں کی ماں کی وفات ہوگئی ہے تو......"

"تو تم نے ان کی ماں بننے کا منصب سنبھال لیا ہے۔"

تھوڑی دیر قبل پھول برسانے والے لہجے میں اچانک تلخی در آئی تھی وہ اس قطعی غیر متوقع صورتِ حال پر گڑبڑا گئی۔

"نہیں...... اصل میں یہ بچے مجھ سے بہت اٹیچ ہیں اسی لیے......"

"اسی لیے تمہیں اپنی ماں سمجھنے لگے ہیں۔" ایک بار پھر اس کی بات کاٹ کر وہ خفگی سے بولا تھا۔ "یہ غلط ہے کیفیہ! ابھی کچھ روز بعد ہماری شادی ہونے والی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ان بچوں کے ساتھ اتنی اٹیچ ہوجاؤ کہ پھر ان کے بغیر خوش نہ رہ سکو۔ اس لیے پلیز...... آئندہ ان سے دور ہی رہنے کی کوشش کرنا۔" نگاہیں مسلسل عظیم الماری کی شان دار شخصیت پر جمائے وہ اسے تنبیہہ کر رہا تھا۔ کیفیہ کو دفاع میں ایک لفظ کہنے کا موقع بھی نہیں دیا تھا اس نے۔

"اب چلو پلیز! مجھے بہت ضروری کام سے کہیں جانا ہے۔" اس کا ہاتھ حرمین سے چھڑا کر اس نے زبردستی اسے گاڑی کی طرف کھینچا اور اگلے ہی پل خود بھی اس کے برابر میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرلی۔ سعد اب بھی عظیم کی بانہوں میں مچلتے ہوئے اس کے لیے رو رہا تھا' سڑک پر کھڑی ننھی حرمین اب بھی دکھی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے آنسو پی رہی تھی جب کہ عظیم نے اس شخص کی آنکھوں میں اس لمحے ایک عجیب سا لاوا دہکتے دیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ پوری رات اس کی بے حد اضطراب کے عالم میں کٹی تھی' اگلی صبح ناشتے کی میز پر بھائی کے آفس روانہ ہونے کے بعد بھابی اسے گھیر کر بیٹھ گئیں۔

"کل خرم بہت غصے ہو رہا تھا کیفیہ! کہہ رہا تھا تمہیں زینب بی کے گھر جانے سے روکوں' جوان لڑکا ہے ان کا اونچ نیچ ہوگئی تو کتنی رسوائی ہوگی۔"

"اس کا دماغ خراب ہے بھابی! میں وہاں زینب بی اور بچوں کی وجہ سے جاتی ہوں' ان کے جوان لڑکے سے ملنے نہیں جاتی۔" بھابی کی بات پر خرم کا غبار اس نے اب نکالا تھا۔ مگر انہوں نے پروا نہیں کی۔

"برا منانے کی بات نہیں ہے کیف! اس کی نظر سے دیکھو تو بات ٹھیک ہے۔ کچھ ہی دن رہ گئے ہیں تمہاری شادی میں خوامخواہ لوگوں کو بات کرنے کا موقع کیوں دو' میں جانتی ہوں تم بہت اچھی لڑکی ہو' زینب بی اور ان کا بیٹا بھی برا نہیں مگر خرم میری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا اس لیے پلیز تم اب تھوڑی احتیاط کرنا' میری بات سمجھ رہی ہو ناں تم......؟"

"جی......!"

گہری سانس بھر کر مزید کچھ بھی کہے بغیر وہ ناشتا چھوڑ کر دوبارہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی۔ سامنے زینب بی کے لان میں اچھی خاصی دھوپ بکھری تھی' وہ بوجھل دل لیے کتنی دیر ٹیرس پر کھڑی اس لان کی طرف دیکھتی رہی۔

❀......◐......❀

"سارہ کہاں ہے؟" تین گھنٹے کا سفر دو گھنٹوں میں طے کرکے وہ اب ضیاء بھائی کے سامنے کھڑا ان سے پوچھ رہا تھا۔ جواب میں شاہد نے اٹھ کر اسے آنکھیں دکھائیں۔

"کس حق سے پوچھ رہے ہو اس کا؟ دیکھ لیے ہمارے ہاتھ تیرے جیسے معمولی افسر یوں چونٹیوں کی طرح مسل کر پھینک دیئے جاتے ہیں' آیا بڑا فرض شناس کہیں کا۔"

"میں سارہ کا پوچھ رہا ہوں' سارہ کہاں ہے؟" اس بار

وہ دباڑا تھا جس پر ضیاء بھائی کو جلال آ گیا۔

"ہولی بول سالار! یہاں اونچا کوئی نہیں سنتا۔ سارہ اب ہماری پناہ میں ہے تم کیا سمجھتے ہو زبردستی نکاح پڑھوا کر بڑا تیر مار لیا تم نے۔"

"شٹ اپ! میری بیوی ہے وہ قانوناً بھی اور اسلام کی رو سے بھی۔ ابھی اور اسی وقت اگر آپ لوگوں نے اسے میرے حوالے نہیں کیا تو بہت برا کروں گا میں آپ کے ساتھ۔"

"اوئے جا...... بہت دیکھے تیرے جیسے بڑھکیں مارتے افسر! ضلع کے نوٹس مل جائیں گے کل۔ جا جو ہوتا ہے کرلے۔" شاہد کا لہجہ غرور میں ڈوبا ہوا تھا۔ سالار اس لمحے اپنے تپتے اعصاب کو بمشکل کنٹرول کرتا خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔

اسے قطعی خبر نہیں تھی کہ ان لوگوں نے سارہ کے ساتھ کیا کیا ہے وہ جو خوشی خوشی اپنے بھائیوں کے ساتھ گھر آئی تھی گھر پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ درو دیوار سے ٹپکتی عجیب سی وحشت نے اس کا دل جکڑ لیا تھا۔ از حد حیران ہو کر وہ پلٹی تھی۔

"ضیاء بھائی! ماں اور بھابی کہاں ہیں؟"

چٹاخ...... اپنے سوال کے جواب میں ضیاء بھائی کے بھرپور تھپڑ نے اس کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے۔

"ضیاء بھائی......"

"مر گیا ضیاء بھائی...... بے غیرت...... صرف تیری وجہ سے کیا کیا نہیں ہو گیا یہاں! اس لیے شہر جا کر کالجوں کی ہوا کھائی تھی کہ بھائیوں کی عزت پر داغ لگا سکو؟" ان کا لہجہ قہر برسا رہا تھا وہ پھپک کر رو پڑی۔

"میں بے قصور ہوں بھائی! کبھی خواب میں بھی میں آپ کی عزت پر داغ لگانے کا نہیں سوچ سکتی۔ مم...... مجھے تو سالار نے زبردستی اغواء کیا تھا۔"

"سالار نے......؟" ایک لمحے کے لیے انہیں جھٹکا لگا تھا۔

"جی ہاں...... وہاں شہر میں زبردستی اس نے مجھ سے نکاح بھی پڑھوایا اور اتنے دن اپنے گھر میں قید بھی رکھا۔ آج پہلی بار وہ بیرونی دروازے کو لاک کرنا بھول گیا تو میں فوراً نکل آئی، میرا یقین کریں بھائی! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔" سارا الزام سالار آفندی کے سر ڈال کر وہ اپنی طرف سے ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

ضیاء اور شاہد نے کچھ سوچتی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گئے۔

"سارہ کو یہاں رکھنا خطرے سے خالی نہیں ہے تم ایسا کرو اسے شہر والے بنگلے میں لے جاؤ میں پیچھے دیکھتا ہوں وہ سالار کا بچہ ہمارا کیا بگاڑتا ہے۔" ضیاء نے شاہد کو حکم دیا تھا جس کی فوری تعمیل میں وہ ہکا بکا سی کھڑی سارہ کو بازو سے پکڑ کر باہر کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ شہر پہنچ کر اسے بنا کچھ بتائے ایک تاریک کمرے میں قید کر دیا گیا تھا جس پر وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟

سالار کا خیال آتا تو دھڑکتے دل کے عجیب سے وسوسے بھی دماغ کا گھیراؤ کر لیتے۔ اس پر فائزہ بیگم اور زہرا کی یاد مزید بے قرار کر دیتی۔ یہ بے قراری جانے کب تک باقی رہتی کہ منسٹر کی بیٹی کا ٹکراؤ ہو گیا اس سے۔ وہ فطرتاً رحم دل اور انصاف پسند لڑکی تھی تمام حقائق جاننے کے بعد لاتعلق بنے رہنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا لہٰذا بنے بھائی کے ساتھ اسی کی اطلاع پر وہ سارہ سے ملنے چلی آئی۔ دروازہ اچانک کھلنے سے کمرے میں روشنی کی ہلکی سی لکیر نمودار ہوئی تھی سارہ جو بیڈ پر پاؤں سمیٹے بے حد پریشان بیٹھی تھی اچانک چونک کر آنے والے کی طرف متوجہ ہوئی۔

منسٹر کی بیٹی چند ثانیے اس کے حال پر غور کرنے کے بعد پھر بیڈ پر اس کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"ہیلو! مجھے شگفتہ کہتے ہیں میرے بھائی تمہارے بھائیوں کے بہت اچھے دوست ہیں۔ ان سے ہی پتا چلا کہ تمہارے بھائیوں نے تمہیں یہاں لا کر قید کر دیا ہے تو یونہی ملنے چلی آئی۔ تم یقین نہیں کرو گی مگر مجھے رئیلی تمہارے اور تمہاری فیملی کے ساتھ بہت ہمدردی ہے۔"

"کیا مطلب، میں سمجھی نہیں......؟"

"سمجھو گی کیسے، تمہیں تو کچھ پتا ہی نہیں ہوگا شاید یہ بھی پتا نہ ہو کہ تمہاری والدہ اور بھابی کے ساتھ کیا ہوا ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟" آنکھوں میں تحیر بھرے اب وہ لرزتے دل کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بہت برا ہوا ہے یار! تمہاری بھابی کو تمہارے بھائیوں نے گھر کے صحن میں زندہ جلا ڈالا جس کے صدمے نے تمہاری والدہ کی جان بھی لے لی اور اب تمہارے بھائی تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے اس لیے میں چاہتی ہوں تم یہاں سے بھاگ جاؤ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ لوگ کسی بھی وقت تمہیں یہاں سے لے جائیں۔" اس سے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھی وہ لڑکی جانے کیا کیا انکشاف کر رہی تھی اور سارہ کو لگ رہا تھا جیسے زندگی اس کے وجود سے رخصت ہوتی جا رہی ہے اس کی سماعتیں سن ہو رہی تھیں جان سے پیارے بھائیوں کا یہ چہرہ یہ کردار یہ عزائم اسے لمحوں میں گھائل کر گئے تھے۔

"نہیں...... میرے بھائی ایسا نہیں کر سکتے تم ضرور جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ کیوں ماریں گے میری بھابی کو میری بھابی تو اتنی اچھی ہیں اور میں...... میں نے بھلا کیا بگاڑا ہے ان کا جو وہ مجھے ماریں گے؟" اسے جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

"یہ تو تم اپنے بھائیوں سے ہی پوچھنا میں تو انسانیت کے ناتے محض اتنا ہی کر سکتی ہوں کہ جاتے ہوئے باہر سے دروازہ لاک نہ کروں پوچھا بھی گیا تو کہہ دوں گی کہ بھول گئی تھی۔ تمہارے بھائی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بہرحال زندگی سے قیمتی کوئی چیز نہیں ہوتی اب چلتی ہوں میں بائے......" وہ جیسے اچانک آئی تھی ویسے ہی بلا بلائی اچانک رخصت ہو گئی مگر سارہ کے اندر اتنی ہمت بھی نہ رہی کہ وہ اپنے پیروں کو ہی حرکت دے سکتی کتنی ہی دیر سکتے کے انداز میں غم سے چور بیٹھنے کے بعد اچانک وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ رشتوں کی اس سے زیادہ بھیانک تصویر اور کیا ہو سکتی تھی؟

گاؤں میں دوبارہ سالار کے گھر جانا بھی کسی صورت خطرے سے خالی نہیں تھا۔ لہٰذا بہت سوچ کر وہ کیفیہ کی طرف چلی آئی روپیہ پیسہ تو پاس تھا نہیں بس والے کو کرائے کے طور پر اس نے اپنی تھنی اتار کر دے دی تھی۔

کیفیہ اسے اجڑے حال میں اتنے دنوں کے بعد اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ سارہ نے بھی اس سے کچھ چھپانا مناسب نہ سمجھا اور سارا احوال اس کے گوش گزار کر دیا پھر اسی سے لپٹتے ہوئے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

سالار جو اس کے تینوں بھائیوں پر نیا کیس بنا کر ان کا فوری چالان کروانے کے بعد اپنا ٹرانسفر کروانے کی تگ و دو میں مصروف تھا اپنے سیل پر کیفیہ کی ہزار کالز نظر انداز کرنے کے بعد سارہ کے حوالے سے میسج پڑھ کر چونک گیا۔ کیفیہ کے یہ اطلاع دینے پر کہ سارہ اس کے پاس محفوظ ہے اس نے خود فوری طور پر اسے کال کی تھی اور سارہ سے دو منٹ کی بات کرنے کے بعد وہ اپنی پرسنل گاڑی میں فوراً اسے ملنے پہنچ گیا تھا۔

اگلے دو گھنٹوں میں وہ کیفیہ کے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا سارہ کو روتے ہوئے دیکھ رہا تھا جس سے سامنا ہوتے ہی سالار نے اسے دو تھپڑ رسید کیے تھے۔

"غصے کو جانے دیں سالار بھائی! آپ جانتے تو ہیں یہ کتنی بے وقوف ہے اور زیادتی بھی تو کتنی بڑی ہوئی ہے اس کے ساتھ۔ اس بے چاری کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ اس کے بھائیوں نے یہ سب کیوں کیا اور آپ نے ہر بات طے ہونے کے باوجود اسے کڈنیپ کر کے زبردستی نکاح کیوں کیا؟" کیفیہ نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے لب کھولنا ضروری سمجھا تھا۔ سالار اس کے سوالوں پر لب بھینچ کر رخ پھیر گیا۔

"گاؤں کے جو قانون اور حالات ہوتے ہیں وہ آپ نہیں سمجھتیں مس کیفیہ! میں سارہ سے محبت ضرور کرتا

ہوں مگر زور زبردستی سے اسے حاصل کرنا میری خواہش نہیں تھی‘ اس اقدام کے لیے مجھے زہرا بھابی اور فائزہ پھوپو نے مجبور کیا تھا کیونکہ وہ ان محترمہ کے معزز بھائیوں کے راز جان گئی تھیں۔ زمین کے تھوڑے سے ٹکڑے کو بچانے کے لیے ان کے تینوں بھائی صاحب انہیں جان سے مارنے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے‘ اسی لیے پھوپو اور بھابی نے گھر بلا کر مجھ سے ریکوئسٹ کی کہ میں اسے ان کے سائے سے بھی دور لے جاؤں‘ مجھے نہیں معلوم کہ انہیں زہرا بھابی پر شک کیسے ہوا‘ مگر جب تک میں وہاں ان کی مدد کے لیے پہنچا بہت دیر ہوچکی تھی‘ اسے کہیں جا کر اپنے گاؤں والوں سے اپنے بھائیوں کی درندگی کا حوال سنے پھر یہ فیصلہ کرے کہ اسے میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے یا نہیں۔“ اس کا موڈ بے حد خراب تھا‘ سارہ کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

”جو ہوگیا اسے بھول جائیں‘ اب آگے یہ سوچنا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

کیفیہ نے پھر اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی جب وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا۔

”میں بہتر طور سے جانتا ہوں کہ آگے کیا کرنا ہے‘ آپ فکر نہ کریں صرف اپنی دوست کا خیال رکھیں‘ میرا خیال ہے کہ میں نے پھوپو کی بات مان کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔“ وہ کسی طور لائن پر نہیں آرہا تھا۔ کیفیہ نے بوکھلا کر کچھ کہنے کی کوشش کی تو سارہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر اسے کھڑے ہونے اور کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔

”نہیں...... انہیں جانے دو‘ تم نے سنا نہیں امی کی بات مان کر انہوں نے مجھ سے شادی نہیں کی غلطی کی ہے‘ سدھارنے دو اپنی غلطی انہیں‘ میری قسمت میں جو لکھا ہے وہی ہوگا۔“ رندھے لہجے میں اپنی بات مکمل کرکے وہ ڈرائنگ روم سے نکل گئی تھی جب کہ پیچھے کیفیہ سالار کو اس پر گزرنے والی تمام مصیبتوں کا حال سناتی رہی۔

❁......◉......❁
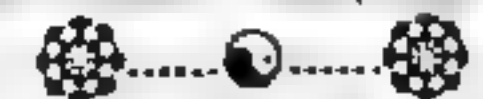
اس کی شادی کے دن تیزی سے قریب آرہے تھے اب سارہ بھی بجھے دل کے ساتھ اس کی شادی کی تیاریوں میں اس کی بھابی کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ ابھی کچھ روز قبل اس کے تینوں بھائیوں پر اس کی بھابی اور اسلم لوہار کی بیٹی کے قتل کا پرچہ عدالت سے آرڈر ہوگیا تھا جس کے بعد تینوں کو گرفتار کرکے ان کا چالان مکمل کردیا گیا تھا۔ جس زمین اور جائیداد کے لیے وہ انسان سے حیوان بنے پھرتے تھے وہ زمینیں یونہی لاوارث پڑی رہ گئی تھیں۔ کوئی ان کی پیروی کرنے والا نہیں تھا جن دوستوں اور اونچے تعلقات پر انہیں گھمنڈ تھا‘ ان دوستوں نے پلٹ کر خبر بھی نہ لی تھی ان کی‘ پتا نہیں کتنی ماؤں کی آہوں اور بددعاؤں کا جال انہیں گھیرے ہوا تھا۔ پولیس کے جن بے ضمیر افسروں کو انہوں نے پیسے کی طاقت سے خرید کا اپنا غلام بنا رکھا تھا وہ سارے یا معطل ہوگئے تھے یا ان کا ٹرانسفر ہوگیا تھا جب کہ سالار کے ٹرانسفر آرڈر کینسل ہوگئے تھے۔ اسی نے حویلی کو تالا لگوا کر زمینیں ٹھیکے پر مختلف مزارعوں کو دے دی تھیں اور ٹھیکے سے حاصل ہونے والی رقم سارہ کے ذاتی اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروادی۔

کیفیہ سے گاہے بگاہے اس کی بات ہوتی رہتی تھی وہ اس کی منت کرتی تھی کہ وہ سارہ کو معاف کردے مگر وہ سنی ان سنی کرکے بات ٹال دیتا۔ اب جیسے جیسے اس کی اپنی شادی کے دن قریب آتے جارہے تھے اس کا دم جیسے گھٹتا جارہا تھا۔ اس روز سارہ طبیعت کی ناسازی کے باعث جلد سوگئی تھی جب کہ وہ عجیب سی اداسی و بے چینی کی شکار ہو کر سخت ٹھنڈ کے باوجود باہر لان میں آبیٹھی۔ اندر اتنی گھٹن تھی کہ بار بار پلکیں جھپکنے کے باوجود ٹوٹ کر رونا آرہا تھا۔

اپنے ہی خیالوں اور سوچوں میں مگن بیٹھی‘ وہ جانے کس جہاں کی سیر کررہی تھی جب بیرونی گیٹ پر کسی کی مسلسل دستک نے اسے چونکا ڈالا‘ اپنے تخیل کے جہاں سے باہر نکل کر گرم شال کو اچھی طرح دونوں کندھوں کے

گرد پھیلاتی وہ اٹھ کر گیٹ تک آئی اور باہر حریمن کو کھڑے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

”آپی! میرے پاپا کی طبیعت بہت خراب ہے‘ پلیز جلدی آئیں ناں......“ جیسے ہی اس نے گیٹ کھولا حریمن اس کا ہاتھ تھام کر روتے ہوئے بولی۔ جواب میں اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

”کیا ہوا ہے پاپا کو......“ فوراً اس کے ساتھ گرین پیلس کی طرف لپکتے ہوئے اس نے پوچھا تھا اب وہ بولی۔

”پتا نہیں...... میں ان کے کمرے میں گئی تو پاپا بیڈ پر لیٹے پڑے تھے ان کی آنکھیں بھی نہیں کھل رہی تھیں اور ماتھے سے خون بھی بہہ رہا تھا۔“ حریمن کی بات نے اسے مزید ڈرا دیا مگر اس کے باوجود وہ اسے تسلی دیتی تقریباً بھاگ کر عظیم کے کمرے کی طرف بڑھی تھی‘ جہاں وہ حریمن کی اطلاع کے عین مطابق بیڈ پر اوندھا پڑا تھا۔ دھڑکتے دل کی رفتار کی پروا کیے بغیر تیزی سے اس تک آئی تھی۔

”عظیم......“ مگر وہ بے سدھ پڑا رہا۔ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو اندر کو دھنسی آنکھیں اور بکھرے بالوں نے اس کا حال خاصا افسوس ناک بنا رکھا تھا‘ وہ اسے جھنجوڑتے ہوئے بے ساختہ رو پڑی۔

”عظیم...... عظیم اٹھو ناں پلیز!“ بمشکل اس نے اسے بیڈ پر سیدھا کیا تھا‘ جواب میں عظیم نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ وہ بڑی مشکل سے آنکھیں کھولنے کی کوشش کررہا تھا مگر نشے کی شدت کے باعث کھول نہیں پارہا تھا۔ کیفیہ یہ بھول گئی کہ اس کے منگیتر اور بھائی نے اسے کیا نصیحت کی تھی؟ اسے اس چیز کی پروا ہی کہاں رہی تھی کہ اس کے سامنے جو شخص ابتر حال میں پڑا تھا وہ اس کا محرم نہیں تھا‘ اسے صرف اتنی خبر تھی کہ وہ زخمی تھی اور اس کا دل کسی بھی خدشے سے بے نیاز بہا تا جارہا تھا۔

”عظیم...... عظیم آپ کی پیشانی سے خون بہہ رہا ہے‘ پلیز آنکھیں کھولیں۔“ اس کے کندھے جھنجوڑتے ہوئے وہ جھکی تھی اور اسی لمحے عظیم نے عجب سی بے خودی میں اسے جکڑا تھا۔

”منزہ......“ کیفیہ کو لگا اس اچانک افتاد پر اس کا دل دھڑکنا بند ہوجائے گا‘ قطعی گمان نہ ہونے کے باعث اس کے کھینچنے پر وہ خاصی ان بیلنس ہو کر اس پر گری تھی اور اب اس کا چہرہ جیسے فق ہورہا تھا۔

”منزہ...... میں بھی مرجاؤں گا......“ اپنی گرم بوجھل آواز میں اس کی سماعتوں کے عین قریب چہرہ گھسائے وہ کہہ رہا تھا اور وہ مچل کر رہ گئی تھی۔

”عظیم...... ہوش میں آئیں‘ میں منزہ نہیں ہوں۔“ بڑی دقتوں سے خود کو سنبھالا تھا اس نے‘ مگر عظیم لغاری نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔

”کوئی ایسے بھی کرتا ہے جیسے تم نے کیا‘ ایسے چھوڑ کر جاتا ہے کوئی......؟“ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کررہی تھی اور وہ اسے مزید خود میں جذب کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔ حریمن اس صورت حال پر مزید پریشان ہوگئی تھی۔ کیفیہ کو اب اپنی غلطی کا احساس ہورہا تھا‘ اسے نشے کی اس حالت میں اسے ہرگز چھیڑنا نہیں چاہیے تھا۔

”عظیم چھوڑو مجھے......“ حریمن کو روتے دیکھ کر بھرپور قوت کا استعمال کرتے ہوئے اس نے اس کے بازوؤں کا مضبوط حلقہ توڑا اور ایک بھی پل مزید ضائع کیے بغیر فوراً سنبھل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آنی! پاپا کو کیا ہوا ہے؟“ اس کی سانسیں اپنے معمول پر آ بھی نہیں پائی تھیں کہ حریمن آ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

”دماغ خراب ہوگیا ہے پاپا کا اور کچھ نہیں ہوا۔“ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے وہ عظیم کے کمرے سے باہر نکل گئی‘ دل کی تیز دھڑکنیں اب بھی اس کی سماعتوں میں شور بپا کررہی تھیں عین اسی پل ”گرین پیلس“ کی ڈور بیل بج اٹھی‘ کیفیہ کو ٹائم کا اندازہ نہیں تھا‘ یہی وجہ تھی کہ وہ پھولی سانس کے ساتھ جیسے ہی گیٹ پر آئی اپنے

سامنے کھڑے خرم رضا کو دیکھ کر شاکڈ رہ گئی۔

"خرم...... آپ......؟"

"مر گیا خرم' سنا تم نے؟ کاش! مجھے پہلے پتا ہوتا کہ تم کس قماش کی لڑکی ہو تو میں کبھی تم سے رشتہ نہ جوڑتا۔ محبت کی پینگیں کسی سے اور زندگی گزارنے کے خواب کسی اور کے ساتھ' تف ہے تم پر......" اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ رہا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود اپنے دفاع میں خود اعتمادی سے کام نہ لے سکی۔

"یہ جھوٹ ہے خرم! نرا بہتان ہے مجھ پر...... مم...... میں صرف بچوں کی وجہ سے......"

"بکواس بند کرو' بہت بے وقوف بنالیا تم نے مجھے اب اور نہیں۔ آدھی رات کا وقت اور یہ تمہاری پھولی سانسیں؟ عقل کا اندھا ہوں میں جو کچھ نہیں سمجھوں گا...... بولو......؟" بے حد غصے سے چنگھاڑتے ہوئے اس نے اس کی ذات کو لمحوں میں دو کوڑی کا کر ڈالا تھا۔ پھر اسی وقت اس کے آنسوؤں کو کسی خاطر میں لائے بغیر وہ اس کا بازو پکڑ کر اسے تقریباً کھینچتے ہوئے گھر لے آیا تھا۔ جہاں اس کا پیارا بھائی جو اس پر جان دیتا تھا اور بھابی جو کسی طور ماں سے کم نہیں تھی' پریشان سے ٹہلتے ہوئے اسی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ خرم نے ان کے سامنے پہلے اس کا بازو چھوڑا تھا۔

"کیا بات ہے خرم!" اسے غصے میں دیکھ کر بھابی نے ہی پوچھنے کی جسارت کی تھی۔

"اس سے پوچھیے آپا کہ کیا بات ہے؟ جس نے میرے وارن کرنے کے باوجود اس شخص کے گھر جاتے ہوئے یہاں کسی کو بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کا موبائل ٹرائی کر رہا ہوں مگر یہ گھر میں ہوں تو بات کریں ناں اور مجھ سے بھلا کیوں بات کریں گی یہ' میں لگتا ہی کیا ہوں ان کا' سب کچھ لگتا تو وہ ہے جس کے بچوں کی ماں بننے کا شوق چرایا ہوا ہے اسے۔" وہ غصے میں بنا سوچے سمجھے جو منہ میں آ رہا تھا کہہ رہا تھا۔ جس پر اس کے بھائی کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو خرم! زبان سنبھال کر بات کرو۔"

"میں تو زبان سنبھال ہی لوں گا' آپ اپنی بہن سنبھال کر رکھیے' جو محبت کی پینگیں کہیں اور بڑھا کر شادی کسی اور سے رچانے کے خواب دیکھ رہی ہے۔" اس کے لہجے میں سفاکی تھی اور پھر اس کے بعد وہ چند لمحوں کے لیے بھی وہاں ٹھہرا نہیں تھا' وہ رشتہ جو ان دونوں کے مابین قائم تھا وہ رشتہ بھی جاتے ہوئے ختم کر دیا تھا اس نے اور اب وہاں گہرا سکوت چھایا تھا۔ بھائی اور بھابی اسے ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے تھے مگر اس کے باوجود اسے عجیب سی چپ لگ گئی تھی۔

سارہ کو اگلی صبح ساری بات کا پتا چلا تو وہ بھی پریشان ہو کر رہ گئی مگر ساتھ میں اسے اس شخص پر بھی جی بھر کر غصہ آیا جو اپنی مرحومہ بیوی کے عشق میں پاگل ہونے کے باوجود نشے میں ہی سہی مگر اس کی دوست کے وقار کو مجروح کر چکا تھا۔ کیفیہ کو مطلع کیے بغیر وہ خاصے تیز انداز میں گرین پیلس آئی تھی اور زینب بی کے سامنے جو منہ میں آیا اس شخص سے کہتی گئی تھی جو خود ہوش میں آنے کے بعد بہت پریشان تھا۔ پہلی بار اسے اپنے نشے کی کثرت پر شرمندگی ہو رہی تھی' پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ ایک مردہ وجود کی محبت میں تباہ ہوتے ہوئے وہ بہت سے زندہ لوگوں کے ساتھ بہت غلط کر رہا ہے' یہی وجہ تھی کہ وہ سنبھل گیا تھا۔

پہلی فرصت میں اس نے اپنے کمرے کی ترتیب بدلی تھی پھر پہلی بار خود کیفیہ کے گھر آ کر اس کے بھائی اور بھابی سے ایکسکیوز کیا تھا کہ اس کی بے پروائیوں کی وجہ سے کیفیہ کا اتنا اچھا رشتہ ختم ہوا۔ زینب بی کی دیکھ بھال بھی اب پوری توجہ سے کر رہا تھا۔ بھائی اور بھابی دونوں کو ہی اس کی شخصیت بہت اچھی لگی تھی' یہی وجہ تھی کہ بھائی نے اسے اپنے کاروبار میں ہی شریک کر لیا تھا۔ اب اپنے گھر کے لان میں بیٹھتے ہوئے اس کی نظریں بار بار سامنے والے گھر کے ٹیرس کی طرف اٹھتی

مگر کیفیہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے بس ایک نظر دیکھ کر پلٹ جاتی۔

اس روز جب سارہ اسے عظیم کے حوالے سے بہت تنگ کر رہی تھی جانے اس کے دل میں کیا آیا کہ اس نے سالار کو کال کھڑکا دی' وہ کسی میٹنگ میں مصروف تھا لیکن اس کا نمبر دیکھ کر کال پک کر گیا۔

"ہیلو السلام علیکم! کیسے ہیں سالار بھائی۔"

"الحمدللہ! بخیر و عافیت ہوں آپ سنائیں۔"

"میں بھی بخیر و عافیت ہوں' الحمدللہ! لیکن سارہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیوں؟ کیا ہوا اسے......؟"

"پتا نہیں شاید ٹھنڈ لگ گئی ہے' کچھ کھاتی ہے نہ پیتی بس اداس رہتی ہے' ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جاتی میں تو سمجھا سمجھا کے تھک گئی ہوں' تنگ آ کر آپ کو فون کیا ہے' آپ ہی کچھ سمجھا دیں۔"

"او کے! آج تو بہت بزی ہوں کل چکر لگانے کی کوشش کروں گا۔" اس کے چکر میں آئے بغیر اس نے کال ڈسکنکٹ کر دی تو وہ اپنے موبائل کو گھور کر رہ گئی۔ اسی پل سارہ اس کے سر پر چنگھاڑی۔

"کھوتی لڑکی! کیا بکواس کر رہی ہو تم اس فضول سالار سے؟"

"بکواس نہیں کر رہی یار! کر رہی تھی اور فضول تو وہ واقعی بہت ہے' پاگل ہے جو کبھی چکر میں آ جائے۔"

"پاگل ہو تم اور کچھ نہیں' میں بھی کرتی ہوں جا کر وہ عظیم صاحب سے بات......"

"جان لے لوں گی تمہاری اگر اس کا نام بھی لیا تو؟"

"کیوں...... اب تو خاصا سدھر چکا ہے بے چارہ! اماں بہت تعریفیں کر رہی تھیں اس کی اور پھر تم نے جو قسم کھائی ہے شادی نہ کرنے کی' اس کا بھی تو کوئی حل نکالنا ہے کہ نہیں۔"

"اپنی فکر کرو تم میری نہیں اچھا۔"

"میں یار! اکلوتی دوست ہو میری' فکر تو کرنی پڑے گی۔ سنا ہے صاحب موصوف خاصے لائن پر آ گئے ہیں اور چھپ چھپ کر یہ چاند چہرہ تلاشنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔"

"کوئی نہیں! بڑی خوش فہمی ہے تمہاری' وہ صرف اپنی مرحومہ بیوی سے پیار کرتا ہے اور بس......"

"زندہ بیوی سے بھی کرنے لگے گا' تم موقع تو دو۔" وہ کہاں باز آنے والی تھی' کیفیہ نے چڑ کر اس کی کمر پر کئی مکے ایک ساتھ برسا دیے۔

❁......◉......❁

عظیم لغاری نے کیفیہ آفندی کو پرپوز کیا اور یہ بات اس کے لیے کسی شاک سے ہرگز کم نہیں تھی۔ وہ شخص جو اپنی مرحومہ بیوی کے لیے پاگل تھا' جسے اس کی استعمال شدہ کسی چیز پر دوسرے کا سایہ پڑنا بھی گوارا نہیں تھا اسی شخص نے اسے پرپوز کیا تھا' وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

بھابی نے اس سے اس کی رائے پوچھی تھی لیکن وہ خود اور ان کے شوہر دونوں اس پرپوزل سے بہت خوش تھے لہٰذا شرماتے' ہچکچاتے ہوئے اس نے بھی ہاں میں جواب دے دیا جس کے بعد چٹ منگنی اور پٹ بیاہ والا حساب ہوا اور وہ عظیم حیدر لغاری کے نام سے منسوب ہو کر اس کے "گرین پیلس" میں آ گئی۔

کیفیہ نے اپنی شادی میں سالار کو خصوصی طور پر انوایٹ کیا تھا مگر وہ اپنی بے تحاشا مصروفیات کے پیش نظر صرف ولیمے والے دن ہی تھوڑی دیر کے لیے آ سکا تھا اور اس وقت بھی اس نے سارہ کو کوئی خاص رسپانس نہیں دیا تھا جس پر وہ جی بھر کر دکھی ہوئی تھی۔

کیفیہ کی رخصتی کے فوری بعد شدید جذباتیت کا شکار ہو کر اس نے بھی فوری حویلی واپسی کی تیاری باندھ لی تھی۔ جس پر بھابی نے خاصا احتجاج کیا تھا مگر اس نے شائستگی سے معذرت کر لی۔ اپنی جان سے پیاری دوست کو خوشیوں کی ہزاروں دعائیں دیتی وہ اپنے گھر واپس لوٹی تو در و دیوار سے ٹپکتی عجیب سی وحشت نے اسے پھر رلا دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں اردگرد کے گھروں سے خواتین افسوس کے لیے اس کے پاس آنا شروع ہوگئیں۔ ان خواتین سے جیسے جیسے وہ اپنے بھائیوں کی درندگی کا احوال سنتی جارہی تھی اس کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی' اپنی محبوب ماں اور بھابی کی موت پر وہ جیسے اندر سے ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔

اسے ذرا سا گمان بھی ہوتا کہ اس کے حصے کی جائیداد کے لیے اس کے بھائی اتنے ظالم بن جائیں گے تو وہ خود خوشی خوشی اپنا حصہ انہیں سونپ دیتی۔ اسلم لوہار اور اس کا بیٹا سالار کی کوششوں سے بے گناہ ثابت ہوکر جیل سے باہر آچکے تھے مگر اس کی بیوی اب بھی جھولی پھیلا پھیلا کر اس کے بھائیوں کو بددعائیں دیتی نظر آتی تھی۔

سالار کو اس کی حویلی آمد کا پتا چلا تو فوراً دوڑا آیا۔

"یہاں کیوں آئی ہو؟" آتے ہی پہلا سوال اس نے یہی پوچھا تھا۔ سارہ نے اس کی آمد پر اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"میرا گھر ہے یہ' کوئی روک سکتا ہے مجھے یہاں آنے سے؟"

"روک تو سکتا ہوں مگر روکوں گا نہیں کیونکہ پھوپو سے وعدہ کرچکا ہوں ہمیشہ تمہیں خوش رکھنے کا......"

"مگر مجھے اب خوشیاں نہیں چاہئیں' جب مجھے خوش دیکھ کر خوش ہونے والے ہی نہیں رہے تو یہ خوشیاں کس کام کی۔" اس کی پلکیں پھر بھر گئی تھیں۔ سالار جواب میں اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"نہیں سارہ! ایسے نہیں کہتے' اللہ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتا ہے اور گناہ گاروں کو ان کے بداعمالیوں کی سزا دیتا ہے' میں اگر پھوپو کا حکم نہ مانتا تو وہ لوگ تمہیں جان سے ماردیتے۔"

"تو کیا ہوا مجھے ماردیتے جان سے' میری ماں اور بھابی تو بچ جاتیں۔"

"بھول ہے تمہاری' جن لوگوں کے ضمیر مرجاتے ہیں سارہ! وہ کسی رشتے کو بھی ڈسنے سے باز نہیں آتے اور ہوتا تو وہی ہے جو کاتب تقدیر نے ہماری قسمتوں میں لکھ دیا ہے' ہوسکتا ہے قدرت تم سے اپنے بہت سے سیدھے سادے بندوں کی بھلائی کا کام لینا چاہتی ہو۔"

"ہاں......"

"تو پھر رونے دھونے میں خود کو ضائع کرنے کی بجائے کوئی بھلائی کا کام کرنے کا سوچو' باقی جہاں تک میری ذات کا سوال ہے تو اگر تم چاہو گی تو میں یہ رشتہ جو زبردستی قائم ہوا تھا برقرار رکھوں گا' اگر تم نہیں چاہو گی تو......"

"تو......؟" اس کے بات ادھورے چھوڑنے پر اس کا دل جیسے زور سے دھڑکا تھا۔

"تو...... تو کیا......؟ سیدھی سی بات ہے اگر تم نہیں چاہو گی تو بھی میں تمہاری جان چھوڑنے والا نہیں۔" ہلکی سی سانس بھر کر وہ مسکرایا تھا جواب میں سارہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے سامنے رو پڑی۔

"بس جانو! اب رحم کرو مجھ پر اور کتنا ضبط سے کام لوں اب تو میری بھی بس ہوچکی ہے۔" اسے نرمی سے تھام کر گلے لگاتے ہوئے وہ بولا تو وہ اس سے لپٹ کر مزید دل کا غبار ہلکا کرنے لگی۔ یہ طے تھا کہ وہ شخص محبتوں کا گھنا سایہ دار درخت تھا' جو اسے اپنے رب کی کرم نوازی کے بعد اپنی ماں کی دعاؤں سے ملا تھا اور اب اس خوب صورت ہم سفر کا ساتھ پاکر اسے اپنے گاؤں کے سیدھے سادے غریب لوگوں کے لیے نہ صرف بنیادی تعلیم کے حصول کا بندوبست کرنا تھا بلکہ اپنی زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدنی سے اسی گاؤں کی مختلف ضروریات پوری کرکے ان زیادتیوں کا کفارہ ادا کرنا تھا جو اس کے راہ بھٹکے ہوئے بھائیوں سے جانے انجانے میں سرزد ہوتی رہی تھیں کہ اب ان کے انجام سے بہت اچھی طرح باخبر ہوچکی تھی۔

❁ — ◐ — ❁

عظیم اپنی ماں سے ہزاروں دعائیں لے کر انہیں خوش وخرم سلانے کے بعد جونہی اپنے بیڈروم میں داخل ہوا۔ وہاں اپنے بیڈ پر کیفیہ کو دلہن کے روپ میں سعد اور حریمن کے ساتھ مگن دیکھ کر رک گیا۔ وہ کتنا حسین اور مکمل نظارہ تھا۔ حریمن کی نگاہ اچانک اس پر پڑی تھی اور وہ خوش خوش سی فوراً اس کے قریب دوڑی آئی تھی۔

"پاپا! آپ کو پتا ہے آنی میری مما بن گئی ہیں' میں انہیں مما کہہ سکتی ہوں۔"

"ہوں......" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"او پاپا! آج میں بہت خوش ہوں' سعد اور دادی ماں بھی بہت خوش ہیں' آپ دیکھیے گا اب مما یوں ٹھیک کردیں گی دادی ماں کو۔" چٹکی بجاتے ہوئے حریمن نے کہا تو وہ مزید مسکرادیا۔

"جی بیٹے! جادو آتا ہے آپ کی مما کو' اسی لیے وہ ہر چیز یوں ٹھیک کردیتی ہیں۔" کیفیہ باپ بیٹی کی گفتگو کو انجوائے کرتے ہوئے خود بھی مسکرا رہی تھی تبھی وہ اس کے قریب آیا تھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" اس کے قریب آنے پر دل کی دھڑکنیں پھر منتشر ہوگئی تھیں' جب وہ بولا۔

"بچوں کو ساتھ لے کر سونے کا ارادہ ہے کیا......؟"

"جی ہاں......!"

"کیوں؟"

"کیوں سے کیا مطلب' میرے بچے ہیں۔"

"اچھا! لیکن ان بچوں کا ایک باپ بھی ہے جسے ابھی تم سے بہت ساری باتیں شیئر کرنی ہیں' وہ کیا کرے؟" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ کیفیہ نے آنکھیں جھکالیں۔

"وہ ابھی ویٹ کرے میرے بچوں کے سونے کا۔"

"ہاہاہا...... قطعی مدہوشی میں سرزد ہونے والی حرکت کی اتنی بڑی سزا؟" وہ اسے کچھ یاد دلا رہا تھا۔ کیفیہ کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

"جی ہاں......!"

"نہیں یار! میں نے سنا ہے تم بڑی رحم دل لڑکی ہو اور تمہاری اسی ادا نے مجھے زندگی کی طرف واپس پلٹنے میں مدد دی' ورنہ منزہ کے بعد کسی اور کے سنگ جینے کا تصور بھی نہیں تھا میرے پاس مگر تمہاری قربانیوں نے مجھے احساس دلایا کہ زندگی محض اپنے لیے جینے کا نام نہیں ہے' اس کا مقصد ہی خود کو دوسروں کے لیے وقف کردینا ہے' اسی سوچ کے تحت دیکھو کیا سے کیا ہوکر رہ گیا میں۔" اس کے لہجے میں ہلکی سی نمی تھی۔ کیفیہ سر اٹھا کر بغور اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ "تم بہت اچھی ہو کیفیہ! ہوسکتا ہے منزہ کی یاد مجھے پوری طرح سے تمہیں خوش رکھنے کا موقع نہ دے مگر میں کوشش کروں گا کہ کبھی تمہاری آنکھ میں آنسو نہ آنے دوں' بے خبری میں دانستہ یا نادانستہ اگر کوئی بھول ہو بھی جائے تو پلیز مجھے معاف کرکے درگزر کرنے سے کام لیتی رہنا' پلیز......"

"اوکے......"

"تھینکس ڈیئر! تم واقعی دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو۔" از حد ممنون ہوکر وہ اب اس کا ہاتھ تھام رہا تھا جب سعد اچانک بولا۔

"نہیں...... میری مما ہے!" اس نے کیفیہ کا ہاتھ عظیم کے ہاتھ سے فوراً کھینچ لیا تھا جس پر عظیم کے ساتھ ساتھ وہ بھی ہنس پڑی۔

"لگتا ہے یہ دو ہی رہیں گے۔"

اب وہ سرگوشی میں مسکراتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا جس پر ایک بار پھر ہنستے ہوئے کیفیہ نے سعد کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ سامنے منزہ کی تصویر لگی تھی مگر کیفیہ کو اب اس میں اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ آنے والے وقت کے حسین لمحوں کو تصور میں لاتی سعد اور حریمن کو اپنے ساتھ لگائے عظیم لغاری کے مضبوط کندھے پر سر ٹکا گئی کہ کبھی کبھی قدرت آپ پر یوں مہربان بھی ہوجاتی ہے۔

قسط نمبر 12

بھیگی پلکوں پر

اقراء صغیر احمد

اب کوئی کیا میرے قدموں کے نشان ڈھونڈے گا
تیز آندھی میں تو خیمے بھی اکھڑ جاتے ہیں
شدتِ غم میں بھی زندہ ہوں تو حیرت کیسی
کچھ دیے تند ہواؤں سے بھی لڑ جاتے ہیں

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد، فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کر چکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے مثنیٰ کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

وردہ بالآخر رجاء کو سلمان سے باضابطہ ملاقات پر آمادہ کر لیتی ہے مگر سلمان سے ملاقات کے لیے جاتے ہوئے رجاء پر وردہ کی اصلیت آشکار ہوتی ہے اور وہ اس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ وردہ اور سنی کا تعلق ایسے گروہ سے ہے جو معصوم لڑکیوں کو ورغلا کر اپنے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

طغرل، پری کی خود سے رکھائی پر حیران اور اس بابت اس سے استفسار کرتا ہے۔

رجاء سنی اور وردہ کے چنگل سے فرار ہو کر ماہ رخ کے گھر پناہ لیتی ہے۔ ماہ رخ، رجاء کو سنی اور وردہ کی اصلیت بتاتی ہے اور بحفاظت رجاء کو اس کے گھر چھوڑ کر آتی ہے۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جب کہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور مثنیٰ کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے، جس کی مثنیٰ سختی سے مخالفت کرتی ہیں مگر ایک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود پوجا سے شادی کر چکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ..... مثنیٰ شاکڈ رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

جویریہ کی امارت ماہ رخ کو احساس کمتری میں مبتلا رکھتی ہے وہ اپنے گھر کے حالات سے برگشتہ ہونے لگتی ہے۔ ایک روز اتفاقاً ماہ رخ سے جویریہ کا بھائی اعوان آ ٹکراتا ہے۔

صفدر جمال مثنیٰ کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم و غصے کا شکار ہیں، جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر مثنیٰ واپس لوٹ آتی ہیں۔

جویریہ کے بھائی اعوان سے ماہ رخ کا رابطہ محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔ طغرل باہر نکل کر اس سایہ کا پیچھا کر کے اس کو پکڑ لاکر اس کا چہرہ بے نقاب کرتا ہے تو وہ عائزہ ہوتی ہے جس کو دیکھ کر پری اور عادلہ حیران و پریشان ہو جاتی ہیں۔ کمرے میں شور کی آوازیں سن کے صباحت بیگم جب اندر آتی ہیں تو وہ کا منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتی ہیں اور طغرل کی زبانی عائزہ کا کارنامہ جان کر ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ طغرل کے جانے کے بعد صباحت پری کو سرزنش کر کے کمرے سے نکال دیتی ہیں باہر طغرل پری کا منتظر ہوتا ہے وہ عائزہ

پر نظر رکھنے کی تاکید کرتا عائزہ صباحت سے ضد کرتی ہے کہ وہ صرف راحیل سے ہی شادی کرے گی تو صباحت اس کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی ادھر طغرل ایک بار پھر دادی کو تنگ کرنے پہنچ جاتا ہے کہ وہ پری سے یا اس سے زیادہ پیار کرتی ہیں مگر دادی اس کو ڈانٹ کر چلی جاتی ہیں تو طغرل پری کا ہاتھ تھام لیتا ہے جس پر پری بے حد برہم ہوتی اور طغرل کو بے بھاؤ کی سناتی جس پر طغرل شدید طیش میں آ جاتا ہے۔
طغرل کی اس حرکت کے بعد پری بہت برہم ہو جاتی ہے اور دادی کو بتا کر نانی کے گھر چلی جاتی ہے جہاں اس کی ماں بھی ہوتی ہے جس کو دیکھ کر وہ پریشان ہو جاتی ہے اور غصہ میں پری کی ددھیال والوں کو بے بھاؤ کی سناتی ہے جس پر پری کی نانی ان کو سمجھا کر ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔
ماہ رخ جب گھر پہنچتی ہے تو وہاں گلفام پہلے سے موجود ہوتا ہے جس کو دیکھ کر وہ کچھ خوف زدہ سی ہو جاتی ہے وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر اس سے باز پرس کرتی ہیں کہ گھر والے کہاں ہیں اور گلفام کا جواب سن کر وہ طیش میں آ کر اس کو صلواتیں سنا جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ عون سے جھوٹ بول کر اس کو کورٹ میرج پر اکساتی ہے جس پر عون تیار نہیں ہوتا جس پر وہ عون سے ناراض ہو جاتی ہے۔
پری کے گھر پر نہ ہونے سے دادی کچھ کچھ پریشان اور بیزار سی ہو جاتی ہیں تو طغرل ان کو پھوپو کے گھر لے جاتا ہے تاکہ ان کا کچھ دل بہل سکے۔ دادی کو یوں اچانک دیکھ کر ان کی بیٹی اور نواسیاں بے حد خوش ہو جاتی ہیں اور طغرل رات کو آ کر ان کو واپس لے جاتا ہے دادی کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ کر فریش ہو کر جیسے ہی مڑتا تو اس کی نظر عادلہ پر پڑتی ہے جس کو دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

عادلہ کو اس وقت دیکھ کر وہ بے حد حیران رہ گیا تھا جب کہ وہ بے خوف انداز میں بیٹھی اسے مسکراتے ہوئے بڑے اعتماد سے دیکھ رہی تھی۔
”عادلہ! کوئی پرابلم ہے......؟ تم اس وقت میرے روم میں کیا کر رہی ہو؟“ لمحے بھر میں اس کا خیال عائزہ کی طرف گیا تھا مگر عادلہ کے چہرے پر پھیلی پرسکون مسکراہٹ نے اس کے خیال کی نفی کر دی۔
”کوئی پرابلم نہیں ہے...... مجھے نیند نہیں آ رہی تھی سوچا آپ سے ہی جا کر کچھ گپ شپ کر لی جائے۔“ وہ بہت اعتماد بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
طغرل نے بھی بہت دنیا دیکھی تھی، بے حد آزاد ماحول میں ایک عمر گزاری تھی اس نے، جس میں حد درجہ آگہی و شعور سے روشناس ہوا تھا وہ۔ سامنے بیٹھی اس لڑکی کی بے باک نگاہیں جذبوں سے لبریز تھیں۔ طغرل کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔
”آپ کھڑے کیوں ہیں...... بیٹھیں نا۔“
”مجھے نیند آ رہی ہے اور میں تمہیں بالکل ٹائم نہ دے سکوں گا۔“ اس کے لہجے میں کھردرا پن سمٹ آیا تھا اور عادلہ نے اس کے چہرے پر پھیلتی ناپسندیدگی پوری شدت سے محسوس کی تھی۔
”لیکن مجھے تو آپ کی آنکھوں میں نیند کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔“ وہ اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔ ”آپ مجھے ٹالنے کی کوشش مت کریں، میں جانتی ہوں آپ اتنی جلدی سونے کے عادی نہیں ہیں۔“
”عادلہ! تم ناسمجھ نہیں ہو، جو تمہیں ہر بات سمجھانی پڑے۔ تمہارا اس طرح میرے روم میں آنا مجھے ذرا پسند نہیں آیا۔“ وہ اس کی ڈھٹائی پر سخ پا ہونے لگا۔
”اس میں غصہ کرنے والی بات تو نہیں ہے۔“
”ہم بچے نہیں ہیں عادلہ! بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔“
”میں نے کب کہا ہم بچے ہیں؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ذومعنی لہجے میں گویا ہوئی۔ ”یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہ رہی ہوں، میں محبت کرتی ہوں آپ سے......“
”شٹ اپ......!“ وہ اس کی بات قطع کر کے غرایا تھا۔ ”نکل جاؤ یہاں سے...... آؤٹ، تمہیں احساس ہے تم کیا بکواس کر رہی ہو؟“ وہ شدید غصے میں آپے سے باہر ہو رہا تھا۔
”محبت کرنا کوئی جرم تو نہیں ہے۔“
طغرل کے شدید اشتعال سے وہ خوف سے کانپ اٹھی تھی مگر جانتی تھی اس وقت اگر اس سے بات ادھوری رہی تو پھر ادھوری ہی رہے گی اور وہ کہاں برداشت کر سکتی تھی ادھوری محبت کا دکھ۔
”جرم ہے...... میرے لیے جرم ہے، میں نے کبھی تمہیں اس نظر سے نہیں دیکھا اور نہ ہی دیکھنے کا ارادہ ہے۔“ طغرل نے سخت اور دوٹوک انداز میں کہا تھا۔
”کیوں مجھ میں کیا کمی ہے؟ میں خوب صورت اور جوان نہیں ہوں۔“
”میرا تم سے بحث کرنے کا کوئی موڈ نہیں ہے اور یاد رکھنا آئندہ تم نے مجھ سے اس قسم کی کوئی بکواس کی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔“ اس نے گیٹ کھولتے ہوئے غصے سے وارننگ دیتے ہوئے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے انداز میں اہانت تھی۔ عادلہ کا دل بند ہونے لگا تھا۔
اس نے آنسو بھری نگاہوں سے طغرل کی طرف دیکھا مگر وہ اس وقت اس قدر پتھریلے تاثرات چہرے پر لیے کھڑا تھا کہ اس پر گمان ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس قدر کھلنڈرا اور ہنسنے ہنسانے والا شخص اس قدر بے رحم و سنگ دل بھی ہو سکتا ہے۔
”گیٹ لاسٹ...... کیا شکل دیکھ رہی ہو میری؟“ وہ دانتوں سے ہونٹ کاٹتی ہوئی نکلی تھی تو اس نے سرعت سے دروازہ لاک کر دیا۔
”او گاڈ! یہ کیا چکر چل پڑا ہے، ایک بہن کا اگر بے تکلفی سے ہاتھ پکڑ لو تو وہ ہتک عزت کا دعویٰ کرنے لگتی ہے اور دوسری بہن رات کے اس پہر تنہائی میں مجھ سے محبت کا اقرار کرتی ہے، اٹس ویری امیزنگ......“ اس نے گہری سانس لیتے ہوئے بیڈ پر لیٹتے ہوئے سوچا۔

❁......❁......❁

عادلہ کسی پیشہ ور بھکاری کی طرح دھتکاری گئی تھی۔ وہ طغرل کے روم سے نکلی تو محسوس ہوا وہ کمرہ نہیں دہکتا ہوا الاؤ تھا، ایک الاؤ جس کی آگ میں ذلت تھی جو اس کی رگ و پے میں پھیلتی ہی جا رہی تھی۔
وہ کمرے میں آئی تو عائزہ کو جاگتے ہوئے پا کر بری طرح نروس ہوئی تھی۔ عائزہ نے گہری نظروں سے اس کا سرتاپا جائزہ لیا تھا اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔
”چچ چچ...... لگتا ہے بات نہیں بنی میری بہنا کی؟“ وہ ہنستے ہوئے طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔
”ک ک...... کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا بات نہیں بنی؟“ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر گویا ہوئی تھی۔
”تم جو مجھے سوتی ہوئی سمجھ کر یہاں سے خوب تیار ہو کر گئی تھیں، تمہارے کمرے سے نکلنے کے بعد میں نے دیکھا تھا تمہیں...... تمہیں طغرل کے روم میں گھستے دیکھ کر میں بے حد خوش ہوئی تھی۔“
”تم مجھے طغرل کے روم میں جاتے دیکھ کر کیوں خوش ہوئی تھیں؟“ عائزہ کی باتوں نے اسے چونکا دیا۔
”میرا بہت ادھار نکلتا ہے اس عزت کے علمبردار شخص کی طرف۔“ عائزہ کے لہجے اور آنکھوں میں نفرت ہی نفرت تھی۔ ”میں تو خوش ہو رہی تھی کہ اتنی جلد مجھے موقع مل گیا اپنی حسرتوں کی جلتی آگ پر انتقام کا پانی

چھڑکنے کا‘ طغرل کو میں نے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا اور میں کی ہول سے اندر دیکھنے لگی تھی اور میں انتظار میں تھی تم دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ کر دادی جان اور پاپا کو بلا کر لاؤں گی مگر......‘‘ وہ مایوسی سے بولی۔
’’مگر...... وہاں ایسا کچھ نہیں ہوا اور طغرل نے جس طرح تمہیں بے عزت کیا اس نے میرے سارے ارادوں پر مٹی ڈال دی اور میں وہاں سے آ گئی۔‘‘
’’تم نے کیوں نہیں لیا اپنا بدلہ؟ پاپا اور دادی کو بلا لیتیں‘ رات کے اس ٹائم لاکڈ کمرے میں ہم دونوں کی موجودگی رسوائی کے لیے کافی تھی۔‘‘ وہ عجیب لہجے میں بولی۔ ’’میں کہہ دیتی دادی اور ڈیڈی سے...... طغرل مجھے زبردستی لے کر آیا ہے اور یہ مجھے اپنے بیڈروم میں لاتا رہتا ہے۔‘‘ عائزہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
’’محبت میں ناکامی نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے عادلہ!‘‘
’’تم نے گولڈن چانس مس کر دیا عائزہ! ذرا سوچو تو طغرل کی بات کا کوئی یقین نہیں کرتا‘ صبح ہوتے ہی ہمارا نکاح پڑھوا دیا جاتا‘ یہ عزت کی بات تھی...... وہ بھی اسی گھر کی بیٹی کی۔‘‘ عادلہ نے لمحوں میں پورا خاکہ تیار کر لیا تھا۔
’’میں دادی اور ڈیڈی کو بلا کر لے آتی اور پھر تمہارے ساتھ ساتھ میرے بھی جوتے پڑتے بے حساب۔ ذرا اپنی ڈریسنگ دیکھو‘ یہ میک اپ‘ جیولری اور لباس کون کہہ سکتا ہے تمہیں طغرل زبردستی بیڈروم میں لے کر گیا ہوگا؟‘‘
’’اوہ! کچھ کام نہیں آیا میرا۔‘‘ عادلہ رونے بیٹھ گئی۔
’’عادلہ بی بی! وہ میموں میں پلا بڑھا شخص ہے‘ اس کو تم جیسی لوکل بیوٹی دیوانہ نہیں بنا سکتی‘ وہ صرف بھائی بن سکتا ہے۔‘‘

❁......⊛......❁

سنو ہر قدم پر تیری محبت کا احساس چاہیے
مجھے اتنا ہی تمہارا ساتھ چاہیے
وقت بھی رو پڑے ہماری جدائی پر
یہ رشتہ مجھے اتنا خاص چاہیے

رخ کو نہیں معلوم تھا کہ گلفام نے کس طرح سے گھر والوں کو منگنی کی تقریب سے روکا تھا؟ جو وہ چاہتی تھی وہ ہی ہوا تھا۔ گلفام نے اس کے انکار کو اپنی زبان دے دی تھی‘ کسی کو نہیں بتایا تھا اس تقریب کے ملتوی کرنے کی وجہ رخ کی امتحانات کی تیاری ہے۔
بہت سہل انداز میں بات دب گئی تھی اور اگر یہی وجہ وہ بیان کر کے منگنی ملتوی کرنا چاہتی تو امی ایک ہنگامہ مچا دیتیں اور ساتھ ہیں اس کو کیا کچھ نہ سننے کو ملتا ان سے۔
’’کم آن یار! کن خیالوں میں گم ہو؟ سوپ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔‘‘ اعوان نے چیچ بنا کر اس کو خیالوں سے کھینچا۔
’’اوہ...... سوری اعوان!‘‘ وہ خفت سے مسکرا کر سوپ پر جھک گئی۔

’’میں نوٹ کر رہا ہوں‘ جب سے میرا جانے کا تم نے سنا ہے بہت گم صم اور پریشان رہنے لگی ہو۔‘‘ اعوان کی پوری توجہ اس کی طرف تھی مگر وہ خاموشی سے سوپ پیتی رہی‘ جیسے خفگی کا اظہار کر رہی ہو۔
’’تمہاری منگنی کا کیا ہوا؟‘‘
’’تمہیں کیا...... بھلے ہو جائے تمہیں کیا فرق پڑنے والا ہے؟ تم مزے سے اپنے جانے کی تیاری کرتے رہو۔‘‘ وہ غصے سے منہ پھلا کر گویا ہوئی۔
اعوان نے بڑی محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر مسکرا کر کہا۔
’’پلیز...... مورننگ کی میری فلائٹ ہے اور میں چاہتا ہوں‘ یہ ٹائم ہم بہت خوش گوار ماحول میں گزاریں‘ جب بھی تنہائی میں تمہارے بارے میں سوچوں تو خوب صورت باتیں یاد آئیں ناکہ یہ پھولا ہو اغبارے جیسا منہ۔‘‘ وہ شوخ ہوا تھا۔
’’مائی گاڈ...... میرا منہ غبارے جیسا لگ رہا ہے تمہیں۔‘‘
’’ہے تو نہیں مگر تم اس وقت بنا رہی ہو۔‘‘
’’اپنے بارے میں کیا خیال ہے جناب کا؟ ایک تو میری بات نہیں مانتے اوپر سے مجھے ہی طعنہ دے رہے ہو منہ پھلانے کا۔‘‘ اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے گیلی ہونے لگی تھیں۔
’’میں تم سے فلرٹ نہیں کر رہا ہوں رخ! نا ہی ٹائم پاس کرنے کا ارادہ ہے‘ میں تو کہہ رہا ہوں‘ مجھے اپنے ڈیڈی کے سامنے لے چلو‘ میں ان کو اپنا پرپوزل دوں گا اور مجھے یقین ہے وہ مان جائیں گے‘ جب وہ تم سے اتنی محبت کرتے ہیں پھر وہ تمہاری زندگی کا فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کریں گے۔‘‘
’’تم نہیں جانتے میری ڈیڈی کو‘ وہ اس بات کو اپنی غیرت کا مسئلہ بنا لیں گے اور یہ بھی ممکن ہے مجھے شوٹ کر دیں۔‘‘
’’وہاٹ......!‘‘ اعوان کے انداز میں بھرپور حیرانگی در آئی تھی۔
’’صحیح کہہ رہی ہوں میں‘ وہ یہ کبھی بھی پسند نہیں کریں گے کہ میں لو میرج کروں‘ بہت بڑا مسئلہ ہو جائے گا‘ تم نہیں سمجھ سکتے ہو؟‘‘
’’وہ تمہارے رئیل فادر ہیں رخ؟‘‘ وہ شاکڈ تھا۔
’’ہاں‘ وہ میرے رئیل فادر ہیں مگر اپنی اصول پرستی کی خاطر وہ کسی سے بھی کمپرومائز نہیں کرتے ہیں‘ بے حد سخت ہیں وہ۔‘‘
’’لیکن...... اس طرح تو میری مما اور ڈیڈی نہیں مانیں گے۔‘‘ اعوان سخت الجھن کا شکار تھا اس وقت اور رخ کی ہر ممکن یہی کوشش تھی کہ وہ کورٹ میرج پر راضی ہو جائے اور اس کی گلفام سے ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے۔
’’جب ہی تو میں کہہ رہی ہوں‘ ہم ابھی کورٹ میرج کر لیتے ہیں‘ بعد میں سب مان جائیں گے ورنہ ہمیں ملنے نہیں دیا جائے گا۔‘‘ آنسو اس کے چہرے پر پھیلنے لگے تھے۔
’’پلیز...... تم رو ؤ مت!‘‘

"پھر کیا کروں؟ تم کورٹ میرج کے لیے راضی ہی نہیں ہو رہے ہو نا معلوم کس طرح کی محبت کرتے ہو تم مجھ سے؟" ٹشو پیپر سے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے طنزیہ کہا تھا۔

"دل کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہوں میں تم سے اچھا ٹھہرو میں ساحر سے مشورہ کرتا ہوں بلکہ اس کو یہیں بلاتا ہوں۔" وہاں سے اٹھ کر ریسپشن کی طرف بڑھ گیا فون کرنے۔

❁......❁......❁

وہ بالوں میں برش کر رہی تھی معاً سیل فون پر بیل ہونے لگی تھی پہلے تو اس کے ذہن میں طغرل کا ہی نام گونجا تھا اور اس نے کال اٹینڈ نہیں کی تھی۔

یہی سوچ کر وہ اسے گھر واپس آنے کا حکم دے رہا ہوگا اور پھر کال دوسری مرتبہ بھی ہوئی تھی۔ وہ اسی طرح بالوں میں برش کرتی رہی تھی بے پروا انداز میں۔

مثنی کمرے میں آئیں اور انہوں نے اس کا سیل فون اٹھا کر دیکھا اور اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"پری! آپ کے پاپا کی کالز آ رہی ہیں اور آپ اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی ہیں؟" انہوں نے اسکرین پر دیکھتے ہوئے اس سے حیرانگی سے پوچھا۔

"پاپا کی کالز ہیں؟" وہ برش رکھ کر ان سے فون لیتے ہوئے بولی۔

"آپ کس کی سمجھ رہی تھیں؟" مثنی تعجب سے گویا ہوئیں۔ پری بری طرح جھینپ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ان کو کیا جواب دے کہ اسی وقت پھر پاپا کی کال آ گئی۔

"السلام علیکم پاپا! کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام! خیریت تو ہے نا؟ آپ اتنی ایمرجنسی میں کیوں گئی ہیں وہاں پر؟" وہ فکر مند لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"جی پاپا سب خیریت ہے میں تو بس ویسے ہی آ گئی تھی نانو بہت یاد کر رہی تھیں اور ممی بھی آئی ہوئی ہیں یہاں میں اس لیے آئی ہوں۔" اسے لگ رہا تھا وہ اپنے باپ کو مطمئن نہیں کر سکی ہے۔

"یہی وجہ ہے؟ اس کے علاوہ تو کچھ نہیں بیٹا!" ان کے لہجے میں بے یقینی کا عنصر گہرا تھا۔

"جی...... پاپا! یہی وجہ ہے۔"

"اوکے...... آپ واپس کب آ رہی ہیں؟"

"واپس......؟" اس کے کانوں میں طغرل سے کہے گئے لفظ گونجے۔

"اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں؟ گھر واپسی کا ارادہ نہیں ہے اس بار آپ کا؟ آپ کو معلوم ہے اماں آپ کے بغیر زیادہ دن نہیں رہ سکتیں اور وہ آپ کو بہت یاد کرتی رہتی ہیں۔" وہ شاید اس کی طرف سے بے ساختگی سے کہے گئے جملے پر مسکرائے تھے تب ہی ان کی آواز میں شگفتگی ابھری تھی۔

"میں بہت جلد آؤں گی پاپا! دادی مجھے بھی بہت یاد آتی ہیں۔"

"اوکے اپنا خیال رکھنا بیٹا!" انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

"کیا کہہ رہے تھے آپ کے پاپا؟" مثنی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔

"میرے اس طرح بغیر بتائے آنے سے پریشان تھے وہ۔"

"یہ قدرتی بات ہے پری! لوگ ہماری عادات و رویے سے پہچانتے ہیں ہم کو اور جب بلاوجہ ان میں چینجنگ ہو تو اسی طرح سب ہی پریشان ہو جاتے ہیں۔"

"مما! ایک بات پوچھوں آپ سے......؟"

"جی ضرور پوچھیں......!" پری کے چہرے پر ابھرتی سنجیدگی نے انہیں کچھ نروس کر دیا تھا ان کا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔

"آپ اور پاپا محبت کرتے تھے؟"

"ہاں!"

"آپ کی لو میرج تھی؟"

"ہوں......!" وہ گویا عدالتی کٹہرے میں کھڑی اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہی تھیں۔ یہ کیسا وقت ان کی زندگی میں آیا تھا وہ اپنی اولاد کے آگے ہی مجرم بنی بیٹھی تھیں۔

تعلقات کے بندھن جب عین راستے میں ہی انا کی قینچی سے کاٹ دیئے جاتے ہیں تو ساتھ بتائے لمحوں کا ثمر اسی طرح وقت بے وقت زندگی کے لمحوں کو کڑوا کرتا رہتا ہے۔

"پھر آپ میں اور پاپا میں علیحدگی کیوں ہوئی؟ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں نفرت تو اپنا کوئی وجود ہی نہیں رکھتی ہے۔" وہ پے در پے گویا اس پر سنگ باری کر رہی تھی۔

"محبت اور نفرت ایک سکے کے دو رخ ہیں پری! جب محبت ہوتی ہے تو بے انتہا ہوتی ہے اور جب نفرت ہوتی ہے تو لامحدود ہوتی ہے۔"

"آپ پاپا سے لامحدود نفرت کرتی ہیں مما؟"

اس سوال پر اس نے پری کی طرف دیکھا تھا جو اپنی خوب صورت مگر رنجیدہ رہنے والی نم آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے بے ساختہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"پری! جب تم میری گود میں تھیں نا تب میں وہ ہر بات تم سے کرتی تھی جو اماں فیاض کی غیر موجودگی میں مجھے سنایا کرتی تھیں اور میں دعا کرتی تھی تم جھٹ پٹ بڑی ہو جاؤ اتنی سمجھ دار ہو جاؤ کہ میں اپنے دل پر گزرنے والا ہر دکھ ہر کرب تم سے شیئر کر سکوں تمہیں بتا سکوں تمہاری ماں پر کیا گزر رہی ہے؟ کس انداز میں مجھے اپنی پسند کی شادی کرنے پر سزا میں دی جا رہی ہیں؟"

"اور آپ نے انتظار بھی نہیں کیا میرے بڑے ہونے کا اتنی کم حوصلہ تھیں مما آپ؟ اتنی کمزور کہ آپ سب چھوڑ چھاڑ کر آ گئیں؟ میرے بڑے ہونے کی دعا تو آپ نے کی مگر انتظار نہیں کیا۔"

"مجھے انتظار کرنے کی مہلت ہی نہیں دی گئی اس گھر میں اول روز سے میرے لیے جگہ نہ تھی پھر جب مجھے اس گھر سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا گیا تو پھر ایک لمحہ بھی مجھے وہاں برداشت نہیں کیا گیا۔" انہیں محسوس ہی نہیں ہوا کب دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"بات وہی ہے گھر چھوٹے بڑے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا ہے اصل گنجائش گھر سے زیادہ دل میں ہونے

سے ہوتی ہے اور وہاں گھر میں تو بے حد گنجائش تھی' فیاض کے دادا کے زمانے کی بنی وہ کوٹھی خاصی وسیع وعریض تھی۔ مگر وہاں رہنے والی تمہاری دادی اور پھوپوؤں کے دل بہت تنگ بہت ہی چھوٹے تھے۔"

"آپ سے کیا دشمنی ہوسکتی تھی دادی جان اور پھوپوؤں کو؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی سالوں سے پوشیدہ ایک کہانی سے پردہ ہٹ رہا تھا' یہ کہانی وہ کہانی تھی جس کا ایک کردار وہ بھی تھی۔

"کلاس ڈیفرنس...... یہ فرسودہ خوف کہ بھائی نے امیر ترین خاندان کی اکلوتی لڑکی سے شادی کرلی ہے اور اب وہ لڑکی جو حسین بھی تھی اور ان لوگوں سے بہت زیادہ امیر بھی' وہ ان کے بھائی کو ان سے چھین لے جائے گی' تمہاری دادی کو یہ غم ستائے جارہا تھا کہ فیاض ان کی سگی بھانجی کو ٹھکرا کر ایک غیر لڑکی کو بہو بنا کر لے آیا ہے ان کی بھانجی کی جگہ میں کس طرح لے سکتی تھی بھلا؟"

"بابا نے یہ سب اتنی آسانی سے کیسے ہونے دیا مما؟ کیا ان کو معلوم نہیں تھا شادی کے بعد وہ ساری پرابلمز فیس کرنی ہوں گی پھر وہ آپ کو تنہا کس طرح چھوڑ سکتے تھے؟"

"فیاض نے بہت محنت کی تھی' شادی سے قبل ان کو منانے کی اور شادی کے بعد ان سب کو خوش رکھنے کی' مگر ناپسندیدگی صرف وہاں نہیں تھی' یہاں بھی تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ...... نانو بھی اس شادی سے خوش نہیں تھیں؟" وہ شدید حیرانگی کا شکار ہوگئی تھی۔

"ہاں' اس وقت بابا حیات تھے' وہ بے حد کھلے دل اور روشن خیال تھے انہوں نے ممی سے کہا زندگی تنی کو گزارنی ہے جب زندگی کے ہر چھوٹے بڑے فیصلے اس کو کرنے کا اختیار ہم نے دیا ہے تو پھر یہ زندگی کا اہم ترین فیصلہ کرنے کی اجازت بھی اسے ملنی چاہیے اور بابا کے فیصلے کے آگے ممی کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں مگر انہوں نے فیاض کو کبھی دل سے داماد والی عزت نہیں دی تھی۔"

"نانا جان نے آپ کی طلاق کیوں ہونے دی؟"

"بابا میری شادی کے ایک ماہ بعد اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے' وہاں فیاض کے گھر والوں نے بساط پہلے ہی مجھے مات دینے کے لیے تیار کی ہوئی تھی' یہاں بابا کے جانے کے بعد ممی کے دل میں دبی فیاض کے لیے نفرت تیزی سے باہر آنا شروع ہوگئی تھی' وہ چاہتی تھیں صفدر جیسا کروڑ پتی شخص ان کا داماد ہونا چاہیے تھا۔ فیاض جیسا مڈل کلاس بزنس میں ان کا داماد بننے کے بالکل بھی لائق نہ تھا۔"

"ہمارے سہرے کے پھول بہت جلد ہی کانٹوں میں تبدیل ہوگئے تھے' گھریلو سازشیں جب بُنی جاتی ہیں تو پھر ان کا توڑ نہیں ہوتا ہے اور اسپیشلی وہ سازشیں جو ہمارے اپنے لیے تیار کرتے ہیں' ان سے ہم کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں؟ کبھی بھی نہیں رہ سکتے۔"

"آپ نے بہت جلدی ہمت ہار دی مما! میں نے ایسے ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں جن کی لو میرج نہیں ہوتی ہے اور عادت و مزاج' پسند و ناپسند میں وہ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں مگر...... اپنے بچوں کے لیے اپنے گھر کے لیے وہ کمپرومائز کرتے ہیں' ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اپنے مخالفین کو بھی برداشت کرتے ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ تمام دشمن دوست بن جاتے ہیں اور محنت نہ کرنے والوں کو بھی محبت ہوجاتی ہے۔"

طغرل سامنے بیٹھا دیکھ رہا تھا فیاض پری سے گفتگو کررہے تھے ان کے انداز سے بڑی فکرمندی جھلک رہی تھی۔ پری کے اس طرح جانے سے وہ خاصے پریشان تھے اور جاننا چاہ رہے تھے وہ اس طرح کیوں چلی گئی تھی؟

"انکل! اگر آپ کو پتا چل جائے کہ پری میری وجہ سے گھر سے گئی ہے' پھر آپ کا فیصلہ میرے بارے میں کیا ہوگا؟" وہ خود سے مخاطب تھا۔

"گھر کس طرح آئے گی؟ وہ اس گھر میں میری موجودگی پسند نہیں کررہی ہے اس نے یہی تو کہا تھا میں اس گھر سے چلا جاؤں تو وہ گھر آجائے گی اور آپ کہہ رہے ہیں وہ گھر پر آجائے۔"

"طغرل...... طغرل بیٹا...... کن سوچوں میں گم ہیں آپ؟"

"اوہ سوری انکل!" وہ ایک دم چونک کر سیدھا ہوا۔

"کوئی پریشانی ہے؟" وہ حسب عادت پریشان ہورہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں اور کوئی پریشانی بھی نہیں ہے۔ آپ اتنی جلدی کیوں پریشان ہوجاتے ہیں انکل!" وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"میرے اردگرد جو رشتے ہیں طغرل! میں ان میں سے کسی کو بھی پریشانی میں نہیں دیکھ سکتا' یہ جو رشتے ہوتے ہیں بیٹا! اپنی زندگی میں' میں ان میں سے کسی کو بھی کھونا نہیں چاہتا ہوں۔" ان کے لہجے میں جو سچائی تھی اپنوں کی محبت کی تڑپ تھی اسی چاہت اسی اپنائیت نے طغرل کو ان کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

"آپ کی اتنی بھرپور محبت ہی تو ہے یہ جو میں ڈیڈی کو بھی اتنا مس نہیں کرتا ہوں انکل! ریئلی اگر آپ اور دادی جان یہاں نہ ہوتے تو میں کب کا واپس جاچکا ہوتا' آپ لوگوں کی اسی محبت نے مجھے روکا ہوا ہے۔"

"محبت......!" ان کے ہونٹوں پر زخمی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"محبت کرنا اور محبت کے تقاضے نبھانا بہت مشکل کام ہے بیٹا! میں تو خود کو محبت کرنے کا بالکل بھی اہل نہیں گردانتا' محبت کرکے نبھانے والے لوگ بہت عظیم ہوتے ہیں اور میں تو بہت معمولی اور حقیر بندہ ہوں۔"

"یہی تو عظمت کی نشانی ہے انکل! آپ کو اپنی خوبیوں کا احساس ہی نہیں ہے اور آپ خود کو معمولی کہہ رہے ہیں بالکل اس طرح جس طرح عام پتھروں میں موجود ہیرا بھی خود کو پتھر سمجھتا ہے۔" اس کے لہجے میں عقیدت واحترام تھا وہ شفقت سے مسکرا دیئے تھے۔

❀......❀......❀

صباحت لاکر میں سے تمام جیولری بکس نکالے بیٹھی تھیں جو خالی تھے اور خالی ڈبے دیکھ کر ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا کہ ان میں ہزاروں کے نہیں لاکھوں روپے مالیت کے زیورات تھے جو عائزہ کی وجہ سے مٹی میں مل گئے اور عائزہ کو رتی برابر بھی دکھ یا شرمندگی نہ تھی۔

عادلہ کمرے میں آئی اور صباحت کو جیولری بکس کھولے بیٹھے دیکھ کر وہ مسکرا کر ان کے قریب بیٹھ کر گویا ہوئی تھی۔

"ممی! ہر دوسرے دن جیولری بکس کو کھول کر بیٹھ جاتی ہو کیا اس طرح دوبارہ کہیں سے ان میں جیولری آ جائے گی؟"

"میرا دل مت جلاؤ بلاوجہ کی باتیں کر کے۔ عجیب لڑکیاں ہو تم ایک تو لاکھوں روپے کے زیورات آگ لگا کر بھی شرمندہ نہیں ہے اور دوسری تم ہو جو باتوں کو سمجھنے کے بجائے اپنی ہی دنیا میں مگن رہتی ہو۔" صباحت کے لہجے میں بے حد دکھ اور صدمے کی کیفیت تھی۔

"کیا کروں؟ مجھے بتائیں تو سہی مما!" وہ جھینپ کر گویا ہوئی۔

"مجھے تو یہ سوچ سوچ کر ہول اٹھنے لگتی ہیں اگر کسی دن اماں نے کسی زیور کے مطابق پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گی میں ان کو؟ اس میں میرے ہی نہیں تمہارے باپ کی پہلی بیوی کے بھی دو سیٹ اور 12 طلائی چوڑیاں اور کڑوں کا سیٹ تھا۔ جو وہ لے کر نہیں گئی تھی۔"

"مما! جب دادی نے اتنا عرصہ وہ سیٹ اور چوڑیاں نہیں مانگیں تو اب کیوں مانگیں گی؟ کیا ان کو خواب میں بشارت ہوگی؟"

"ہو بھی سکتی ہے اماں کو تم نہیں جانتی، میں جانتی ہوں۔ جس چیز کو ان سے چھپانے کی کوشش کی جائے وہ ضرور ان کو معلوم ہو کر رہتی ہے اور اگر ان کو حقیقت معلوم ہوگئی تو پھر میری خیر نہیں۔ عائزہ کا تو جو حال ہوگا ہوگا مگر میں بھی پھر اس گھر سے دھکے دے کر نکالی جاؤں گی ہمیشہ کے لیے۔" وہ شدید ترین اعصابی و ذہنی دباؤ کا شکار تھیں ان دنوں۔

"کچھ نہیں ہوگا مما! آپ خوامخواہ ڈر رہی ہیں۔ دادی جان کے پاس اپنے بھی کئی زیورات کے سیٹ ہیں، وہ آپ کے زیورات کو یاد بھی نہیں رکھتی ہوں گی۔" عادلہ کو ماں کی اتری ہوئی صورت دیکھ کر ترس آ گیا تھا۔

"اماں کے پاس اب برائے نام ہی زیور ہوں گے، طغرل اور بھائی کے آنے سے قبل جو بھائی کے لیے کمرہ سیٹ کروایا تھا اور دوسری ضروریات کے لیے انہوں نے وقتاً فوقتاً میرے ہاتھ میں زیورات فروخت کروائے ہیں فیاض سے چھپ کر۔"

"آنٹی تو مری جا کر گویا "مر" ہی گئی ہیں وہ تو واپسی کا نام ہی نہیں لے رہی ہیں خوامخواہ دادی نے ان کے لیے اپنے زیور برباد کیے۔"

"ارے میکے میں جا کر سسرال کی یاد کہاں آتی ہے، یہ بات تم اپنے سسرال جا کر سمجھو گی عادلہ۔" وہ بڑے افسردگی سے جیولری بکس لاکر میں رکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھیں۔

"سسرال اگر من پسند ہو تب بھی میکہ اتنا عزیز ہوتا ہے مما؟"

"سسرال صرف سسرال ہوتا ہے۔" وہ لاکر سے چابی نکالتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"یہ بات عائزہ کو سمجھائیں نا، وہ منگنی کرانے کے بعد اور اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی شرمندہ نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں آپ ڈیڈی کو سب بتا دیں آپ کے اس طرح چھپانے سے وہ نڈر ہو رہی ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو، جانتی ہو تمہارے ڈیڈی کو بتانا ایک قیامت کو بلانے کے مترادف ہے۔ وہ خود سنبھل جائے گی۔"

❁.....❁.....❁

ساحر خان کو ریسٹورنٹ آنے میں دیر نہیں لگی اور اس کے آتے ہی اعوان نے پورا مسئلہ اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"یہ کوئی ناممکن میٹر تو نہیں ہے یار! لیکن تم بہت لیٹ ہو گئے ہو۔" اس نے اطمینان سے سوپ بھر کر چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟ کیوں لیٹ ہو گیا ہوں میں؟"

"کل صبح تمہاری فلائٹ ہے اور چند گھنٹے ہیں تمہارے پاس، ان چند گھنٹوں میں تمہیں صرف جانے کی تیاری کرنی ہے۔ اس مختصر عرصے میں تم کس طرح کورٹ میرج کر سکتے ہو؟ کورٹ میرج کے بعد رخ اپنے گھر نہیں جانا چاہتی ہیں، تم ان کو کہاں سیٹل کر کے جاؤ گے؟" وہ باریک بینی سے اس کو سمجھا رہا تھا۔

"تم سوچ سکتے ہو رخ کی کورٹ میرج کرنا اور پھر گھر چھوڑ دینا، کئی پریشانیاں کھڑی ہو جائیں گی، یہ تنہا کس کس سے فائٹ کریں گی؟"

"آپ میری فکر مت کریں، میں سب سے فائٹ کر سکتی ہوں۔" رخ اعوان کو کورٹ میرج پر راضی دیکھ کر کھل اٹھی، کس قدر مشکلوں سے وہ راضی ہوا تھا اور اب ساحر راہ کی رکاوٹ بن رہا تھا۔

"رخ! ساحر ٹھیک کہہ رہا ہے، تمہارے ڈیڈی بھی اثر و رسوخ والے آدمی ہیں اور ایسے لوگ ناممکن کر دکھاتے ہیں۔" اعوان جذبات کے ساتھ ساتھ دماغ سے بھی کام لیتا تھا، ساحر کی بات سے اس نے بھی اتفاق کیا تھا۔

"اور میں بھی اسی ماہ کے آخر میں انگلینڈ چلا جاؤں گا۔"

"تم تو بس ادھر ادھر اڑتے رہا کرو، کوئی فکر و فاقہ تمہیں ہے نہیں۔"

"ولی عہد ہیں ہم اپنے ابا حضور کے، ہمیں کیا فکر ہوگی بھلا؟" وہ شاہانہ انداز میں گویا ہوا تھا۔

"یہ بات تو ہے تمہیں ہمیشہ میں نے عیش کرتے دیکھا ہے۔"

"تھینک گاڈ! تم نے عیش بولا ہے "عیاشیاں" نہیں، میں تو ڈر گیا تھا۔ خاصا شریف بندہ ہوں۔" وہ برجستہ بولا اور پھر دونوں ہی ہنس پڑے تھے۔ رخ جو دل ہی دل میں مضطرب تھی ایک دم جل کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ارے..... کہاں جا رہی ہو؟" اعوان نے پوچھا۔

"جہنم میں.....!"

"اوہ سوری کیا ہو گیا ہے یار!" وہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"میں چلتا ہوں رات کو تمہارے پاس آؤں گا۔" اس کا موڈ آف دیکھ کر ساحر نے ان کے درمیان سے جانا بہتر سمجھا تھا۔

"او کے سی یو نائٹ!" اعوان نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور وہ چلا گیا تو وہ پوری طرح سے رخ کی طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی بھی بری طرح موڈ آف کیے بیٹھی تھی۔

"مجھ پر اعتبار کرو، میں بھرپور کوشش کروں گا جلد سے جلد اپنا کام ختم کر کے یہاں آ جاؤں اور پھر ہم کورٹ

میرج کرلیں گے مجھے کسی بھی پروانہ ہوگی اپنے ڈیڈی کی اور نہ تمہارے ڈیڈی کی۔"

"میرا دل کہہ رہا ہے اعوان! ہم آج نہ ملے تو پھر کبھی نہ مل سکیں گے۔" اس کے بھیگے لہجے میں سچائی کانپ رہی تھی۔

"دل تو بے وقوف ہے مت آیا کرو اس کی باتوں میں۔ یہ صرف بے وقوف بناتا ہے اور کچھ نہیں کرتا میں ضرور واپس آؤں گا تمہارے لیے۔" اس نے اس کو تسلی دیتے ہوئے سمجھایا تھا۔

"میں ساحر کو وہاں کا فون نمبر دے دوں گا' تم چاہو مجھ سے بات کرنا پھر ساحر تمہارا خیال رکھے گا میں اس کو کہہ دوں گا۔"

❁......⊙......❁

"اماں! طبیعت ٹھیک ہے آپ کی' طغرل نے بتایا مجھے کچھ بے چینی محسوس کررہی ہیں آپ۔" وہ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد کمرے میں آکر لیٹ گئی تھیں' تب ہی فیاض وہاں آگئے تھے۔

"ٹھیک ہوں بیٹا میں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں نے ڈاکٹر سے وقت لے لیا ہے کل شام تیار رہیے گا آپ۔"

"ارے میں ٹھیک ہوں بیٹا! طغرل کا مجھ پر بس نہ چلا تو اس نے تمہیں بھیج دیا میں ہٹی کٹی ہوں' خوامخواہ ڈاکٹر کے پاس جا کے ہزاروں روپے پھونکنے پڑیں گے' اس موئے ڈاکٹر کا کیا بگڑے گا۔"

"اماں! آپ کی صحت سے بڑھ کر میرے لیے روپیہ نہیں ہے' میں آپ کو تندرست و توانا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی بھی مجھ جیسی ماں سے تم اس قدر محبت کرتے ہو فیاض!" وہ فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے دکھ بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ جن کے چہرے پر چھائی سنجیدگی و متانت میں اس کی شوخی و کھلنڈرا پن چھپ کررہ گیا تھا کوئی کہہ نہیں سکتا تھا یہ اپنی ہی دنیا میں گم رہنے والا شخص کسی زمانے میں خاموش بیٹھنا ہی نہیں جانتا تھا۔

"آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں اماں؟ ماں صرف ماں ہوتی ہے مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے آپ سے جو ہوا وہ میرے نصیب میں لکھا تھا۔" انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری سعادت مندی ہے فیاض! جو تم ایسا سوچتے ہو مگر مجھے اب...... جب عمر کی سیڑھیاں چڑھتی اوپر جارہی ہوں' احساس ہورہا ہے کچھ غلط مجھ سے بھی ہوا ہے صباحت کو بہو بنا کرلانے کی ضد میں' میں بیٹے کی محبت فراموش کرچکی تھی۔"

"اماں جان! اب ان باتوں میں کیا لکھا ہے؟ جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا۔"

"غلط فیصلے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں ہماری غلطیوں کا احساس دلاتے ہوئے گزرتے ہیں۔ غلط فیصلوں کا ادراک فوری نہیں ہوتا ہے۔" ان کی پشیمانی زخموں پر سے کھرنڈ نوچنے کی مانند تھی وہ ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"میں کل آفس سے جلدی آجاؤں گا آپ تیار رہیے گا اماں' شب بخیر!" وہ وہاں سے تیزی سے نکل کر اپنے بیڈروم میں آگئے تھے جہاں صباحت ٹی وی پر انڈین مووی دیکھنے میں مگن تھیں۔

"ان فضولیات میں وقت گزارنے سے بہتر ہے کچھ ٹائم اماں کو بھی دے دیا کرو۔ تمہیں خیال کیوں نہیں آتا ہے ان کی تنہائی کا؟" انہوں نے موڈ کے ساتھ ریموٹ سے ٹی وی آف کردیا تھا۔

"واہ بھئی! ایک آپ جلدی آتے نہیں ہیں آفس سے اور کبھی آ بھی جائیں تو آپ کے دماغ ہی نہیں ملتے کسی نہ کسی بات پر غصہ آتا رہتا ہے آپ کو' کبھی جلدی آکر یہ نہیں کہتے کہ چلو آج آؤٹنگ پر چلتے ہیں یا بھائی بھابی کی طرف ہی ایک چکر لگالیں۔" صباحت کو ان کے یہ بگڑے تیور کبھی بھاتے ہی نہیں تھے۔

"کیوں؟ ایسا کیا ہے وہاں جو ان کی طرف چکر لگائے جائیں؟" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے طنزاً گویا ہوئے۔

"اب وہ صرف میرے بھائی بھابی نہیں ہیں' آپ کی بیٹی کے ساس اور سسر بھی ہیں۔ بیٹی دے رہے ہیں وہاں کی خبر گیری تو رکھنی پڑے گی۔"

"اچھا...... بڑی پلاننگ کے ساتھ تم نے یہ رشتہ کیا ہے صباحت بیگم! اب مان نہ مان' میں تیرا مہمان والی کہاوت چلے گی اس گھر میں۔"

"ہونہہ! آپ تو جیسے بیٹی کی وجہ سے بالکل ہی باندھ دیئے جائیں گے؟"

"کس میں ہمت ہے ہمیں باندھنے کی؟ کسی خیال میں مت رہنا صباحت بیگم! بیٹی دے رہے ہیں ہم تمہارے بھائی کے ہاں کوئی ناک نہیں کٹوا رہے ہیں' جو کچھ کہیں گے نہیں۔" وہ کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گئے۔

"بڑے ناک والے بنے پھرتے ہیں۔ ناک تو آپ کی بہت پہلے کٹ گئی ہوتی اگر اللہ کو رحم نہ آگیا ہوتا تو۔" وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھیں۔

"ممی! یہ خود سے باتیں کرنے کی عادت کب سے ہوگئی ہے آپ کو؟" وہ کچن کی طرف فیاض صاحب کے لیے دودھ لینے جارہی تھیں جب ہی عائزہ ان کو لاؤنج میں مل گئی۔

"خود سے باتیں کروں گی؟ تمہارے ڈیڈی ہی دماغ گھما دیتے ہیں۔"

"جب ہی تو کہتی ہوں ممی! شادی اس شخص سے کرنی چاہیے جو ہم مزاج ہو' محبت کرتا ہو' سمجھتا ہو ہمیں' ہماری فیلنگز کو۔ ہم بہنوں نے کبھی بھی آپ اور ڈیڈی کو آئیڈیل میاں بیوی کی طرح' ایک دوسرے سے محبت کرتے نہیں دیکھا' جب دیکھا لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے سے ناراض ہی دیکھا ہے۔" عائزہ کی بات بالکل سچ تھی وہ گڑبڑا کررہ گئی تھیں۔

"ابھی بھی وقت ہے ممی! سوچ لیں میں راحیل کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں' فاخر کے ساتھ میری زندگی بھی اس طرح انگاروں پر لوٹتے ہوئے گزرے گی۔ جس طرح آپ کے ساتھ ہورہا ہے۔" انہوں نے تیزی سے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اللہ نہ کرے تم میرے جیسی زندگی گزارو عائزہ!"

"اگر مجھے راحیل نہ ملا تو میں فاخر کو سب بتادوں گی آپ راحیل کو مجھ سے دور کریں اور میں فاخر کی دلہن

بنوں گی سمجھ رہی ہیں آپ؟ میں محبت کرتی ہوں اس سے۔"

"چپ کرو!" صباحت نے زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو شرم و حیا کی تمام حدیں ہی توڑ کر رکھ دی ہیں۔ لاکھوں روپے کا زیور تم بیگ میں بھر کر اسے دے آئی ہو میں پھر بھی چپ ہوں کہ چلو عزت بچ گئی جو زیورات سے کہیں زیادہ قیمتی تھی مگر تم ہو کہ شرم سے ڈوب مرنے کے بجائے پھر بھی اس بے غیرت کا نام لے رہی ہو۔" لاؤنج کی طرف آتا ہوا طغرل عائزہ کی ہٹ دھرمی سن کر باہر ہی رک گیا تھا۔ جب کہ وہ تھپڑ کھا کر بھی چپ نہ ہوئی تھی۔

"آپ مجھے چپ نہیں کرا سکتی ہیں ممی! میں راحیل کو بھول جاؤں یہ ناممکن ہے اور آپ جیولری کی جو بات کر رہی ہیں وہ اس نے بیگ کھول کر بھی نہیں دیکھا ہے ایسا ہی رکھا ہوا ہے وہ۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارا اس سے ابھی بھی رابطہ ہے؟" صباحت کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"ہاں بات کرتی ہوں میں اس سے وہ تو کہہ رہا ہے اپنی جیولری آ کر لے جاؤ میرے کس کام کی ہے۔"

"اچھا اتنا ایمان دار ہے تو میں جاؤں گی اس سے لینے کے لیے۔"

"وہ آپ کو نہیں مجھے ہی دے گا آپ مجھے جانے دیں۔"

"یہ کسی بھی طرح ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟ میں لے آؤں گی وہ جیولری کا بیگ۔"

"ایسی جیولری پر میں ہزار بار تھوکتی ہوں جو عصمت کے بدلے میں ملے اور تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے اس سے بات کرنے کی۔"

طغرل دبے قدموں سے وہاں سے پلٹ آیا تھا اندر ان کو خبر تک نہ ہوئی تھی۔

"عائزہ کے سر سے یہ گھٹیا محبت کا بھوت آسانی سے اترنے والا نہیں ہے عجیب بے حس لڑکی ہے۔ ذرا بھی گلٹی فیل نہیں کر رہی فیاض انکل جیسے نائس بندے کی کیسی بے راہ روی کی راہ پر چلتی بیٹیاں ہیں یہ......؟ عادلہ اپنی بے ہودہ محبت کا خراج دینے میرے بیڈروم میں چلی آئی تھی۔ میری نیت میں کھوٹ ہوتا یا رشتوں کی پاسداری مجھے کرنی نہیں آتی تو عادلہ تو پہلے ہی خواہشوں کو بے لگام چھوڑے ہوئے تھی پھر احترام اعتبار و اعتماد کا ہر رشتہ ٹوٹ جانا تھا۔" وہ اپنے بیڈروم میں آ کر بے کل سا بیڈ پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔

"یہیں تربیت کام آتی ہے اگر آنٹی نے وقت سے پہلے ہی ان کو ایسی باتوں سے روکا ہوتا سمجھایا ہوتا تو آج خود بھی پچھتا نہیں رہی ہوتیں۔"

"پری بھی تو اسی گھر میں اسی ماحول میں رہ کر پلی بڑھی ہے پھر اس کو کیوں اس قدر اپنے تقدس کا خیال رہتا ہے؟ شاید دو مختلف ماؤں کی نیچر اس میں شامل ہے یا دادی جان جیسی عبادت گزار اور قدم قدم پر نصیحتیں کرنے کی عادت نے اس کو ازحد محتاط بنا دیا ہے وہ اس حد تک اس معاملے میں حساس ہو گئی ہے کہ اپنی طرف اٹھنے والی کسی غیر ارادی نگاہ بھی برداشت نہیں کر سکتی ہے۔" وہ بے دھیانی میں پری کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔

"اوہ! میں اس کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہوں......؟" اس نے خود کو سرزنش کی اور کافی دیر سوچنے کے بعد معید کو کال کی وہ پہلے بھی اس سے یہ معاملہ ڈسکس کر چکا تھا۔

فاطمہ عاشی

تمام آنچل فیملی! السلام علیکم فاطمہ عاشی نام تو نیا ہے مگر میں بتا دوں کہ میں آنچل کی 12 سال سے خاموش قاری ہوں۔ 13 اپریل 1988ء کو میرا نزول ہوا۔ میرا اصل نام عائشہ فاطمہ ہے۔ مجھے فاطمہ پسند ہے مگر گھر والے عاشی بلاتے ہیں۔ بی ایس سی بی ایڈ کے بعد ایم اے اردو کر رہی ہوں۔ پانچ بہن بھائیوں میں میرا نمبر دوسرا ہے۔ جھنگ کے مشہور تعلیمی ادارے میں درس و تدریس سے وابستہ ہوں۔ میرا (Aries Zodiac) ہے مجھے جو اسٹارز پسند ہیں وہ Leo' Libra' Cancer' Pices' Aries ہیں۔ میں اپنے آپ سے اپنے دوستوں سے بہت مخلص ہوں۔ مجھے خوب صورت چہرے بہت متاثر کرتے ہیں۔ مگر میں ان کے پیچھے بھاگتی نہیں۔ خوابوں کی دنیا میں تب جاتی ہوں جب اداسی ڈیرے ڈالتی ہے۔ حقیقت پسند اور بہت Mature ہوں۔ Arians کی طرح جب کوئی تعریف کرتا ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ مجھے Vulfur اور Jeolous لوگوں سے نفرت ہے۔ کچھ حد تک خود پسند ہوں۔ مگر بہت کم امیں بلا کی Extremist ہوں۔ ہر کام کے بارے میں شدت پسندی مجھ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ بہت سے دوست ملے کچھ بے وفا اور کچھ بہت پیارے اور پرخلوص لوگ آج تک صرف ایک دوست سے ہی دل کی بات کہہ پائی ہوں۔ میں محنتی ہوں اور کچھ حد تک ذہین بھی' مگر مجھے غصے سے اور نفرت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ زندگی میں کچھ اونچا مقام بنانا چاہتی ہوں۔ ایک سچے اور Caring لائف پارٹنر کی تلاش اور امید ہر لڑکی کی طرح مجھے بھی ہے۔ جو کہ Nature سے آئیڈیل نہیں بناتی ہر کام کر لیتی ہیں۔ کسی کا دل توڑنا مجھے پسند نہیں ہے۔ منہ پھٹ لوگ بہت عجیب لگتے ہیں۔ سادگی میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ پسندیدہ رائٹرز بہت سی ہیں مگر عمیرہ احمد کی "پیر کامل" نے دل کو چھو لیا۔ مجھے ہر خوب صورت شاعری جو دل کو چھوئے پسند ہے۔ مجھے چیلنج والے لوگ بہت Irritate کرتے ہیں۔ کوشش کرتی ہوں کہ جو بھی سوچوں کہوں دل سے کہوں۔ بدتمیزی بھی کبھی کر جاتی ہوں۔ مگر پھر خود احساس ہو جاتا ہے۔ میں بہت حساس ہوں۔ جن کو اہمیت دوں اور Response نہ کریں تو دل بہت برا ہوتا ہے۔ دوستوں میں کچھ کے ناموں کی ایک جملہ میں تعریف بھی کرنا چاہوں گی۔

فہمیدہ: ایک اچھی اور خوب صورت دوست۔

جیری: میری آپی جو بہت نازک ہے۔

شکیلہ: باوفا دوست خوب صورت لہجہ۔

عروہ: یار آپ کی بات ہی الگ ہے۔ ایک واحد دوست جس سے میں ہر بات کہہ دیتی ہوں۔ (SoNice)

حسنات: میری کزن جو True Pisces ہے تم سے دوستی ہونا لازوال تجربہ ہے یار۔

حفصہ: میری منہ پھٹ گرول کی اچھی بہن کچھ کچھ دوست۔

آخر میں سب کا شکریہ مجھے برداشت کیا' پلیز دعا کو دیجیے گا۔ اللہ حافظ

"یس...... خیریت تو ہے نا؟ اس ٹائم کال کرتے تو نہیں ہو تم؟" دوسری طرف وہ پریشان ہو گیا تھا اور طغرل نے عائزہ کی طرف ہونے والی گفتگو اس کو سنا دی تھی۔

"سمجھ نہیں آتا عائزہ کو ہو کیا گیا ہے ابھی بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے اسے؟" معید بھی سخت اشتعال میں آ گیا تھا۔

"تمہیں راحیل کی ریذیڈنسی معلوم ہے؟"

"ہاں! معلوم ہے تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کو بتانا چاہتا ہوں شریف خاندان کی لڑکیوں کو بہکانے کا انجام کیا ہوتا ہے تم اسی ٹائم آ جاؤ۔" طغرل کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

❁......❁......❁

اعوان کو جاپان گئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔

رخ کے لیے یہ ہفتہ بہت بھاری تھا ایک ایک لمحہ ٹھہر ٹھہر کر گزر رہا تھا۔ اس نے اعوان سے محبت نہیں کی تھی

بالکل اسی طرح جس طرح گلفام کو بے تحاشہ چاہتیں اس کو موم نہ کر سکی تھیں۔ گلفام یا اعوان اس کو کسی سے محبت نہیں تھی۔

وہ صرف پیسے سے محبت رکھتی تھی' راتوں رات امیر ترین بن جانے کی چاہ تھی اس کو اور اپنے ان خوابوں کی تعبیر اس کو اعوان کے ذریعے پوری ہوتے ہوئے محسوس ہو رہی تھی اور اسی نے یہ سوچ لیا تھا وہ جلد از جلد اس سے کورٹ میرج کر کے اس گھر کو چھوڑ دے گی۔ اسے نہ اس گھر سے محبت تھی اور نہ ہی یہاں بسنے والے اپنوں سے کوئی انسیت تھی' وہ غریب اور قدامت پسند لوگ تھے۔

اس کے دل میں خوف تھا اعوان وہاں جا کر اسے بھول نہ جائے اسی وجہ سے وہ اس سے کورٹ میرج کرنے پر راضی کر رہی تھی اور وہ راضی بھی ہو گیا تھا مگر ساحر نے وہاں ٹانگ اڑا دی تھی اور وہ اس سے بہت سارے وعدے لے کر چلا گیا تھا۔

''آپا! یہ رخ کیوں دن بہ دن گم صم رہنے لگی ہے؟ کیا ہوتا جا رہا ہے اس کو؟'' کچن میں کھانا بناتیں ثریا نے فاطمہ سے کہا۔

وہ دونوں کتنی دیر سے ماہ رخ کو نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھے دیکھ رہی تھیں۔ جو گرم شال سے بے نیاز کب سے وہاں بیٹھی تھی۔

''ثریا! تم میری دیورانی بعد میں ہو' بہن پہلے ہو میں کہتی ہوں جتنا پڑھنا تھا اس نے پڑھ لیا۔ منگنی کا خیال چھوڑو ہم شادی کر دیتے ہیں ان دونوں کی' میرا دل تو یہی کہتا ہے۔''

''آپا! میرا بھی یہی خیال ہے مگر گلفام کہہ رہا تھا اس کی نوکری شپ پر لگنے والی ہے' وہاں سے بہت اچھی اس کو تنخواہ ملے گی اور وہ چاہتا ہے پہلے وہ کسی مہنگے علاقے میں بنگلہ لے گا پھر گاڑی' ساری سہولیات ملنے کے بعد ہی وہ شادی کرے گا۔''

''شپ پر؟ وہاں کام کرنے کے لیے بہت پڑھنا پڑتا ہے ثریا!'' ان کے لہجے میں حیرت اور خوشی تھی۔

''چپکے چپکے تیاری کر کے امتحان دے کر آیا ہے اور مجھے بھی کہہ رہا تھا' میں کسی کو بتاؤں نہیں' کیپٹن کی وردی پہن کر آؤں گا جب ہی سب کو خوش خبری سناؤں گا۔''

''یہ تو بہت خوشی کی بات ہے اللہ جلدی وہ دن لائے۔''

❁......❁......❁

معید کے ساتھ وہ راحیل کے فلیٹ آیا تو وہ بند ملا۔ ان کو ناکام ہو کر واپس آنا پڑا۔ طغرل کا موڈ بری طرح بگڑ گیا تھا۔

''آئم سوری یار! تم کو یہاں ایک کے بعد ایک ٹینشن مل رہی ہے۔ میں کہتا ہوں اس سارے معاملے کو فیاض ماموں سے اب چھپانا نہیں چاہیے' ان کو موقع دیکھ کر سب سمجھا دو پھر وہ ہم سے بہتر فیصلہ کریں گے۔'' معید نے ایک کافی شاپ میں کافی پیتے ہوئے مشورہ دیا تھا۔

''مجھے انکل کو بتانا ہوتا تو بہت پہلے ان کو بتا دیتا مگر میں نہیں چاہتا ان کو ایسا ذلت آمیز صدمہ ملے اور وہ کسی کے آگے نگاہیں اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔''

''یہ بات تو ہے فیاض ماموں جیسا نفیس اور خوددار بندہ میں نے نہیں دیکھا۔ چھوٹے ہوں یا بڑے وہ سب سے ہی خلوص و اپنائیت سے ملتے ہیں۔ سب کے ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں' سب کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچتے ہیں سب کے عیبوں پر پردہ ڈالتے ہیں اور ان کے اپنے گھر میں اندھیرا پھیل رہا ہے۔''

''آف کورس یار! یہ تم پرفیکٹ کہہ رہے ہو اور تم فکر مت کرو' عائزہ جیسی لڑکیاں صرف ایک بار محبت نہیں کرتی ہیں۔ ان کو جتنی بار موقع مل جائے یہ اسی طرح بی ہیو کرتی ہیں اور جب شادی ہو جائے تو سب بھلا کر میاں کو پیاری ہو جاتی ہیں۔'' معید کے لہجے میں تمسخر زدہ سچائی تھی۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ وہ جتنی کریزی ہو گئی ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس کو بھول سکے گی معید!'' طغرل کو رتی بھر یقین نہ آیا تھا کہ اس نے عائزہ کی دیوانگی دیکھی تھی۔

''ارے میرے بھائی! ہمارے یہاں کی لڑکیاں بے حد ایڈوانس ہو گئی ہیں' مشرقی روایات کو بھول کر مغربی انداز کی تقلید کرنے لگی ہیں اور تم تو جانتے ہی ہو مغربی اقدار نے وہاں کی عورت سے آزادی کے نام پر عزت و وقار' انا و تقدس سب چھین لیا ہے۔ یہاں بھی یہی چلن فروغ پا رہا ہے لڑکیاں منگنی شدہ ہونے کے بعد بھی بوائے فرینڈ رکھتی ہیں پھر یہی ہوتا تو نہیں اور کیا......''

''ہم مسلمان ہیں' یہ مسلم معاشرہ ہے ہماری روایات نہیں ہیں یہ سب۔''

''چھوڑو یار! اندھوں کے شہر میں آئینہ کوئی نہیں خریدے گا۔''

''تم کبھی فاخر سے ملے ہو؟ بائی نیچر کیسا بندہ ہے وہ؟''

''کئی بار ملا ہوں' بہت پُرخلوص اور رعب داب والا بندہ ہے وہ۔ عائزہ کو بہت اچھی طرح ہینڈل کرلے گا' تم فکر مت کرو۔'' معید اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

''اچھا بتاؤ...... پری کا کیا حال ہے' خاصے دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی ہے اس سے۔ اب تو لڑائی شروائی نہیں ہو رہی ہے اس سے تمہاری۔'' اس نے مسکراتے ہوئے موضوع بدل ڈالا تھا۔

''وہ اپنی نانو کے ہاں گئی ہوئی ہے دو دن سے۔''

''تم سے لڑ کر تو نہیں گئی ہے' لگ تو ایسا ہی رہا ہے مجھے......؟'' پری کے نام پر اس کے چہرے پر رنگ دیکھ کر وہ پوچھنے لگا تھا۔

''جا کر معلوم کر لو اسی سے...... ویسے بھی بہت بڑے حمائتی ہو اس کے تم۔'' وہ کافی پیتا ہوا اطمینان سے گویا ہوا۔

''ویسے ایک بات بتاؤں تمہیں؟'' وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا۔ ''یہ ہر وقت لڑنا جھگڑنا بھی محبت ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔''

''اچھا...... بہت تجربہ ہے تمہیں؟'' جواباً وہ بھی شوخی سے استفسار کرنے لگا تھا' معید ہنس پڑا تھا۔

''ہوں...... کہہ سکتے ہو تم!''

''رات گہری ہو رہی ہے اٹھ جاؤ' اگر دادی جان تہجد پڑھنے کے لیے اٹھ گئی ہوں گی تو پریشان

ہوجائیں گی مجھے اس وقت گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر۔" دونوں کافی شاپ سے اٹھ گئے تھے۔
وہ گھر میں داخل ہوا تو دادی ابھی بیدار نہیں ہوئی تھیں۔ البتہ اس کے روم والی گیلری میں عادلہ موجود تھی۔
"تم...... اس وقت؟" وہ اسے دیکھ کر غصے سے بولا۔ "تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ تم سوتی کیوں نہیں ہو؟"

"طغرل بھائی پلیز! مجھے معاف کردیں' مجھے کل رات کو آپ کے روم میں نہیں آنا چاہیے تھا' بہت شرمندہ ہوں میں آپ سے۔" وہ آہستگی سے کہہ رہی تھی۔
"اٹس او کے' جاؤ! میں ناراض نہیں ہوں تم سے مگر آئندہ خیال رکھنا' میں بار بار معاف نہیں کرتا۔" وہ کہہ کر چلا گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

❁......❁......❁
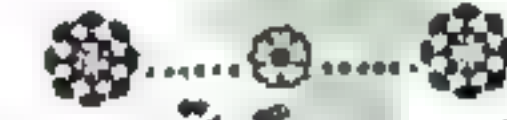
اسلام آباد میں نانو کے کسی قریبی عزیز کی وفات ہوگئی تھی' مرحوم خاتون کی خاص رشتے داری صفدر جمال سے بھی تھی۔ ان کو فلائٹ نہ مل سکی تھی انہوں نے کال کرکے مثنیٰ کو جانے کے لیے کہا تھا' اب وہ دونوں پری کی وجہ سے پریشان تھیں کہ وہ ان کے ساتھ جانے کو تیار نہ تھی۔
"پری! بیٹا ساتھ چلیں نا' ہم اسی ہفتے میں واپس آجائیں گے۔" مثنیٰ نے اصرار کیا وہ کئی بار کہہ چکی تھیں مگر وہ اجنبی لوگوں میں اور وہ بھی ایسی سوگوار فضا میں جانا نہیں چاہتی تھی۔
"آپ میری فکر نہ کریں ممی! میں دادی جان کے پاس واپس چلی جاؤں گی' وہ میرا انتظار کررہی ہیں۔"
"مگر...... آپ تو یہاں بہت سارے دن رہنے آئی تھیں۔" اسے محسوس ہوا ممی کہنا چاہ رہی ہیں' تم تو وہاں کسی سے لڑکر آئی تھیں اور اب ایک ہفتے میں ہی واپس جارہی ہو۔
"سوچا ہوا کب پورا ہوتا ہے؟ سوچتے تو ہم بہت کچھ ہیں۔ میں اکثر سوچوں میں آپ کو اور پاپا کو اپنے ساتھ دیکھتی ہوں' کیا یہ سوچ میری پوری ہوسکتی ہے؟ نہیں نا......؟" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کو خود سے لپٹا لیا۔
"میں تمہاری مجرم ہوں پری! میں نے تمہیں پیدا کیا' مگر حق ادا نہ کرسکی' میں اب یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے ادا کرنے نہیں دیا گیا' میں نے یہ فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔"
"میں آپ کو ہرٹ نہیں کررہی ہوں مما! میں تو صرف آپ کو اپنا خواب بتانا چاہ رہی تھی' اپنی تصوراتی دنیا آپ کو دکھانا چاہ رہی تھی' جس میں آپ اور پاپا میرے ساتھ ہیں وہ دنیا بہت ہی خوب صورت بے حد حسین ہے۔" وہ ان کے سینے سے لگی بے تحاشہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
"مت دیکھا کرو ایسے خواب میری جان! جن کی تعبیر میں صرف دکھ ہی دکھ ہو' مت سوچا کرو اتنا جو سائیکی بنادے' اتنی سوچ' اتنی حساسیت دماغ پر بُرا اثر ڈالتی ہے میری جان۔" وہ دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کے آنسو صاف کررہی تھیں۔ پردے کے پیچھے کھڑی عشرت جہاں خود کو ان کا مجرم سمجھ رہی تھیں۔

❁......❁......❁
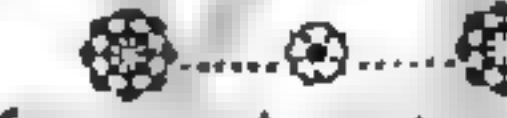
دادی جان کا آج صبح سے موڈ خراب تھا۔ پہلے ملازمہ کو خوب سنائیں' روم کی دو مرتبہ صفائی کرائی ہے پھر

ابیہا نور

پیارے قارئین اینڈ سوئٹ آنچل اسٹاف کو میرا پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ جی تو قارئین نام تو آپ میرا پڑھ ہی چکے ہیں پھر بھی آپ کی تسلی کے لیے قلم خود بتائے دیتی ہوں۔ مابدولت کو ابیہا نور کہتے ہیں۔ ہم لوگ اللہ کے فضل سے 7 بہن بھائی ہیں۔ تین بہنوں اور ایک بھائی کے بعد 4 اپریل کو اس دنیا میں ٹھنڈک کا احساس بن کے تشریف لائی۔
تعلیم کی بات کی جائے تو میں نے انٹر کیا ہوا ہے مزید تعلیم کچھ سہولیات اور ماحول نہ ہونے کی وجہ سے حاصل نہیں کرسکی۔
بات اگر دوستوں کی کی جائے تو میں دوست بہت کم بناتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میری صرف ایک ہی دوست ہے سیماب۔ میری دنیا سیماب سے شروع ہوکر سیماب پر ہی ختم ہوجاتی ہے۔
وہ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہتی ہے اور میری دعا ہے کہ وہ ہمیشہ یوں ہی مسکراتی رہے۔ آمین
مجھے DJ بننے کا بہت شوق ہے لیکن گھر والوں سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے میں اپنا شوق پورا نہیں کرسکی لیکن میں F.M سننے کی شوقین ہوں۔ میرے فیورٹ DJ عمران مغل ہیں اور مجھے ان کے شو کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ کچھ لوگوں کی نظر میں بہت شرارتی ہوں اور کسی حد تک ہوں بھی لیکن کچھ لوگ مجھے سڑیل بھی کہتے ہیں اور سڑیل کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ میں اتنی جلدی کسی سے فری نہیں ہوتی اور اگر کسی کے ساتھ ہوجاؤں تو پھر وہ پچھتاتا ہی رہتا ہے کیونکہ پھر اسے میری باتیں جو سننی پڑتی ہیں۔
گھر میں سب سے زیادہ ڈانٹ ہنسنے کی وجہ سے پڑتی ہے کیونکہ ہم باتیں کم اور ہنستی زیادہ ہیں۔ رنگوں میں مجھے پنک اور بلیک رنگ پسند ہے۔ جیولری مجھے بالکل پسند نہیں کانچ کی چوڑیاں بہت پسند ہے۔ میک اپ کرنا بالکل پسند نہیں ہے کھانے بھی اچھے لگتے ہیں۔ جی کیا کہا اپنی خامیاں اور خوبیاں بتاؤں۔
بتاتی ہوں جناب تھوڑا سانس تو لے لوں۔ ہاں تو مجھ میں خامیاں تو بہت سی ہیں اور خوبیاں چراغ لے کے ڈھونڈنی پڑے گی۔ تھوڑی بہت کام چور ہوں۔ بقول ابو کے نور کو دو دن پہلے کام کا کہو پھر بھی کام ان کمپلیٹ ہی ملے گا۔ کوئی ناراض ہوجائے تو راضی کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ اگر میری غلطی ہو تو، بہت جلد کسی سے فری نہیں ہوتی اور اگر کسی سے فری ہوجاؤں تو پھر آگے والے کا اللہ حافظ۔ غصہ بہت جلد آتا ہے لیکن جتنی جلد آتا ہے اس سے زیادہ جلدی اتر بھی جاتا ہے۔ فارغ وقت میں آنچل پڑھتی ہوں یا پھر سوجاتی ہوں۔ پسندیدہ رائٹرز میں عمیرہ احمد اور نمیرا شریف مجھے بہت پسند ہے۔ سنگرز میں مجھے راحت فتح علی خان کے گانے بہت اچھے لگتے ہیں اور اس کے علاوہ مجھے سیڈ اور میلوڈی گانے اچھے لگتے ہیں۔ شاعروں میں مجھے پروین شاکر اور وصی شاہ بہت پسند ہے۔ آخر میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے مجھ ناچیز (اہم) کے لیے وقت نکالا۔ آخر میں اپنے پڑھنے والوں کو ایک نصیحت کرنا چاہوں گی۔
"زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولنا کیونکہ بعض اوقات ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے بہت سے ایسے رشتوں کو کھو دیتے ہیں جن کے بغیر ہم شاید ہی جی سکیں۔"
اب اجازت چاہتی ہوں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا مجھ سے مل کر آپ کو کیسا لگا ضرور بتائیں۔ اللہ حافظ

اس کی ڈسٹنگ پسند نہیں آئی' واش روم کا فرش بار بار رگڑوایا اب کپڑے دھونے والی کی شامت آئی ہوئی تھی۔
عائزہ نے لاؤنج میں آکر جھٹکے سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔
"وہ نواب زادی وہاں جاکر بیٹھ گئی ہے اس کو دادی کا خیال نہیں آرہا ہے اور ادھر یہ اس کی یاد میں دوسروں پر برس رہی ہیں۔" عادلہ نے بھی بے زاری سے کہا۔
"میرا بس چلے تو دادی کو کسی اولڈ ہاؤس چھوڑ کر آجاؤں۔"
"اچھا......! اور ڈیڈی تمہیں کہاں چھوڑ کر آئیں گے اس کا پتا ہے اور وہ طغرل جو دادی کا سب سے بڑا چمچہ ہے وہ تمہارا کیا حشر کرے گا' تم تصور بھی نہیں کرسکتیں۔" ایک ہی دم عادلہ کو طغرل کا خیال آیا تو وہ گھبرا کر بولی۔
"ہونہہ...... مجھے ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے' میں تو کہتی ہوں وہ یہاں سے دفع ہی ہوجائیں تو

اچھا ہے آئے بڑے خدائی فوجدار بن کر۔"

"تمہیں تو ذرا بھی لحاظ و مروت نہیں ہے عائزہ!" عادلہ کو طغرل کے خلاف اس کی بدتمیزی ذرا نہ بھائی تھی۔

"نامعلوم کس مٹی سے بنی ہو تم؟ تمہاری کتنی بے عزتی کرکے اس نے بیڈروم سے نکالا تھا اور تم...... پھر بھی اس کی حمایت لے رہی ہو بہت ہی بے غیرت لڑکی ہو تم۔"

"ارے زبان کو لگام دو لڑکی! کس تمیز سے بڑی بہن کو بے غیرت کہہ رہی ہو تم؟ یہی تربیت ہے ہمارے گھرانے کی؟ اور عادلہ نے ایسا کیا کردیا جو تم یوں منہ پھاڑ کے اس کو بے غیرتی کا طعنہ دے رہی ہو؟" وہ آپس کی تُو تُو میں میں، دادی کو اندر آتے دیکھ نہ سکی تھیں۔ جن کے کانوں میں ان کا آخری جملہ پڑ گیا تھا۔

"اوہ...... دادی! میں مذاق کررہی تھی عادلہ سے۔" وہ مسکراتی ہوئی بات بنا کر بولی۔

"جی ہاں دادی...... عائزہ تو ایسے ہی مذاق کررہی تھی۔"

"اچھا...... تم لوگ مذاق بھی کتنی سنجیدگی سے کرتی ہو پھر مذاق ہی سہی مگر تم نے بڑی بہن کو بے غیرت کیوں کہا؟"

"غلطی ہوگئی دادی جان! پھر کبھی ایسا نہیں ہوگا۔"

عائزہ کی زبان جو ماں اور بہن کے سامنے بنا لحاظ کے قینچی کی طرح چلتی تھی۔ دادی کے سامنے وہ بول نہیں پارہی تھی۔

"بول کر دکھائے اپنے ہاتھوں سے تمہاری زبان کتر دوں گی قینچی سے۔ لو بھلا ہماری سات پشتوں میں کسی نے یہ لفظ ادا نہیں کیا اور یہ جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش کیا لمبی زبانیں کرکے بیٹھی ہیں، بڑوں کا کوئی ادب ہی نہیں ہے ان کی نظروں میں۔"

"دادی جان! آپ غصہ نہ ہوں، میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں، آپ اپنے کمرے میں چلیں۔" عائزہ کو ان سے جان چھڑانے کی ایک یہی ترکیب سمجھ آئی۔

"چائے مزاج کی طرح کڑوی کسیلی نہیں بنانا عائزہ!"

وہ کہہ کر چلی گئیں اور ان کی جان میں جان آئی کہ انہوں نے پوری بات سن لی ہوتی تو پھر کیا حال ہوتا ان کا؟

۞......۞......۞

"طغرل بیٹا! آپ فری ہوگیا؟" وہ آفس سے نکلنے ہی والا تھا کہ فیاض صاحب کی کال آگئی تھی۔

"جی انکل! آفس سے نکل رہا ہوں، کوئی کام ہے؟" اس نے چیئر سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"جی، پری کی کال آئی ہے وہ گھر آنا چاہتی ہے شوفر میرے ساتھ ہے، میں کراچی سے باہر ہوں رات ہوجائے گی واپسی پر۔ آپ پری کو پک کرسکتے ہیں اس کی نانو کے گھر سے؟"

"شیور انکل!" اس کے وجیہہ چہرے پر دلکش مسکراہٹ ابھری تھی۔ (گڈ! تو محترمہ واپس آرہی ہیں؟)

"انکل میں گھر ہی جارہا ہوں، پک کرلوں گا پری کو۔"

"تھینکس بیٹا! آپ کو ٹائم تو ویسٹ کرنا پڑے گا کیوں کہ وہ آفس سے بالکل اپازٹ ہے مگر......"

"ایسی بات نہیں ہے انکل! آپ فکر مت کریں، میں جارہا ہوں اوکے گڈ بائے!" سیل فون اس نے کوٹ کی جیب میں رکھا تھا اور بے حد مسرور انداز میں وہاں سے نکلا تھا۔

۞......۞......۞
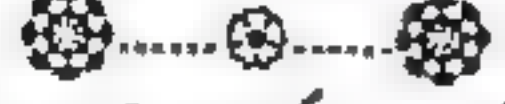
کار کے ہارن پر وہ ممی اور نانو سے مل کر باہر آئی تو کار کے پاس طغرل کو دیکھ کر اس کے ابرو تن گئے۔

"السلام علیکم!" اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے شائستگی سے سلام کیا۔

"شوفر کہاں ہے؟ کیوں آئے ہیں آپ؟" وہ سرد مہری سے کہہ رہی تھی۔

"انکل کراچی سے باہر ہیں اور شوفر ان کے ساتھ ہے، انکل نے ہی کال کی ہے مجھے تمہیں یہاں سے پک کرنے کی۔"

"پاپا کو آپ کے علاوہ کوئی اور نظر نہیں آتا ہے؟ جو ہر بار آپ کو ہی بھیج دیتے ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم لیکن میں انکل کو کال ملا دیتا ہوں، ابھی خود معلوم کرلو ان سے، بتادیں گے۔" اس نے سیل فون نکالتے ہوئے بھولپن سے کہا۔

"رہنے دیجیے!" وہ بیک ڈور کھول کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"معلوم کرلو اچھی بات ہے، میں تو ویسے بھی خاصا بے اعتبار سا بندہ ہوں آپ کی نگاہوں میں۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا ہوا پُراعتماد لہجے میں بولا۔

"میں آپ سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتی۔"

"مجھ سے بحث میں جیتنا کوئی آسان بھی نہیں ہے یہ یاد رکھنا۔" وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

پری نے کوئی جواب نہیں دیا تھا پھر کچھ دیر تک ان کے درمیان خاموشی رہی تھی۔ جس کو طغرل نے ہی توڑا تھا۔

"تم نے صرف ایک ویک اینڈ گزارا ہے اپنی نانو کے ہاں؟"

"مطلب......؟" وہ غرائی تھی۔

"سمجھا تھا روٹھ کر گئی ہو پانچ چھ سال سے پہلے واپس آنے والی نہیں ہو مگر تم......"

"میں کبھی بھی آؤں، کبھی بھی جاؤں میرے پاپا کا گھر ہے، وہ مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تو گویا آگ بنی ہوئی تھی۔

"تمہاری نانو کیا تمہیں کریلے کھلاتی رہی ہیں......؟"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

مجھے جانے دو

ڈاکٹر تنویر انور خان

تیرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
بکھر چلے ہیں تیرا انتظار کرتے ہوئے
تجھے خبر ہی نہیں ہے کہ کوئی ٹوٹ گیا
محبتوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے

"شمی! مجھے جانے دو۔ میں یہاں اور نہیں رہ سکتا۔"

"عدی! میری کوئی غلطی' میرا کوئی قصور......؟"

"نہیں' تم بہت اچھی ہو مگر میں تمہیں آزادی دے کر خود آزاد ہونا چاہتا ہوں۔" عدیل کی بات سن کر شامہ ہل گئی۔

"آزادی......! نہیں مجھے کوئی آزادی نہیں چاہیے۔ میں تمہیں جانے دوں گی مگر مجھے اپنی زندگی سے آزاد مت کرو۔ اپنا اور میرا تعلق مت توڑو۔ اس لیے کہ ہمارے دو بچوں کا مستقبل انہیں سے وابستہ ہے۔ میں طلاق نہیں چاہتی۔"

"ٹھیک ہے' تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میری دوسری شادی کے باوجود بھی میں تم لوگوں کو روپے پیسے کی تکلیف نہیں ہونے دوں گا مگر میں تمہاری زندگی میں نہیں رہوں گا۔"

"میری کوئی غلطی' کوئی ایسی بات جو تمہیں بری لگی ہو عدی! ہم بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں۔ میں نے ہر ممکن تم سے سمجھوتا کیا ہے' ہماری شادی کو پندرہ سال ہوگئے اور آج تم کہہ رہے ہو کہ تم ہمیں چھوڑ کر جارہے ہو...... میں بچوں سے کیا کہوں گی؟"

"میں تمہاری اب کوئی بھی بات سننے کو تیار نہیں ہوں۔ یہ مکان خاصا بڑا ہے تمہارے اور بچوں کے نام کردیا ہے۔ ہمارے مشترکہ اکاؤنٹ میں پچیس لاکھ روپے ہیں' چھ سو گز کا بنگلہ ہے' گلشن میں اچھے پیسوں کا کرائے پر اٹھ جائے گا۔ تمہاری خانگی چل جائے گی' ٹویوٹا کار بھی چھوڑ کر جارہا ہوں' بچے استعمال کریں گے۔ میں ہر ماہ بچوں کے ذاتی خرچ کے لیے تمہارے اکاؤنٹ میں پیسے بھجواتا رہوں گا۔ میرے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینا۔ انہیں کوئی کمی نہ ہو اور مجھے بھی ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں اپنی نئی زندگی میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔ یہ مکان کے کاغذات کی فائل ہے اور یہ بینک کی چیک بک۔ اب ان چیزوں سے میرا کوئی تعلق نہیں...... اب میں چلتا ہوں' میں نے ٹیکسی منگوالی ہے' باہر وہ انتظار کررہی ہے۔ چار بجے شام کی میری فلائٹ ہے' جانا ہوگا' اللہ حافظ!" عدیل فراز نے کہا اور بیڈ روم سے باہر نکل گئے۔ سوٹ کیس کے پہیوں کی گھڑ گھڑاہٹ اس کے دل پر تیر چلا رہی تھی۔ بچے ہفتہ کی چھٹی گزارنے ان کی بہن عظیمہ کے گھر گئے ہوئے تھے۔ اس نے بالکونی سے دیکھا' وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر جاچکا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' اسی دوران اس کی نوکرانی ساجدہ آگئی وہ انہیں بی بی جان کہتی تھی۔

"یہ عدیل میاں کہاں گئے......؟"

"بی بی جان! وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔"

"چھوڑ کر چلے گئے؟ کیا کہہ رہی ہو بٹی......!"

"سچ بالکل سچ! وہ مجھے آزادی دے کر ہمیشہ کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے طلاق کو منع کردیا۔ تب چھوڑ کر چلے گئے۔"

"اور تم نے جانے دیا......؟"

"بی بی جان! میں انہیں زبردستی کیسے روک سکتی تھی؟"

"تم ان کی بیوی ہو اور بچوں کی ماں بھی ہو بیٹی۔"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو وہ مجھے کتنی بہت ساری دولت دے کر گئے ہیں۔ یہ چھ سو گز کا مکان اور بینک میں پچیس لاکھ روپے اور ہر ماہ بچوں کی پڑھائی کے لیے بھی پیسے بھیجیں گے۔ پھر مجھے کیا تکلیف ہوگی؟"

"بیٹی! یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تمہارے لیے شوہر اور بچوں کے لیے باپ کی کمی تو پوری نہیں ہوسکتی ہے۔"

"ہوسکتی ہے نانی بی جان! دیکھیں نا وہ دو کروڑ کا بنگلہ یہ ڈھیر سارے پیسوں کی چیک بک......! عدی کہتے ہیں زندگی گزر جاتی ہے صرف پیسہ ہونا چاہیے۔ پیسہ! اور آج میں بہت امیر ہوں۔" شامہ نے قہقہے لگانا شروع کردیے تھے اور بی بی جان گھبرا گئیں۔

"شمی...... بیٹی! ہوش میں آؤ۔ چلو کمرے میں چلو۔" انہوں نے شمی کو جھنجوڑا اور اسے پکڑ کر کمرے میں لے گئیں۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے جلدی سے شامہ کی بڑی بہن عمیمہ کو فون کیا۔

"عمی بیٹی! فوراً بچوں کو لے کر گھر آؤ۔ شمی کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے عدیل میاں گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور وہ نیم پاگل سی ہورہی ہے بیٹی!"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں بی بی جان!"

"بس تم لوگ آجاؤ۔ میں اکیلی سنبھال نہیں سکتی اس کو۔"

ذرا ہی دیر بعد عمیمہ شمی کے بچوں شرجیل اور شیزا کو لے کر آگئیں۔ شیزا کی عمر چودہ سال اور شرجیل کی تیرہ سال تھی۔ عمیمہ نے دیکھا کہ شمی فائل ہاتھ میں لیے بیٹھی ہے۔

"شمی! کیا ہوا؟ تیری لڑائی ہوئی تھی عدیل سے......؟"

"نہیں میں تو ان سے کبھی نہیں لڑی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"معلوم نہیں...... بس آج انہوں نے کہا مجھے جانے دو میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔"

"اور تو نے جانے دیا......؟"

"باجی! وہ مجھے آزادی دے کر جانا چاہتے تھے میں نے انہیں جانے دیا مگر آزادی نہ لی طلاق نہیں لی۔"

"امی! ابو ایسا کیسے کرسکتے ہیں' آپ نے ہمیں کیوں نہیں بلایا......؟" شیزا بولی۔

"شیزا بیٹی! یہ دیکھو...... تم بھی دیکھو...... اور شرجیل کو بھی دکھاؤ۔ یہ...... یہ اتنی بڑی کوٹھی ہم لوگوں کی ہے کرائے پر اٹھائیں گے اور پچیس لاکھ روپے فکس ڈیپازٹ ہیں' ماہانہ ملے گا۔ زندگی کٹ جائے گی' تمہارے ابو کہہ رہے تھے' بچوں کو پیسوں کی تکلیف نہیں ہوگی۔ تم لوگ بہت پڑھنا...... وہ کہہ رہے تھے کہ ہم ان کی زندگی میں کبھی دخل نہ دیں۔ بس پھر وہ چلے گئے۔"

"امی! پیسوں سے ہمیں باپ کا پیار تو نہیں مل سکتا' ہم یتیم ہوگئے۔ امی! ابو نے ایسا کیوں کیا؟" شیزا ماں کی گود میں سر رکھ کر رو پڑی اور شامہ دور خلاؤں میں گھور رہی تھی۔ لڑکیاں وقت سے پہلے بڑی ہوجاتی ہیں اور آج شیزا بڑی ہوگئی تھی۔ شرجیل اس سے ایک سال چھوٹا تھا مگر کچھ کچھ سمجھ رہا تھا۔

"باجی! ابو کہاں گئے...... امی کیوں رو رہی ہیں؟"

"شرجیل! ابو گھومنے گئے ہیں اور کوئی بات نہیں...... بس امی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ تم اپنے کمرے میں چلو' ہم ابھی آتے ہیں۔" شیزا نے بھائی سے کہا تو شرجیل چلا گیا۔ شامہ گم صم سی تھی اور عمیمہ بھی حیران تھی۔

"شیزا بیٹی! ہمیں شمی کو ڈاکٹر کو دکھانا ہے۔"

"کوئی خاص بات ہے خالہ جانی......!"

"ہاں بیٹی! عدیل نے تمہاری ماں کو بہت بڑا جھٹکا دیا ہے۔ مجھے وہ نارمل نہیں لگ رہی' جس طرح وہ خلاؤں میں گھور رہی ہے یہ ٹھیک نہیں ہے۔" اور شیزا سسک پڑی جیسے

"اوہ ابو...... میری امی کو کچھ ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

"بیٹی! تمہیں شرجیل کو بھی سنبھالنا ہے' تمہیں ہمت سے کام لینا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" عمیمہ نے شیزا کو سینے سے لگالیا اور تب شامہ بولی۔

"تو کیوں رو رہی ہے؟ خوش ہوجا! ارے اتنا پیسہ کسے ملا ہے...... ہم بہت امیر ہوگئے۔ تیرے ابو ڈھیر سارا پیسہ چھوڑ گئے۔ اگر وہ چلے گئے تو کیا ہوا؟ کبھی نہ کبھی تو آئیں گے نا! میں ان کا انتظار کروں گی۔ عدی میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے' وہ ضرور آئیں گے۔ جب انہوں نے کہا مجھے جانے دو تو میں نے جانے دیا۔ جب وہ کہیں گے کہ مجھے آنے دو تو میں انہیں ضرور آنے دوں گی۔ وہ مجھے چھوڑ ہی

نہیں سکتے' وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور میں بھی انہیں بہت چاہتی ہوں۔"

اپنی ماں کی بہکی بہکی باتیں سن کر شیزا پریشان ہوگئی۔ انہوں نے ڈاکٹر ابرار کو بلایا۔ وہ ماہر نفسیات بھی تھے۔ ساری کہانی سن کر انہوں نے بتایا کہ شامہ کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا ہے اور یہ کہ اسے اس گھر کے ماحول سے ہٹانا ہوگا تاکہ عدی کی یادیں کم ہوں۔

"آپ کو انہیں کسی اور کام میں لگانا ہوگا۔"

"جی! کیا مطلب......؟" عمیمہ نے پوچھا۔

"یعنی جس چیز کا شوق انہیں شادی سے پہلے رہا ہو اس طرف لائیں۔"

"اوہ! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب! پینٹنگ کرتی ہے میری بہن! وہ ایک بہترین مصورہ تھی مگر شادی کے بعد اس نے اپنے سارے شوق ختم کردیے۔"

"تو انہیں دوبارہ اس طرف لے جائیں۔" وہ مشورہ دے کر چلے گئے۔

عمیمہ اور شامہ دو بہنیں تھیں۔ عمیمہ اپنے والدین کے گھر میں رہتی تھی' اس نے شادی نہیں کی تھی۔ وہ ایک مقامی کالج میں پرنسپل تھی' والد حیات نہیں تھے اور والدہ ضعیف تھیں مگر معذور نہیں۔ عمیمہ نے اپنی ماں مسز سجاد کو کچھ نہیں بتایا تھا' وہ بھی وہیں گلشن اقبال میں رہتی تھیں۔ ان کا چھ سو گز کا بنگلہ تھا جو سجاد صاحب نے بنوایا تھا اور تب عمیمہ نے فیصلہ کیا کہ وہ بچوں اور بہن کو یہاں نہیں رہنے دے گی۔

❁......✥......❁

"شیزا! مجھے تم سے بات کرنی ہے بیٹی......!"

"جی خالہ جانی!"

"بیٹی! تم سب کو میرے اور اپنی نانی امی کے ساتھ رہنا ہوگا۔ میں تم لوگوں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔ ابھی اماں جی کو بھی کچھ بتایا نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں خالہ جانی! امی کو اس ماحول سے نکالنا ہوگا۔"

"بیٹی! ہمارے تو تم اور شرجیل ہی آنکھوں کے تارے ہو' ہم دو بہنوں کے درمیان تم دو بچے...... ہم تمہارے ساتھ ہیں بیٹی! شامہ ٹھیک ہوجائے گی' ایسا کرتے ہیں کہ دونوں پورشن کرائے پر اٹھا دیتے ہیں' ہمارا گھر اتنا بڑا ہے تم دونوں بہن بھائی اوپر اپنے اپنے کمرے چن لو اور سیٹنگ کرلو۔" عمیمہ نے شیزا سے کہا اور چلی گئی۔ "میں ذرا کمروں کی صفائی کرواتی ہوں۔ تم لوگ اپنی پیکنگ کرو۔" شیزا نے بی بی جان کی مدد سے سامان سمیٹنا شروع کیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' بی بی جان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

"بی بی جان! اوپر پانچ کمرے ہیں۔ ہم دو کمروں میں سامان بھر دیتے ہیں اور لاک کردیں گے۔ تین بیڈ روم اور ڈرائنگ روم کا پورشن کرائے پر دے دیں گے۔"

"یہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو بیٹی۔"

"میں ابو کی وجہ سے اپنی امی کو پل پل مرتے نہیں دیکھ سکتی۔ شرجیل ابھی چھوٹا ہے بی بی جان! ہم اسے تسلی کیسے دیں گے......؟"

"بیٹی! اب اس کے لیے تم ہی سب کچھ ہو۔ تمہیں اپنے ساتھ ساتھ چھوٹے بھائی کی ذمہ داریاں بھی سنبھالنی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں' نہ میں ٹوٹوں گی اور نہ شرجیل کو ٹوٹنے دوں گی۔ امی کو بھی سنبھالوں گی۔ آپ دعا کرنا بی بی جان کہ اللہ مجھے حوصلہ دے۔"

"تو میری گود کی پالی ہے۔ میری دعا تیرے ساتھ ہے بیٹی!"

"ہاں...... آج...... ابھی اور اسی وقت...... ابو کے جانے سے یہ شیزا پانچ سال عمر بڑی ہوگئی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو بیٹی! وقت اور حالات انسان کو بدل دیتے ہیں۔"

❁......✥......❁

شرجیل کو بہت دن تک کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ وہ لوگ اپنی خالہ جانی کے گھر منتقل ہوگئے تھے اور شامہ کو اس کی امی کے کمرے میں رکھا تھا۔ عمیمہ نے شامہ کا گھر کرائے پر اٹھا دیا تھا۔ شامہ پر خاموشی طاری تھی۔ عمیمہ نے مصوری کا بہت سا سامان ایزل وغیرہ سیٹ کردیا تھا اور شامہ کو اس کی امی کہتی تھیں۔

"چلو مجھے پینٹنگ بنا کر دکھاؤ۔" تب شامہ بہت خوب صورت پینٹنگ کیا کرتی۔ وہ اس روز تھک کر سو گئی تھی۔ اس کی امی باہر آئیں۔ عمیمہ اس وقت کالج سے آئی تھیں۔

"امی! آپ یہاں بالکونی میں......؟"

"ہاں بیٹی! شمی کا دکھ دیکھا نہیں جاتا! میری بیٹی نے اپنی

ہر خوشی آرزو و تمنائیں قربان کردی تھیں عدیل کے لیے...... کیا اس لیے کہ وہ اسے یوں چھوڑ کر چلا جائے گا؟ شادی کے پندرہ سال......! ایک عورت کی آدھی زندگی تو ختم ہوجاتی ہے بچتا ہی کیا ہے؟"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں امی! شامہ بھرے پُرے سسرال میں گئی تھی کتنی تیز طالبہ تھی میری بہن! کھیلوں میں پڑھائی میں سب میں اوّل تھی وہ...... عدیل نے آگے اسے پڑھانے کا وعدہ کرکے اس کی خوب صورتی سے شادی کی......"

"تم ٹھیک کہتی ہو اس نے شادی کی پہلی رات ہی میری بچی سے کہہ دیا تھا کہ وہ اگر اسے خوش رکھنا چاہتی ہے تو اپنے ماں باپ کو چھوڑ دے اور میری بچی نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ وہ بس سسرال والوں کی خدمت میں لگ گئی۔"

"امی! شادی کے بعد عدیل ہمارے گھر کہاں آتے تھے...... مگر ہاں میری بہن کی خواہشات کو کچل کر اس کے کاندھے پر پیر رکھ کر وہ ترقی کی منازل طے کرتے گئے امیر ہوتے گئے ان میں غرور آتا گیا۔"

"ہاں وہ اپنی دولت کے زعم میں بہت مغرور ہوگیا تھا۔"

"پتا نہیں شامہ نے کیسے یہ پندرہ سولہ سال گزارے۔"

"کیا اس کی زندگی میں کوئی اور عورت بھی ہے؟"

"ہوگی امی......! جبھی تو شامہ کو طلاق دے رہا تھا۔"

"اللہ نے چاہا تو اس کی گرفت ہوگی میری بے زبان بچی کا دل دکھایا ہے معصوم بچوں کا دل توڑا ہے یہ دولت ان کی قسمت سے تھی اب نہ رہے گی۔ یہ میری بددعا ہے۔" وہ رو پڑیں۔

"امی! آپ حوصلہ رکھیں۔ ہمیں شیزا اور شرجیل کو دیکھنا ہے ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور مجھے یقین ہے عدیل کو سزا ضرور ملے گی۔"

❁......✣......❁

"جب تمہارا ایف ایس سی اور شرجیل کا میٹرک ہوجائے گا تو کیا کروگی؟" عمیمہ نے پوچھا۔

"میں میڈیکل جوائن کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر بس اپنے Apptitude ٹیسٹ کی تیار کرو بیٹی!"

"اگر اس میں فیل ہوگئی......؟"

"یہ کیوں سوچتی ہو شیزا! تم کیسے فیل ہوگی......؟ اتنے اچھے نمبر تھے تمہارے فرسٹ ایئر میں۔ اب انٹر بھی اسی فیصد سے زیادہ آئیں گے۔"

"ہاں خالہ جانی! اگر ابو ہوتے تو نوے فیصد مارکس لاتی۔ ابو کی یاد دل سے جاتی نہیں۔ دو سال ہوگئے ابو نے پلٹ کر پوچھا بھی نہیں...... اور...... اور خالہ جانی میری امی ابھی بھی خلاؤں میں گھور کر دیکھتی ہیں کہ عدیل اب جانے کب آجائیں۔" شیزا کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ عمیمہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"شیزا بیٹی! آنسو نہیں۔ تم ایک بہادر بیٹی بن کر جی رہی ہو۔ پڑھو اور خوب قابل بنو بالکل نہیں رونا۔ تمہیں ترقی کرنا ہے اپنی امی کا خواب پورا کرنا ہے۔"

"آپ سچ کہتی ہیں خالہ جانی! میں اب نہیں روؤں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات میری بہادر بیٹی! ارے ہاں مجھے یاد آیا وہ آرٹس کونسل میں میں نے بات کی ہے شامہ نے اتنے پیارے فن پارے بنائے ہیں ان کی نمائش کے لیے......"

"سچ عمیمہ خالہ!"

"ہاں! وہ لوگ نئے آرٹسٹوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ بہت سارے فن پارے فروخت بھی ہوجائیں گے۔"

"سچ......! خالہ جانی! امی نے سو سے زیادہ فن پارے بنائے ہیں۔"

"مجھے پتا ہے تم ایسا کرنا کہ اپنی امی کے ساتھ بیٹھ کر ہر فن پارے کا ایک کیپشن دینا اگر وہ نہ بتائے تو پھر ہم خود اسے ڈسپلے کردیں گے......"

"بالکل ٹھیک ہے میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے امی کو سنبھال لیا۔"

"اس کے فن میں اس کے برسوں کے دبے جذبات کی عکاسی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے وہ بہت ڈوب کر ہر تصویر بناتی ہیں۔ شادی کے بعد سے لے کر آج تک ہر ہر لمحہ کی تصویر کھینچی ہے میری امی نے...... مجھے ان سے محبت ہے وہ بہت بہادر ہیں۔"

❁......✣......❁

شیزا کا داخلہ میڈیکل کالج میں ہوگیا تھا۔ وہ بڑی محنت سے پڑھائی کررہی تھی۔ شامہ کی مصوری کی نمائش بڑی کامیاب رہی تھی۔ غیر متوقع طور پر اس کی بہت ساری پینٹنگز فروخت ہوگئیں۔

"شامہ! میں بہت خوش ہوں کہ تم ایک بڑی مصورہ بن گئی ہو۔ ہم ہر تین ماہ بعد تمہاری تصاویر کی نمائش کریں گے اسی طرح نئے نئے شاہکار بناؤ۔"

"ہاں باجی! میں نے ان رنگوں میں اپنی راہ تلاش کرلی ہے۔ اب مجھے عدیل یاد نہیں آتے میرا یہ پیسہ میرے بچوں کے کام آئے گا وہ پڑھیں گے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو شمی! تم اپنے ہنر کو اجاگر کرو۔ تمہارے دونوں بچے پڑھ لیں گے۔"

"ان شاء اللہ باجی! اپنی ماں کی اور آپ کی دعاؤں کی بدولت میں یہاں تک پہنچی ہوں۔" کہہ کر شامہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

❁......✣......❁

ایک دن عمیمہ نے شیزا کو پانچ لاکھ کا چیک دیا۔

"یہ کیا ہے خالہ جان......!"

"بیٹی میں چاہتی ہوں تم اپنی ماں کے پیسوں کا حساب رکھو۔"

"خالہ جانی! ہم کوئی الگ تو نہیں ہیں۔"

"بیٹی! میں چاہتی ہوں تم اس پیسے کو جمع کرکے اپنی اور شرجیل کی پڑھائی پوری کرو شمی کی ایک ایک تصویر بڑے مہنگے داموں فروخت ہورہی ہے۔"

"میری امی بہت بہادر ہیں وہ بڑی خوب صورتی سے ان رنگوں کے پیچھے اپنا غم چھپا گئیں۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو ہماری حکمتِ عملی نے شمی کو سنبھال لیا۔"

"خالہ جانی! میرا بھائی بھی وقت سے پہلے بڑا ہوگیا ہے وہ کچھ نہیں کہتا مگر اس کی خاموشی سب کچھ کہہ دیتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں وہ عدیل سے بہت پیار کرتا تھا۔ مگر عدیل نے کسی کی بھی قدر نہیں کی۔ نہ بیوی کی نہ بچوں کی۔"

"کیا سارے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں خالہ جانی!"

"نہیں بیٹی! اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں خاندان نہ بنتے سب لوگ بکھرے بکھرے رہتے......"

"پھر آپ نے شادی کیوں نہیں کی......؟"

"میں اپنی امی کی وجہ سے شادی نہیں کی۔ ہمارے کوئی بھائی نہیں جو ماں کو دیکھ سکتا اور داماد کے پاس امی نہیں رہ سکتی تھیں۔ عدیل شامہ سے شادی کے بعد سے ہم لوگوں سے دور دور رہتے تھے۔ کیا پتا میں شادی کرتی تو میرا شوہر کیسا ہوتا......"

"آپ ڈر گئیں خالہ جانی!"

"نہیں ڈری نہیں مگر حوصلہ نہ کرسکی بس لڑکیوں کے کالج کی پرنسپل بن گئی اور انہیں تعلیم دیتی رہی۔ ماں کی خدمت کرتی رہی اور پھر تم لوگ بھی تو میرے بچے ہو۔"

"خالہ جانی! ہماری زندگی کا محور آپ امی اور نانی امی ہماری جان ہیں۔ ننھا سا خاندان ہے ہمارا۔ صرف ایک مرد ہے ہمارے گھر میں اور وہ میرا بھائی شرجیل ہے۔"

❁......✣......❁

گزرتے دنوں کے ساتھ شیزا ڈاکٹر بن گئی۔ اب وہ ڈاکٹر شیزا عدیل ہوگئی تھی اور اس نے میڈیکل وارڈ میں ہاؤس جاب شروع کردی تھی اس کی دو سہیلیاں ڈاکٹر سلمٰی اور ڈاکٹر اسماء پڑھائی کے زمانے سے اس کی دوست تھیں انہیں شیزا کے دکھ کے بارے میں معلوم تھا مگر کسی اور کو شائبہ بھی نہ ہونے دیا۔ شرجیل بھی انجینئرنگ کے آخری سال میں تھا۔ وہ خاصا لمبا چوڑا خوب صورت نوجوان تھا مگر مزاجاً خاموش طبع تھا۔ اس کے کلاس کی ایک لڑکی صنوبر اسے بہت پسند کرتی تھی۔

"شرجیل! آپ بہت خاموش رہتے ہیں میں آپ کو فرسٹ ایئر سے دیکھتی آرہی ہوں۔"

"تو کیا میں قہقہے لگاؤں......؟"

"نہیں میرا مطلب تھا کہ ہم دوست بن سکتے ہیں۔"

"ہم نے چار سال ساتھ پڑھا ہے تو دوست تو ہیں نا!"

صنوبر سٹپٹا سی گئی۔ وہ ایک خوب صورت لڑکی تھی شرجیل سے ایسے روکھے جواب کی توقع نہ تھی۔

"میرا مطلب ہے شرجیل! ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں ایک دوسرے سے اپنی باتیں شیئر کرسکتے ہیں۔"

"اپنی باتیں کسی سے شیئر کرنا فضول ہے کوئی کیا کرے گا؟"

"اوہ شرجیل! آپ مجھے بہت اکیلے سے لگتے ہیں۔"

"تو..... تو آپ کیا کریں گی؟"
"میں..... میں..... کیا کر سکتی ہوں؟" وہ گھبرا گئی۔
"ارے کچھ نہیں کر سکتی ہیں تو میرا دماغ کیوں کھا رہی ہیں؟"
"شرجیل! میں تمہاری لائف پارٹنر بننا چاہتی ہوں' اگر شادی کے بارے میں سوچو تو پہلے میرے بارے میں سوچنا' میں چلتی ہوں۔" وہ ایک دم سے سب کچھ کہہ کر چلی گئی اور شرجیل اس کی بے باکی پر حیران رہ گیا۔

❁.....✥.....❁

دوسرے روز شرجیل کلاس ختم ہونے کے بعد صنوبر کے پاس گیا۔
"آئی ایم سوری! آپ بہادر ہیں' اپنی ساری بات مجھے کتنی آسانی سے کہہ دی۔"
"کہنا پڑتی ہے کوئی کسی کو چاہتا ہے تو اگر پہل وہ نہ کرے تو خود کرنا پڑتی ہے۔"
"چلو ہم دوست بنتے ہیں۔"
"سچ!"
"ہاں! مجھے اپنے رویئے پر افسوس ہے۔"
"اوہ! بھول جائیں شرجیل! یہ بتائیں کیسی گزر رہی ہے؟"
"بہت اچھی..... میں خوش ہوں۔"
"خوش تو کہیں سے بھی نہیں دکھائی دیتے' آپ تو بہت بارعب اور خاموش طبیعت رکھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ بات کی تو تھپڑ مار دیں گے۔"
"تم میرے بارے میں ایسا سوچتی ہو؟"
"اب نہیں' پہلے سوچتی تھی۔ مگر اب ہماری پڑھائی ختم ہو رہی ہے' لڑکیوں کو شادی تو کرنی ہوتی ہے۔ بہت سارے رشتے آ رہے ہیں مگر میں گائے بکری نہیں..... میری بھی کوئی پسند ہے اور اس لیے میں نے بڑی بے شرمی سے تمہیں اپنا ہی رشتہ دے دیا۔"
"ابھی میں نے شادی کے بارے میں سوچا نہیں..... میں ایم ایس کرنے دو سال کے لیے جرمنی جاؤں گا۔"
"تو کوئی بات نہیں' میں انتظار کرلوں گی۔"
"ارے بابا! ابھی تو میں نے تمہیں پروپوز بھی نہیں کیا۔ امتحان کے بعد سوچوں گا۔"

"میرے تین بھائی ہیں اور میں اکیلی چھوٹی لاڈلی بہن ہوں۔ ابو بڑے بزنس مین ہیں' بھائی ابو کے ساتھ ہی لگے ہیں' سب لوگ ویل سیٹل ہیں' اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"
"میں کیا بتاؤں' آج نہیں پھر کبھی..... میں چلتا ہوں۔" صنوبر نے دیکھا کہ شرجیل کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں پھر وہ چلا گیا۔
امتحان آئے اور چلے گئے اور وہ آخری دن تھا۔
"شرجی! تم کو مجھے سب کچھ بتانا ہوگا۔"
"صنوبر کچھ بھی نہیں..... میں اپنی امی اور آپی کی وجہ سے پریشان رہتا ہوں۔"
"ہمارے ابو ہمیں بچپن میں ہی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ہمیں بہت ساری دولت دے کر..... میری آپی مجھ سے صرف ایک سال بڑی ہیں' وہ ڈاکٹر بن گئیں۔ مگر مجھے بچپن سے لے کر اب تک حوصلہ دیا اور امی..... امی تو ابو کے جانے کے بعد نفسیاتی ہو گئی تھیں' ہم نے انہیں مصوری میں لگایا' دھیان بٹایا۔ آج میری امی ملک کی بہت بڑی مصورہ ہیں۔"
"کیا نام ہے ان کا؟"
"شمامہ....."
"وہ تمہاری مما ہیں.....؟"
"ہاں....."
"میں ان کی مداح ہوں۔ میں نے اپنے گھر میں ان کی تصاویر خرید کر لگائی ہیں' تم اتنی عظیم ماں کے بیٹے ہو کر اداس ہو؟"
"کیونکہ میں جانتا ہوں ہم نے مما کو کیسے سنبھالا۔ ان کا ایک ایک آنسو' ان کی تنہائی..... آپی کی خاموشی او حوصلہ..... میں نے سب بچپن سے دیکھا ہے۔ بولو صنوبر! کیا میں قہقہہ لگا سکتا تھا؟"
"اگر تمہارے ابو نے تمہاری پروا نہیں کی تو تم کیوں سوچتے ہو ان کے بارے میں؟ ماں ہیں نا..... دنیا کا سب سے مقدس رشتہ! اتنا پیارا کہ اللہ نے جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے رکھ دی جو ماں کی خدمت کرے گا وہ جنت پائے گا اور تم نے اور تمہاری آپی نے وہ جنت پائی ہے۔ تم آج ہی مجھے اپنے گھر اپنی مما سے ملانے لے چلو۔"

"مجھے معلوم نہیں آپی ہوں گی یا نہیں..... کوئی بات نہیں خالہ امی ہوں گی' میری نانی ہوں گی..... امی ہوں گی۔"
"تو پھر چلیں.....؟"
"ٹھیک ہے۔"
تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ صنوبر کو لے کر گھر آیا تو سب حیران رہ گئے۔ شیزا ابھی اسپتال سے آ گئی تھی۔
"آپی..... صنوبر.....!" شرجیل نے اسے صنوبر کے بارے میں بتا دیا تھا۔
"ارے! یہ تو بہت پیاری لڑکی ہے۔ آؤ صنوبر..... تم کیسی ہو؟"
"اچھی ہوں! آپی کہہ سکتی ہوں آپ کو؟"
"ہاں..... ہاں..... کیوں نہیں' اگر میں شرجیل کی آپی ہوں تو تمہاری بھی ہوئی....."
"مجھے پتا چلا کہ آپ لوگ اتنی بڑی مصورہ کے بچے ہیں' تو ملنے کو دل چاہا۔ وہ میری آئیڈیل ہیں۔ شرجیل سے معلوم ہوا تو ملنے کی خواہش ہوئی۔"
"اچھا کیا بیٹی تم آ گئیں....." عیمہ نے کمرے سے باہر نکل کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"یہ میری خالہ جانی ہیں۔"
"جی خالہ امی!"
"ہاں شرجیل انہیں خالہ امی کہتا ہے۔"
"آپ سب کتنے اچھے اور محبت کرنے والے ہیں۔"
"ہمیں بڑی خوشی ہے بیٹی کہ تم شرجیل کے ساتھ ہمارے گھر آئیں۔"
"خالہ امی آنا پڑا آخر اپنے آئیڈیل سے ملنا تھا۔ کہاں ہیں وہ؟"
"میں امی کو بلاتی ہوں صنوبر!" شیزا نے کہا۔
"نہیں نہیں آپی! میں خود ان سے ملوں گی' نانی اماں سے بھی ملوں گی۔"
"ارے تم تو ہمارے بارے میں سب کچھ جانتی ہو۔" اس نے صنوبر سے کہا۔
"جاننا پڑتا ہے نا! یہ جو شرجیل ہیں نا بس بڑی مشکل سے پتی کی ہے ان سے آپی..... تو پھر محبت میں تو سب پتا معلوم ہونا چاہیے۔"
"تم محبت کرتی ہو شرجیل سے.....؟" شیزا مسکرائی۔

"جی..... اور یہ..... اب سے نہیں جب ہم فرسٹ ایئر میں داخل ہوئے تھے تب سے یہ میری نگاہوں کا مرکز تھے مگر ان کی خاموشی دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔"
"تم بہت صاف گو اور پیاری لڑکی ہو۔"
"اوہ آئی ایم سوری شرجیل! ہم چلیں آپ کی امی کے پاس.....؟"
"بالکل.....!" شرجیل نے کہا اور وہ دوسرے کمرے کی طرف چل پڑے۔
شرجیل نے امی کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔
"امی.....!"
"کون.....؟"
"میں شرجیل امی.....!"
"ارے بیٹے آؤ..... آؤ۔"
"یہ آپ دونوں اتنے اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہیں زیرو بلب جلا کر۔"
"بس یہ تمہاری نانی اماں کی طبیعت ذرا ٹھیک نہیں تھی۔ جوڑوں میں درد تھا۔"
"اچھا امی! یہ میری کلاس فیلو ہیں صنوبر! اور یہ آپ سے ملنے کی بے حد خواہش مند تھیں' امی آپ ان کی آئیڈیل ہیں اور انہوں نے آرٹس کونسل سے آپ کی تصاویر لے کر گھر میں لگائی ہیں....." ایک ہی سانس میں وہ سب کچھ بول گیا اور صنوبر مسکرا پڑی۔
"آنٹی! مجھے معلوم ہوا کہ شرجیل آپ کے بیٹے ہیں تو بس ملنے کو دل چاہا۔ کتنی پیاری ہیں آپ اور نانی اماں آداب!"
"جیتی رہو بیٹی! آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو' گلے لگو' دعا دوں۔" پھر صنوبر پہلے نانی ماں کے اور اس کے بعد شمامہ کے گلے لگی۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
"ارے یہ کیا بیٹی! تم کیوں رو رہی ہو؟"
"آنٹی! آپ کے گلے لگ کر ماں کی گود کی گرمی محسوس کی ہے۔ میں نے اپنی ماں کو نہیں دیکھا۔ میری پیدائش پر ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں نا کوئی روایت ہے کہ تین بیٹوں پر بیٹی بھاری پڑتی ہے۔ جبھی تو میں اپنی مما سے محروم ہو گئی شاید منحوس تھی۔ میرے پاپا کو لڑکی کی بڑی چاہ تھی اور مما

ان کی خواہش پوری کر کے دور چلی گئیں۔"

"میری بھابی ماں نے مجھے پالا ہے میں انہیں بھابی ماں کہتی ہوں۔ میرے سب سے بڑے بھائی اور سب نے مجھے احساس نہیں ہونے دیا' لوگوں نے بہت کہا کہ میں منحوس ہوں پر پاپا نہیں مانے' شاید میری مما اتنی ہی زندگی لے کر آئی تھیں دنیا میں......" وہ سسک پڑی۔

"تم رو نہیں صنوبر! اگر میں شرجیل کی امی ہوں تو تمہاری بھی ہوں......" اور شرجیل سوچ رہا تھا کہ یہ اتنی ہنس مکھ لڑکی کتنی دکھی ہے مسکراہٹ کے پیچھے اپنا غم چھپالیا ہے۔ صنوبر نے شامہ کی ڈھیر ساری تصاویر دیکھیں اور شامہ نے تب ایک نیو اسکیپ اسے گفٹ میں دیا۔

"تھینک یو آنٹی! اس کو میں اپنے بیڈ روم میں لگاؤں گی۔ اچھا! اب میں چلوں۔"

"میں تمہیں چھوڑ دوں آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے پھر چلیں......؟" اور وہ لوگ شامہ کے کمرے سے باہر نکل آئے۔ فرنٹ ڈور کھول کر شرجیل نے صنوبر کو بٹھایا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی اور چل دیے۔

"تم نے میرے بارے میں تو سب کچھ جان لیا پر اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا......"

"کیا بتاتی کہ میں منحوس مانی جاتی تھی......؟"

"نہیں' تم اب یہ کبھی نہ کہنا۔ تم بہت اچھی ہو اور بڑی بہادر بھی۔ اپنی مسکراہٹ کے پیچھے سب کچھ چھپا لیتی ہو۔"

"شرجیل! ہر انسان کی زندگی میں دکھ ضرور ہوتے ہیں' کوئی خاموشی سے سہہ لیتا ہے اور کوئی اسے مسکراہٹ میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"میں تمہارے گھر جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں! میں نے بھابی ماں کو تمہارے بارے میں بتایا ہے۔"

وہ لوگ سگنل فری زون اور فلائی اوورز گزر کر جلد ہی ڈیفنس پہنچ گئے۔ بہت خوب صورت گھر تھا صنوبر کا...... چوکیدار نے گیٹ کھولا اور کار اندر آ گئی۔

"تم رکو میں آتی ہوں۔" صنوبر نے گھر کے اندر جا کر جلدی جلدی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلوایا اور پھر ملازم نے شرجیل کو وہاں بٹھایا۔ شرجیل کو یہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی کہ اس کی مما کے بنائے ہوئے قدرتی مناظر کی پینٹنگز یہاں لگی تھیں۔ صنوبر سچ کہہ رہی تھی ذرا ہی دیر بعد صنوبر کسی خاتون کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

"شرجیل! یہ میری بھابی ماں ہیں۔"

"آداب!"

"اور یہ شرجیل ہیں' میں نے ذکر کیا تھا نا......!"

"کیسے ہو بیٹے......!" بھابی ماں نے پوچھا۔

"جی! میں بالکل ٹھیک ہوں' آپ لوگوں سے ملنے کا دل کیا' یہ تو میرے گھر میں سب سے مل آئی ہیں۔ انہیں پتا لگا کہ میں شامہ ابرار کا بیٹا ہوں تو انہوں نے میری امی سے ملنا چاہا۔"

"ہاں! وہ اس کی آئیڈیل ہیں۔ جب آرٹس کونسل جاتی ہے' کوئی نہ کوئی تصویر اٹھا لاتی ہے......" وہ ذرا دیر بعد پھر بولیں۔ "تم اپنے گھر والوں کو ہم سے ملا دو بیٹا!"

"اچھا بھابی! میں اب چلتا ہوں بارہ بج رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا! اللہ حافظ!"

❁......❖......❁

رزلٹ آیا' ہمیشہ کی طرح شرجیل ہی ٹاپ پر تھا۔ تب شیزا نے اس سے کہا۔

"شرجی! مجھے تم سے بات کرنا ہے۔"

"جی بولیے آپی!"

"ہم صنوبر کے گھر اب رشتہ لے کر جانا چاہتے ہیں۔"

"مگر آپی! ابھی میں جرمنی جاؤں گا۔"

"تو چلے جانا' بات تو پکی ہو جائے۔"

"اچھا ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔ خالہ جانی کیا کہتی ہیں؟"

"وہ سب صنوبر کو دیکھ کر بہت خوش ہیں' خاص طور سے امی......"

"اور آپ آپی! آپ کیا ایسے ہی قربانیاں دیتی رہیں گی؟ آپ کی شادی......؟"

"فی الحال میں نے ابھی سوچا نہیں۔ شادی سے خوف آتا ہے۔" شیزا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور تب شرجیل اپنی بہن کے پاس اٹھ آیا۔

"آپی! آپ رو نہیں سکتیں۔" اس نے شیزا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ "میں ان آنکھوں میں خوشی دیکھنا چاہتا ہوں آپ کو اچھا انسان ملے گا' سارے مرد ابو کی طرح نہیں ہوتے' تمہیں اس بات کو کسی حادثے کی طرح بھول جانا چاہیے۔"

"شرجی! تم تو لڑکے ہو مگر میں ایک لڑکی ہوں' میری شادی کے بعد اگر مجھے کوئی یہ کہے کہ میرا باپ میری ماں کو اور مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا تو میں سہہ نہ سکوں گی۔"

"ہمارے لیے تو ابو فوت ہو چکے ہیں آپی! ہمیں سب سے یہی کہنا چاہیے۔"

"ہاں مگر ابو زندہ ہیں اور نہ جانے کیوں میری چھٹی حس اس بات کو محسوس کر رہی ہے کہ وہ ہماری زندگی میں ضرور واپس آئیں گے۔"

"اگر ایسا ہوا تو میں انہیں گھر سے نکال دوں گا۔ وہ ہمارا بچپن چھین کر اب یہاں کیا لینے آئیں گے؟"

"امی کی آس ہے کہ ابو ضرور آئیں گے' امی اب بھی ان کی بیوی ہیں' وہ انہیں معاف کر دیں گی۔"

"مگر میں معاف نہیں کر سکتا۔ کبھی نہیں......!"

"اچھا ٹھیک ہے' تم پریشان نہ ہو' یہ ہم خوشی کے موقع پر غم کی باتیں لے بیٹھے۔"

"میں نے صنوبر کو ابو کے جانے کے بارے میں بتا دیا ہے' وہ خود اپنے گھر میں ذکر کرے گی' ہم اس موضوع پر کوئی بات ان کے گھر میں نہیں کریں گے۔"

"اچھا بابا! ٹھیک ہے' تم ناراض مت ہو' میں چلتی ہوں اور ہاں! مجھے صنوبر کا موبائل نمبر دو۔" موبائل لے کر شیزا نے صنوبر کے گھر فون کیا۔ اور صنوبر کی بھابی ماں کا نمبر لے لیا۔

❁......❖......❁

شیزا نے ایک دن عمیمہ' شامہ اور نانی جان کے سامنے مسئلہ رکھ دیا۔

"امی! آپ کو اس خول سے باہر نکلنا ہوگا اور اپنے بیٹے کی شادی کی بات کرنی ہوگی۔"

"ہاں ممی! شیزا ٹھیک کہہ رہی ہے۔" عمیمہ بولی۔

"امی! آپ پاگل نہیں ہیں' یہ خاموشی توڑنا ہوگی۔ میں چاہتی ہوں کہ شرجیل کی شادی ہو آپ کی بہو گھر آئے اور پوتا پوتی میں آپ کا دل بہلے......"

"اور تمہاری شادی......؟" شامہ بولی۔

"میری شادی ابھی نہیں......"

"کیوں نہیں' تم شرجیل سے بڑی ہو۔ پہلے تمہاری شادی ہونی ہے۔"

"مگر امی! میں شرجیل کی شادی سے پہلے شادی نہیں کر سکتی۔ اکیلے آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ پہلے بہو آئے گی گھر میں...... سمجھا کریں امی! ابھی میری پوسٹ گریجویٹ ٹریننگ باقی ہے۔ اس کے بعد ہی میں کچھ سوچوں گی۔"

"شامہ! یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔" عمیمہ نے سمجھایا۔

"ہماری میڈیکل کی پڑھائی لمبی ہوتی ہے۔ مجھے ایم آر سی پی کرنا ہے۔ پہلے ایف سی پی ایس اور پھر آگے پڑھائی ہوگی۔"

"تو کہیں رشتہ تو طے کر لو۔"

"نہیں امی! بالکل نہیں...... آپ ضد نہ کریں' پلیز امی! خوشی خوشی میرا ساتھ دیجیے شرجیل کی شادی کے لیے......"

"ٹھیک ہے' میں خوش ہوں بیٹی! جو تم کہو گی میں کروں گی۔" وہ ممی کے گلے لگ گئی۔

❁......❖......❁

پھر وہ لوگ صنوبر کی بھابی ماں سے وقت لے کر جمعہ کو صنوبر کے گھر پہنچ گئے۔

"مسز آصف! میں اپنے بیٹے شرجیل کے لیے صنوبر بیٹی کا رشتہ مانگنے آئی ہوں آپ ہمیں سوچ کر بتا دیجیے گا۔"

"جی میں آپ کو سب سے مشورہ کر کے ضرور بتاؤں گی۔"

صنوبر کی دو اور بھابیاں بھی تھیں۔ صوفیہ اور سومیا اور پیارے پیارے بھتیجا بھتیجی بھی تھے۔ مسز آصف کے بچے تو بڑے تھے ان کے پہلے بیٹے کی عمر کی صنوبر تھی' وہ لندن میں اپنی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک ہی بیٹا تھا ان کا اور صنوبر اپنے ہم عمر بھتیجے کو بہت چاہتی تھی۔ وہ اے اولیول کر کے ہی باہر گیا تھا۔ باقی بھابیوں کے بچے چھوٹے تھے۔

"ایسا کریں آپ شرجیل بیٹے سے کہیں کہ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں......" بھابی ماں نے کہا۔

"بھابی ماں میں فون کر دیتی ہوں شرجی کو......" صنوبر بولی اور شرجیل کا فون ملایا۔ "کہاں ہو تم......؟"

"میں مصروف تھا۔"

"بس میں کچھ نہیں جانتی' ہم سب لوگ تمہارا کھانے پر انتظار کررہے ہیں آجاؤ۔"

"اچھا ٹھیک ہے' میں آدھے گھنٹے میں آتا ہوں۔"

"ویسے شکریہ شرجیل!"

"کس بات کا......؟"

"ارے میرا رشتہ بھجوانے کا......بس جی رشتہ تو پکا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں آتا ہوں۔"

"بھابی ماں' ہم انتظار کرلیتے ہیں' وہ آدھے گھنٹے میں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے' تم جاؤ' ثیزا بیٹی کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔"

"آیئے آپی! میں اپنا بیڈروم دکھاؤں۔"

"چلو......!"

ثیزا نے دیکھا کہ صنوبر کا کمرا بڑی نفاست سے سجا تھا۔ وہ چاہ رہی تھی کہ صنوبر سے اکیلے میں بات کرے۔

"تمہارا کمرا تو بے حد خوب صورت ہے' ہر چیز پنک......"

"ہاں' اچھا لگتا ہے یہ رنگ مجھے......"

"صنوبر! مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

"جی آپی! آپ آرام سے میرے بیڈ پر بیٹھیں' ہم کافی پیتے ہیں اور باتیں بھی کریں گے۔"

"ٹھیک ہے' تم ملازم کو کہہ دو۔"

"جی آپی بولیے......آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"میں جانتی ہوں تم شرجیل کو چاہتی ہو' تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ اپنے دکھ ہنسی میں چھپا کر دوسروں کو خوشی دیتی ہو۔"

"اس لیے آپی کہ دکھ کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا' ہم اپنے دکھ کسی پر ظاہر کرکے خود کو کمزور نہیں بناسکتے۔"

"میں جانتی ہوں مگر صنوبر! میری تم سے التجا ہے میرے بھائی کو بہت پیار دینا' وہ بہت حساس ہے' میں نہیں چاہتی کہ اس کی زندگی میں کبھی کوئی دکھ آئے' تم بہار بن کر آئی ہو' اس کی زندگی میں تو پھول ہی پھول برسانا' پیار' محبت اور امن کے پھول۔"

"آپی! میں شرجیل کو اتنا پیار دوں گی کہ وہ سارے دکھ بھول جائیں گے۔"

"بس میں تم سے یہی کہنا چاہتی تھی' تم جس گھر میں گئی تھیں وہ میری نانی امی کا ہے۔ ہمارا گھر کرائے پر ہے' میں اب اسے خالی کروالوں گی' تم لوگوں کی شادی سے پہلے......مگر شرجیل جرمنی سے واپسی کے بعد شادی کرے گا' تم اس کا انتظار کرلو گی؟"

"بالکل آپی! شرجیل کی ترقی میں' میں کبھی رکاوٹ نہیں بنوں گی۔"

❁......✧......❁

دو دن کے بعد ہی مسز آصف نے رشتہ کے لیے ہاں کردی۔ جب اس روز شرجیل گھر آئے تھے تو صنوبر کے والد وجاہت علی سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور سارے بھائیوں سے بھی......سب کو شرجیل بہت پسند آئے تھے۔ منگنی کی رسم اگلے ہفتے قرار پائی تھی۔

سادگی سے رسم ہوئی۔ صنوبر بے انتہا پیاری لگ رہی تھی۔ عمیمہ نے نانی اماں کے کہنے پر صنوبر کے لیے پانچ جوڑے بھیجے تھے۔ ہار پھول اور پھلوں کے ٹوکرے......اور مٹھائی......سب بہت خوش تھے۔ شمامہ نے اپنی پیاری سی بہو کو مٹھائی کھلائی۔ ایک سو ایک روپے نچھاور کیا۔ لڑکے والوں نے بھی رسم دہیں کرلی' انہوں نے بھی شرجیل کو رولیکس گھڑی دی اور سات جوڑے دیئے۔ شمامہ بے انتہا خوش تھی' ثیزا نے اپنی بہت ہی پیاری دونوں دوستوں کو بلایا تھا۔ ثیزا نے پوچھا۔

"سلمٰی اور اسماء! میری بھابی کیسی لگیں؟"

"بہت پیاری' بہت اچھی......"

"آؤ! میں صنوبر سے تمہیں ملاؤں۔"

"صنوبر! یہ میری کولیگ اور بہت ہی پیاری سہیلیاں ڈاکٹر سلمٰی اور ڈاکٹر اسماء ہیں۔"

"آپ لوگ آپی کے کہنے سے آئے' میں بہت خوش ہوں۔"

"کیوں نہیں آتے' اگر شرجیل ثیزا کا چھوٹا بھائی ہے تو ہمارا بھی ہوا۔"

"یہ تو سچ ہے آپ لوگ آپی کی سہیلیاں ہیں' یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔"

"اچھا ثیزا! اب ہم چلیں گے۔" اسماء نے کہا۔

ثیزا اور گھر والے بھی کھانا کھانے کے بعد گھر آگئے۔

شرجیل کا ایڈمیشن لیٹر آگیا تھا' اسے جرمنی جانا تھا اور

صرف جانے سے ایک دن پہلے اس نے صنوبر سے فون کرکے کہا۔

"صنوبر! میں کل جارہا ہوں' ہم کہیں ملتے ہیں اور ساتھ ڈنر کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں بھابی ماں سے پوچھ کر بتاؤں گی۔"

پھر صنوبر کو اجازت مل گئی' وہ لوگ سی ویو گئے اور وہیں کھانا کھایا اور پھر آئس کریم کا پروگرام بنا۔ ڈرائیونگ کے دوران شرجیل نے صنوبر سے کہا۔

"صنوبر! میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی بولیں......"

"دراصل ہم مکان بدل رہے ہیں' ہم بھی ڈیفنس میں بنگلہ لیں گے مگر میں نانی امی' خالہ جانی اور امی' آپی سب کو ساتھ رکھوں گا۔ تمہیں اعتراض تو نہیں؟"

"شرجیل! اگر میں آپ سے پیار کرتی ہوں تو پھر مجھے آپ سے وابستہ ہر چیز سے پیار ہے۔"

"دیکھو صنوبر! مجھ سے کبھی جھوٹ نہ بولنا' ابھی یہ کہہ رہی ہو اور بعد میں میرے لیے کوئی پرابلم کھڑی نہ ہو۔"

"شرجیل! میں نے ماں جیسے رشتے کو دنیا میں آتے ہی کھودیا تھا' اتنی ماؤں کا پیار تو کھونا نہ چاہوں گی۔ تمہیں کیسے کھودوں گی' تم مرتے دم تک صرف اور صرف میرے رہو گے۔"

"ویری گڈ! بس مجھے یاد نہ کرنا۔"

"کیا......! کیا......کہا......تمہیں اور یاد نہ کروں؟ جناب ہو ہی نہیں سکتا' ہم روز آن چیٹ کیا کریں گے۔"

"بہت زیادہ نہیں صنوبر' صرف ہفتہ میں ایک دفعہ چیٹ کرلیا کریں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"باتوں باتوں میں معلوم ہی نہ ہوا' تمہارا گھر آگیا۔" اس نے جھٹکے سے گاڑی روک دی اور صنوبر اتر گئی۔ شرجیل گاڑی تیزی سے نکال کر لے گیا' آج صنوبر نے اسے پُرسکون کردیا تھا۔

❁......✧......❁

شرجیل کو ائرپورٹ چھوڑنے بھی گھر والے آئے تھے۔ صنوبر بے حد اداس تھی' الگ الگ سی کھڑی تھی' ثیزا نے اس سے کہا۔

"شرجیل! تم صنوبر سے ملو' وہ اداس ہے۔ چیک ان کا وقت ہوگیا ہے' میں تمہارے سامان کی ٹرالی دیکھ رہی ہوں۔"

شرجیل صنوبر کے پاس چلا آیا۔

"ارے! اداس ہو؟" شرجیل نے صنوبر کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ "ارے! تم تو رو بھی رہی ہو۔ گھبراؤ نہیں' میں کوئی جرمن عورت نہیں لاؤں گا' اب کوئی خود گلے پڑ گئی تو بات دوسری ہے۔"

"شرجیل! مذاق بند کرو۔" وہ رو پڑی۔

"اوہ آئی ایم سوری' تم ایسے رو کر مجھے بھیجو گی تو پڑھ نہ سکوں گا۔"

"مجھے بھولو گے تو نہیں......؟"

"تم بھولنے کی چیز ہو ہی نہیں' اتنی پیاری اتنی اچھی دوست اور ہونے والی بیوی ہو' کیسے بھول سکتا ہوں۔ اچھا اب اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ!" صنوبر نے بھی کہا اور اپنے آنسو چھپا گئی۔ وہ چلا گیا اور سارے لوگ گھر واپس آگئے۔

شمامہ گھر آکر بہت روئی۔

"امی! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ بیٹا ہے آپ کا......دعا دیں کہ وہ ہنسی خوشی واپس آئے۔"

"سوچیں بے قرار کرتی ہیں' کہیں وہ بھی عدیل کی طرح ہمیں چھوڑ تو نہیں دے گا؟"

"امی! ایسا نہیں ہے' شرجیل کبھی ایسا نہیں کرے گا۔"

"ہمی! ثیزا ٹھیک کہہ رہی ہے۔" عمیمہ نے بہن کو سمجھایا۔

"امی! ہمیں بہت کام ہیں' دو سال یوں گزر جائیں گے۔ خالہ جانی کی چھٹیوں میں' ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں' میری پوسٹ گریجویٹ ٹریننگ ابھی باقی ہے' آخری سال ہے۔"

"ہاں شمی! شرجیل کے آنے سے پہلے مکان بیچ کر دوسرا مکان لینا ہے' بروکرز کو کہہ سن دیں گے پھر گھر کی شفٹنگ......میں اپنی کالج کی چھٹیوں میں یہ سب کام سمیٹوں گی۔"

"امی! آپ خالہ جانی سے تعاون کریں۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم......" شمامہ نے ثیزا کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"تم پریشان نہ ہو میں وہی کروں گی جو تم لوگ چاہو گے۔ میں تمہیں اور شرجیل کو اپنی کائنات سمجھتی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں بیٹی کہ تم بہن بھائی نے ترقی کی۔ مجھے اس لائق بنایا کہ میں ایک بڑی مصورہ بنی۔"

"امی! خالہ جانی نے مجھے حوصلہ دیا۔ بی بی جان نے حوصلہ دیا آپ سب اور ہماری نانی اماں...... ان کی دعائیں ان کا پیار...... یہی سرمایہ ہے میرا اور ہم سب کا۔"

"شیزا بیٹی جیسے ہی ہمیں اس مکان کا گاہک ملے گا ہم ڈیفنس میں مکان بھی ڈھونڈ لیں گے' جب تم فارغ ہوگی تو مکان دیکھنے چلا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے خالہ جانی! آپ کے ساتھ ہوں۔"

❁......❖......❁

ڈاکٹر شیزا نے ایف سی پی ایس پارٹ ون کرلیا تھا اور اب اس کی ٹریننگ بھی آخری مرحلے میں تھی' اس کے بعد فائل دے کر وہ ایم آر سی پی کرنا چاہتی تھی تاکہ انگلینڈ جاکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکے' وہ ہر وقت اسپتال میں مریضوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی' سرکاری اسپتالوں میں مریضوں کا رش بہت ہوتا ہے' ان کی میڈم پروفیسر کشور علی بہت سخت تھیں۔ مگر وہ شیزا کو بہت چاہتی تھیں' اس کے ساتھ چھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں' سب ڈاکٹرز کے گروپ بنے تھے۔ زوہیب' صفدر' شامل تھے۔ یہ سب مل کر مریضوں پر اسٹڈی کرتے اور پھر میڈم کے سامنے دوسرے روز ہسٹری پیش کی جاتی' زوہیب بہت ہی بردبار قسم کے ڈاکٹر تھے جب کہ صفدر بہت پر مزاح' ہر وقت لطیفے سناتا رہتا۔

"صفدر! تم کبھی تو سنجیدہ ہوجایا کرو یار!" زوہیب نے اسے آہستہ سے کہا۔

"ارے یہ میڈیکل کی پڑھائی اتنی روکھی پھیکی ہے کہ زندگی ہی روکھی ہوگئی۔"

"تو پھر کیوں پڑھی......؟"

"یہ سوال بڑا اچھا ہے' دراصل ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ جب پیدا ہوا تو ڈاکٹر نے ماں کی گود میں دے کر کہا کہ اسے ڈاکٹر بنانا۔" ساری لڑکیاں ہنس پڑیں' وہ سب کینٹے ٹیریا میں تھے۔

"پھر کیا ہوا صفدر بھائی؟" عاتکہ نے اسے چڑایا۔

"ارے پھر کیا تھا یہ ہوا کہ ہوش سنبھالتے ہی گھر میں ڈاکٹری کی رٹ لگ گئی' قسم سے پیدائش کے دن سے لے کر آج تک چین نہ ملا' ڈاکٹری ہی پڑھ رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے نا! پڑھ لوگے تو بڑے ڈاکٹر بنو گے۔"

"اب ابو کہتے ہیں کہ ایم آر سی پی کرنا۔ ارے عاتکہ! میں تو بوڑھا ہوجاؤں گا' میری شادی......! اس کا کیا ہوگا' وہ میں کس عمر میں کروں گا بتاؤ نا عاتکہ!"

"میں نے تو تمہیں بھائی مانا ہے' باقی لائن کلیئر ہے۔ کوئی ہے نظر میں......؟"

"ارے کہاں نظر میں ہے۔ ہماری نظروں میں تو میڈم کا خوف' غصہ اور چیخ پکار ہی ہے' ادھر اُدھر نظر گھمانے کا وقت ہی نہیں۔"

"اگر وہ ہم پر اتنی سختی نہ کریں تو ہم کیسے سیکھیں گے؟ یہ انسانوں کی زندگی کا سوال ہے۔" زوہیب آخر کار بولے۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں' آج کی ڈانٹ ہمیں کل کام آئے گی۔" ڈاکٹر شیزا بولی۔

"بس! تم تو چپ ہی رہو' ہمیں معلوم ہے کہ تم بہت ذہین ہو اور میڈم کی چہیتی بھی۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں' ویسے لڑکی ڈھونڈ لی تم نے......؟"

"کہاں جی! لڑکیوں کے فون آنے کے بجائے مریضوں کے فون آنے لگتے ہیں' ڈاکٹر صاحب! ڈرپ کی سوئی ٹیڑھی ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب بلڈ لینے والے نے دس سی سی خون نکال لیا' وغیرہ وغیرہ۔"

"اب تم اپنی شادی کے بارے میں ایف سی پی ایس کا فائنل دے کر ہی سوچنا۔" زوہیب نے اسے سمجھایا۔

"بس! ایک تو یہ موبائل فون پاکستان میں کیا آئے ہیں' کھانے کو ہو نہ ہو' ہر مریض کے پاس موبائل ہے۔ چین کا سانس تو ختم ہی ہوگیا ہے۔"

"اچھا! اب بک بک بند کرو' وارڈ میں جانا ہے۔ Isolation میں ایک مریض کل رات داخل ہوا ہے۔ ڈاکٹر شیزا! میڈم نے کہا ہے کہ آپ کو ان کی ہسٹری لینا ہے اور صبح Present بھی کرنا ہے۔"

"ڈاکٹر زوہیب! میں ہسٹری لے لوں گی۔"

"ڈاکٹر شیزا! آپ کو مدد تو نہیں چاہیے؟" باقی ڈاکٹر تو کینٹے سے گھر بھاگ گئے' صرف زوہیب ہی تھے۔

"جی! آپ چلیں تو ڈسکس کرلیں گے' میں ذرا ہوسٹل سے فریش ہوکر آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں بھی فریش ہوکر آتا ہوں۔ جب تک ڈنر ٹائم بھی ختم ہوجائے گا۔"

ڈاکٹر شیزا نے ہوسٹل میں کمرا لیا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھی وہاں رک جاتی تھی' اسماء اور سلمیٰ بھی وہیں آجاتی تھیں مگر آج وہ سب چلی گئی تھیں۔ شیزا نے امی کو فون کیا۔

"امی! آج میں اسپتال میں رہوں گی' کل رات نیا مریض آیا ہے' اس کی ہسٹری تیار کرنی ہے۔ آپ کو معلوم ہے میڈم کشور کتنی سخت ہیں' مجھے کیس دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں بیٹی!"

❁......❖......❁

ڈاکٹر شیزا نے فریش ہوکر نیا بلیو ڈریس پہنا۔ وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ جلدی جلدی بال سکھائے اور گاؤن پہن کر وارڈ نمبر پانچ کی طرف چل پڑی۔ ڈاکٹر زوہیب پہلے سے کھڑے تھے۔

"چلیں......؟"

"ہاں! وہ اوپر Isolation کمرے میں ہے' نہ جانے وہاں کیوں رکھا ہے اسے؟" ڈاکٹر زوہیب نے شیزا سے کہا۔

"میرے خیال میں میڈم کوئی سیریس بیماری سمجھ رہی ہیں جو ہمیں بتائی نہیں ہے۔"

"ہاں کل Discussion ہوگا تو سب معلوم ہوگا۔" ڈاکٹر زوہیب نے ڈاکٹر شیزا سے کہا اور وہ لوگ Isolation روم میں داخل ہوئے۔

بیڈ پر ایک نحیف' لاغر سے ضعیف بزرگ لیٹے تھے۔ بڑھی ہوئی داڑھی' مونچھیں اور آنکھوں پر چشمہ لگا تھا۔ شیزا کو ان کی ہسٹری لینا تھی۔

"زوہیب! آپ ہسٹری کے سوالات کریں' میں لکھتی ہوں۔"

"بابا! آپ کا نام کیا ہے؟"

"عدیل فراز......" شیزا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا' یہ اس کے والد کا بھی نام تھا۔

"آپ شادی شدہ ہیں؟"

"جی......"

"کتنے بچے ہیں؟"

"پانچ بچے ہیں بیٹا!"

"آپ کے پانچ بچے ہیں اور آپ یہاں اس حال میں......؟"

"وہ سب امریکا میں ہیں۔"

"پانچوں بچے......؟"

"نہیں! تین وہاں ہیں اور دو یہاں ہیں مگر کہاں ہیں' معلوم نہیں......؟"

"کیوں......؟"

"کیونکہ میں نے کئی سال پہلے اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ دیا تھا اور دو بچوں کو بھی۔"

"دوسری شادی کرلی تھی پھر آپ نے......؟"

"ہاں' ساری زندگی میں نے عیش و عشرت میں گزاری' دولت کو دونوں ہاتھوں سے لٹایا اور پھر میری دوسری بیوی جو امریکن تھی اس نے بیمار ہونے کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔ سب بچے لے لیے اور مکان بھی لے لیا اور گھر سے نکال دیا۔"

شیزا تیزی سے سب لکھتی جارہی تھی۔

"آپ بیمار کب ہوئے......؟"

"یہی کوئی دو سال پہلے سے کمزوری محسوس ہوئی' تھکاوٹ سی رہنے لگی' میرے ایک دوست نے مجھے اپنے گھر رکھا' میں پاکستان آگیا تھا دو سال پہلے میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔"

"آپ اس خیراتی اسپتال میں......؟"

"ہاں! میرے دوست کے بچوں کو اعتراض تھا کہ میں ہر وقت کھانستا رہتا ہوں' کمزور ہوں' بغیر مدد کے چل نہیں سکتا۔ وہ مجھے گھر میں رکھنا نہیں چاہتے تھے' میرا دوست مجھے یہاں ڈال گیا۔"

"آپ ڈرنک کرتے تھے امریکا میں......؟" شیزا نے پوچھا۔

"ہاں! مگر اب نہیں۔"

"آپ نے اپنے بچوں کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں! نہ جانے وہ کہاں ہوں گے۔ میں ان کا گناہ گار ہوں۔ بچوں کو چھوڑ کر چلا گیا' جب انہیں میری سب سے

زیادہ ضرورت تھی۔ گناہ گار ہوں اپنی پہلی بیوی اور بچوں کا۔"
ہسٹری مکمل ہوئی تو زوہیب نے کہا۔
"فزیکل چیک اپ کر لیتے ہیں۔"
"ہاں! باہر چل کر فائل دیکھتے ہیں' رپورٹس آ گئی ہوں گی۔" نرسز کاؤنٹر پر مریضوں کی فائلز تھیں۔
"Isolation والے مریض کی رپورٹس آئی ہیں؟"
زوہیب نے کاؤنٹر پر پوچھا۔
"جی! فائل میں لگی ہیں' ایک رپورٹ آغا خان سے آنی ہے۔"
"زوہیب! آپ نے ٹھیک سے بابا کا فزیکل Examination کیا تھا؟"
"ہاں ڈاکٹر شیزا! کوئی رسولی وغیرہ نہیں تھی' Abdomen نارمل تھا' سینہ بھی کلیئر تھا۔ Reflexes بھی درست تھے۔ بس ان کی نبض بہت Low ہے۔"
"ہمیں صبح کی رپورٹس کا انتظار کرنا ہوگا۔" شیزا نے کہا۔
وہ دونوں وارڈ سے باہر آ گئے۔
"ارے ڈاکٹر شیزا! ایک بج رہا ہے' چلیے میں آپ کو ڈاکٹرز ہوسٹل تک چھوڑ دوں۔"
"ٹھیک ہے۔" شیزا اور زوہیب ساتھ ساتھ واک کر رہے تھے۔ جب زوہیب نے پوچھا۔
"ڈاکٹر شیزا! آپ منگنی شدہ ہیں؟"
"جی نہیں......!"
"مجھ سے شادی کرو گی؟" زوہیب نے اچانک کہا۔
"جی! میں...... شادی...... ڈاکٹر زوہیب! میں شادی نہیں کروں گی۔"
"مگر کیوں...... کیا میں بُرا ہوں؟"
"نہیں......!"
"میں تمہیں چار سال سے دیکھ رہا ہوں۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو' اپنے کام سے کام رکھتی ہو' میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"
"پسند......! کوئی کسی کو پسند نہیں کرتا۔ سب جھوٹ' فریب اور دغا ہے۔ سارے مرد جھوٹ بولتے ہیں' جب شادی ہو جاتی ہے تو دو چار بچوں کے بعد بیوی کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ دیکھا نہیں اس بوڑھے بابا کو......؟" وہ نہ جانے کیوں اپنے دل کی ساری بھڑاس زوہیب پر نکال بیٹھی اور وہ ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔
"شیزا! کیا ہو گیا آپ کو......؟ میں نے تو ایک نارمل سی بات کی ہے' ہم لوگوں نے اب اتنا پڑھا ہے تو شادی کا وقت آ ہی گیا ہے۔"
"مگر آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے' مجھے شادی سے نفرت ہے۔ میں جا رہی ہوں ڈاکٹر زوہیب! میرا میس آ گیا۔" اور وہ چلی گئی۔ ڈاکٹر زوہیب کو وہ بڑی پیاری لگی۔
"کیا دکھ ہے ڈاکٹر شیزا کو؟ ان کا رویہ ان کی سوچیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔" وہ اپنی کار میں بیٹھ کر گھر واپس آ گئے۔

❁......❖......❁

شیزا اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر لیٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔
"ابو جی! یہ آپ ہی ہو' میرا دل کہتا ہے کہ آپ ہو مگر اس حالت میں...... میں امی کو کیا کہوں گی۔ بابا آپ ہمیں چھوڑ کر کیوں گئے تھے؟ میں مردوں پر سے اعتبار کھو چکی ہوں تو زوہیب کو کیا جواب دوں؟ ہر وقت نفرت کا وہ بوجھ میرے سر پر رہے گا جو آپ نے میری ماں کو دیا۔ ہمیں چھوڑ دیا یہ کہہ کر میری ماں سے کہ مجھے جانے دو؟ بابا! مجھے بھی زوہیب اچھے لگتے ہیں مگر وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے......" وہ بُری طرح تکیہ منہ پر رکھے رو رہی تھی اور وہ کب سوئی پتا ہی نہ چلا۔ دوسری صبح اسے بہت تیز بخار تھا۔ رو رو کر آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ سلمٰی اور اسماء کمرے میں آ گئیں۔
"ارے تجھے تو بخار لگ رہا ہے' آنکھیں بھی سرخ ہیں' وارڈ چلے گی......؟" اسماء نے پوچھا۔
"ہاں چلوں گی' میڈم کی کلاس مس نہیں کر سکتی۔"
"تو پھر بخار کی گولیاں کھا لے اور چل جلدی سے تیار ہو جا۔"
"تم لوگ بیٹھو میں آتی ہوں۔"
وہ تیار ہو کر نکلی تو گرما گرم چائے سلمٰی نے بنائی تھی۔
"یہ لو یہ دوا لے لو۔ مجھے تو تمہاری حالت اس لائق نہیں لگ رہی کہ کیس Present کرو۔"
"زوہیب کر دیں گے' انہوں نے میرے ساتھ ہسٹری

لی تھی۔"
"ارے! یہ کب ہوا؟" اسماء نے پوچھا۔
"کل رات ہم دونوں ساتھ ہسٹری لینے گئے تھے۔"
"اوہ ڈاکٹر زوہیب بڑے تیز ہیں اب پڑھ بھی لیا ہوگا اور پٹر پٹر بولیں گے بھی......" سلمٰی نے کہا۔
"تو تم لوگ گھر کیوں بھاگ گئی تھیں؟" شیزا بولی۔
"تمہیں ہسٹری لینا تھی تو ہم کیا کرتے؟ آف تھا تو چلے گئے۔"
"کوئی بات نہیں سلمٰی! تختۂ مشق تو ہم بنیں گے تم دونوں تھوڑی ہوگی۔" شیزا نے کہا۔
تمام وارڈوں سے راؤنڈ لیتی ہوئی میڈم کشور Isolation روم میں پہنچیں۔
"شیزا کہاں ہے؟" میڈم کشور نے پوچھا۔
"جی میڈم! میں یہاں ہوں۔"
"تم تیار ہو کیس ہسٹری پیش کرنے کے لیے......؟"
"میڈم! ڈاکٹر شیزا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسے بہت تیز بخار ہے۔" اسماء بولی۔
"ہاں لگ رہی ہے مگر ہمیں تو اس مریض کو ڈائیگنوس کرنا ہے۔"
"میڈم! ڈاکٹر شیزا کے ساتھ میں نے بھی ہسٹری لی تھی میں بولوں......"
"ٹھیک ہے ڈاکٹر زوہیب! آپ بتائیں۔"
ڈاکٹر زوہیب نے جلدی جلدی ہسٹری سنائی۔ رپورٹس پڑھیں۔
"یہ تو بے حد انیمک ہیں۔ خون تو صرف سات گرام ہے۔ ایچ بی کم ہے۔ کسی دوا سے کوئی Response نہیں ہے کوئی رشتہ دار نہیں ہے یہ لاوارث ہیں؟"
"جی میڈم! ابھی آغا خان سے رپورٹ آئی ہے۔"
"ہاں میں نے ان کا HIV ٹیسٹ کرایا ہے ان کے جسم کا Immunity System کام نہیں کر رہا۔ صفدر! آپ جاؤ اور نرسوں سے رپورٹ کے لیے کہو۔"
"جی میڈم!"
ڈاکٹر صفدر نرسز کاؤنٹر کی طرف گئے اور رپورٹس لے کر لوٹے۔ وہ رپورٹ بغیر پڑھے وہاں سے چل دیا۔
"میڈم! یہ رپورٹ ابھی آئی ہے۔"
"ڈاکٹر زوہیب! آپ پڑھو بیٹا!"
"میڈم! یہ مریض HIV Positive ہے۔"
"میں یہی سمجھ رہی تھی اس لیے انہیں Isolation میں رکھا تھا۔ ہمیں انہیں ایڈز سینٹر بھیجنا ہوگا۔"
"جی میڈم! مجھے کیا بیماری ہے؟"
"ایڈز ہے آپ کو باباجی! زندگی آرام سے گزارتے تو یہ بیماری نہ ہوتی ہم آپ کا کچھ نہیں کر سکتے بری صحبتوں سے یہ بیماری لگتی ہے۔"
"جی! آپ سچ کہتی ہیں میڈم! دولت کی ریل پیل نے مجھے پاگل بنا دیا تھا میں اپنا آپ کھو بیٹھا تھا میرا انجام یہی ہونا تھا۔"
"آپ نے بہت برا کیا۔ یہ ہمارے بچے ہیں ہمارے ملک کے ڈاکٹرز ہیں کیا کہیں گے انہیں......"
"یہی کہ اللہ تعالیٰ اگر تمہیں پیسہ دے تو پاگل نہ ہو جانا۔ بیوی بچوں کو دھوکا نہ دینا جو میں نے کیا۔ برے لوگوں کی صحبت سے بچنا۔ اس لیے کہ جب آپ کے پاس پیسہ ہے تو سب کچھ ہے اور پیسہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ سب چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔"
"اچھا بابا! ہمارے بچوں کا اگلے ماہ امتحان ہے آپ کو ہم بطور مریض بلائیں گے۔"
"میں آؤں گا میڈم! اگر زندہ رہا تو...... موت بہت نزدیک ہے میں جینا بھی نہیں چاہتا۔" ڈاکٹر شیزا یہ سب کچھ سن کر بے ہوش سی ہوگئی وہ گرنے ہی والی تھی کہ زوہیب نے اسے سنبھال لیا۔
"میڈم! ڈاکٹر شیزا بے ہوش ہوگئی ہیں۔"
"زوہیب! انہیں میرے کمرے میں لے چلو ریسٹ چیئر پر لٹاؤ۔ سلمٰی اسماء تم ساتھ جاؤ۔ ڈاکٹر زوہیب اور ڈاکٹر صفدر آپ کی ذمہ داری ہے کہ ایڈز سینٹر میں ان کو بھیجنے کا بندوبست کریں۔"
"جی میڈم!" وہ اور دوسری لڑکیاں کمرے سے نکل گئیں۔ صفدر اور زوہیب وہیں رک گئے۔ ڈاکٹر صفدر نے کہا۔
"بابا! کیا ضرورت تھی اتنی عیاشی کرنے کی۔ آپ اب ایسی بیماری لگا بیٹھے جو لاعلاج ہے۔"
"بس بیٹا! جو غلطیاں کیں زندگی میں ان کی یہ سزا بہت

کم ہے۔"
"ایسی بات نہیں ہے بابا! دوائیں موجود ہیں انسان کی زندگی کچھ دن بڑھ سکتی ہے۔" ڈاکٹر صفدر بولا۔
"مگر میرے پاس دوائیں لینے کو پیسے نہیں اور زندہ رہنے کی چاہ بھی نہیں۔"
"ہمیں آپ سے ہمدردی ہے۔"
"صفدر! اب کچھ کام کرو میڈم نے کیا کہا ہے......؟"
"ڈاکٹر زوہیب! میرے بھائی! میرے دوست! یہ کام تو تم سے زیادہ اچھا کوئی نہ کرے گا۔ میں ساتھ ہوں تم کرونا سارا انتظام......"
"ہمیں وہاں کے ڈاکٹرز سے بات کرنا ہوگی۔"
"تو کرونا! میڈم نے کہا ہے کہ ان کی بھی بات کرائی جائے۔"
"صفدر پلیز! سیریس ہو جاؤ۔ ہمارے امتحان ہیں اگلے ماہ...... پڑھائی بھی کرنا ہے۔"
"وہ بھی کرلیں گے ابھی مجھے ڈاکٹر شیزا کی فکر ہے نہ جانے وہ کیسی ہیں؟"
"میڈم ہیں ان کے پاس ٹھیک ہی ہوں گی۔"

❁......❖......❁

ڈاکٹر زوہیب نے ایڈز سینٹر سے معلومات اکٹھا کر کے میڈم سے بات کروادی۔ پروفیسر کشور ڈاکٹر شیزا کی طرف سے تھوڑی پریشان تھیں۔
"تم دو دن آرام کرلو ڈاکٹر شیزا! امتحانات نزدیک ہیں پڑھ تو رہی ہونا۔"
"جی میڈم!"
"اچھا! تم اب جا کر آرام کرو۔ گھر جاؤ گی یا ہوسٹل؟"
"میڈم! گھر میں کام ہے میں ہوسٹل میں رہ کر ہی پڑھوں گی۔"
"ٹھیک ہے بیٹی! آپ جاؤ۔"
میڈم کشور نے ڈاکٹر زوہیب سے کہا۔
"عدیل بابا کے بال وغیرہ ٹرم کروادو اور داڑھی بھی ٹھیک کروادو اس قدر منتشر لگ رہے ہیں۔"

❁......❖......❁

ڈاکٹر شیزا اس شام وارڈ کی طرف آئی تو ڈاکٹر زوہیب خاصے مصروف تھے۔ وہیل چیئر پر Isolation Room سے عدیل فراز کی شفٹنگ تھی۔
"آپ ڈاکٹر شیزا!"
"جی میں کچھ کیس اسٹڈی کرنے آئی تھی آپ کیا کر رہے ہیں؟"
"میں ذرا مریض کے ساتھ ایڈز سینٹر جا رہا ہوں۔"
"مریض کہاں ہیں؟"
"وہ وہیل چیئر پر ہیں بہت لاغر ہیں چل نہیں سکتے۔"
تب ڈاکٹر شیزا نے دیکھا تو شک یقین میں بدل گیا۔ کلین شیو کے بعد وہ اپنے بابا کو کیسے نہ پہچان سکتی تھی۔ اس نے دیوار سے ٹیک لگالی اور کنارے ہو کر انہیں رستہ دیا۔
"ابو جی! یہ کیا کیا آپ نے؟ میں کیا کروں امی کو کیسے بتاؤں کہ آپ واپس آگئے ہیں اور زندہ ہیں...... کس سے کہوں...... کس سے بانٹوں یہ غم......؟" مگر وہ بہت بہادر تھی۔ اس نے آنسو پونچھے اور مریض دیکھنے وارڈ کی طرف چل دی۔ سب کام ختم کر کے وہ ڈاکٹرز ڈیوٹی روم میں آگئی۔ سسٹر ماریہ سے کہا۔
"مجھے ایک کپ چائے دیں گی......؟"
"بالکل دیں گے ڈاکٹر! ہم اپنے لیے بھی چائے بنا رہے تھے۔"
"سب مریضوں کا راؤنڈ کرلیا......؟"
"جی وہ آر ایم او ڈاکٹرز سب کر کے چلی گئیں۔"
"ڈاکٹر بہت عرصہ بعد ہمارے وارڈ میں کوئی HIV Positive آیا ہے چھ ماہ پہلے ایڈز کی ایک عورت آئی تھی۔ وہ بھی بہت لوگی چار ماہ بعد ہی ایڈز سینٹر میں فوت ہوگئی۔"
"اچھا! ہمیں نہیں معلوم......" شیزا نے نظر انداز کردیا۔
"یہ لیں چائے! آپ کا بیچ سب سے اچھا تھا اب آپ لوگ چلے جائیں گے نہ جانے نئے ڈاکٹر کیسے آئیں گے؟"
"آپ لوگ بھی بہت اچھی ہیں۔ اچھا ماریہ! میں چلوں گیارہ بج رہے ہیں۔" وہ وارڈ سے باہر آگئی۔ وہیں ایک چبوترے پر اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں بیٹھ گئی۔ کتاب کھلی تھی اور آنسو بہہ رہے تھے۔ جو اس کے سفید کوٹ میں جذب ہو رہے تھے۔ وہ ہاتھوں سے چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔ دور اِدھر اُدھر مریضوں کے Attendants آجا رہے تھے۔

"ابو جی! کیوں کیا آپ نے ایسا......؟ میں شرجیل اور امی سے کیا کہوں گی؟ میرا بھائی تو آپ کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا اور میں چاہتے ہوئے بھی اسے بتا نہیں سکتی' میں امی کو پھر سے نفسیاتی مریض نہیں بنا سکتی۔ ابو جی! میں نے آپ کو پہچان لیا آج آپ اور ہم کتنے خالی ہاتھ ہیں مگر میں آپ کو بتاؤں گی کہ میں آپ کی بیٹی ہوں' ضرور بتاؤں گی۔" وہ سسک رہی تھی اور تب ہی اچانک ڈاکٹر زوہیب کی گاڑی آ کر رکی' وہ کار سے اترے۔

"ڈاکٹر شیزا!" انہوں نے اسے کندھوں سے پکڑ لیا۔ "تم رو رہی ہو؟"

"جی......وہ میں......میں پڑھ رہی تھی۔"

"تمہاری پوری کتاب آنسوؤں سے بھیگی ہے' چلو اٹھو گاڑی میں بیٹھو' تم کہہ رہی ہو کہ پڑھ رہی تھیں؟"

"مگر ڈاکٹر زوہیب!"

"بھروسا ہے نا مجھ پر......؟"

"جی! لیکن میں ٹھیک ہوں۔"

"تم ٹھیک نہیں ہو' ہم لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔" ڈاکٹر شیزا ڈاکٹر زوہیب کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ "ڈاکٹر شیزا! مجھے تمہاری ذاتی لائف میں دخل نہیں دینا چاہیے مگر مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے کہ تم شادی کرنا کیوں نہیں چاہتی ہو؟" ٹپ......ٹپ......ڈھیر سارے آنسو شیزا کی آنکھوں سے گر رہے تھے۔ "شیزا! میں اگر تمہیں اپنا جیون ساتھی بنانا چاہتا ہوں تو پھر سب کچھ جاننے کا حق رکھتا ہوں۔ تم مجھ پر بھروسا کرو شیزا! میری زندگی میں بھی کوئی لڑکی نہیں آئی' مجھے کسی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی مگر میں MRCP کرنے انگلینڈ جاؤں گا اور شادی کر کے جانا چاہتا ہوں۔"

"ڈاکٹر زوہیب! آپ بہت اچھے ہیں مگر میرے بارے میں وہ سچ جان کر شاید مجھ سے نفرت کریں جو آپ کو معلوم نہیں۔" وہ بری طرح رو پڑی۔ ڈاکٹر زوہیب پریشان ہو گئے۔ شیزا کار کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ زوہیب کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا' وہ بھی خاموش ہو گئے اور کار کی رفتار تیز کر دی۔ انہیں بھوک بھی لگی تھی' انہوں نے Village ریسٹورنٹ سے آگے سیدھی سڑک کا راستہ پکڑا۔ وہ گھبرا گئی۔

"ڈاکٹر زوہیب! ہم کہاں جا رہے ہیں' بہت اندھیرا ہے۔"

"اغوا کر کے لے جا رہا ہوں تمہیں......! چپ بیٹھو' ہم کھانا کھانے جا رہے ہیں۔"

"کھانا کھانے! اتنے سناٹے میں......؟"

"ہاں' یہاں ساحل کے کنارے چند ہوٹل کھلے ہیں' یہ جو تم اتنے بڑے بڑے آنسو بہا رہی ہو' تو پھر میں کھانا کھانے سناٹے کی جگہ پر ہی جا سکتا ہوں۔"

"میں نے یہ جگہ کبھی نہیں دیکھی۔" ڈبڈبائی آنکھوں سے زوہیب کی طرف دیکھا' وہ بے حد ہینڈسم تھے' ان کی مردانہ وجاہت نے اس کا دل موہ لیا تھا۔ ڈاکٹر زوہیب نے ٹشو پیپر دے کر کہا۔

"آنسو پونچھو! کوئی سمجھے گا کہ میں نے تمہیں مارا ہے۔" شیزا نے جلدی جلدی وہی کیا جو زوہیب نے کہا۔ اپنے پرس سے کنگھا نکال کر بال بنائے' لمبی سی چوٹی کھولی تو زوہیب بولے۔

"بال کھلے رہنے دیں؟ اچھے لگ رہے ہیں۔" اس نے ایسے ہی بال کھلے چھوڑ دیئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوگ ساحل پر بنے ایک ہوٹل میں آ گئے۔ کھانے کا آرڈر دے کر زوہیب نے شیزا سے کہا۔

"شیزا! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہم آج یہاں جو بھی بات کریں گے وہ میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔ تم اتنی پیاری سی خاموش لڑکی' کیا دکھ ہو سکتا ہے تمہیں......؟"

"کچھ دکھ بتانے کے لائق بھی نہیں ہوتے۔"

"شیزا! ہم اب بچے نہیں ہیں۔ ہم بڑے ہو گئے ہیں' ہمیں اپنی زندگی کے فیصلوں سے اپنے ماں باپ کو آگاہ کرنا ہو گا۔"

"ہاں! مگر میں اب نہیں برسوں پہلے چودہ سال کی عمر میں وقت سے بہت پہلے بڑی ہو گئی تھی۔"

"کیا مطلب......؟"

"وہ کئی سال پہلے کی بات ہے جب میرے کروڑ پتی باپ نے میری ماں جو بے حد معصوم تھیں' پیاری تھیں سے کہا مجھے جانے دو' مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا......میرے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینا' میں تمہارے نام بنگلہ چھوڑے جا رہا ہوں اور پچیس لاکھ روپے فکس ڈپازٹ......ایک ٹیکسی منگائی اور گھر سے نکل گئے۔"

"کیا کہہ رہی ہو' تم نے اپنے ابو کو روکا نہیں......؟"

"میں اور شرجیل نانی امی کے پاس تھے' میں چودہ سال کی اور وہ تیرہ سال کا تھا......اب وہ انجینئر ہے۔ جرمنی ایم ایس کرنے گیا ہے۔"

"ایسے کیسے چلے گئے ابو تمہارے......؟"

"زوہیب! وہ لمحات جب میں نانی امی کے ہاں سے آئی تو امی کو سکتے کی کیفیت میں دیکھا اور تب......اپنی روتی ماں کو دیکھنے سے لگا کہ یہ شیزا بہت بڑی ہو گئی۔ چھوٹا بھائی گم سم کھڑا تھا' وہ تو سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ جس باپ کے سینے پر سر رکھ کر وہ سوتا تھا' وہ جا چکا تھا۔"

"تمہاری امی سے کوئی لڑائی جھگڑا ہوا تھا؟"

"نہیں' میری امی انہیں بہت چاہتی تھیں۔ وہ بس خاموش رہتی تھیں۔ وہ انہیں طلاق دے کر جانا چاہتے تھے مگر امی نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ وہ چلے گئے پر میری امی کو آس ہے کہ وہ ضرور آئیں گے' ہم اپنی نانی امی اور خالہ جانی کے گھر آ گئے' ہمت نہ ہاری' امی کو مصوری کی طرف لا کر ملک کی نامور مصورہ بنایا۔"

"کیا نام ہے تمہاری امی کا......؟"

"ثمامہ ابرار......!"

"اوہ! وہ تو میری پسندیدہ آرٹسٹ ہیں۔ تم ان کی بیٹی ہو؟"

"ہاں زوہیب! امی کو تنہائی اور نفسیاتی حالت سے نکالنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنا پڑی۔ آخر کار وہ اس صدمے سے باہر آ گئیں۔ شرجیل کو ہم نے پڑھایا اور امی کی کلاس کی لڑکی صنوبر سے رشتہ طے کر دیا۔"

"اور تم شرجیل سے بڑی ہو' تمہاری شادی کے لیے کوئی نہیں سوچ رہا؟"

"سب سوچ رہے ہیں مگر میں نے امی کو منع کر دیا' ڈر لگتا ہے۔"

"اچھا! چلو کھانا کھاؤ پھر بات کرتے ہیں۔" انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ زوہیب دیکھ رہا تھا کہ اس کی رو رو کر ہچکی سی بندھی تھی۔

"شیزا! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چلو اب چلیں؟" وہ باہر نکلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"سب کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"

"اچھا! گاڑی میں بیٹھو۔" وہ بیٹھ گئی۔

"اب بولو کیا بات ہے؟"

"زوہیب! میرا بھائی بابا کا نام بھی سننا نہیں چاہتا اور وہ میرے سامنے ہیں۔"

"تمہارے سامنے......؟"

"ہاں!"

"مگر کہاں ہیں وہ......؟"

"وہ میرے ابو جان ہیں' ہمارے مریض عدیل فراز......!"

"کیا......!" زوہیب نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ "تمہیں معلوم تھا پہلے دن سے کہ وہ تمہارے ابو ہیں؟"

"ہاں!"

"پھر بھی تم نے پوری ہسٹری لی' چیک اپ کیا اور تمہارے رونے کی وجہ بھی وہی ہیں؟"

"ہاں ڈاکٹر زوہیب! میں اس لیے پریشان ہوں کہ میں امی کو کیا کہوں کہ ان کے شوہر ایڈز کی بیماری لے کر آئے ہیں اور شرجیل! اسے کیا کہوں......؟ خالہ جانی کو کیا کہوں......؟ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں تو رو ہی سکتی ہوں۔"

"نہیں! تم اب بالکل نہیں روؤ گی۔ تم تو بڑی بہادر ہو اور شادی کیوں نہیں کرو گی؟"

"اگر مجھے بھی مما کی طرح کسی نے چھوڑ دیا تو......تو......؟"

"جسٹ شٹ اپ! وہ میرے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ تم تو اتنی باہمت لڑکی ہو۔"

"میں بابا کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔ مگر نفرت کا ایک جذبہ سا ابھرتا ہے تو میں یہ نہیں کر سکتی۔"

"تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گی۔"

"زوہیب! اگر بابا کو کچھ ہو گیا تو مجھے انہیں بتانا ہو گا۔"

"پلیز شیزا! چپ ہو جاؤ' میرا خیال ہے شرجیل اور امی کو بتانا درست نہیں ہے فی الحال! سب کچھ خراب ہو جائے گا۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"تمہاری امی سہہ نہیں سکیں گی' اگر وہ پھر Collapse کر گئیں تو......؟"

"میں جانتی ہوں۔"

"سنو۔ شیزا! ہم ڈاکٹر ہیں' وہ تمہارے ابو ہیں' جان کر دکھ ہوا۔ میں۔ بیں دیکھنے چلا جایا کروں گا۔ میں اپنے دوست ڈاکٹر سیماب کو کہہ دوں گا وہ ان کی دیکھ بھال کریں گے۔ شیزا! تمہیں صبر کرنا ہوگا اور یقین کرو' یہ سب میرے پاس راز رہے گا۔" وہ خاموش ہوگئی۔

"اب چلیں......؟"

"ہاں......"

"امتحانات کے بعد میرا رشتہ آئے گا تمہارے گھر......"

"مگر زوہیب! آپ اب بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟ یہ جان کر بھی کہ میں ایک ایڈز والے آدمی کی بیٹی ہوں۔"

"اس بات سے تمہارا لینا دینا کچھ نہیں ہے۔ وہ ان کے اعمال کا پھل تھا جو انہیں اس روپ میں ملا' بُرے کاموں کا بُرا انجام ہوتا ہے۔ بس بھول جاؤ سب...... وہ ہمارے لیے صرف ایک مریض ہیں۔ اچھا اللہ حافظ۔" وہ ڈاکٹرز ہوسٹل کے پاس اسے اتار کر چلے گئے۔

❁......❖......❁

اس رات زوہیب کی باتوں نے شیزا کو حوصلہ دیا تھا۔

"ابو جی! میں مجبور ہوں' مجھے آپ سے ہمدردی ہے مگر جس طرح آپ نے ہمارے ساتھ کیا' وہ میں بھول نہیں سکتی۔ میں اپنے بھائی کی زندگی کو بکھیر نہیں سکتی اور میری ماں......! وہ تو اپنا آپ کھو دیں گی۔ زوہیب ٹھیک کہتے ہیں اگر میں ڈاکٹر نہ ہوتی تو معلوم بھی نہ ہوتا کہ کوئی عدیل فراز اسپتال میں داخل ہوئے ہیں۔" وہ تکیے میں منہ چھپا کر سسکتی رہی۔ "ابو! میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی' یہ راز میرے سینے میں دفن رہے گا۔ ہمیں دوسروں کی خوشیاں چھیننے کا کوئی حق نہیں...... ہم ہر دفعہ کسی کے دکھ کا باعث نہیں بن سکتے۔" یہ سب سوچتے سوچتے وہ سوگئی۔

دوسری صبح وہ خاصی فریش تھی۔ زوہیب کی باتوں نے اسے حوصلہ دیا تھا۔ وہ پڑھائی میں لگ گئی۔ سب کے سالانہ امتحانات تھے اور اسپتال سے پوسٹ گریجویٹ ڈاکٹرز کا آف ہوگیا تھا۔ لڑکیاں ڈاکٹر شیزا کے کمرے میں آجاتی تھیں اور پھر Discussion ہوتا تھا۔ اس کی روز اپنے گھر میں بات ہوتی تھی مگر اس نے عدیل فراز کا ذکر بھی نہ کیا۔ شاید پورے گھر کے حق میں یہی بہتر تھا۔ ڈاکٹر سیماب' زوہیب کو عدیل فراز کا حال بتاتے تھے۔ ان کی حالت اچھی نہ تھی۔ بے تحاشا ڈرنک کی وجہ سے انہیں LiverCinhosis بھی ہوگیا تھا۔ مگر وہ شیزا کا امتحان خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ان لوگوں کا FCPS فائنل امتحانات کا وقت آ گیا۔ سب کے پیپرز اچھے ہوئے۔ تھیوری کا رزلٹ پندرہ دن بعد آیا اور سب پاس تھے۔ اب پریکٹیکل تھے۔ مکان نمبر 6 میں لے لیا تھا۔ ڈبل اسٹوری پانچ بیڈ روم کا گھر تھا۔

"خالہ جانی! بس امتحانات کے بعد ہمیں گھر سجانا ہے۔"

"ہاں جیسے تمہاری مرضی ہو اور ہاں صنوبر سے بھی پوچھیں گے کہ وہ اپنا بیڈ روم کیسے سجائے گی۔"

"یہ تو شرجیل اور صنوبر پر منحصر ہے...... ہم بات کرلیں گے۔"

"خالہ جانی! اسماء کی کزن انٹیریئر ڈیزائنر ہے' ہم اسے گھر کی آرائش سونپیں گے۔"

"یہ ٹھیک ہے اچھا یہ بتاؤ سامان کا کیا ہوگا؟"

"وہ سامان برسوں پرانا ہے خالہ جانی! میں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔ اب میں جارہی ہوں' ہمیں وارڈز میں کیسز دیکھنا ہیں' امتحان میں نئے آئے ہوئے مریض بھی رکھ دیئے جاتے ہیں۔"

وقت یونہی گزرا' ان لوگوں کے پریکٹیکل بھی ہوگئے۔ اسپاٹ Diagnosis اور لانگ ہسٹری Cases تھے۔ عدیل فراز کو میڈم کشور نے لانگ کیس کے لیے رکھا تھا مگر ایسے ڈاکٹرز کے لیے جوان کے بیچ میں نہیں تھے۔ ان لوگوں کا Viva بھی بہت اچھا ہوا۔ تین دن بعد رزلٹ آنا تھا اور اس شام ڈاکٹر زوہیب نے ڈاکٹر شیزا سے کہا۔

"اب ہم فارغ ہیں' میں تمہیں پروپوز کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں زوہیب! ہم نے گھر کی شفٹنگ کی ہے' بہت کام ہے۔"

"اچھا! میں تمہارے ابو کے بارے میں بتانا چاہ رہا تھا۔"

"کیا......؟"

"وہ اب بہتر ہیں انہیں کچھ ایڈز کی دوائیاں میں نے منگوا کر دی ہیں۔"

"زوہیب میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیسے شکریہ ادا کروں۔ آپ بالکل زیر بار نہ ہوں' وہ پچیس لاکھ روپے ہیں نا!"

"بس مجھ سے شادی کرلینا شکریہ ادا ہوجائے گا اور ہاں' ہم شادی کے بعد تمہاری امی کو بتائیں گے' شرجیل کے آنے تک چھپانا ہوگا۔ میں چلتا ہوں اور شیزا! تم اپنا پاسپورٹ وغیرہ بنوالو......"

"میرا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ دونوں ہیں۔"

"ویری گڈ! ہم شادی کے فوراً بعد لندن MRCP کے لیے جائیں گے۔ اب وہاں FCPS-2 کے بعد نوکریاں ملنے لگی ہیں۔ صرف Islets کرنا پڑے گا۔"

"وہ ہم ساتھ کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے اب میں چلتا ہوں۔"

"اللہ حافظ زوہیب!"

❁......❖......❁

ڈاکٹر شیزا کے دل میں محبت کا پیارا سا جذبہ ابھرا۔ وہ اس انسان کے لیے اتنا کچھ کررہا ہے' جس سے اس کا کوئی رشتہ نہیں پھر زوہیب اس کے لیے بُرا کیسے ہوسکتے ہیں۔ اس کے دل نے کہا۔ میں خالہ جانی سے ضرور ذکر کروں گی۔ راستے میں اسماء مل گئی۔

"ارے اسماء! تمہاری کزن Interior Decorator مجھے چاہیے۔"

"بالکل! آج کل وہ فارغ بھی ہے۔ میں کل کو لے آؤں گی تمہارے گھر۔"

"ہم نے ڈیفنس میں گھر لیا ہے اس پتہ پر لانا۔ سب کچھ بہت جلدی کرنا ہے۔"

"سب ہوجائے گا محترمہ! آخر آپ میری جان سے پیاری سہیلی ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ یہ تمہارا اور زوہیب کا کیا چکر ہے۔ یہ زوہیب ہر وقت تمہارے پیچھے لگا رہتا ہے؟" سلمیٰ نے اسے چھیڑا۔

"کوئی بھی بات نہیں......"

"بات تو ہے' بتاؤ ورنہ ہماری تم سے کُٹی ہوجائے گی۔"

"وہ مجھے پروپوز کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے یار! ویری گڈ! تم نے ہامی بھری یا منہ بسورتی رہ گئیں...... کہیں منع تو نہیں کردیا؟"

"نہیں منع تو نہیں کیا' صرف یہ کہا ہے کہ گھر سیٹ ہونے کے بعد پروپوز کریں۔"

"تو...... تم شادی کے لیے مان گئیں؟ ارے واہ! ہم تو جتن کرکے تھک گئے اور تم نے ہاں کرکے نہ دی۔" اسماء نے کہا۔

"ہاں! یہ تو اپنے ابو کے ڈر سے شادی سے خوف کھاتی تھی مگر میری دوست! ہر مرد بُرا نہیں ہوتا۔ میری تو دیکھو MBBS کے بعد ہی شادی ہوگئی تھی' میرے شوہر شاہ زیب مجھے بہت چاہتے ہیں اور سسرال والے بھی بہت اچھے ہیں۔"

"دراصل تمہاری امی کے ساتھ اور تمہارے ساتھ شرجیل کی ساتھ جو کچھ ہوا وہ تمہارے ابو کی نادانی تھی۔" سلمیٰ نے اسے سمجھایا اور اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"ڈاکٹر زوہیب اتنے ہینڈسم اتنے ذہین ہیں اور کیا چاہیے...... تمہیں پسند کرتے ہیں تو بات کی ہے نا!"

"میں نے زوہیب سے کچھ نہیں چھپایا' سب کچھ سچ سچ بتادیا۔ میں جھوٹ کی بنیاد پر اپنا گھر نہیں بنا سکتی تھی۔"

"وہ گریٹ ہے نا! مان گیا؟"

"ہاں! انہوں نے مجھے بہت پیار سے سمجھایا' راضی کیا۔" شیزا آہستہ سے بولی۔

"شکر ہے بھئی! ہمیں تو تمہیں سمجھاتے سمجھاتے دس سال ہوگئے تھے۔"

"اچھا اچھا...... اب تم لوگوں کو قسم ہے جو تم نے کسی کو کچھ بتایا۔" شیزا نے ہاتھ جوڑے۔

❁......❖......❁

دن یونہی گزرے' وہ لوگ ڈیفنس شفٹ ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر زوہیب نے شیزا کے لیے رشتہ بھیجا جو فوراً منظور کرلیا گیا۔ شیزا نے ساری باتیں خالہ جانی کو بتائی تھیں اور شرجیل سے بھی ڈاکٹر زوہیب کی بات چیت کرائی تھی۔ چند دن بعد شرجیل ایم ایس کرکے واپس آنے والا تھا اور دونوں شادیوں کی تیاریاں زور و شور سے ہورہی تھیں۔ شرجیل کی شادی کے پندرہ دن بعد شیزا کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تھی۔

ڈاکٹر زوہیب کی پوری فیملی ڈاکٹر تھی۔ وہ بھائیوں میں بڑا تھا' باقی بھائی چھوٹے تھے اور اسکول کالج میں پڑھ رہے تھے۔ ایک بہن میڈیکل سائنس میں تھی جو زوہیب سے چھوٹی تھی اور اس کا نام نگینہ تھا۔ اسے ڈاکٹر شیزا بے حد پسند

آئی تھی دونوں چھوٹے بھائی بھی بے حد خوش تھے۔
شرجیل نے واپس آ کر گھر کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔
"ونڈرفل آپی!"
"تمہیں پسند آیا؟"
"بہت زیادہ......!"
جب وہ اپنے کمرے کی طرف گیا تو بے حد خوب صورت سجاوٹ دیکھی۔ حسین پنک پردے لگے تھے اور دوسری سجاوٹ بھی بہت اچھی تھیں۔
"بھئی شرجیل! صنوبر نے بیڈروم سیٹ لینے کو اس لیے منع کردیا کہ شادی کے بعد اس کا فرنیچر آتا ہے۔ ہم نے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانی......"
"چلو ٹھیک ہے۔ آپی! سچ میں بے حد خوش ہوں کہ میری آپی شادی کے لیے راضی ہوگئیں۔ مجھے ڈاکٹر زوہیب بھائی سے ملنا ہے شام ڈنر پر چلتے ہیں۔ مجھے نمبر دیجیے بات کروں گا۔" شرجیل نے شیزا سے نمبر لے کر زوہیب کو فون کیا اور رات نو بجے وہ لوگ ویلج کے سامنے پہنچ گئے۔ ذرا ہی دیر میں ڈاکٹر زوہیب بھی آگئے۔ وہاں سے وہ لوگ سی سائیڈ پہنچ گئے۔ زوہیب اور شرجیل بڑے تپاک سے ملے۔ شیزا خاموش کھڑی تھی۔
"آپی! میرے بہنوئی تو بہت ہی ہینڈسم ہیں۔"
"اور میرا سالا بھی کسی سے کم نہیں۔ تم بھی بے حد اچھے ہو۔"
"شرجیل! تمہیں صنوبر بھابی کو بھی بلانا تھا۔" زوہیب نے کہا۔
"میں نے اس سے کہا تھا پر وہ خاندان کی کسی شادی میں جارہی تھی۔"
"میں صنوبر بھابی سے مل چکا ہوں وہ بہت اچھی ہیں۔"
شیزا زوہیب اور شرجیل نے کھانے کا آرڈر دیا اور پھر وہ تینوں سمندر دیکھنے لگے۔
ہوٹل کی روشنیوں سے نیچے جھانکا تو بڑے بڑے پتھروں کی چٹانوں سے پانی ٹکرا رہا تھا اور ننھی ننھی مچھلیاں پانی کے ساتھ اچھلتے پانی میں بہہ کر آرہی تھیں۔ بہت ہی پیارا منظر تھا۔
"ارے زوہیب بھائی! یہ تو بہت پیاری جگہ اور نظارہ ہے۔" وہ لوگ تھوڑی دیر ٹھنڈی ہوا کھاتے رہے اور کچھ لمحات کے بعد ان کا کھانا لگ گیا تو وہ کھانے لگے۔ اچانک شرجیل نے ڈاکٹر زوہیب سے پوچھا۔
"یہ میری پیاری پیاری آپی آپ سے شادی کو کیسے راضی ہوئیں؟ یہ تو ہمیشہ سے انکاری تھیں۔"
"تم ٹھیک کہتے ہو پہلے تو مجھے بھی ٹکا سا جواب مل گیا تھا مگر میں بھی انہیں اتنی آسانی سے چھوڑنے والا نہیں تھا بس راضی کرلیا۔"
"میں بے حد خوش ہوں زوہیب بھائی! اللہ کرے آپ لوگ ہمیشہ خوش رہیں اور میری آپی کو کبھی کوئی دکھ نہ ملے۔" شرجیل کی آنکھیں بھیگ سی گئیں اور تب زوہیب نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرکے اس کے ہاتھ پر رکھا۔
"شرجیل! تمہاری بہن نے بڑی سچائی سے اپنی ہر بات میرے سامنے رکھ دی فیصلہ میرا تھا اور میں ایسی اچھی لڑکی کو کیسے اپنے سے منسوب نہ کرتا۔"
"ہم آپ کے احسان مند ہیں بھائی! میری آپی نے دکھوں کا سمندر پار کیا ہے مجھے اتنا پیار دیا کہ میں اپنی تعلیم مکمل کرسکا۔ ماں کے نروس بریک ڈاؤن کے بعد آپی نے مجھے بہن اور ماں دونوں کا پیار دیا۔"
"تم مرد ہو شرجیل! اپنا گھر بسانے جارہے ہو اب اپنی آپی کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دینا ہوگی۔ شادی کے بعد ہم لوگ باہر پڑھنے جائیں گے میں ایک بڑے بھائی کی طرح تمہارے ساتھ ہمیشہ رہوں گا اپنے آپ کو کبھی اکیلا محسوس نہ کرنا۔"
"بہت بہت شکریہ! میں اپنے بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے کبھی ایسا محسوس نہیں کرسکتا۔"
"ہاں تمہاری شادی کا بھی کوئی کام ہو تو بتانا۔ Venue کا فیصلہ ہوگیا؟"
"ہم نے گولف کلب بک کیا ہے۔" صنوبر کے گھر والوں نے پی سی بک کیا ہے۔"
"اچھا ہے مختلف جگہوں پر شادیاں ہوں گی۔"
دیر تک وہ لوگ باتیں کرتے رہے اور جب شیزا کی نظر گھڑی پر پڑی تو ایک بج رہا تھا۔
"شرجیل! ایک بج رہا ہے۔ چلیں......؟"
"ہاں چلتے ہیں زوہیب بھائی کو چھوڑنے کا دل نہیں چاہ رہا۔"

"شیزا! مجھے آپ کے بھائی سے مل کر حقیقی خوشی ہوئی۔ یہ بالکل ایسے ہیں جیسے میرے چھوٹے بھائی راحیل اور سمیر...... اب چلتے ہیں۔" وہ لوگ باہر آئے اور اپنی اپنی کاروں میں بیٹھنے سے پہلے زوہیب نے کہا۔
"شیزا! میری بہن نگینہ کے ساتھ آپ کو شادی کا جوڑا پسند کرنے جانا پڑے گا۔ وہ بضد ہے کہ وہ آپ کے ساتھ ضرور جائے گی کل کا رکھ لیں؟"
"جی ٹھیک ہے۔"
"میں ڈرائیور کے ساتھ اسے بھیج دوں گا وہ آپ کو خود پک اور ڈراپ کرے گی۔"
"او کے!"

❀......✥......❀

دوسرے روز نگینہ آگئی شیزا پہلے سے تیار تھی۔ وہ فوراً گھر سے باہر آگئی۔
"چلیں شیزا بھابی!"
"بالکل چلیں......"
"آپ کی کوئی چوائس کوئی پسند...... یعنی بوتیک وغیرہ۔"
"نا بابا! میں بالکل اناڑی ہوں جہاں تم لے چلو گی چلوں گی۔"
"بس ٹھیک ہے۔ میں دو جگہ آپ کو لے کر چلوں گی۔ میرے بھائی کا حکم ہے کہ آپ ماڈرن نہیں۔ خالص مشرقی دلہن بنیں گی اور لباس بھی بالکل ویسا ہی بنے گا اور جوتے بھی لینا ہیں۔"
"بس جہاں چاہو چلو۔"
"آپ ڈریس پسند کرلیجیے گا شادی اور ولیمے کے لیے باقی مجھ پر بھروسا کیجیے گا میں بہت اچھے اچھے بناؤں گی آپ کے ڈریس......"
"میں نے صنوبر اور اپنی بھی "زارا ز" میں ہی کی ہے۔"
وہ دونوں شاپنگ کرتی رہیں۔ ڈریس کا آرڈر دیا سینڈل وغیرہ بھی لیں اور پھر نگینہ نے شیزا کو اس کے گھر چھوڑ دیا۔

❀......✥......❀

دونوں گھرانوں میں شادیوں کی تیاری تھی۔ صنوبر کے گھر بھی بھابی ماں اور دوسری بھابیوں نے ہلچل مچائی ہوئی تھی۔ صنوبر بھی ایک ہی بیٹی تھی اور سب کی لاڈلی...... گھر کے لان میں مہندی اور مایوں کی مشترکہ رسم تھی۔ مغلئی انتظام کیا گیا تھا۔ گیندے کے پھولوں سے سیج سجائی گئی تھی اور بہن کو بھائی ڈولی میں لائے تھے۔ پھولوں کے گہنے سے صنوبر کی رسم کی گئی۔ شامہ اور عمیمہ شیزا سب بے حد خوش تھیں۔ تمام رسومات کے بعد شادی کا دن بھی آ ہی گیا اور صنوبر رخصت ہوکر گھر آگئی۔ پندرہ دن کے بعد ڈاکٹر شیزا کی شادی تھی۔ تب زوہیب نے اجازت مانگی کہ نکاح پہلے کرلیا جائے تاکہ شیزا کا ویزا اپلائی کردیا جائے کیونکہ انہیں جانا تھا۔ پچاس ساٹھ لوگوں کی موجودگی میں شیزا کا نکاح ہوا۔ دونوں طرف کے دوست احباب تھے۔ شرجیل نے کھانا آرڈر کردیا تھا۔
"شرجیل! میں انہیں کل ایک دن کے لیے لے کر جاؤں گا شناختی کارڈ پر نام پتا بدلنے کے لیے...... پھر پاسپورٹ کے لیے ایک دن جانا ہوگا۔"
"ٹھیک ہے زوہیب بھائی! میری آپی تو اب آپ کی ہوگئیں مگر ان کی شادی کی رسومات شروع ہوجائیں گی۔"
"تم فکر نہ کرو سب کام جلدی ہوجائے گا۔" شناختی کارڈ سے لے کر پاسپورٹ تک کا سارا کام زوہیب نے ارجنٹ کرالیا۔ بس شیزا تو خاموش خاموش سی ساتھ ساتھ رہی۔

❀......✥......❀

شرجیل کو ایک بڑی کمپنی میں جاب مل گئی تھی۔ مگر بہن کی شادی کے لیے اس نے چھٹی لی تھی۔ اپنی شادی کے لیے بھی لینا پڑی تھی۔ صنوبر شرجیل کے ساتھ بے حد خوش تھی۔
ڈاکٹر زوہیب اور ڈاکٹر شیزا کی شادی میں بہت سارے ڈاکٹر پروفیسرز موجود تھے۔ وہ دونوں بے حد خوش تھے۔ ڈاکٹر شیزا رخصت ہوکر اپنے گھر آگئیں۔ وہ اب شیزا عدیل نہیں شیزا زوہیب تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں بٹھادی گئیں اور وہ لمحہ اس کے دل میں سرایت کرگیا جب اس نے دیکھا کہ زوہیب آج اس کے تھے۔
"کتنے خوبرو ہیں میرے زوہیب! ماشاء اللہ!" وہ سوچ رہی تھی کہ تبھی زوہیب کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔
"شیزا! آخرکار تم میری ہوگئیں تھینکس......"
"تھینکس کس بات کا؟"
"ارے نکاح کے باوجود ڈر تھا کہ تم رخصتی سے منع نہ کردو۔"
"ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟"

"اچھا! چلو تم پہلے تو یہ اپنا گفٹ لو۔ یہ ڈائمنڈ سیٹ مجھے بہت پیارا لگا تھا۔ وائٹ گولڈ میں ہے۔"

"بہت اچھا ہے۔"

"شیزا! میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اب ہمارے گھر کی بہو ہو۔ میں چاہتا ہوں تم تمام فکر اور پریشانیاں مجھے دے دو۔"

"جی! میں سمجھی نہیں۔"

"تم زندگی کے کسی موڑ پر نہ سمجھنا کہ میں نے تم پر ترس یا رحم کھا کر شادی کی ہے۔ نہیں، ہر انسان کی زندگی میں اپ ڈاؤن آتے ہیں، تم نے بچپن سے لے کر اب تک حوصلے سے سب کچھ جھیلا مگر اب نہیں۔ تمہارے ابو کے بارے میں...... میں...... شرجیل سے بات کروں گا۔"

'زوہیب! مجھ میں ہمت نہیں کہ ابو کے بارے میں اسے بتاؤں۔"

"مگر بتانا ہوگا، اس لیے کہ ان کی زندگی تک علاج تو ہونا ہے۔ تم نے اپنے طور پر انہیں معاف کیا مگر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہا، یہ اچھا ہی فیصلہ تھا مگر صرف انسانیت کے لیے انہیں دیکھنا ہوگا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ میرے ابو کے بارے میں صنوبر کو بھی پتا چلے۔ اگر کل ہم ابو کے لیے گمنام ہوگئے تھے تو آج وہ ہمارے لیے اجنبی ہیں۔ صرف ایک مریض...... میرے ابو نہیں۔" وہ سسک پڑی اور تب زوہیب نے اسے سینے سے لگالیا۔

"نہیں، میری شیزا! کبھی نہیں روئے گی، میں اکیلا شرجیل سے بات کروں گا، بس اب کبھی نہ رونا۔" اور پھر زوہیب کا ڈھیر سا پیار شیزا کی زندگی کا سرمایہ بن گیا۔ دوسرے روز ولیمہ تھا۔ اس سے بھی وہ لوگ فارغ ہوگئے اور تب زوہیب نے شیزا سے کہا۔

"ہمیں لندن کا ویزا اپلائی کرنا ہے۔ Plab دیئے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جب چاہیں چلیں۔"

"میں نے فیس بھی بھر دی ہے اب میں شرجیل سے ملوں گا اور ایک ہفتے کے اندر اندر۔"

"ٹھیک ہے یہ شرجیل پر منحصر ہے کہ وہ کیا کرے، وہ بڑا ہوگیا ہے۔ میں نے اپنی ماں کو اس لیے نہ بتایا کہ وہ سہہ نہ سکیں گی۔ کہیں وقت سے پہلے ہی......" وہ سسک پڑی۔

❁......✤......❁

شرجیل کا موبائل فون بجا اس نے فون ریسیو کیا۔

"شرجیل......!"

"جی زوہیب بھائی...... کہیے؟"

"مجھے تمہارا تھوڑا سا وقت چاہیے مگر اکیلے میں بات کرنا ہے تم سے۔"

"خیریت تو ہے، میری آپی تو ٹھیک ہیں۔"

"سب خیریت ہے، وہ بالکل ٹھیک ہے، کبھی یہ نہ سوچنا کہ میں نے اسے تنگ کرنا شروع کردیا۔"

"ہم سی سائیڈ پر ہی ملتے ہیں آج رات دس بجے...... ٹھیک ہے؟"

"ہاں ٹھیک ہے، میں آجاؤں گا۔"

انہوں نے سی سائیڈ کے پاس گاڑی پارک کی۔

"شرجیل! وہ ہم ذرا واک کرتے ہیں پانی کی طرف چلتے ہیں، یہاں بڑا رش ہے۔"

"وہ دور جو بنچ پڑی ہے، وہاں چلیں؟"

"ہاں اُدھر نسبتاً کم رش ہے۔" زوہیب نے کہا۔

"میری آپی اچھی ہیں، ان کی کوئی شکایت تو نہیں......؟"

"نہیں، شیزا کی کوئی شکایت نہیں وہ اتنی اچھی ہے کہ کچھ کہتی نہیں ہے۔" وہ لوگ پانی کے کنارے چلتے چلتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں بینچ پڑی تھی۔

"آؤ بیٹھو شرجیل! مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔"

"تو لیے۔"

"تمہارے ابو زندہ ہیں اسی شہر میں ہیں۔"

"جی......! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ میرے ابو کو کیسے جانتے ہیں؟"

"صرف میں نہیں بلکہ ہم دونوں یعنی شیزا بھی...... وہ بہت سخت بیمار ہوکر اسپتال میں داخل ہوئے تھے شیزا نے جب ان کی کیس ہسٹری لی تھی تو ہی پہچان گئی تھی کہ عدیل فراز اس کے ابو ہی ہیں۔"

"آپی نے بتایا کہ وہ ان کی ننھی شیزا ہے۔ جواب بڑی ہوگئی ہے۔" شرجیل کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور اس کی چاندنی سمندر کی شور مچاتی لہروں پر پڑ رہی تھی۔ زوہیب نے شرجیل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھا۔

"شیزا بہت بہادر ہے، اس نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔ جانتے ہو شرجیل! جب اسے معلوم ہوا کہ عدیل فراز کو HIV Positive ہے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی اور مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا میں ایک ایڈز زدہ آدمی کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہوں تو میں نے ہاں کردی۔"

"ایڈز...... !مگر کیسے؟"

"تمہارے ابو کی بری صحبتوں نے انہیں اس مقام پر پہنچایا۔ امریکا میں ان کی دوسری بیوی اور تین بچے ہیں۔ دولت ختم تو سب ختم...... بُرے حالوں میں پاکستان آئے اپنی ساری تہذیب بھلادی تھی امریکا میں رہ کر...... بُری عادتوں کے سبب سب کچھ لٹادیا۔"

"آپی عظیم ہوسکتی ہیں مگر زوہیب بھائی میں نے...... میں نے بچپن سے لے کر آج تک اپنی ماں اور بہن کا ایک ایک آنسو دیکھا ہے اور اس لیے کہ انہوں نے ہم سے ہمارا بچپن چھینا میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

"شرجیل! تم میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہو، تمہارے ابو ایڈز سینٹر میں ہیں، کیا معلوم کتنے دن کی زندگی ہے۔ شیزا ان سے ملنے کبھی نہیں گئی مگر میں بحیثیت ڈاکٹر جاتا رہا ہوں، وہ یہ نہیں جانتے کہ میں ان کا داماد ہوں اور شیزا ان کی بیٹی...... وہاں میرے دوست ڈاکٹر سیماب اور ڈاکٹر سلمان ہیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں کچھ بھی بتانے کی۔ بھائی میں ان سے شدید نفرت کرتا ہوں، میں اپنی امی کو اور کسی کرب سے گزارنا نہیں چاہتا، ان کا نروس بریک ڈاؤن ایک دفعہ بچپن میں دیکھ چکا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں شرجیل! مگر ہم مرد ہیں، ہمیں حوصلہ رکھنا ہوگا۔ میرے، تمہارے، صنوبر بھابی کے گھر کے لیے یہ خبر اچھی نہ ہوگی۔"

"زوہیب بھائی! آپ بہت عظیم ہیں۔ میری آپی کے ہر آنسو کو سمیٹا اور انہیں اپنایا ورنہ وہ کبھی شادی نہ کرتیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری اور صنوبر کی زندگی میں تلاطم آئے۔"

"میں جانتا ہوں کہ صنوبر بھابی نے تمہیں اتنا ہی چاہا ہے جتنا میں شیزا کو چاہتا ہوں۔ اب میں لندن جارہا ہوں شیزا کے ساتھ...... تو پیچھے اپنے والد کا تمہیں ذرا سا خیال کرنا ہوگا۔ شیزا نے وہ پچیس لاکھ روپے علاج میں دیئے ہیں۔ وہ پچیس لاکھ سانپ بچھو ہیں۔"

"میں اپنے دوست ڈاکٹر سلمان سے تمہیں ملادوں گا۔ یہ بھی نہیں بتاؤں گا کہ تم ان کے بیٹے ہو، تم دواؤں وغیرہ کے سلسلے میں عدیل فراز کی مدد کردینا۔"

"میں ایک نظر اپنے ظالم ابو کو ضرور دیکھوں گا۔ مگر یہ کبھی انہیں پتا نہیں ہوگا کہ میں ان کا بیٹا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، معافی تلافی کا عمل شروع ہوجائے گا۔"

"نہیں بالکل نہیں، کوئی معافی نہیں...... تین زندگیوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جانے والے کو ہماری زندگی میں واپس آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زوہیب بھائی! میرے ابو کا صرف ایک جملہ "مجھے جانے دو" میں آج تک نہ بھولا۔ جو کئی دن میری امی پاگلوں کی طرح دہراتی رہیں۔ "مجھے جانے دو" تب میری آپی نے انہیں اپنی گود میں چھپالیا تھا۔ میں بھی اپنی آپی کی گود میں تھا۔ مگر اب میں اپنی امی کو بکھرتے نہیں دیکھ سکتا۔ اب تو میری آپی کی گود بھی نہیں۔"

"شرجیل! تمہاری امی ان کے نکاح میں ہیں، شرعی تقاضے پورے کرنے کے لیے انہیں دیکھنا ہوگا اگر وہ دوبارہ زندہ واپس نہ آتے تو کوئی بات نہیں تھی لاپتا میں شمار ہوتے، مگر اب نہیں شرجیل......"

"میں جانتا ہوں زوہیب بھائی کہ امی کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔ بابا کی موت کے بعد۔"

"ہاں، جب تک تو تمہیں انہیں دیکھنا ہوگا، کوئی کسی کی موت کے بارے میں کیسے بتا سکتا ہے۔"

"آپ نے انہیں اتنے عرصہ دیکھا، آپ ڈاکٹر ہیں مگر میں ڈاکٹر نہیں۔ میں ڈاکٹر سلمان سے رابطے میں رہوں گا۔ آپ آپی کو لے کر خوشی خوشی جائیں۔"

"اب میں پُرسکون ہوگیا ہوں، کھانا کھائیں چل کے؟"

"یہیں کھالیتے ہیں۔"

"میری گاڑی میں پانی کی بوتل ہے، منہ دھولو، بال بنالو اور یہ کبھی نہ بھولنا کہ تمہارا ایک بڑا بھائی بھی ہے۔ تم

ٹھیک ہوتا!"

"جی میں اب ٹھیک ہوں زوہیب بھائی!" انہوں نے وہیں کھانا کھایا اور اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

❀......❖......❀
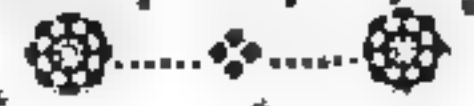
"زوہیب! آج آپ کو بڑی دیر ہوگئی۔" شیزا نے پوچھا۔

"ہاں! تمہیں بتا نہ سکا آج شرجیل سے بات کرنا تھی پھر وقت نہ ملا۔"

"آپ نے اسے بتادیا؟"

"ہاں بتادیا......"

"کیا کہا اس نے؟"

"وہ بے حد رویا' وہ تم سے زیادہ اپنے ابو سے نفرت کرتا ہے۔"

"آپ نے جب اسے چھوڑا وہ ٹھیک تو تھا۔"

"ہاں بالکل! وہ ٹھیک تھا۔ ہم نے وہیں کھانا کھایا' اس کا فیصلہ ہے کہ وہ امی کو کچھ نہیں بتائے گا۔"

"ہاں میں شرجیل کو جانتی ہوں' وہ ابو سے شدید نفرت کرتا ہے۔ جیسا چاہے ڈیل کرے' میں اپنی امی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تو وہ کیسے دکھ دے سکتا ہے۔"

"اچھا بس اب تم نہ سوچو۔ میں نے مسئلہ ہر طرح سے حل کر دیا ہے' وہ تمہارے ابو کی زندگی تک انہیں دیکھتا رہے گا۔ دواؤں میں علاج میں...... مگر انہیں کبھی نہیں بتائے گا کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔"

❀......❖......❀
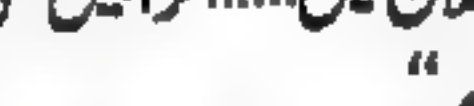
دوسرے دن ڈاکٹر زوہیب نے ڈاکٹر سلمان سے شرجیل کو ملوادیا۔

"سلمان! میں تو لندن جارہا ہوں پڑھائی کے سلسلے میں اور تم شرجیل سے رابطہ رکھنا۔ جو دوائیں چاہیے ہوں خوراک چاہیے ہو انہیں بتایا کرنا۔ بس یہ ان کے سامنے زیادہ اس لیے نہیں جائیں گے کہ میں تو ڈاکٹر ہوں اور یہ ڈاکٹر نہیں......"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر زوہیب! آپ اپنا موبائل نمبر مجھے دے دیں۔ میں آپ سے رابطہ کرلیا کروں گا۔" ڈاکٹر سلمان نے شرجیل سے کہا۔

"میں آپ سے خود رابطہ میں رہوں گا۔" شرجیل نے جواب دیا۔

"ویسے مریض کیسے ہیں؟" ڈاکٹر زوہیب نے پوچھا۔

"تکلیف میں ہیں' کوئی دوا اثر نہیں کررہی ہے Liver Cirrhosis کی بھی پرابلم ہے۔ ڈرنک نے بہت خرابی کردی۔ Immune سسٹم بھی خراب ہوگیا ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔" زوہیب نے جواب دیا۔

"اچھا زوہیب! مجھے دوسرے مریض دیکھنا ہیں۔ آپ لوگ بیٹھیں۔"

"نہیں' تم جاؤ سلمان! میں ذرا ایک نظر عدیل فراز صاحب کو دیکھوں گا' وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں' اب جانے کا ہو رہا ہے تو مل لوں۔"

"ہاں...... ہاں...... ٹھیک ہے۔ ٹیک یور سوئٹ ٹائم!" ڈاکٹر سلمان چلے گئے اور تب زوہیب نے شرجیل سے پوچھا۔

"تم ملو گے اپنے ابو سے......؟"

"ایک شرط پر کہ آپ کوئی رشتہ نہ بتائیں گے۔"

"وہ تو طے ہے نا...... پھر چلیں؟" وہ وارڈ کی طرف چلے۔ کمرے میں داخل ہوکر شرجیل نے دیکھا بستر پر ایک نحیف بوڑھا لیٹا تھا۔ نہ وہ وجاہت تھی نہ وہ تمکنت تھی اور نہ وہ رعب و دبدبہ...... بس ایک عبرت کی نشانی بنے لیٹے تھے عدیل فراز۔ آکسیجن لگی تھی۔ سوکھے سوکھے ہاتھ پیر...... آنکھوں میں حسرت اور یاس تھی۔ ڈاکٹر زوہیب کا نام عدیل فراز کو نہیں معلوم تھا بس صرف ڈاکٹر بیٹا کہتے تھے۔

"ڈاکٹر بیٹا......؟"

"جی آپ کیسے ہیں؟"

"بڑے دنوں بعد آئے......؟"

"بس مصروف تھا' لندن جارہا ہوں پڑھنے۔"

"یہ کون ہیں؟"

"یہ میرے دوست ہیں میرے ساتھ تھے تو آپ کے پاس یہ بھی آگئے۔ اچھا یہ بتائیں اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"بس ڈاکٹر بیٹا! زندگی کا چراغ کبھی بھی گل ہوجائے گا' اب جینے کی کوئی تمنا نہیں۔ سانس بھی لینا دشوار ہے۔"

"ہاں آپ کو دراصل بیماری ایسی ہوگئی ہے جو ایک کالی دیمک کی طرح انسان کو چپک جاتی ہے' جان لے کر پیچھا

چھوڑتی ہے۔"

"بس بیٹا! اپنے گناہوں کی سزا کاٹ رہا ہوں' مجرم ہوں اپنے بیوی بچوں کا...... نہ جانے کہاں ہوں گے' منہ دکھانے کے لائق ہی نہیں ہوں' بس جہاں بھی ہوں اللہ سے دعا کرتا ہوں مجھے معاف کردیں مگر ان سے معافی مل کیسے سکتی ہے؟"

"آپ دل سے مانگیں گے تو اللہ سنے گا' وہ معاف کرنے والا مہربان ہے' میں تو اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔"

"ہاں بیٹا! وہ ماشاء اللہ تمہارے برابر ہوگئے ہوں گے۔ میں بھی نہ پہچان سکوں گا۔"

"جی انکل! ہم صبر کرسکتے ہیں' اللہ آپ کی مشکل آسان کرے' بہت ساری استغفار کیا کریں' اللہ قبول کرتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا!"

"اچھا انکل! میں چلتا ہوں' اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ ڈاکٹر بیٹا!" شرجیل کمرے سے باہر جاچکا تھا۔ باہر بالکنی کے ساتھ لگ کھڑا تھا' زوہیب نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

"شرجیل! تم ٹھیک ہو؟" زوہیب نے دیکھا شرجیل نے رومال سے اپنے آنسو پونچھے اور بولا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"تم رو رہے ہو؟"

"زوہیب بھائی! قدرت کیسا انتقام لیتی ہے اور وہ بھی اتنا ہولناک کہ ایک خوبرو اور حسین مرد یوں قبر کا مردہ بن گیا......"

"ہاں! یہ بیماری ایسی ہی جان لیوا ہوتی ہے' جان لے کر ہی جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے زوہیب بھائی! میں مینج کرلوں گا۔ آپ لوگ کب جارہے ہیں؟"

"بس اگلے ہفتے کی فلائٹ ہے۔ ہم کچھ ایسا کریں گے کہ ای میل پر رابطہ رکھیں گے اور تمہارے ابو کا میڈیکل کرلیا کریں گے۔"

"ہاں! ہمیں امی کو بتانے کے لیے چھوٹا سا ڈرامہ کھیلنا پڑے گا اور تھوڑا جھوٹ بولنا پڑے گا ورنہ ہم اپنی ماں کو بھی کھودیں گے۔"

"تم جو کہو گے ہم وہی کریں گے۔"

❀......❖......❀

ایک ہفتے کے بعد ڈاکٹر زوہیب اور ڈاکٹر شیزا لندن چلے گئے۔ عدیل فراز زندہ تھے۔ دو تین مہینے کے بعد شرجیل نے اپنی امی سے کہا۔

"امی! ایک مسئلہ بتانا ہے۔"

"ہاں بولو......" شمامہ نے پیار سے بیٹے کی طرف دیکھا۔ صنوبر بھی آگئی۔

"شرجیل! مجھے بھی بتاؤ کیا بات ہے؟"

"پہلے امی مجھ سے وعدہ کریں گی' کچھ نہیں سوچیں گی اور حوصلے سے بات سنیں گی جو میں بتانے جارہا ہوں۔"

"ہاں تم بتاؤ۔"

"خالہ جانی آپ بھی اور نانی امی آپ بھی امی کو سمجھائیے گا۔"

عمیمہ نے کہا۔ "تم بات تو بتاؤ شرجیل بیٹے!"

"دراصل زوہیب بھائی کا فون آیا تھا' انہوں نے بتایا کہ جس اسپتال میں وہ کام کررہے ہیں وہاں ابو داخل ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو شرجیل؟"

"امی! ان کی حالت اچھی نہیں ہے' لاوارث سے پڑے ہیں۔ وہ اولڈ ہوم سے NHS اسپتال لائے گئے ہیں' جگر کا کینسر ہے انہیں......"

"زوہیب نے انہیں کیسے پہچانا؟"

"آپی نے تصویریں دکھائی تھیں انہیں۔ وہ پہچان گئے کہ یہ مریض کوئی اور نہیں' وہی عدیل فراز ہیں' انہوں نے اپنی ہسٹری میں بھی بتایا کہ وہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔"

"تو اس نے شیزا کو بتایا شرجیل! وہ تو اپنے ابو کو پہچان لیتی؟" شمامہ نے کہا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں امی! آپی دوسرے اسپتال میں کام کرتی ہیں اور زوہیب بھائی دوسرے میں۔ دوسرے آپی ماں بننے والی ہیں' آپ چاہتی ہیں کہ آپی اس بھولی داستان کو یاد کرکے دکھی ہوں؟"

"ٹھیک کہہ رہا ہے شرجیل! زوہیب سے منع کرنا کہ وہ

ہماری شیزا کو کچھ نہ بتائیے۔ بس خود جانے مریض سمجھ کر علاج کرے رشتہ دار سمجھ کر نہیں......" عمیمہ نے بہن کو سمجھایا۔

"ہاں باجی آپ ٹھیک کہتی ہیں۔" شمامہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ "میں نہیں چاہتی میرے بچوں کو کوئی دکھ ہو۔"

"امی جی! آپ کیوں رو رہی ہیں؟" صنوبر ایک دم شمامہ کے پاس آ گئی۔

"بیٹی! دکھ ہوتا ہے انسان کا ایک غلط قدم اسے کہاں سے کہاں لے جاتا ہے۔"

"تو امی! یہ ابو کی غلطی تھی آپ کی نہیں...... پلیز اگر آپ اس طرح روئیں گی تو شرجیل بھی دکھی ہو جائیں گے۔ آپ چاہتی ہیں کہ وہ آپ کے بارے میں سوچتے رہیں اور کوئی کام کاج نہ کریں؟"

"نہیں بیٹی! میں نہیں روؤں گی۔ عدیل فراز میری زندگی سے کب کے نکل گئے تھے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"ہاں تمہیں فرق پڑنا بھی نہیں چاہیے شمی! جو انسان تم سے صرف ایک جملہ کہہ کر چلا گیا کہ مجھے جانے دو تو اب اسے زندگی بھی ہار کر جانا ہوگا اور تمہیں اسے جانے دینا ہوگا۔" عمیمہ نے اسے سمجھایا۔

"میں وہاں جاسکتی ہوں؟"

"مگر شمی! کیوں میری بہن! تم وہاں کیوں جانا چاہتی ہو؟"

"عدیل فراز کو دیکھنے۔"

"وہ تمہارے لیے بہت پہلے مر چکے تھے اب جنازہ اٹھنا ہے۔ ہمارا داماد زوہیب ان کو دیکھ رہا ہے وہ بچے نئے نئے گئے ہیں شمی! اسپتالوں میں سخت ڈیوٹی ہوتی ہے آپ وہاں اکیلی کیا کرو گی؟"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں میرا دل گھبرائے گا اچھا جب شیزا کے گھر بے بی آئے گا تو میں جاسکتی ہوں؟"

"ہاں شمی! پھر وہ لوگ کاغذات بھیجیں گے تو برطانیہ کا ویزا لگے گا۔ ایسے ہم بس اٹھ کر نہیں جاسکتے۔ عدیل فراز شدید بیمار ہے تم دعا کرو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان کرے۔"

"ہاں میں دعا کروں گی۔" شمامہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ شرجیل اور صنوبر پہلے ہی جاچکے تھے۔

عمیمہ کو دکھ ہو رہا تھا کہ انہوں نے ایسی بات کہی مگر اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بڑی مشکل سے بہن کو سنبھال پائی تھیں اب اور نہیں..... وہ سوچ رہی تھیں کہ اللہ انہیں معاف کرے گا۔ شرجیل کو ڈاکٹر سلمان نے بتادیا تھا کہ عدیل فراز کی زندگی شاید چند دنوں کی ہے۔ وہ ایک منٹ بھی آکسیجن کے بغیر نہیں رہ سکتے اور اسی لیے زوہیب کے ساتھ مل کر انہیں یہ ڈراما کھیلنا پڑا۔ شرجیل کو تیار جاتا دیکھ کر شمامہ بولی۔

"شرجیل بیٹا! زوہیب کا فون آئے گا تو بات کرانا۔"

"جی امی! ضرور......"

"میں اس سے عدیل کی خیریت پوچھوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر شرجیل چلا گیا۔

❁......❖......❁

رات کو زوہیب کا فون آیا۔ شمامہ سے بات کی۔

"زوہیب بیٹا! تم کیسے ہو؟"

"امی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"عدیل فراز کیسے ہیں؟"

"جی میں انہیں دیکھ رہا ہوں ان کی حالت خاصی خراب ہے۔"

"تم نے شیزا کو تو نہیں بتایا؟ اسے نہ بتانا وہ دکھی ہوگی۔"

"امی! شیزا کو میں نے نہیں بتایا ہے وہ ماں بننے والی ہے کوئی بھی Stress ہمارے بے بی کو نقصان دے گا۔ ہاں میں آپ کو ضرور حال بتاؤں گا۔"

"جیتے رہو بیٹے! عدیل فراز تو اس بات کے بھی مستحق نہیں کہ وہ کسی کی خدمت لے سکیں۔"

"میں انہیں بتانا نہیں چاہتا امی کہ میں ان کا داماد ہوں۔ ورنہ پھر بہت مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔ وہ آپ سب لوگوں سے ملنے کی ضد کریں گے اور مجھے شرجیل نے سختی سے منع کیا ہے۔ میں بطور ڈاکٹر جو کرسکتا ہوں وہ کر رہا ہوں۔"

"جیتے رہو بیٹے!"

"اچھا امی! خدا حافظ۔ مجھے ذرا اسپتال جانا ہے میری نائٹ ڈیوٹی ہے۔"

"اللہ حافظ بیٹا!"

❁......❖......❁

شرجیل اپنے والد کو دیکھنے پھر کبھی نہ گیا۔ ایڈز...... وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ابو اتنے گر سکتے ہیں کہ خراب صحبتوں کے باعث انہیں ایسی بیماری ہو جائے۔ کتنا شرمندہ ہوا تھا وہ اپنے بہنوئی کے سامنے اور گھر آ کر بھی وہ کتنا رویا تھا۔ صنوبر نہیں تھی وہ میکے گئی تھی۔ مگر اس نے زندگی بھر کے آنسو بہا لیے تھے۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا یہ سب سوچ رہا تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی۔

"جی! میں شرجیل......"

"میں ڈاکٹر سلمان۔ عدیل فراز گزر گئے۔"

"جی......! کیا کہا؟"

"میں کہہ رہا ہوں شرجیل صاحب! وہ عدیل فراز اب اس دنیا میں نہیں رہے آپ سن رہے ہیں نا!"

"جی میں سن رہا ہوں۔"

"اب ہم کیا کریں؟"

"ایدھی والوں کو فون کریں ڈاکٹر سلمان! یہ ایک لاوارث لاش ہے کون کیا کرسکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے مگر انسانیت کے تحت شرجیل صاحب ہم انہیں قبرستان میں دفنا سکتے ہیں آپ چلیں گے میرے ساتھ......؟"

"ہاں میں قبرستان آجاؤں گا کس قبرستان میں آؤں؟"

"حسن اسکوائر کے پاس جو قبرستان ہے وہاں آجایئے۔" دراصل شرجیل مجھے ڈاکٹر زوہیب یہ بات کہہ گئے تھے کہ میں لحد تک پہنچانے میں آپ کا ساتھ دوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ انسانی ہمدردی کے تحت ہم یہ کرسکتے ہیں۔" شرجیل نے فون رکھ دیا پھر اس نے ڈاکٹر زوہیب کو فون کیا۔

"زوہیب بھائی......!"

"ہاں بولو شرجیل!"

"عدیل فراز گزر گئے۔"

"کیا کہہ رہے ہو......؟"

"زوہیب بھائی! آپ کو یہ خبر رات امی کو بتانا ہے۔ میں نہیں بتا سکتا۔ میں ڈاکٹر سلمان کے ساتھ ابو کی تدفین کے لیے جارہا ہوں۔"

"شرجیل! مجھے خوشی ہے کہ تم ایک بیٹا ہو کر اپنے باپ کو کاندھا دینے جارہے ہو۔ وہ اپنے باپ ہونے کا فرض بھول کر چلے گئے۔ مگر تم اپنا بیٹا ہونے کا فرض ادا کر رہے ہو۔ اب انہیں معاف بھی کردو۔"

"معاف کردیا بھائی! جبھی تو انہیں آخری منزل تک پہنچا رہا ہوں۔ شاید میرا اللہ بھی مجھے اس سرد رویے پر معاف کردے مگر میں نے اپنی امی کی زندگی بچانے کے لیے اتنا جھوٹ بولا ایک ڈرامہ رچایا اور آج اس کا اختتام ہو گیا۔" وہ رو پڑا۔

"سنو شرجیل! تم ایک اچھے بیٹے ہو۔ رو ؤ مت...... میں جانتا ہوں تم بچپن میں اپنے ابو کے سینے پر سر رکھ کر سوتے تھے۔ وہ چلے گئے اور تمہارا بچپن بکھر گیا۔ مگر تم اور شیزا باہمت ہو۔ ہم صبر کرسکتے ہیں اور ان کی بخشش کے لیے دعا۔"

"اچھا زوہیب بھائی! مجھے جانا ہے۔ آپ امی کو ابھی اطلاع دیں بلکہ صنوبر کو بتایئے گا وہ انہیں بتائے گی۔"

❁......❖......❁

شرجیل قبرستان گئے۔ صرف چار ہی لوگ تھے جنہوں نے جنازہ کندھوں پر اٹھایا تھا عدیل فراز کی میت کو قبر میں اتارا گیا اور تب اس قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہ میرا باپ تھا جس نے پیسوں کے لیے مجھے اور ماں، بہن کو چھوڑا تھا۔ آج تو اسی کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہے۔ پھولوں کی چادر بھی چڑھا رہا ہے۔ واپسی پر انہوں نے گورکن سے بات کی کہ لحد کے چاروں طرف اینٹیں اٹھا کر کتبہ لگانا تھا۔ وہ قبرستان سے واپس آ کر کار میں بیٹھا ڈاکٹر سلمان اور ان کے دوسرے ساتھی جاچکے تھے۔ شرجیل وہیں قبرستان میں شیشے چڑھا کر کار میں بیٹھے رہے۔ ان کا کلیجہ درد کی شدت سے پھٹا جارہا تھا انہوں نے اسٹیرنگ پر سر رکھ لیا اور زور زور سے رونے لگے۔ کوئی سہارا دینے والا نہ تھا۔

"ابو جی! آپ نے ایسا کیوں کیا تھا اور کیسی گھناؤنی زندگی گزاری۔ کیا دولت رہ گئی آپ کے پاس نہیں نا؟ میں نے آپ کو معاف کردیا۔ اللہ آپ کی مغفرت کرے۔ آج اگر آپ ہمارے ساتھ ہوتے دفنانے کے لیے چھ لوگ نہ ہوتے ڈھیروں لوگ ہوتے پر ابو آپ نے کبھی نہ سوچا کہ آپ پیچھے کیا چھوڑ گئے۔ میری امی تو اتنی خوب صورت تھیں

اور ہیں.....اور آپ کے تو بیٹا بھی تھا بیٹی بھی تھی۔ ہماری مکمل فیملی تھی۔ پر آپ نے یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کس کے لیے جارہے ہیں۔ وہ جو کسی کے نہیں تھے آپ وہاں چلے گئے اور اپنوں کو بھول گئے۔ مجھے زوہیب بھائی نے بتایا تھا کہ آپ ہمیں یاد کرتے ہیں مگر میں سمجھوتا نہیں کرسکا ابو! ایڈز کے مریض کو اپنے گھر لے جاکر میں امی اور صنوبر سے کیسے چھپاتا؟ میں اپنی زندگی تلخ نہیں کرسکتا تھا' اس لیے پتھر دل بن گیا۔" شرجیل بڑی دیر تک روتا رہا اور پھر قبرستان میں بنی مسجد میں اس نے مغرب کی نماز پڑھی اور اپنے باپ کے لیے بھی دو رکعت نماز وحشت قبر پڑھی' وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا' آہستہ آہستہ گاڑی چلاتے وہ سوچ رہا تھا کہ امی کو کیسے سنبھالے گا۔

۞......✧......۞

فون کی گھنٹی بجی تو صنوبر نے فون اٹھایا۔

"بھابی میں زوہیب......!"

"ارے زوہیب بھائی! آپ......؟ خیریت ہے؟"

"ہاں! آپ ذرا خالہ جانی کو بلادیں' مجھے ان سے بات کرنی ہے۔"

"جی بھائی! ابھی بلاتی ہوں۔"

"خالہ جانی! لندن سے زوہیب بھائی کا فون ہے۔" اس نے عمیمہ کا دروازہ پیٹ کر کہا۔

"آرہی ہوں بیٹا!" انہوں نے لابی میں رکھا فون سنا۔

"خالہ جانی آداب!"

"جیتے رہو بیٹے! سب خیر تو ہے۔"

"شرجیل کے ابو گزر گئے' وہ اب اس دنیا میں نہیں۔"

"بڑا افسوس ہوا' پر بیٹے تم شیزا کو نہ بتاتا۔"

"میں نے اسے بتادیا' وہ بہت بہادر ہے۔ کہہ رہی تھی کہ زوہیب ہمارے لیے وہ سالوں پہلے مر گئے تھے' اب تو جنازہ اٹھنا تھا اٹھ گیا۔"

"ہاں سچ کہتے ہو بیٹے! میری بچی بڑی بہادر ہے۔ ننھی سی عمر سے سب سہا ہے۔"

"اچھا! آپ امی کو سنبھال لیجیے گا' بتانا اس لیے ضروری تھا کہ وہ ان کے نکاح میں تھیں اور ان کی شرعی لحاظ سے عدت ہوتا ہے۔ ہم کہیں اللہ کی نظروں میں گناہ گار نہ ہوجائیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ زندگی اب ختم ہوئی ہے' جنازہ اب اٹھا ہے۔ اچھا بیٹا! اللہ حافظ۔" فون کریڈل پر رکھ کر وہ اپنی ماں کے کمرے کی طرف بڑھیں۔

"امی جان! آپ کے داماد عدیل فراز گزر گئے۔"

"عمیمہ! اب کیا' وہ تو میری بیٹی کی زندگی سے برسوں پہلے گزر گیا تھا۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں مگر میں شمی کو آپ کے پاس لے کر آتی ہوں۔ اس کی عدت شروع ہوگئی۔"

عمیمہ نے بی بی جان کو کہا کہ وہ شمامہ کو لے کر امی کے کمرے میں آئیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ آگئیں شمامہ کو لے کر۔

"جی اماں! آپ نے بلایا۔"

"ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔"

"جی اماں!" شمامہ ماں کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے سفید دوپٹا شمامہ کے سر پر ڈال کر کہا۔

"شمی! عدیل فراز گزر گیا' آج سے تم عدت میں ہو بیٹی! زوہیب کا لندن سے فون آیا تھا' میں نے تمہیں جس انسان کے ساتھ دلہن بنا کر رخصت کیا تھا تو سرخ لباس اڑھا سکتی ہوں بیٹی! چار مہینے دس دن تم عدت میں رہو گی۔" شمامہ کو سکتہ سا ہوگیا۔ "تم سن رہی ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں؟" اماں بولیں مگر کوئی جواب نہ آیا۔ صنوبر پاس ہی کھڑی تھی۔

"تائی امی! امی کو رلانا ضروری ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو بیٹی!"

"یہ شرجیل آج نہ جانے کہاں رہ گیا۔" صنوبر کہہ رہی تھی کہ گاڑی کا ہارن بجا۔ شرجیل کار پارک کرکے گھر میں داخل ہوا۔ صنوبر نے دیکھا کہ شرجیل کی آنکھیں سرخ ہیں' وہ سمجھ گئی کہ ابو کے انتقال کی خبر سن لی ہے۔

"ابو کے انتقال کی خبر زوہیب بھائی نے آپ کو بھی دی ہوگی؟"

"ہاں......دی تھی......" وہ بوجھل آواز میں بولے اور بیڈ روم کی طرف بڑھ گئے۔

وہ بیڈ پر سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ ٹپ ٹپ آنسو آنکھوں سے بہہ رہے تھے' نہ جانے وہ کیوں اداس تھے۔ وہ شخص جس سے انہوں نے بے رخی برتی' نہ چاہا کہ اسے بتائیں کہ وہ ان کا بیٹا ہے' وہ بے اعتناء ان کا باپ تھا اور یہ قدرت کا

فطری عمل تھا کہ وہ اداس تھے کیونکہ ابھی ابھی وہ انہیں کاندھا دے کر آئے تھے۔ صنوبر کمرے میں آچکی تھی۔

"شرجی! میری طرف دیکھیں۔"

"صنوبر! میں یتیم ہوگیا۔"

"شرجی! آپ رو نہیں سکتے۔ آپ نے امی کو بھی سنبھالنا ہے۔"

"کیا ہوا امی کو......؟" شرجیل بولا۔

"وہ سکتے میں ہیں' انہیں رلانا ہوگا۔"

"آپی! بہت بہادر تھیں' اب امی کو کیسے سنبھالوں؟"

"شرجیل! ہم دونوں انہیں سنبھالیں گے' آپ فریش ہوجائیں' کپڑے بدلیں پھر نانی اماں کے کمرے میں چلتے ہیں۔" شرجیل واش روم میں چلے گئے' شاور لیا اور کپڑے بدلے۔

"اب آپ بہتر لگ رہے ہیں' چلیں......؟"

"ہاں چلو......" وہ لوگ نانی اماں کے کمرے کی طرف چل دیئے۔ راستے میں بی بی جان ملیں۔

"امی کیسی ہیں؟"

"بیٹا شرجی! اپنی ماں کو رلادو' بس دل کی بھڑاس نکل جائے گی۔ ایک ایسا انسان جس نے زندگی میں چین نہ لینے دیا' اب مر کے بھی اس کی یہ حالت کر گیا ہے' اب تو میری شیزا بھی یہاں نہیں ہے۔"

"سب ٹھیک ہوجائے گا بی بی جان! امی کو میں کچھ نہ ہونے دوں گا۔"

صنوبر اور شرجیل کمرے میں داخل ہوئے۔ دیکھا شمامہ اپنی ماں کے پاس بیٹھی ہیں۔ شرجیل وہیں فرش پر بیٹھ گئے اور اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر بولے۔

"امی! ابو چلے گئے۔ امی میں اور آپی یتیم ہوگئے' آپ بیوہ ہوگئیں۔" اور تب تڑاخ سے ایک تھپڑ شرجیل کے گالوں پر پڑا۔

"چپ ہوجاؤ' عدیل فراز مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔"

"امی! وہ تو کب کے ہمیں چھوڑ کر جاچکے تھے۔ زوہیب بھائی کا فون آیا تھا' ان کی تدفین وہیں کردی ہے۔"

"مجھے تم نے جانے نہیں دیا' میں لندن جاکر اپنے عدیل فراز کو دیکھ لیتی' اس کی خدمت کرتی' وہ ایسے ہی دنیا سے چلا گیا؟ بغیر مجھ سے ملے......! میں اس سے ضرور

پوچھتی کہ میری خطا کیا تھی جو وہ چلا گیا تھا۔ پہلے میری زندگی سے گیا اور اب دنیا سے ہی چلا گیا۔ ایک پل بھی مجھے یاد نہ کیا......؟" وہ آخر کار رو ہی پڑیں۔ "شرجی! میں ان کا گریبان پکڑ کر پوچھتی کہ وہ ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر کیوں گئے؟"

"امی! اب آپ انہیں معاف کردیں' وہ ہم سب کو بہت یاد کررہے تھے مگر زوہیب بھائی نے انہیں نہیں بتایا کہ وہ ان کے داماد ہیں۔"

پاس ہی کھڑی بی بی جان بولیں۔ "بانی پیو بیٹی! اور اپنے آپ کو سنبھالو۔ میں اس بات کی گواہ ہوں کہ وہ غلطی پر تھا۔"

"عدیل فراز معاف تو کردیا میں نے تمہیں۔ معاف تو اس وقت بھی کردیا تھا جب تم نے مجھ سے کہا تھا "شمامہ مجھے جانے دو" میں نے تمہیں جانے دیا کہ شاید تم کبھی پلٹ کر آؤ۔ مگر تم نہیں آئے۔ میں نے خود پر طلاق کا داغ نہ لگنے دیا۔ تمہاری ہی بیوی بنی عدیل فراز! میں ہمیشہ سے تمہاری تھی مگر تم سب کے تھے صرف میرے ہی نہ تھے۔ جاؤ' میں نے تمہاری یہ خواہش بھی پوری کردی۔ تم جاسکتے ہو' میں نہیں روؤں گی۔ میری بیٹی شیزا کو دکھ ہوگا' میرا بیٹا اداس ہوگا۔ نہیں عدیل فراز! شمامہ اب تمہارے لیے کبھی نہیں روئے گی۔ آج سے تم میرے دل' میری دنیا سے چلے گئے' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے......!" گود میں سر رکھے شرجیل کا چہرہ شمامہ نے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

"شرجی! تو اپنی ماں کا بیٹا ہے نا' تو یتیم نہیں ہوا۔ تیری ماں زندہ ہے اور وہ تجھے روتا نہیں دیکھ سکتی۔" انہوں نے شرجیل کے آنسو پونچھے۔ شرجیل نے ماں کی طرف دیکھا۔ سفید لباس میں ملبوس ان کی ماں کتنی حسین لگ رہی تھیں۔ نور اور سادگی کا پیکر۔

"امی! آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ مگر بیٹا وہ تمہارا باپ تھا۔ تم اس کی اولاد ہو۔ بیٹے ہو۔

"ایسا کرنا کہ مسجد میں قرآن پاک پڑھوا دینا۔ کھانے کی دیگیں دارالعلوم میں پہنچا دینا' قرآن پڑھنے والے بچے کھانا کھالیں گے۔" عمیمہ نے شرجیل کو سمجھایا۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں خالہ جانی! میں ایسا ہی کردوں گا۔"

"سچ میری بہن کا دل بہت بڑا ہے۔ تم نے اسے

معاف کردیا۔" عمیمہ نے جواب دیا۔

"باجی! میں ایک مشرقی عورت اور بیوی ہوں۔ عدیل فراز نے میرے ساتھ جو بھی کیا۔ وہ ان کا فعل تھا۔ میں اب بھی ایک بیوی کا فرض ادا کروں گی کیونکہ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا جاتے وقت "شمی میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں مگر ساتھ رہ نہیں سکتا۔"

"اب تو وہ چلا ہی گیا' ہماری زندگیوں سے آج دنیا سے بھی گیا۔ ہر انسان کی زندگی میں کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کی خواہشات ہوتی ہیں شاید جو کچھ انہوں نے پایا تھا وہ تھوڑا تھا' زیادہ کی چاہ انہیں مجھ سے دور لے گئی۔"

"مگر ای انہیں حاصل کچھ نہ ہوا۔ سب کچھ گنوا بیٹھے۔ ان کی بُری عادتوں نے انہیں موت کے دہانے پر لا کر کھڑا کردیا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو شرجی!"

"امی زوہیب بھائی نے ان کی ہسٹری لکھی تھی۔ انہوں نے خود بتایا تھا کہ بُری صحبتوں کی وجہ سے وہ اس حالت میں پہنچے' ڈاکٹر کو تو مریض کو ہر بات بتانا ہوتی ہے' یہ بھی علاج کا ایک حصہ ہے۔"

"بیٹا! جب انسان بھری تھالی میں لات مارتا ہے تو پھر کرموں کا پھل میٹھا نہیں ہوگا۔ دو معصوم بچوں کی آہیں اور محبت کرنے والی بیوی کی سسکیاں' میری بچی کو دکھ دے کر وہ کیسے خوش رہتا؟" نانی اماں بولیں۔

"ہاں نانی اماں! ابو نے میرے اور آپی کے ساتھ' ای کے ساتھ بہت بُرا کیا تھا۔ آپ لوگوں نے اور شیزا آپی نے ای کو اور مجھے سنبھالا۔"

"ہاں بیٹا! میری بچی کی بہت بڑی قربانی ہے۔ اللہ نے اسے اچھا جیون ساتھی دے دیا' ہم خوش ہیں۔ ورنہ وہ تو خوف کے مارے شادی کرنا نہیں چاہتی تھی۔" عمیمہ نے کہا۔

"ہاں باجی! آپ سچ کہہ رہی ہیں۔ مجھے اللہ نے پیاری سی بہو اور اچھا سا داماد دے دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ صنوبر ہماری پیاری بہو ہے۔" اور تب صنوبر ای سے لپٹ گئی۔

"ای آئی لو یو! آپ نے مجھے کبھی آپی سے جدا نہ سمجھا۔ میں بیٹی ہوں آپ کی......"

"تم سچ کہتی ہو بیٹی! ابھی وہ لوگ باتیں کررہے تھے کہ شیزا کا فون آ گیا ہے۔ وہ بے حد پریشان تھی۔"

"شرجیل! ای کیسی ہیں؟"

"آپی! ای ٹھیک ہیں آپ کیسی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں' مجھے ای کی فکر تھی بات کراؤ......"

"ای! شیزا کا فون ہے۔"

"ہیلو بیٹی! کیسی ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"شیزا تیرے ابو گزر گئے تو روئی تو نہیں؟"

"نہیں ای! میں روئی نہیں۔ رویا ان کے لیے جاتا ہے جو آپ سے محبت کرتے ہوں اور ای ہماری زندگی میں ایسا کچھ نہیں تھا۔ آپ کی زندگی میں ایسا کچھ نہ بچا تھا جس کے لیے آپ روئیں۔ میرے بھائی بھائی کو مت تنگ کیجیے گا۔ وہ خاموش طبیعت ہے' میں نے بچپن سے اسے بہت سنبھالا تھا ای!"

"تم ٹھیک کہتی ہو' میں کسی کو تنگ نہیں کررہی۔"

"ای! وہ صرف ہمارے والد تھے اور بس...... برسوں پہلے وہ ہمارے لیے مر چکے تھے' دفن آج ہوئے ہیں۔ آپ ان کی تھیں پر وہ آپ کے نہیں تھے۔ بس بھول جائیں۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو بیٹی! اپنا خیال رکھنا۔ یہ لو تم شرجیل سے بات کرو۔" شرجیل فون لے کر باہر آ گیا۔ "جی آپی!"

"بھائی! تم ٹھیک تو ہو' تم نے انہیں ٹھیک سے تو دفنایا' قبر پر پھول ڈالے؟"

"جی آپی! مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوا کہ ابو کو کاندھا دینے کو چار آدمی بھی مشکل سے ملے۔"

"ایسا ہی ہوتا ہے بھائی! تم سنبھلے رہنا' دکھ نہ کرنا' ہماری زندگی میں ابو تھے ہی نہیں' اب دنیا میں بھی نہیں۔"

"آپی! ای کو سکتہ سا ہو گیا تھا' مگر میں انہیں سکتے سے جلدی باہر لے آیا۔ اب ای ٹھیک ہیں' ای نے ابو کے ایصال ثواب کے لیے کہا ہے۔"

"ٹھیک ہے تم بیٹے ہو' وہ سب کرنا جو ای کہہ رہی ہیں۔ ای کی عدت پوری ہونے کے بعد میں کاغذات بھیجوں گی تم لوگوں کے ویزے کے لیے۔ اپلائی کرنا۔"

"ٹھیک ہے آپی! اب آپ اپنا خیال رکھیے گا' میں فکر مند ہوں۔"

"زوہیب بہت خیال رکھتے ہیں میرا۔ ہماری

پڑھائی ہے اور جاب بھی ہے۔ مصروفیت زیادہ ہے۔ اچھا اب خدا حافظ۔"

"اللہ حافظ آپی!" شرجیل نے بھی فون بند کردیا پھر اس نے بی بی جان کے ساتھ مل کر شمامہ کو ان کے کمرے تک پہنچایا۔

"ای آپ آرام کریں' آپی عدت کے بعد آپ کو بلائیں گی' مجھے اور صنوبر کو بھی اسپانسر کریں گی۔"

"تم مجھے لے کر چلو گے نا؟"

"کیوں نہیں ای! آپ کو آپی کی ڈلیوری کے وقت وہاں ہونا چاہیے۔"

"ہاں! میری صنوبر بھی فارغ ہوجائے گی چار ماہ کے اندر اندر اور میں دادی بن جاؤں گی تب اپنی شیزا کے پاس جاؤں گی۔"

"ہاں ای! ہم ضرور جائیں گے ان شاء اللہ۔"

"بیٹے! اب تم اپنے کمرے میں جاؤ' رات کا ایک بج رہا ہے۔"

"جی ای! آپ بھی آرام کریں' بی بی جان ان کا خیال رکھیے گا۔"

"ہاں بیٹا شرجیل! تم فکر نہ کرو' میں ان کے ساتھ ہوں۔" شرجیل چلے گئے تو بی بی جان نے دروازہ بند کیا اور شمامہ کے قریب آ کر بولیں۔

"شمی بیٹی! تم بھی آرام کرو' رونا مت۔ ارے بدبخت ہوتے ہیں ایسے لوگ جنہیں اپنوں کا کاندھا نہ ملے اور عدیل فراز ان میں سے ایک تھا۔ عیاش آوارہ! میری پھول سی بچی کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ آہ خالی نہیں جاتی' میرا تو دل بہت دکھا تھا اور میں نے اسے ڈھیر ساری بددعائیں دی تھیں۔"

"بس اب جانے دیں۔ آپ بھی معاف کردیں بی بی جان! جو اس دنیا سے چلا گیا' وہ اب کسی کو دکھ دینے کے لیے واپس نہیں آئے گا۔ آپ نے جو کچھ بھی کہا وہ سچ ہے۔" "کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لیے دو گز زمین نہ ملی کوئے یار میں" سنا ہوگا آپ نے یہ مصرعہ۔ جو بہادر شاہ ظفر مغل شہنشاہ نے کہا تھا۔ جب انسان کا بُرا وقت آنے والا ہوتا ہے تو وہ وہ سب کرتا ہے جو عدیل فراز نے کیا۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو بیٹی! اب میں سونے جارہی ہوں۔" بی بی جان سامنے پڑے سنگل بیڈ پر جا کر لیٹ گئیں۔ شمامہ نے وضو کیا' نماز پڑھی عشاء کی اور تسبیح لے کر لیٹ گئیں۔ وہ رات ان کی بیوگی کی پہلی رات تھی۔ وہ آپ ہی آپ سوچنے لگیں۔

"عدیل فراز! تم کیا سے کیا ہوگئے۔ کیا بیتی ہوگی میرے شرجیل پر جب زوہیب نے اسے بتایا ہوگا کہ بُری صحبتوں کا شکار تھے اور بُری عادتوں میں مبتلا تھے تو یہ بھی تمہاری زندگی! جس کے لیے تم مجھے چھوڑ کر گئے؟ میرے ہی نہ بنے۔ اُف! تم نے ایک گناہ گار زندگی گزاری۔ میں اپنے بچوں کے سامنے' خاص کر داماد کے سامنے کتنی بے عزت ہوئی ہوں گی۔ میری شیزا اور شرجی نے تمہارے گھناؤنے کردار کے بارے میں کیا سوچا ہوگا؟ تم میرے بچوں کا بچپن چھیننے کے گناہ گار تھے اور اب جوانی میں بھی ہمیں کرچی کرچی کر گئے۔ اچھا ہوا تم چلے گئے اس دنیا سے...... میں نے آج تمہیں اپنے دل و دماغ سب سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا کیونکہ میرے دماغ میں وہ تصور ختم ہوگیا جس عدیل فراز کو میں نے چاہا' وہ کوئی اور تھا پر تم تو ایک عیاش اور اوباش انسان تھے۔ یہ آنسو تمہارے لیے اب بھی نہیں بہیں گے...... کبھی نہیں...... تم نے مجھ سے کہا تھا' شمی مجھے جانے دو......" مجھے یاد ہے۔ لو عدیل فراز! اس روز میں تمہیں روکتی رہی پر اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔ میں نے تمہیں جب بھی جانے دیا تھا اور اب...... اب بھی میں نے تمہیں جانے دیا...... جاؤ عدیل فراز! میرے خوابوں میں بھی نہ آنا کہ اب میں نے تمہارے پیار' محبت اور اپنے درد کا ہر دریچہ بند کرلیا اور اس بند دریچے سے کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔" شمامہ اپنے آپ سے باتیں کرتے کرتے تسبیح ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھتے پڑھتے نیند کی آغوش میں چلی گئیں۔ شاید برسوں کے بعد آج وہ پُرسکون تھیں۔ وہ سفید لباس میں سر سے دوپٹا اوڑھے بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔ پاکیزہ اور ملکوتی حسن...... اس عمر میں بھی وہ بلاشبہ حسین تھیں۔ بی بی جان نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا اور پھر اطمینان سے وہ بھی سو گئیں۔

قسط نمبر 27

عشنا کوثر سردار

یہ دنیا ہے یہاں پہ تماشہ ہو بھی سکتا ہے
ابھی جو غم ہمارا ہے تمہارا ہو بھی سکتا ہے
یہ نہ سمجھو کہ تم ہی میری آخری محبت ہو
محبت جرم ہے ہم سے دوبارہ ہو بھی سکتا ہے

معارج تغلق جیسے اس کا دماغ پڑھ گیا تھا۔ مسکرانے لگا تھا یا پھر اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔
''تم ڈر گئی ہو نا؟'' مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو تکا تھا۔ اسے ڈرا کر جیسے وہ اپنا تسلط اس پر جما رہا تھا۔
وہ جو ایک ڈر کا زور ٹوٹ گیا تھا اس کا سلسلہ جڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔
''دیکھو تم اب بھی کمزور ہو انا یا تغلق' بہادر ہونے کی جتنی بھی کوشش کر لو' جتنے بھی خول پہن لو کھلتا یہی ہے کہ تم اتنی بہادر ہو نہیں' مجھے تمہاری بہادری کے اس خول کو توڑنے میں صرف ایک لمحہ لگا۔ دیکھو میرے اختیار کی حد کیا ہے اور تمہارے کھوکھلے مضبوطی کے خول کو توڑنا مجھے بہت مشکل نہیں لگا' نا زیادہ محنت کرنا پڑی۔ تم تو آسان معرکہ ثابت ہوئی۔ بس ایک جھٹکے سے زمین پر چاروں شانے چت' ایک دھکا اور لگا تو کیا حشر ہوگا تمہارا مسز تغلق؟'' معارج تغلق مسکرا رہا تھا۔

وہ کیا تھا' اس کی دوستی کی حقیقت کیا تھی۔ اس کا ادراک اسے ایک لمحے میں ہو گیا تھا۔ وہ جتنی بار بھی اس کی طرف آیا تھا۔ ایک خول پہن کر آیا تھا۔ ایک نیا نقاب لگا کر آیا تھا چہرے پر اور وہ ہر بار کی طرح اب بھی الجھ گئی تھی۔ وہ اس کی حیثیت سمجھنے میں ہر بار غلطی کر جاتی تھی۔ اس کا اعتبار خالی رہا اور ہر بار اسے اپنی بے وقوفی کا احساس پہلے سے زیادہ ہوتا تھا۔ وہ ابھی اس کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی جب وہ بولا تھا۔
''میں جانتا ہوں کہ تم یہ سوچ رہی ہو کہ ایک پھر میں نے تمہیں ڈس پوائنٹ کیا ہے۔ ایک بار پھر تم پچھتاؤ گی مگر ایسا نہیں ہے۔ میں تم سے کوئی اور حساب چکانے نہیں جا رہا فی الحال میرے ذہن میں کوئی پلان نہیں ہے۔ نہ کوئی منصوبہ بندی میرے دماغ میں چل رہی ہے۔ تم سکون سے اپنی رکی ہوئی سانس باہر چھوڑ کر ایک سکون کا سانس لے سکتی ہو۔'' ہاتھ بڑھا کر اس نے حیرت سے تکتے چہرے کو مسکراتے ہوئے نرمی سے تھپتھپایا تھا۔
انا یا ملک اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

۞......☆......۞

انا یتا بیگ ٹیرس پر یہاں سے وہاں بے دھیانی میں چکر کاٹ رہی تھی۔ رات کے اس پہر وہ سو نہیں پا رہی

تھی۔ نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دامیان سوری کے اقدام نے اسے چونکا دیا تھا۔ حیدر مرتضیٰ نے کل سے کوئی فون نہیں کیا تھا اور یہی بات اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں پریشان تھی۔ ایک چکر کاٹ کر بیٹھی تھی۔ تبھی اس کا سیل بجا تھا۔ اسکرین پر "دامیان سوری" کا نام دیکھ کر وہ بے دل ہوگئی تھی۔ کال پک نہیں کی تھی مگر دامیان سوری کو بھی شاید ضد ہو چلی تھی۔ ایک کالم مسڈ کال بننے پر اس نے ہمت نہیں ہاری تھی اور نمبر دوبارہ ملایا تھا۔ انابیا بیگ نے غصے سے کال ریسیو کر ہی لی۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟" اس کا دل شاید یہی چاہا تھا کہ اسے فون میں سے پکڑ کر اس طرف کھینچ لے اور اس کا دماغ ٹھکانے لگا دے۔

"تم میرے ہی بارے میں سوچ رہی تھیں نا؟" دامیان سوری نے مسکراتے ہوئے دوسری طرف سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم کہتی نہیں ہو مگر تمہیں میری بہت یاد آ رہی تھی۔ تبھی دیکھو میں نے رنگ کرلیا۔"

"دامیان تم دنیا کے سب سے برے انسان ہو میں نے آج تک کسی سے نفرت نہیں کی اگر اب مجھ سے پوچھا جائے کہ میں دنیا میں کس انسان سے نفرت کرنا چاہوں گی تو میں بنا سوچے سمجھے تمہارا نام لوں گی۔ میری زندگی کو اس طرح ڈسٹرب کر کے بل میں گھسے بیٹھے ہو چوہے سامنے آؤ میں تمہارا حشر کر دوں گی۔" دوسری طرف دامیان سوری ہنس دیا تھا۔

"تم جانتی ہو چوہا کون ہے اور شیر کون انا۔ اپنے لیے چوہے کا انتخاب کرنا چاہو گی یا شیر کا؟ ویسے تمہیں یہی ملال ہے نا کہ اس چوہے نے تمہیں ابھی تک کال نہیں کی اسی فکر میں تم نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور اسی پریشانی میں تمہاری رات کی نیند بھی اڑ گئی ہے؟" وہ بہت سرشار تھا جیسے اپنے اقدام پر کوئی ملال نہ ہو یا پھر وہ جان گیا تھا کہ اسے کس طرح راہ پر لایا جا سکتا ہے۔

"دامیان سوری اگر تم میرے ہاتھوں قتل ہو جاؤ تو مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں ہوگا حیدر مرتضیٰ سے خوفزدہ ہو تم جلتے ہو تم اس سے اسی لیے یہ سب کر رہے ہو۔ تمہی ڈر لگ رہا ہے اس سے۔ تم جانتے ہو کہ تم ہار جاؤ گے اور یہی بات تمہیں چین نہیں لینے دے رہی۔" انابیا بیگ نے تپ کر کہا تھا۔

دامیان سوری بہت پرسکون انداز میں بولا۔

"چین تو مجھے تم نہیں لینے دے رہیں انابیا بیگ۔! اس چوہے کے بارے میں میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا۔ مجھے معلوم ہے کس طرح اس کے بل میں واپس بھیجنا ہے۔ ویسے تم کس خوف سے نہیں سو رہی ہو کہ سوؤں گی میرے خواب آئیں گے۔؟" وہ چھیڑ کر بہت محظوظ ہو رہا تھا۔ انابیا بیگ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

"مجھے ڈراؤنے خواب کو دیکھنے کا کوئی شوق نہیں دامیان سوری اور تمہیں شرم آنی چاہیے۔ تم اس طرح کی چیپ حرکتیں کر رہے ہو۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اگر ہار رہے ہو تو اس میں اس طرح بچوں والا طریقہ اختیار کرنے کی کیا تک ہے؟ اس سے تم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ کسی بچے میں اور تم میں کوئی فرق نہیں یا تمہاری ذہنی سطح صرف کسی بچے سے ہی میل کھاتی ہے؟" وہ جتنا کڑوا بول سکتی تھی بولنے کی کوشش کر رہی تھی مگر دامیان سوری بہت اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

"تم جانتی ہو انا مجھے بچے بہت پسند ہیں۔ بچوں کے دل بہت صاف ہوتے ہیں۔ اگر میں بچوں والا ذہن

رکھتا ہوں تو اس میں مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں لچک پذیر ہوں اور میں اس حیدر مرتضیٰ جیسا چوہا نہیں میں نڈر ہوں اور باہمت اور میرا دل بھی شفاف ہے۔ تم اگر دیکھنا چاہو تو میرے دل کے آر پار جھانک سکتی ہو۔" دامیان سوری بہت آرام سے قبول کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"تم چاہتے کیا ہو دامیان سوری؟ کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ زندگی مذاق ہے تمہارے لیے؟ ہے کیا تمہارے دل میں تم جانتے ہو جب بچے کھیل میں ہارنے لگتے ہیں تو وہ سر پٹخنے لگتے ہیں۔ تم بھی وہی کام کر رہے ہو۔" انابیا بیگ اسے جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"تم کچھ بھی کہہ سکتی ہو انا۔ تمہیں سات خون معاف ہیں۔ دل پر وار کرو جگر روند ہو یا سینہ چھلنی کر دو تمہارے لیے سب جائز ہے۔ تمہیں اتنی چھوٹ تو ملی ہی ہوئی ہے۔" دامیان سوری مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ انداز بہت مطمئن تھا۔ مگر وہ گہری سانس خارج کرتی ہوئی بولی تھی۔

"دامیان یہ ٹھیک نہیں ہے۔ حیدر مرتضیٰ نے مجھے کل سے کال نہیں کی مذاق کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ سب بہت زیادہ ہو گیا ہے۔"

"تم سے کس نے کہا کہ یہ کوئی مذاق ہو رہا ہے؟ زندگی کی اتنی بڑی باتوں کے لیے کسی اتنے نانسنس مذاق کی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے انا؟ مجھے لگتا ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو کسی خطرے کو سامنے دیکھ کر ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ ریلیکس ہنی! ابھی تو بس آغاز ہوا ہے۔ ابھی تو بہت سا کھیل باقی ہے۔" وہ اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے ہوئے مسکرایا۔

"دامیان تم جانتے ہو تمہارا اس وقت فون سے باہر آنا ممکن نہیں اس لیے اتنا بول رہے ہو۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔

"اوہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم مجھے اپنی نظروں کے سامنے دیکھنے کے لیے اتنی بے قرار ہو رہی ہو؟ ابھی آ جاؤں کیا۔"

"شٹ اپ۔" وہ آواز دبا کر بولی تھی۔ وہ دوسری طرف مسکرا دیا۔

"زیادہ غصہ مت کرو ہنی۔ Wrinkles پڑ جاتے ہیں اور مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا اگر تمہارا حسن ماند پڑے۔ اس چہرے کی دلکشی برقرار رہنی چاہیے۔ ویسے میں تمہیں اس Wrinkles والے فیس اور گرے بالوں کے ساتھ بھی اتنا ہی پیار کروں گا مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں تم اسی طرح خوب صورت رہو۔" مسکراتے ہوئے۔

"دامیان سوری ایک نمبر کے گھٹیا بندے ہو تم مر جاؤ۔" انا نے لائن منقطع کر دی۔ اپنے کمرے میں آ گئی۔

✿......☆......✿

پارسا اس کے کمرے میں آئی اور الجھن سے اس کے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی انابیا جو آنکھیں کھولے چھت کو دیکھ رہی تھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہیں نیند نہیں آ رہی پارسا۔ کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک تو ہو؟" پارسا اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی انا پتا نہیں کیا ہوا ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟" انا پریشانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے ماتھے کو چھوا جو بالکل ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"تمہارا ماتھا تو بالکل ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ تم ٹھیک نہیں ہو پارسا کس بات کی ٹینشن لے رہی ہو؟ تم اپنے ابا سے مل کر آئی ہو نا۔ وہ صحت یاب ہو رہے ہیں۔ اب کس بات کی فکر ہے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے خدا نے انہیں نئی زندگی دی ہے۔ اگر تم انہیں زیادہ مس کر رہی ہو تو کال کر لو۔" انابیتا نے مشورہ دیا۔

پارسا کچھ دیر کو چپ ہوئی پھر انا کی طرف دیکھا۔ اور بہت مدھم لہجے میں بولی۔

"اسے مجھ سے محبت ہوگئی ہے۔"

"کیسے؟" انابیتا چونکی۔

"یلماز کمال کو۔"

"کیا۔" انابیتا بیگ چونکی اور اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" انابیتا نے پوچھا تو پارسا اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھنے لگی اور اطمینان سے جواب دیا۔

"اس نے خود مجھے بتایا۔"

"اور تم نے یقین کر لیا؟ پارسا وہ شخص کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ وہ ایسا ہی ہے۔ سازش کرنا اس کا وتیرہ ہے اور لڑکیوں کو بے وقوف بنانا اس کا مشغلہ۔" انابیتا نے کہا۔

"جانتی ہوں۔ مگر میرے ساتھ وہ کھیل بہت پہلے کھیل چکا ہے۔ میں بھی ان لڑکیوں میں سے ایک ہوں جو اس کی سازش کا شکار ہوئیں۔ اس کی وجہ سے میں اپنے اماں ابا سے دور ہوئی۔ اپنے گھر کے لیے پرائی ہوئی اور اس کی وجہ سے میں آج اتنی بے بس ہوں۔"

"تمہیں بھی اس سے محبت ہے؟ کیا تم نے اس کے لیے عدن بھائی کو بھی انکار کیا؟" انابیتا نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ پارسا کچھ نہیں بولی۔

"پارسا اگر تم ایک بار اس کی سازش کا حصہ بن چکی ہو تو آئی ہوپ تم اس بار ایسی کوئی غلطی نہیں کرو گی۔" انابیتا نے جتاتے ہوئے کہا۔

"انابیتا محبت میرے لیے کوئی چارم نہیں رکھتی نا میں اس بات سے متاثر ہو سکتی ہوں مگر اس بات نے مجھے بہت شاکڈ کر دیا ہے۔ اگر ایسی کوئی فیلنگ اس کے دل میں تھیں تو اس نے مجھے اس طرح کیوں بتایا؟ وہ بھی اتنے عرصے بعد۔ وہ بہت الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔"

"پارسا میں یہ بالکل نہیں کہوں گی کہ تم اس کی بات کا اعتبار مت کرو۔ اگر تم اس بار بھی اس کا آسان شکار بنتی ہو تو وہ اس پر اپنی بہت بڑی جیت محسوس کرے گا۔" انابیتا نے غیر جانبدارانہ انداز میں صلاح دی۔ پارسا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

❁......☆......❁
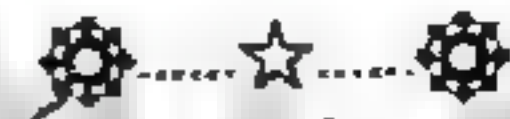
انابیتا ملک کتنی دیر تک بیڈ پر لیٹی چھت کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی پھر اٹھ بیٹھی تھی اور اٹھ کر الماری تک آئی۔ بیگ نکال کر اس میں سے وہ ڈائری نکالی اور پھر دوبارہ بیڈ پر آ گئی تکیے سے ٹیک لگا کر نیم دراز انداز میں بیٹھی تھی اور پھر ڈائری کھول کر مطلوبہ صفحے تک آئی تھی۔

22 اپریل

"پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں کیوں فرار چاہ رہی تھی۔ میں جیسے اس زمانے اس ماہ و سال سے بھاگنے کے جتن کر رہی تھی۔ مجھے دن بہت لمبے اور بے معنی لگنے لگے تھے۔ میں سارا دن کئی طرح کے کاموں میں خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتی تھی مگر دن تھے کہ گزرتے ہی نہیں تھے اور ایسا کیوں ہوا تھا؟ کیا اس بات کو اب مجھے خود اپنے آپ کو بھی سمجھانا تھا؟

محبت ایسی ہو سکتی تھی اتنی مشکل اتنی پیچیدہ کہ میرے دن مجھے بے تاثر سے محسوس ہو رہے تھے۔ صرف ایک شخص کی وجہ سے اتنا سب کچھ کیسے بدل سکتا ہے؟

صرف اس کے نگاہ بدلنے سے کسی اور کے ساتھ ہو جانے سے میری زندگی اور دنیا میں اتنی بڑی بڑی تبدیلی کیسے رونما ہو سکتی تھیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔

ہم کسی ایک بندے کو خود اپنی زندگی کا کنٹرول دیتے ہیں۔ اسے یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی کو اپنے ساتھ باندھے اور پھر جیسے چاہے اسے چلاتے چاہے بے اعتنائی برتے یا پھر چاہے چھوڑ جائے۔ اس ایک لمحے میں ہم اتنے کمزور کیسے پڑ جاتے ہیں اور وہ بندہ اتنا مضبوط کیسے ہو جاتا ہے اور ہم کیوں اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتے ہیں اور وہ ہمیں کمزور سے کمزور ترین کرنے کے جتن کرتا ہے۔ کتنی عجیب کہانی ہے۔ محبت اتنے ڈھیر سارے اختیارات دے کر اتنی بے بس کیسے ہو سکتی ہے اور اتنی چھوٹ کیسے دے سکتی ہے کہ وہ بندہ چاہے جو بھی کرے اسے کوئی سزا بھی نہ دے؟

میرا کتنا عظیم نقصان ہوا تھا پوری زندگی کھو گئی تھی میری اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں جہانگیر ملک کے مقابل کھڑی ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھ سکتی اور کہہ سکتی کہ تم نے میرا یہ نقصان کیوں کیا؟ میں بہت بزدل تھی؟ یا پھر اسے جان بوجھ کر یہ چھوٹ دینا چاہتی تھی؟ میں اس بندے کو اتنی مراعات دینا چاہتی تھی؟

میں اس بندے کو اتنی مراعات کیوں دے رہی تھی؟

کیوں اسے اتنی چھوٹ دے رہی تھی یا پھر اتنی اہمیت کیوں دے رہی تھی اسے؟

یہ ساری اہمیت اسے میری نظر دے رہی تھی؟ میری محبت کی عینک سے وہ اتنا اہم دکھائی دیتا تھا یا وہ واقعی اتنا اہم تھا؟

بڑی عجیب بات ہے میں جو اپنے دن کی ابتدا بھی ایک پلاننگ سے کرنے کی قائل تھی محبت کرنے چلی تو ایک بار بھی نہیں سوچا۔ میں تانیہ تغلق اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی تھی؟

محبت کر لی اور اس بندے سے پوچھا تک نہیں کہ وہ کیا سوچتا ہے اور کیا چاہتا ہے یا مجھ سے محبت کرتا بھی ہے کہ نہیں؟ اف یہ محبت اتنی جان لیوا کیوں ہوتی ہے؟ جہانگیر ملک سے کیا توقعات تھیں میری؟ اور محبت یک طرفہ ہو یا دو طرفہ ہم اس میں سیروں کے حساب سے توقعات کیوں وابستہ کر لیتے ہیں؟ یہ کیوں نہیں کرتے کہ اچھا ٹھیک ہے دیکھا جائے گا۔ یا چلو ٹھیک کھیل ختم ہوا تم اپنے گھر خوش اور ہم اپنے؟ میں الزام نہیں دے سکتی تھی نہ کوئی پوچھ گچھ کر سکتی تھی۔ میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں تھا اور نہ جہانگیر ملک میرا پابند تھا کہ وہ مجھے جوابدہ ہوتا۔

جہانگیر ملک نے اپنے زاویے سے محبت کی تھی اور میں نے اپنے زاویے سے اس نے زائرہ کو چنا تھا اور میں نے اسے؟ مجھے یقین ہے جہانگیر ملک نے بھی کوئی پلاننگ نہیں کی ہوگی مگر سارا معاملہ یہ تھا کہ اگر وہ کسی خسارے میں نہیں رہا تھا تو اس لیے کہ اس کی محبت دوطرفہ تھی اگر وہ زائرہ سے محبت کرتا تھا تو وہ بھی اس سے محبت کرتی تھی۔

ہم کسی سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے محبت کرو۔ میں کسی پر زبردستی نہیں کرسکتی تھی۔ اگر جہانگیر ملک کے دل میں زائرہ کے لیے جگہ تھی تو وہ جگہ میں نہیں لے سکتی تھی۔ نا اس سے کہہ سکتی تھی کہ۔

”سنو جہانگیر ملک اپنے دل کی وہ جگہ مجھے دے دو۔“

مجھے یقین ہے اگر میں ایسا کچھ کہہ بھی دیتی تو یہ رائیگاں جاتا جہانگیر ملک کو مجھے نہیں سننا چاہیے تھا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے سنتا بھی نہیں۔ وہ وہی کرتا جو اسے کرنا تھا اور اس نے وہی کیا جو اس کی منشا تھی۔ اس کی محبت اس کا حل تھی اور میری محبت؟

میں اپنی اس الجھی ہوئی محبت کی طرح خود بھی بہت الجھ گئی تھی اور اتنی الجھ گئی تھی کہ مجھے کوئی راہ بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

میں شاید کچھ زیادہ سوچ رہی تھی کیونکہ فی الحال درد زیادہ تھا اور میں یہ سوچ کر اپنا خون جلا رہی تھی کہ وہ اب میرا نہیں رہا تھا؟ مگر سوچنے والی بات یہ تھی کہ وہ میرا کب تھا؟ اسے میرا تو ہونا نہیں تھا۔ اسے زائرہ کے ساتھ ہی ہونا تھا اور وہ اسی کے ساتھ تھا اور میں......

میں اس کے لیے نہیں تھی۔

25 اپریل

”میں چاہتی تھی کہ میں وہاں سے چلی جاؤں اور کسی کا سامنا نہ کروں زائرہ بیگ اور جہانگیر ملک کا تو بالکل نہیں۔

”کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ تم ایسی کیسے ہوگئی ہو؟“ سلمان نے مجھے گھورا تھا۔

”کیا مطلب؟ کیسی ہوگئی ہوں میں؟“ میں نے اس کی طرف دیکھے بنا کہا تھا۔

”تم ایسی نہیں تھیں تانیا تغلق...... کچھ تو ہوا ہے۔ کیا ہوا ہے۔ مجھے بتاؤ۔“ وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا اور میں نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔ مگر میری آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

وہ چپ چاپ مجھے تکتا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے کناروں سے نمی چھلکی تھی اور سلمان نے بنا کچھ پوچھے مجھے تھام کر اپنے ساتھ لگا دیا تھا۔ شاید مجھے بہت زیادہ لفظوں کی ضرورت نہیں تھی اور سلمان بھی بہت Curious نہیں تھا۔ اس نے مزید کچھ نہیں پوچھا تھا اور میں سر اس کے شانے پر رکھ کر اپنا اندر بہت بڑھ جاتا ہے کسی اپنے کی چھوٹی سی ہمدردی بھی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے صرف پوچھنے سے میں اپنا ضبط ہار گئی تھی اور نمی میری آنکھوں کے کنارے توڑ کر باہر نکل آئی تھی' یہ جہانگیر ملک نے مجھے کس دوراہے پر لا کھڑا کر دیا تھا۔

”اب مجھے بتاؤ' کیا ہوا ہے؟ تم اس طرح کیوں رو رہی تھیں؟ کچھ تو ہوا ہے اگر یہ آنسو آنکھوں سے باہر

آئے ہیں تو ان کی بڑی وجہ ہے۔“ سلمان نے پوچھا اور میں نے سر انکار میں ہلانے لگی تھی۔

”مجھے اماں کی یاد آرہی تھی اور......

”اور“ سلمان نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

”تانیا تمہیں کسی سے محبت ہوئی ہے؟“ اس نے پورے وثوق سے کہا اور میں چونک کر اس کی طرف تکنے لگی تھی۔

”محبت؟“ میں نے بھولپن سے کہا تھا۔

”ہاں تمہارے چہرے پر لکھا ہے۔“ سلمان نے میری نفی کردی تھی۔ اس کا قیاس صحیح تھا اور میں حیرت زدہ تھی کہ جہانگیر ملک یہ کیسی کہانی میرے چہرے پر لکھ گیا تھا؟ سب اسے پڑھ رہے تھے اور جان رہے تھے۔

یہ کیا ہوگیا تھا۔ اس طرح تو سب کو پتا چل جانا تھا۔ میں اتنی بے وقوف کیسے بن گئی تھی۔

”ایسا کچھ نہیں ہے سلو وہ بس میں' تم تو جانتے ہو میں کبھی گھر سے زیادہ دیر دور نہیں رہی اور اس بار اماں نے بھی کچھ دنوں سے چکر نہیں لگایا سو میں' محبت کیوں کرنے لگی۔ مجھ جیسی لڑکی محبت پر یقین کرسکتی ہے؟ تم نے اتنا پاگل اور بے وقوف سمجھا ہے مجھے؟“ میں مسکرائی تھی اور سلو مجھے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔ اس شام میں دیر تک کھڑی آئینے میں اپنا آپ دیکھتی رہی تھی۔ اپنا چہرہ اپنی ہی نظروں سے اجنبی انداز میں دیکھتی رہی تھی۔

میری آنکھیں

میرا چہرہ

میرے خدوخال

کچھ بھی جیسے میرا نہ رہا تھا۔ اور میں اپنے راز بھی چھپانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ کھلی کتاب بن گئی تھی۔

یہ کیا ہو رہا تھا میرے ساتھ......!

محبت اتنا پرایا کردیتی ہے خود سے؟

سدو مینوں دھیدو رانجھا ہیر آکھو کوئی

رانجھا میرے وچ میں رانجھے وچ غیر خیال نہ کوئی

رانجھا رانجھا کردی ہن میں آپے رانجھا ہوئی

رانجھا رانجھا کردی ہن میں

آپے رانجھا ہوئی

میرے لب خود بخود ورد کر رہے تھے۔ جن لفظوں سے کبھی مجھے شغف نہیں رہا تھا وہ میرے لبوں پر کیسے تھے اور یہ کیسا جنون تھا میرے اندر میں اپنے وجود کی خود آپ نفی کر رہی تھی۔

ایک بار جہانگیر بلھے شاہ کا کلام سنا رہا تھا تب میں نے اس سے پوچھا تھا۔ یہ کون ہے؟ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

یہ صوفی شاعر ہیں۔ جنہوں نے محبت کو زبان بنایا اور محبت کو عام کیا اپنے لفظوں سے اور شاعری سے تب

اس نے مجھے بلھے شاہ کا کلام پڑھ کر سنایا تھا۔
"مگر مجھے تو یہ لینگویج پڑھنی نہیں آتی۔" میں نے کتاب دیکھ کر کہا تھا۔
اور دوسرے دن وہ میرے لیے اس کتاب کا ترجمہ لے آیا تھا۔

I have got lost in the city of love.
I'm being cleansed withdrawing my self.
from my head, hand and feet.
I have got rid of my ego and have attaind my goal.
Thus it has all ended well.
O Bullah the lord pervades both the world.
None now appear a strange to me.

وہ میرے سامنے بیٹھا لفظ لفظ پڑھ رہا تھا۔
اور اس وقت میں اس کے لفظ نہیں سن رہی تھی۔ میں صرف جہانگیر ملک کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا لہجہ میرے اندر اتر رہا تھا۔

I have go lost in the city of love.

میرے لیے وہ جیسے ایک شہر تھا اور میں اس کے لہجے میں کھو رہی تھی۔ اس کی آواز میں کھو رہی تھی۔ میں زیر لب دہرا رہی تھی۔

I have got lost in the city of love.

جہانگیر نے مجھے دیکھا تھا اور میں بات سنبھالنے کو مسکرا دی تھی۔
"بلھے شاہ کمال کے شاعر ہیں۔ یہ بک میں رکھ سکتی ہوں؟"
جہانگیر ملک نے سر ہلا دیا تھا مگر میں ہاتھ بڑھا کر وہ بک پکڑ رہی تھی۔ اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا۔
"محبت کھونے نہیں دیتی تانیا ملک۔ یکرا اپنے اندر ضم کر لیتی ہے۔ محبت کو سمجھنا ہو تو رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی میں بیٹھ کر اس کتاب کو پڑھنا۔ تمہیں پتا چل جائے گا کہ محبت دراصل کیا ہے۔ محبت صرف اپنی ذات کی تکمیل نہیں ہے۔ صرف اپنی غرض نہیں ہے۔"
میں مسکرا دی تھی۔
"اتنی مشکل باتیں نہ کرو میری سمجھ میں نہیں آتی مگر میں کوشش کروں گی اس پوئٹری کو سمجھ کر پڑھ سکوں۔"
جہانگیر مسکرا دیا گیا۔
"اور میں دعا کروں گا تمہیں کوئی وہ ایک مل سکے جو یہ پوئٹری تمہیں صحیح معنوں میں سمجھا سکے۔ یہ لفظ بے معنی نہیں ہیں۔ تبھی تو آج بھی زندہ ہیں۔"
"محبت ایسے ہی زندہ رہتی ہے؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا۔
"ہاں۔" وہ وثوق سے بولا تھا۔

"اور چاہے ہم نہ رہیں؟" میں نے جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔ وہ مجھے گھورنے لگا تھا۔
"کیسی فضول باتیں کرتی ہو تانیا' کبھی تو ڈھنگ کی کوئی بات کیا کرو' اچھا میں چلتا ہوں تم یہ بک پڑھ لینا۔"
وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ میری آنکھیں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر محبت کے سارے حرف اسے خوب سمجھ آتے تھے۔ وہ کتابیں پڑھتا تھا۔ محبت کے زندہ رہ جانے والے الفاظ یاد تھے اسے۔ پھر میں اسے سمجھ کیوں نہیں آتی تھی؟
کل معنی سمجھ نہیں آتے تھے۔ مگر جہانگیر ملک نے کہا تھا میں دعا کرتا ہوں کوئی ملے جو تمہیں محبت کے معنی سمجھا دے۔ وہ نہیں جانتا تھا محبت کے معنی تو مجھے سمجھ آ چکے تھے۔ تبھی تو میں بلھے شاہ کے لفظوں کا ورد کر رہی تھی۔ آج محبت میری سمجھ میں آ گئی تھی اور میں اپنے آپ کو محبت میں ضم ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ مگر جہانگیر ملک کے پاس وہ نگاہ نہیں تھی جو اس محبت کی تحریر کو میری آنکھوں یا میرے چہرے پر پڑھ سکے۔

28 اپریل

"اس شام زائرہ بیگ اور جہانگیر ملک ملنے آئے تھے۔ ان کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی اور دونوں خوش دکھائی دے رہے تھے۔
"تمہیں کیا ہوا ہے؟ برسوں کی بیمار لگ رہی ہو صورت سے۔" زائرہ بیگ بولی تھی اور میں جہانگیر ملک کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"رانجھا میرے وچ میں رانجھے وچ غیر خیال نہ کوئی
سدو مینوں دھیدو رانجھا' ہیر نہ آکھو کوئی
رانجھا رانجھا کردی ہن میں آپے رانجھا ہوئی

میرے لب کیسے وہ لفظ دہرانے لگے تھے میں خود حیران رہ گئی تھی۔
"اوہ تمہیں وہ کتاب اب بھی یاد ہے؟" جہانگیر ملک نے مجھے حیرت سے تکتے ہوئے مسکرایا تھا۔
"کون سی کتاب؟" زائرہ بیگ حیران ہو کر بولی تھی۔
"تانیا کو میں نے بابا بلھے شاہ کی کتاب دی تھی۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کیونکہ وہ اس زبان سے اتنی اچھے سے آشنا نہیں تھی سو اسے میں نے ترجمے کے ساتھ وہ کتاب دی تھی اور آج اس کی زبان سے بلھے شاہ کو سن کر میں حیران ہوا۔ تانیا تعلق جیسی لاابالی لڑکی اس گہری شاعری کو دہرا رہی تھی۔" وہ مسکرا دیا تھا۔
"اس میں کیا مشکل بات ہے۔ مجھے بہت سی چیزیں سمجھ نہیں آتی تھیں تو میں رٹا مار لیتی تھی۔ شاید اپنی تانیا نے بھی رٹا مار لیا ہو۔" زائرہ ملک کے مسکرانے پر میں بھی مسکرا دی تھی۔
"کہیں کوئی تمہاری زندگی میں تو نہیں آ گیا۔ جس نے تمہیں زندگی اور محبت کے معنی سمجھا دیے ہیں۔ تانیا تعلق؟" جہانگیر ملک نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا اور میں اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھی اس کی آنکھیں انجان تھیں' میری آنکھوں سے ناآشنا۔ بلھے شاہ کو پڑھنے والا اس کی مشکل باتوں کو سمجھنے والا میری آنکھوں کے بھید سمجھ نہیں پایا تھا۔ میرے چہرے پر اپنا عکس نہیں دیکھ پایا تھا۔
اس شام وہ میرے ساتھ رہے تھے ہم نے ساتھ ڈنر کیا تھا۔
میرے لیے وہ شام خاص تھی۔ اس لیے کہ وہ میرے سامنے تھا۔ میں زائرہ کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ میری

نظریں صرف جہانگیر ملک پر تھیں۔ یہ محبت مجھے اتنا بے بس کیوں کررہی تھی۔

30 اپریل

میں ضد کررہی تھی کہ باہر جاکر پڑھوں گی مگر اماں کو میرا دور جانا منظور نہیں۔ میں نے ان کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ میں نے ایڈمیشن لے لیا ہے۔ ستمبر سے شروع ہونے والے سمسٹر میں میں وہاں ہوں گی مگر اماں کو یہ قبول نہیں تھا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ بہت پڑھ لیا اور کتنا پڑھو گی؟"

"بار ایٹ لاء کروں گی اماں! بہت سا پڑھنا ہے مجھے روکو مت۔" میں بضد تھی۔

"لڑکیوں کو اتنا نہیں پڑھنا چاہیے۔ عمر نکل جائے گی۔"

"عمر کہاں نکل جائے گی اماں۔ یہیں تو ہوں۔" میں نے کہا تھا اور اماں میرے سر پہ چپت لگاتے ہوئے مسکرادی تھیں۔

"ثاقب سے مل لے۔ میں چاہتی ہوں تو یہیں رہ میری آنکھوں کے سامنے۔"

"ثاقب یہ کون ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا تھا اماں مسکرادی تھیں۔

"تیرے لے شہزادہ آگیا ہے۔ مگر گھوڑی پر بیٹھ کر نہیں آیا۔ اپنی لمبی سی گاڑی میں آیا ہے۔ تیرے ابا کو اور مجھے تو بہت پسند ہے۔ تیری بھابھی نے بھی ہاں کردی ہے۔ بچا تیمور اور تو' تیمور جیسے ہی لندن سے آئے گا اسے بھی دکھادیں گے اور......!

"اتنا کچھ ہوگیا اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں؟" میں حیران تھی۔

"اتنا کچھ کہاں ہوا۔ تجھے بتا تو رہی ہوں۔ بس تیری ہاں کی دیر ہے۔ کرتی رہنا بار ایٹ لاء بھی۔ وہ بہت اچھا ہے تجھے روکے گا نہیں۔" میں ان کے پاس نیم جاں انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

"آپ ملی ہیں اس سے؟"

"لو گھر آیا تھا' اپنی برابری کا ہے تیرا بابا کی طرح اس کے ابا بھی سیاست میں ہیں۔ بڑا نام ہے۔ کسی راہ چلتے کو اپنی لاڈلی کا ہاتھ تھوڑا نہ دے دیں گے۔ اتنا بڑا کاروبار ہے اس کا۔ تجھے بہت خوش رکھے گا۔" میرے اندر جیسے ایک قیامت تھی۔

ثاقب نواز کے لیے کہاں سے جگہ بناتی میں۔ میرے اندر تو جہانگیر ملک تھا۔

میں نہیں جانتی تھی اب کیا ہونے والا تھا۔ مگر میں کسی قیمت پر رکنا نہیں چاہتی تھی۔ میں فرار چاہتی تھی اور اس کے لیے یہاں سے بھاگ جانا ضروری تھا اور اس کے لیے اماں کو منانا بہت ضروری تھا۔

3 مئی

"اماں کو قائل کرنا آسان نہیں تھا۔ جب اماں نے خود اتنے پیار سے سمجھایا تھا کہ مجھے ثاقب نواز سے ملنا ہی پڑا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنسا تھا۔

"یہ کیسا حلیہ ہے تمہارا؟ تم واقعی اس خاندان کی بیٹی ہو یا؟" وہ میرے ڈریس سنس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔

"اگر ڈھنگ کے کپڑے پہنو تو اتنی بری نہیں لگو گی تمہارا چہرہ اچھا ہے۔ مگر یہ ہیر اسٹائل تمہیں کوئی اسکول

گوئنگ گرل بتاتا ہے چلو بالوں کا تو کچھ ہوسکتا ہے۔ میری بیوی کو بہت کلاسی لگنا چاہیے۔ تم جانتی ہو میرے گھر میں ہفتے کے سات دن میں سے چھ دن پارٹیز رہتی ہیں۔ اس میں اس طرح شرکت کروگی تو ہوگئی شادی۔ مجھے اپنے کپڑوں پر ایک شکن بھی برداشت نہیں ہوتی۔ جاؤ چینج کرکے آؤ۔ مجھے اسکول گرل کے ساتھ ڈنر پر جانا کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا اور میں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"میں ایسی ہی ہوں۔ میں کسی کے لیے خود کو نہیں بدل سکتی۔"

"بدلنا تو پڑے گا تانیہ تعلق! لڑکیوں میں لچک ضروری ہے۔ چلو چینج کرکے آؤ۔ ورنہ میں تمہارے لیے کچھ شاپنگ کردیتا ہوں۔" وہ پہلی ملاقات میں ایسے آرڈر دے رہا تھا جیسے وہ واقعی میرا ہزبینڈ ہو اور میں اس کی ہر بات سننے اور ماننے پر مجبور ہوں۔

"چلو ٹھیک ہے ساتھ چلو وہیں سے کچھ اچھا ڈریس لے لیں گے۔ یہ ملاقات کسی نیوز چینل کی زینت بن گئی تو مذاق بن کر رہ جائے گا۔ لوگ ہنسیں گے مجھ پر۔" وہ اپنی فکر کر رہا تھا میں بت بنی کھڑی تھی اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر گاڑی تک لایا تھا۔ پھر میرے لیے ایک ڈریس لیا تھا۔ جسے پہن کر میں اس کے ساتھ ڈنر پر گئی تھی۔

میں اس کی کیوں سن رہی تھی؟ کیوں مان رہی تھی؟ میں خود حیران تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے تم اتنی بری نہیں لگی ہو۔ ہم شادی کرکے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ تم آرگیومنٹ کرنے کی عادت نہیں رکھتیں اور یہ ہمیں کامیاب زندگی گزارنے میں مدد دے سکتی ہے۔ شادی ایک ایگری منٹ ہے۔ جسے گزارنے کے لیے ایک دوسرے سے اختلاف کرنا غیر ضروری ہوتا ہے۔ اوکے میری طرف سے ڈن میں ابا کو بتادوں گا۔ میں نے تمہارے لیے کچھ کپڑے خرید کر تمہارے گھر بھجوادیے ہیں آئندہ ملنے آؤں تو وہ پہن کر میرے ساتھ آنا۔ مجھے اس طرح کی بے قاعدگیاں اور کیژول ہونا پسند نہیں۔"

میری زبان گنگ تھی اور عقل حیران' مجھے حیرت ہوئی تھی میں اتنی چغد کیسے ہوسکتی تھی؟ اس شام وہ ملنے والا شخص مجھے اچھا خاصا الو بنا گیا تھا اور اس کے ساتھ زندگی کیسے گزاری جاسکتی تھی؟

ایسا کوئی فیصلہ لینا عقل مندی ہوسکتا تھا؟

10 مئی

اگر جو انسان سوچتا ہے وہ ممکن ہوسکتا تو انسان ہر شے پر قدرت رکھتا اور اسم اعظم پالیتا۔ میری سوچیں میرے اندر کی الجھنوں کو بڑھا رہی تھیں مگر سوچوں کا ممکن ہونا ناممکن تھا۔ میں ناممکنات میں سے نہیں سوچ رہی تھی یا ایسا ہونا واقعی ممکن نہیں تھا؟

میں نے فرار کی ٹھانی تھی وہاں سے بھاگ جانا چاہا تھا اور یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ مگر ہوا یوں تھا کہ اس شام میں سامان پیک کرکے کسی سے بھی ملے بنا واپس گھر آگئی تھی۔ اسٹڈی ختم ہوگئی تھی اور وہاں رکنے کی کوئی تک بھی نہیں تھی اور شاید میں ملنا بھی نہیں چاہتی تھی اس سب سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ شاید میں کسی کی یادداشت میں باقی بھی تھی کہ نہیں۔ کسی نے مجھے سوچا بھی تھا یا نہیں۔ میں نہیں جانتی تھی۔

اگر میں چاہتی تھی کہ جہانگیر ملک مجھے تلاشے اور میری تلاش میں آئے تو ویسا شاید کبھی نہیں ہوسکتا تھا۔

میں اکیلے بیٹھے جانے کیا سوچ کر نفی میں سر ہلا رہی تھی جب اچانک سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا اور میں

ان رہ گئی تھی۔

وہاں جہانگیر ملک کھڑا تھا۔ شاید یہ کوئی خواب تھا؟

میری خواہشیں مجھے پاگل کردینے کو تھیں۔ میں شاید واقعی پاگل ہو رہی تھی۔ میں اس کی طرف سے دھیان پھیر کر خود کو ملامت کرنے لگی تھی۔ جہانگیر ملک میرے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"اتنی جلدی میں آئیں کہ ہم سب سے مل بھی نہیں سکیں؟" وہ شکوہ کر رہا تھا میں اس کی طرف ساکت سی تکتی سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"میرے خوابوں میں مت آؤ جہانگیر ملک میں کوئی خواب مزید دیکھنا نہیں چاہتی۔" میں نے اسے کوئی خواب سمجھ کر اس کی نفی کی تھی اور ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ میں اس عمل پر چونکی تھی۔ اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا جو اس وقت میرے ہاتھ پر تھا۔ وہ خواب نہیں تھا وہ حقیقت تھی۔ میں کسی خواب سے نہیں گزر رہی تھی جہانگیر ملک واقعی اس لمحے وہاں تھا۔

"تم......!" میں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ مگر وہ بجائے میرے ری ایکٹ کرنے پر کوئی سوال کرتا یا بتاتا کہ یہ کوئی خواب نہیں وہ مجھے ملامت کرنے لگا تھا۔

"یہ کیا تک ہے تانیہ تعلق؟ تم اتنے بے تکے کام کیسے کرسکتی ہو؟ تم شادی کر رہی ہو؟ وہ بھی اس بندے سے جسے تم جانتی تک نہیں؟ اور وہ تمہارا بار ایٹ لاء کا خواب کیا ہوا؟ وہ سیاستدان کا بیٹا کیا سمجھے گا تمہیں؟ تم جانتی ہو ہمارے ہاں کے سیاستدان کتنے دقیانوس اور قدامت پرست ہیں؟ فیوڈل مین سارے کے سارے اپنے آپ کو راجہ سمجھتے کسی ریاست کا۔ وہ تم پر راج کرے گا اور تم کیا کر رہی ہو تانیہ۔ یہ فیصلہ کتنا غلط ہے۔ تمہیں اس کا اندازہ ہے؟"

"وہ ایسا نہیں ہے میں ملی ہوں اس سے ثاقب نواز لبرل اور براڈ مائنڈڈ بندہ ہے۔" میں نے زور دے کر کہا تھا۔

"کتنی بار ملی ہو تم اس سے؟ یہ زندگی اتنی فضول ہے کہ اسے اس طرح کے لوگوں کے ساتھ گزارہ جائے؟ تم شادی کرنے چلی ہو یا خودکشی۔" وہ مجھے آڑے ہاتھوں لے رہا تھا اور میں اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

وہ کیوں نہیں سمجھ رہا تھا میں ایسا کس لیے اور کیوں کر رہی تھی؟

"تمہیں کیا ہوگیا ہے تانیہ تعلق؟"

"میں کھوگئی ہوں جہانگیر مجھے تمہاری محبت نے اپنے اندر ضم کرلیا ہے۔" میں کہنا چاہتی تھی مگر میرے لفظ میرے حلق کے اندر کھوگئے تھے۔

یکدم ہی بارش ہونے لگی تھی۔ میں بھیگنے کے خیال سے اٹھنا چاہتی تھی مگر میرا ہاتھ جہانگیر ملک کے مضبوط بھاری ہاتھ کے نیچے دبا تھا۔

"جہانگیر ملک محبت کچھ نہیں ہوتی۔ مجھے زندگی گزارنے کا فیصلہ تو کرنا ہی ہے اور ثاقب نواز اتنا برا نہیں ہے۔ تم پریشان مت ہو۔ وہ دوسرے لوگوں جیسا نہیں ہے ایک بار ملی ہوں اس سے۔ تمہاری شادی کا کیا ہوا؟

کب تم دونوں شادی کررہے ہو؟" میں نے مسکرا کر پوچھا تھا۔ جہانگیر ملک بھیگتی بارش میں مجھے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔

"تمہاری آنکھوں میں کچھ ہے تانیہ تم کیا چھپا رہی ہو؟" میرے نظریں چرانے پر اس نے کہا تھا۔ میں حیران رہ گئی تھی۔ اس کی طرف دیکھ نہیں سکی تھی۔

"میری طرف دیکھو تانیہ ایسے آنکھیں مت پھیرو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں کیا ہے۔" وہ بارش کی پروا نہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بارش تیز ہورہی ہے۔ یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں۔" میں اٹھنے لگی تھی مگر اس نے میری کلائی تھام لی تھی۔

"تانیہ تم اس طرح بھاگ کیوں رہی ہو؟" کیا راز ہے تمہاری آنکھوں میں؟" وہ بولا اور تبھی میری نظر ثاقب نواز پر پڑی تھی وہ ہماری طرف کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس کا اندازہ جہانگیر ملک کو بھی ہوگیا تھا۔ تبھی اس نے میری کلائی چھوڑ دی تھی۔ ثاقب نواز چلتا ہوا قریب آ گیا تھا۔

"میں ثاقب نواز ہوں۔" ثاقب نواز نے تعارف کرایا تھا اور میری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"تم بارش میں بھیگنے کا شوق بھی رکھتی ہو تانیہ؟ مجھے اس کی خبر ہونی چاہیے تھی۔ تمہارے لوئر ڈریس سنس کی طرح تمہاری ہابیز بھی کافی Weird ہیں۔" وہ بنا جہانگیر ملک کی پروا کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بارش میں بھیگنا مڈل کلاس کے لوگوں کے شوق ہیں۔ کلاسی لوگ اندر بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں بارش میں بھیگ کر نہیں۔ اندر جاؤ اور چینج کرو۔" وہ مجھے حکم دیتا ہوا بولا تھا اور میں اس کے حکم پر کسی مشینی انداز میں چلتی ہوئی اندر آ گئی تھی۔

اس شام جہانگیر ملک اور ثاقب نواز میں کیا باتیں ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی۔ مگر میں نے شادی کے لیے اپنا فیصلہ اماں اور بابا کو سنا دیا تھا اور سکون کی ایک گہری سانس لی تھی اگر ایسا ہونا تھا تو پھر ایسا ہی سہی۔ میں زندگی سے نہیں لڑ سکتی تھی یا محبت سے جیت سکتی تھی تو پھر خوانخواہ ہاتھ پاؤں مار کر گہرے سمندر میں تجربات کیوں کرتی۔ یوں بھی ڈوب ہی جانا تھا اور پھر ایسے کیوں نہیں۔

20 مئی

"مجھے سلمان کا فون آیا تھا جہانگیر ملک اور زائرہ بیگ کی شادی ہوگئی تھی۔ جہانگیر ملک نے مجھے انوائٹ نہیں کیا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ میں اس کے دوستوں کی فہرست میں تھی اور وہ اس طرح اگنور کیسے کرسکتا تھا؟ آج میں اپنے اندر کو گہری تاریکی میں ڈوبتا ہوا محسوس کررہی تھی یہ تاریکی مجھے نگل رہی تھی۔

گھر میں میری شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں اور میں ایسے چپ تھی جیسے میرے اندر جان ہی نہ ہو۔ نہ خوشی تھی نہ کوئی ملال۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے تم ہنستی بولتی کیوں نہیں پہلے کی طرح؟" سدرہ بھابی نے کہا تھا۔ میں انہیں کیا جواب دیتی۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں محبت کے زمانوں میں گم ہورہی تھی۔ ختم ہوچکی تھی مگر محبت مجھ سے بہت دوری پر کھڑی مجھے اجنبیت سے دیکھ رہی تھی۔ اس دنیا میں صرف میں تھی اور میرا ہونا میرے

اپنے لیے معنی نہیں رکھتا تھا۔ میں بے حس ہورہی تھی۔ ثاقب نواز جیسے بندے کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کتنا صحیح تھا۔ اس کا پتا تو آنے والے دنوں میں ہی چلنا تھا۔ مگر اس سے زیادہ میں خود کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ ثاقب نواز سے شادی کرنے کا فیصلہ گویا تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے والا کام کررہا تھا اور یہ سب میں اپنی زندگی کے ساتھ خود کررہی تھی۔

اگر جہانگیر تھا تو پھر کوئی بھی ہوتا اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔

"تم خود کو سزا دے رہی ہو تانیہ تغلق۔" آئینے میں دیکھا تھا تو میرے اندر نے شکوہ کیا تھا۔

مگر میں نے اپنے اندر کو بھی چپ کرا دیا تھا۔

17 جون

"خوشی کے معنی ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اگر ڈھونڈتی تو شاید جان پاتی کہ زندگی سزاؤں کو منتخب کرنے کے لیے نہیں ہے۔ ثاقب نواز میری توقعات سے بہت زیادہ برا تھا۔ اس میں کوئی ایک عادت بھی ایسی نہیں تھی کہ میں اسے اچھا انسان کہتی۔

وہ ڈرگز لیتا تھا بر سے برا نشہ کرتا تھا خود کو پڑھا لکھا فارن کوالیفائیڈ اور اپر کلاس کا سمجھتا تھا مگر نہ اس میں ایٹی کیٹس تھے نا بیسک مینر۔ کلاسی لوگ اپنی بیوی کو اپنے بزنس کے لیے استعمال نہیں کرتے۔ شریف لوگ بیوی کو ڈرنک پینے پر مجبور نہیں کرتے اور عزت دار لوگ بیوی کو کسی غیر آدمی کے ساتھ ڈیٹ کرنے کے لیے نہیں بھیجتے۔ وہ ایسا کرتے ہوئے بالکل شرم محسوس نہیں کرتا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تم اتنی مڈل کلاس سوچ رکھتی ہو۔ کتنی دقیانوسی لڑکی ہو تم کسی کے ساتھ ڈنر پر جانے سے تمہارا کیا بگڑ جائے گا؟ اور اگر تم کسی سے مسکرا کر پارٹی میں ڈانس فلور پر چلی جاؤ گی تو اس سے تمہارا کیا نقصان ہوجائے گا؟ اگر اس سے مجھے یا میرے بزنس کو تھوڑا سا فائدہ ہوتا ہے تو تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تم اپنے ہزبینڈ کی کوئی مدد کرپائی۔ ہزبینڈ وائف ہوتے کس لیے ہیں؟ بات بات پر رونے بیٹھ جاتی ہو۔ مجھے تمہاری سمجھ نہیں آئی تانیہ۔"

"تمہارا باپ تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کرتا ہے؟ کیوں کررہے ہو تم ایسا میرے ساتھ۔ میں بیوی ہوں تمہاری یا کوئی کال گرل۔" میں چیخی تھی اور اس نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا تھا۔ یہ پہلی بار نہیں تھا جب اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اس نے ایسا پہلی ہی رات سے آغاز کردیا تھا۔ یہی نہیں جب میں نے سموکنگ کے لیے منع کیا تھا تو اس نے اسی سگریٹ سے میرا ہاتھ جلا دیا تھا۔

میں چیخنے لگی تھی مگر اس نے میری اسکن پر سے وہ جلتا ہوا سگریٹ نہیں ہٹایا تھا۔

"تمہیں زندگی میرے اصولوں پر جینا ہوگی تانیہ۔ میں تمہارا شوہر ہوں تم وہی کرو گی جو مجھے اچھا لگتا ہے اور جو میں چاہتا ہوں۔" تھوڑے ہی دن شادی کو ہوئے تھے مگر ان تھوڑے دنوں میں میں زندگی کے بہت بھیانک روپ اور چہرے دیکھ رہی تھی۔

شادی کے اول اول کے دن کسی بھی لڑکی کے لیے خواب جیسے ہوتے ہیں۔ اس کی کئی خواہشیں ہوتی ہیں۔ ان خواہشوں کو لے کر وہ ان خوابوں کو جیتی ہے اور میں کیا کررہی تھی ان تھوڑے سے دنوں نے مجھ سے میری

اپنی پہچان بھی چھین لی تھی۔ وہ مجھے بے عزت کرنے نیچا دکھانے میں ایک پل کو بھی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ مہمانوں کے سامنے نوکروں کے سامنے اسے احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو بے عزت کررہا ہے۔ میں اس دور میں پہنچادی گئی تھی جہاں بیوی کو شاید پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے اور جہاں میاں بیوی کے درمیان ایک واضح تفریق ہوتی ہے اور بیوی کو بے عزت کرنا شوہر اپنا فرض سمجھتا ہے۔

میں اپنے اس فیصلے پر پچھتا نہیں رہی تھی میں نے بھائی بھابی یا اماں بابا کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں بتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اگر یہ میری خود کے لیے منتخب کی گئی سزا تھی تو میں اس میں پچھتانا نہیں چاہتی تھی۔

کل شام میں بہت تھک گئی تھی۔ میں ثاقب کے ساتھ پارٹی میں جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں کچن میں اپنے لیے چائے بنارہی تھی جب مجھے تپش کا احساس ہوا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تھا تو میرا ساڑھی کا پلو جل رہا تھا۔ قریب ہی ثاقب کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں لائٹر جل رہا تھا۔ میں پھٹی آنکھوں سے اسے تکنے لگی تھی۔ وہ مسکرادیا تھا۔

"جینا چاہتی ہو تو وہ کرو جو میں کہتا ہوں۔ ورنہ زندگی جہنم سے بھی بدتر کردوں گا اور تم اس میں نہ جی سکو گی نا مر۔" میں ایک مضبوط فیملی کا بیک گراؤنڈ رکھنے والی لڑکی اعلیٰ تعلیم یافتہ اس کے ہاتھوں کس طرح ذلیل ہورہی تھی کیا یہی اوقات تھی میری؟

میں ہزبینڈ کی بدسلوکی سہہ رہی تھی۔ اس کی مار کھارہی تھی۔ اس کی ناجائز خواہشوں کو پورا کررہی تھی اور یہ سب میں چپ چاپ کررہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں چلوں گی۔" میں نے اپنے آنچل کی تیزی سے پھیلتی آگ دیکھ کر کہا تھا اور وہ مسکرادیا تھا۔ میرے اوپر سے کھینچ کر ساڑھی کا پلو نیچے گرایا تھا اور اپنے مضبوط جوتوں سے لمحے میں آگ بجھادی تھی۔ میں نے شوہر کا ایسا غیر انسانی سلوک نہیں سنا تھا۔ وہ شخص پاگل تھا مگر میں نے خود اس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم یہاں سے کہیں نہیں بھاگو گی تم بھاگنا نہیں چاہتیں نہ تم کسی کو اس ناروا سلوک کے بارے میں بتاؤ گی کیونکہ تم خود کو سزا دے رہی ہو اور اس سزا کو میں اپنے لیے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں ان آنکھوں میں کیا ہے۔ جس راز کو اس روز جہانگیر ملک دیکھنے کی ضد کررہا تھا۔ اس راز کو میں جانتا ہوں تانیہ تعلق۔ تم میرے ساتھ اس چھت تلے جیتے رہنا چاہتی ہو چاہے میں تمہیں اس سے زیادہ بڑی زندگی دوں یا اس سے برا سلوک بھی کروں۔ تم میرے ساتھ ہی رہو گی۔" وہ مسکرارہا تھا اور مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی اس جیسے شخص پر مرد کا لیبل لگا کر اسے مردوں میں شمار کرنا میری غلطی نہیں تھی۔ میں اسے اپنے لیے سزا سمجھ کر جھیل رہی تھی۔ میں اس سے کسی انسانیت کے سلوک کی انسان دوست رویے کی امید نہیں کرسکتی تھی۔ میں جو خود پڑھی لکھی لڑکی اس انسان کی زیادتیاں سہہ رہی تھی۔ انسانی حقوق کی بات کرتی تھی سیمینار میں لیکچرز دیتی تھی اور خود انسانیت سوز سلوک کو اپنے شوہر کے ہاتھوں سہہ رہی تھی۔ یہی میری زندگی تھی۔

یہی میری سزا......!

میں محبت کی سزا خود کو دے رہی تھی۔ محبت نے مجھے خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا اور میں اپنے اس خالی ہاتھ کو اس

آگ میں جلارہی تھی۔ محبت ایسی ہوتی ہے۔

13 اگست

"دن تیزی سے گزر رہے تھے مگر مجھے ان دنوں کی گنتی یاد نہیں تھی۔ پتا نہیں کتنے مہینے۔ میں بھول گئی تھی۔

سلمان کا فون آیا تھا۔ پتا نہیں اس نے کہاں سے میرا نیا نمبر ڈھونڈ نکالا تھا۔

"کہاں ہو تم زندہ ہو؟" وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں زندہ ہوں کیا ہوا ہے؟ تم سب کیسے ہو؟"

"تمہیں دیکھے ایک برس گزر گیا ہے تانیہ۔ نہ تم نے اپنی شادی میں بلایا ہے نہ کبھی گھر آنے کی دعوت نہ ہزبینڈ سے ملایا۔ مانا بہت بڑی شخصیت ہے اور سیاسی اثر ورسوخ رکھتی ہے مگر ہماری بھی کوئی اہمیت ہے کہ نہیں۔ اپنے بڑے لوگوں کی زندگی سے باہر نکلو کبھی ہماری بھی خبر لو ادھر جہانگیر ملک کی بیٹی کی ولادت ہوئی ہے خیر سے ڈیڈی بن گئے ہیں۔ آپ تو ایسی پیا دیس سدھاریں کہ پلٹ کر خبر ہی نہیں لی۔ شادی کا فیصلہ بھی چپ چاپ کرلیا۔ ایک بار پوچھا ہوتا تو بتاتے کہ ہم بھی امیدواروں کی اسی قطار میں تھے۔ زیادہ امیر نہ سہی مگر پیار تو دے سکتے تھے۔"

"پلیز سلمان ان باتوں کی اب میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ تم ایسی باتیں مذاق میں بھی مت کیا کرو۔"

"اچھا ٹھیک ہے مگر ہم نے کالج کے پرانے دوستوں کی ایک گٹ ٹو گیدر کی ہے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تم آجاؤ گی تو ہمیں اچھا لگے گا۔"

میں نے اسے کوئی معقول جواب نہیں دیا تھا اور سلسلہ منقطع کردیا تھا مگر اس شام میں تیار ہوکر اس ہوٹل پہنچ گئی تھی اور وہاں میں نے ثاقب نواز کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا۔ جو اس کی سیاسی پارٹی کے لیے کام کرتی تھی اور اس کی سیکریٹری بھی تھی۔ وہ قریب کی ٹیبل پر ہی تھا۔ میں اپنے دوستوں پر کم توجہ دے رہی تھی اور اسے زیادہ دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے ہزبینڈ نہیں آئے؟ مجھے لگا تم انہیں بھی ساتھ لاؤ گی۔" سلمان نے کہا تھا۔

میں اسے کیا بتاتی کہ میرے ہزبینڈ کسی اور عورت کے ساتھ تھا۔ اسی ڈنر میں جہانگیر ملک اور زائرہ بیگ کو دیکھ کر مجھے حیرت نہیں ہوئی تھی وہ دونوں اپنی چھوٹی سی کیوٹ سی بیٹی انائیا کے ساتھ آئے تھے۔ مجھے دیکھ کر جہانگیر ملک دیکھتا رہ گیا تھا۔

"تم اتنا بدل گئی ہو تانیہ تعلق! مجھے یقین نہیں ہورہا میں اسی تانیہ تعلق سے مل رہا ہوں۔"

"میں تانیہ تعلق نہیں رہی۔ میں تانیہ ثاقب نواز ہوں۔" میں مسکرائی تھی۔ جہانگیر ملک اسی طرف بیٹھا تھا جہاں میں بیٹھی تھی اور اس کی نظریں بھی ثاقب نواز کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس پارٹی رکن کے ساتھ کچھ قریب تھا اور ارد گرد کا اسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔

"میں نے پچھلے دنوں تمہارے ہزبینڈ کو نیویارک میں دیکھا تھا۔ مجھے لگا تم بھی ساتھ ہوگی۔ وہ وہاں مینٹن میں اپارٹمنٹ خرید رہا تھا۔ اسی کے سلسلے میں وہ وہاں گیا تھا۔ وہ فلیٹ میرے انکل کا تھا۔ مجھے لگا تم ضرور اس

کے ساتھ آئیں ہوگی مگر مجھے حیرت ہوئی جب میں نے اسی عورت کو اس کے ساتھ دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ کر چونکا نہیں تھا نہ شرمندہ تھا تم جانتی ہو اس نے میرے انکل کو کیا کہہ کر متعارف کرایا تھا؟ وہ اپنی وائف کے ساتھ ہے۔ تم اس شخص کے ساتھ کیسے گزارہ کررہی ہو تانیہ تعلق؟ یہ کیسی سزا ہے؟" جہانگیر ملک مجھے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ میں مسکرادی تھی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی وہاں میں بھی اس کے ساتھ تھی۔ مگر ضروری نہیں ثاقب سب کو اس بات کا پتا دے۔ ہم میں انڈر اسٹینڈنگ ہے۔ جانتے ہیں کیا ہورہا ہے۔ اگر ثاقب کہیں جاتے ہیں تو مجھے بتا کر جاتے ہیں۔"

میری مسکراہٹ میری نفی کررہی تھی۔ مگر میں اپنا خول ٹوٹتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس شام میں نے گھر آ کر آنسو بہائے تھے۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا تھا میں نے کچھ غلط کیا ہے اپنے ساتھ۔ میرے اندر کی لڑکی مجھے جھنجوڑ رہی تھی ملامت کررہی تھی۔ جب تک ہم کسی بات کی پروا نہیں کرتے اس کا احساس بھی اس شدت سے نہیں ہوتا۔

مگر جب' جس گھڑی احساس ہوتا ہے اس سے ہار کا سفر شروع ہوتا ہے۔ میں خود کو جہنم میں جھونک چکی تھی اس کا احساس مجھے ہوا تھا اور اس کے بعد مجھے اپنے آنسو بھی خود کو سلگاتے جلاتے انگارے سے محسوس ہوئے تھے۔

زائرہ ملک مجھے اس شام زندگی سے بھرپور عورت لگی تھی جس کے پاس سب کچھ تھا اور میرے پاس؟"

میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں خالی ہاتھ تھی۔ بنجر تھی ویران تھی۔

"مجھے بچے پسند نہیں۔ مجھے بچوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بارے میں سوچنا بھی مت۔" ثاقب نواز مجھے جتا رہا تھا اور تب مجھ پر کھلا تھا کہ اس کی ایک پہلی بیوی تھی جس سے اس کے پہلے سے دو بچے تھے۔ وہ نیو یارک میں رہتے تھے۔ پہلی بیوی کو اس نے طلاق نہیں دی تھی۔ نہ وہ شادی منظر عام پر آئی تھی۔ وہ شادی اس کا نجی معاملہ تھی۔ فیملی جانتی تھی اور میں میڈیا کے سامنے دنیا کے سامنے اس کی بیوی تھی مگر میری حیثیت اس کی زندگی میں صفر تھی۔ کیا اس نے صرف مالی فائدے حاصل کرنے کے لیے مجھ سے شادی کی تھی؟ کیونکہ میرے خاندان کا نام تھا؟ میں پڑھی لکھی تھی اور خوب صورت بھی؟ وہ میرا استعمال کسی فالتو شے کی طرح کررہا تھا۔ کثرت سے کررہا تھا اور اس کا احساس وہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

10 فروری

میرا بخار نہیں جارہا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں میں میرا وزن بھی بہت گر گیا تھا۔ میں اسپتال گئی تھی کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے اور پتا چلا تھا۔ میرے جگر نے کام کرنا بند کردیا تھا۔ جگر کا سائز بڑھ گیا تھا۔ ایسا کیوں ہوا تھا؟ شاید میں ڈرنکس لینے کی عادی ہوگئی تھی۔ پارٹیز میں کثرت سے پینا پڑتا تھا اور میں اس سے انکار نہیں کرسکتی تھی۔

مجھے ایک طرف درد بھی رہنے لگا تھا۔ اور یہ درد لیور کا ہی تھا۔ میں خود کو اس تکلیف میں خود جھونک رہی تھی۔ اور پریشان بھی نہیں تھی۔ میں نے اس بیماری کے باوجود کوئی سوشل ایکٹی وٹی بند نہیں کی تھی نا زندگی روکی تھی۔ سب اسی طرح چل رہا تھا۔

اماں بابا اور بھائی بھابی مجھے دیکھ کر پریشان ہوئے تھے۔

"تم اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی۔ یہ بیماری کیسے ہوگئی۔ میں تمہارے بابا سے کہہ کر باہر علاج کا بندوبست کراتی ہوں۔" اماں نے کہا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے اماں! میں خود اپنی تانیہ کا علاج باہر کراؤں گا۔" ثاقب نواز نے یقین دلایا تھا۔ مگر اس کے بعد اس نے اپنا رابطہ مجھ سے بند کردیا تھا ہم ایک گھر کی چھت تلے رہتے تھے مگر اس نے کمرے میں آنا بند کردیا تھا۔

"مجھے تم سے یہ بیماری نہیں لینا۔ بہتر ہوگا ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کو محدود کردیں۔ تم باہر جانا چاہتی ہو تو باہر جا کر اس بیماری کا علاج کرواسکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا۔

اس شام مجھے تنہائی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ میری اپنی منتخب کردہ سزا میری قاتل بن رہی تھی۔ میں بیوی نہیں بن سکی۔ ماں نہیں بن سکی تھی۔ آج میں تنہا تھی اور خالی ہاتھ۔ محبت نے مجھے خالی ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور زندگی نے بھی۔ ثاقب نواز کا کیا قصور تلاش کرتی میں؟ اس بندے کے پاس سب کچھ تھا۔ زندگی کی نعمتیں پہلے سے تھیں۔ میں اس کا سوشل اسٹیٹس سیٹ کرنے کے لیے اس کی ضرورت بن کر اس کی زندگی میں آئی تھی اور اس نے میرا استعمال بھی خوب کیا تھا۔ میں خود کو ان سوچوں سے دور نہیں لے جا پائی تھی اور میرا وجود ختم ہورہا تھا۔

27 مارچ

"مجھے لیور کی تکلیف کے باعث اسپتال میں داخل ہونا پڑا تھا۔ اور اسی رات میری رپورٹس سے پتا چلا تھا کہ مجھے بلڈ کینسر بھی تھا۔ زندگی کو جینے کی لگن ہو تو بیماری کو شکست دی جاسکتی ہے۔ مگر میرے اندر ایسی کوئی رمق نہیں تھی۔

مگر یہ اس تکلیف کا اثر تھا جو میرے اندر تھی یہ کوئی بیرونی بیماری نہیں تھی اس سے بہت سی بیماریوں کا انکشاف ہورہا تھا۔

"میں نے باہر بھجوانے کے پورے انتظامات کرلیے ہیں۔ آپ فکر مت کریں۔" اماں ابا ملنے آئے تو تھے تو ثاقب نے ان سے کہا تھا۔

اور اسی شام وہ میرے سرہانے آن بیٹھا تھا۔

"تم خود کو کوئی بوجھ لگ رہی ہوگی۔ اب کیا کروگی؟ اتنی ساری خطرناک بیماریاں اور تم۔ تمہیں تمہاری محبت نے ماردیا تانیہ تعلق اس تکلیف کو پہلے تم اپنے اندر سہہ رہی تھیں اور اب اس کو باہر بھی جھیل رہی ہو۔ ایسی زندگی کا کیا کروگی تانیہ تعلق۔ اس جواں عمر میں جب لڑکیاں زندگی کو جیتی ہیں تم زندگی کو ایک ایک قدم خود سے پرے دھکیل رہی ہو۔ اس میں غلطی تمہاری اپنی ہے تم جینا نہیں چاہتی تانیہ تعلق۔ لیور کے بعد بلڈ کینسر ہونا اتنی کم عمر میں کیا کرلیا خود کو۔ تمہاری عمر کی عورتیں اپنے قدموں پر جیتی ہیں اور تم اپنی ہی زندگی کے لیے بوجھ بن گئی ہو۔ اب ایسی زندگی جی کر کیا کروگی؟ میں تو اس بوجھ کو ڈھونڈنے سے رہا۔ باہر لے جاؤں بھی تو کتنے دن جیو

گی؟ لیور تمہارا ختم ہوچکا ہے۔ اب بلڈ کینسر بھی۔ تم میں تو اپنی زندگی کے لیے لڑنے کی بھی ہمت نہیں۔ جب خود اندر جینے کی کوئی رمق نہیں تو ڈاکٹرز کیا کرلیں گے؟ یہ اس ملک کا سب سے مہنگا اسپتال ہے تم یہاں اس حال کو پہنچی ہو تو باہر جاکر شفا کہاں ہوگی۔" وہ سفاکی سے کہہ رہا تھا۔

"کہو تو تمہارے عاشق کو فون کرکے اطلاع دے دوں؟ اسے دیکھ لوں گی تو شاید اندر جینے کی کوئی رمق آجائے۔" وہ طنز کرتا ہوا مسکرایا تھا۔

13 جولائی

"ڈاکٹرز کی ٹریٹمنٹ، دوائیں اور دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا۔ مگر میری حالت سنبھل نہیں رہی تھی۔ میں لندن آگئی تھی۔ اماں میرے ساتھ تھیں۔ شادی شدہ زندگی نے مجھے کچھ نہیں دیا تھا۔ نہ ہزبینڈ نے نہ زندگی نے نہ محبت نے۔ میں چاروں طرف سے چاروں شانے چت تھی اور ہاری ہوئی تھی۔

میں اندر کی ویرانی سے گھبرا کر Greeenford میں کنال واک پر آگئی تھی۔ وہیں مجھے جہانگیر ملک دکھائی دیا تھا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ زائرہ ملک بھی تھی اور اس کی وہ کیوٹ سی بیٹی تھی میرے اندر بنجر پن اور بڑھنے لگا تھا۔

میرے اندر وہ محبت اب بھی زندہ تھی کیا؟

وہی محبت مجھے پل پل مار رہی تھی اور اس کا قصوروار کون تھا؟

"جہانگیر ملک؟" وہ میری طرف دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"تم یہاں؟ تمہیں کیا ہوگیا؟ برسوں کی بیمار لگ رہی ہو۔ ٹھیک تو ہو؟" میں مسکرادی تھی اور اس کی بیٹی کو گود میں لے کر پیار کرنے لگی تھی۔

"تمہارے ہزبینڈ بھی ساتھ ہیں؟" زائرہ نے پوچھا تھا۔ "شام میں ڈنر پر ملتے ہیں تم بزی تو نہیں ہو نا؟"

"نہیں وہ میرے ساتھ نہیں ہیں میں اماں کے ساتھ آئی ہوں۔" انابیا رونے لگی تھی۔ شاید کسی بات پر ضد کررہی تھی۔ زائرہ ملک اسے لے کر ایک طرف چلی گئی تھی۔ جہانگیر مجھے دیکھنے لگا تھا اور اپنی جگہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا

"خود کو اتنی سزا مت دو تانیہ تعلق! زندگی اتنی ارزاں نہیں ہے۔ تم ایسی زندگی کیوں جی رہی ہو؟ صرف اس لیے کہ....." وہ بولتے بولتے رک گیا تھا۔

"اس سوال کا جواب میں خود نہیں جانتی کہ میں ایسی بوجھ سی زندگی کیوں جی رہی ہوں۔" میں مسکرادی تھی۔

"سب بہت اچھے سے اپنے اختتام کو پہنچا اور محبت، محبت میں ختم ہوگئی۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے نا؟" میں اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور وہ اپنی جگہ جوکر بن رہا تھا۔

"میں خود کو کبھی معاف نہیں کرپاؤں گا تانیہ تعلق! تم خود اپنے ساتھ ایسا نہیں کرسکتیں۔" وہ پچھتاوے کے ساتھ بولا تھا۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، کیوں خبر نہیں دی۔"

"اور تم کیا کرلیتے؟" میں مسکرائی تو وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"تم ثاقب نواز سے طلاق لو میں تمہاری زندگی کے ذمے داری لوں گا۔" وہ جذباتی انداز میں بولا تھا۔

"ثاقب نواز کبھی مجھے طلاق نہیں دے گا۔ ان کے خاندان میں اس بات کی گنجائش نہیں، میں بھی اور کتنے دن ہوں۔" میں مسکرائی تھی۔

"ایسی باتیں مت کرو تانیہ! میں خود کو کبھی معاف نہیں کرپاؤں گا۔ مجھے ازالہ کرلینے دو۔" وہ پچھتاوے میں گھر رہا تھا۔

"اس کا تدارک کچھ نہیں ہے جہانگیر ملک! وقت گزر چکا ہے۔ جب مجھے کوئی پچھتاوا نہیں تو تم کیوں خود کو مجرم سمجھ رہے ہو؟" میں مسکرائی تھی۔

"تمہیں کچھ ہوگیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا، مجھے کیوں خبر نہیں ہوئی؟"

"خبر ہوجاتی تو تم کچھ کرلیتے؟" میں مسکرائی تھی۔

"تم زائرہ کے ساتھ اچھے لگتے ہو۔ تم اسی کے لیے بنے ہو۔ میں ثاقب نواز کے لیے تھی سو زندگی تمام ہوئی۔ اسے اسی طور بسر ہونا تھا۔ مجھے کوئی گلہ نہیں ہے۔ ہم محبت کرنے پر پابند نہیں ہوتے نا محبت کرنے پر اختیار رکھتے ہیں۔ محبت میں غلطیاں نہیں ڈھونڈی جاتیں۔ غلطیاں معاف کی جاتی ہیں۔ محبت کا دل بہت کشادہ ہوتا ہے۔ محبت گلے نہیں کرتی، محبت کا خسارہ، خسارہ نہیں ہے، میں تمہیں یہ زندگی جیتے دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ مجھے کوئی پچھتاوا نہیں۔" میں کہہ کر واپس پلٹنے لگی تھی، میں جان سکتی تھی کہ جہانگیر ملک میری طرف دیر تک دیکھتا رہا تھا مگر میں پلٹ کر واپس دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے ایک تکلیف کا گہرا احساس اپنے اندر محسوس کیا تھا۔ میں تھکنے لگی تھی، ہارنے لگی تھی کیونکہ اب مجھے خسارے کا پتا چلا تھا۔ اب اپنا خالی پن مجھ پر کھلا تھا۔ میرے خالی ہاتھ میرا منہ چڑا رہے تھے۔ میرا بنجر پن میری روح کو روند رہا تھا۔ محبت اتنی بڑی سزا ہوسکتی ہے، یہ مجھ پر آج کھلا تھا۔ میں نے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس کیا تھا، میں لڑکھڑاتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔

"اماں! مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ میں جیسے اندر کہیں گر رہی تھی، اپنے آپ سے ہار رہی تھی۔ میرا دل بند ہو رہا تھا اس رات میں پھر اسپتال میں تھی اور اب یہ میری زندگی کا معمول بن گیا تھا۔ اسی تکلیف کے ساتھ جینا اب میری زندگی کا حصہ تھا۔ میں کھو چکی تھی۔

ان محبت کی دنیا میں میرا وجود گم ہوگیا تھا

میں تحلیل ہو رہی تھی

محبت مجھے جینے نہیں دے رہی تھی

14 جولائی سے:

"بہت تکلیف ہے، شاید اب زندگی کا بوجھ مزید نہیں ڈھو سکتی، میں تھک گئی ہوں۔"

17 جولائی:

پھر کوئی آیا دل زار نہیں کوئی نہیں

راہرو ہوگا' کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات' بکھرنے لگا تاروں کا غبار
لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ
سوگئی راستہ تک تک کے ہر اک راہ گزر
اجنبی خاک نے دھندلادیئے قدموں کے چراغ
گل کرد شمعیں بڑھا دو مے و مینا وایاغ
اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کرلو
اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا

تانیہ تغلق

انائیا نے بے چینی سے ڈائری کے اوراق پلٹے مگر اس سے آگے کے سارے صفحات خالی تھے۔

"اوہ خدایا!"

کتنا درد تھے' کسی تکلیف سہی ہوگی تانیہ تغلق نے' صرف یک طرفہ محبت کے لیے۔ اس نے خود کو یہ سزا دی تھی تو پھر مجرم جہانگیر ملک کو کیوں سمجھا گیا تھا' یہاں تو کہیں نہیں لکھا تھا کہ اس کی موت میں کہیں بھی جہانگیر ملک کا کوئی حصہ تھا یا ہاتھ تھا پھر تانیہ تغلق کی موت کی سزا اسے یا جہانگیر کو کیوں دی گئی تھی اور جہانگیر ملک نے زائرہ ملک کو اور اسے چھوڑ کر کس بات کی سزا دی تھی؟

صرف اس جرم کے لیے کہ تانیہ تغلق کو اس سے محبت ہوگئی تھی اور ایک دردناک زندگی جی کر گئی تھی سو اس کے لیے جہانگیر جب خود کو مجرم مان کر انہیں پہلے ہی چھوڑ کر جاچکا تھا تو پھر اسے کیوں سزا کے لیے چنا گیا؟

اس سب کے ہونے میں اس کا کیا قصور تھا؟

معارج تغلق کو کیوں لگتا تھا کہ وہ اس سب کے لیے قصوروار تھی؟

"تم سوئی نہیں اب تک؟" ممی اس کے لیے دودھ لے کر آئی تھیں۔

انائیا نے ڈائری تکیے کے نیچے رکھ لی تھی' اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اس دور اس تمام کرب سے گزر کر آئی ہو۔ ممی نے دودھ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا' تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ اب تو تمہارے پاپا بھی ہوش میں آگئے ہیں' اب کس بات کی ٹینشن ہے۔"

"ممی......!" وہ کچھ کہتے کہتے رکی تھی۔

"کیا ہوا؟ کہو......!" زائرہ ملک نے کہا تھا۔

"ممی مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔" انائیا نے ماں کی طرف دیکھا تھا۔

"پوچھو!" ممی اس کے پاس بیٹھی تھیں۔

"ممی آپ کی کوئی دوست تھی تانیہ تغلق؟"

"تانیہ تغلق؟ تم اس کے بارے میں کیسے جانتی ہو؟" زائرہ ملک چونکی تھی۔

"میں جانتی ہوں ممی اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ......"

"کیا وہ......؟ تمہیں اس کے بارے میں کس نے بتایا؟ وہ ہماری کلاس میٹ تھی' بہت پیاری لڑکی تھی مگر اس کی تو وفات ہوگئی تھی تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟" زائرہ ملک چونکتے ہوئے بولی تھی۔ انائیا ملک کچھ دیر ان کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تانیہ تغلق' معارج تغلق کی پھوپھو تھی۔ آپ جانتی ہیں اس نے شادی کے لیے میرا انتخاب کیوں کیا؟ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خاندان تانیہ تغلق کی موت کا ذمے دار ہے۔ اس کی میرے ساتھ شادی ایک پلاننگ کی' ایک سازش تھی صرف اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس نے جال بنا تھا میرے تک آنے کا کیونکہ میں آپ دونوں کی بیٹی تھی' جہانگیر ملک کی بیٹی تھی۔ اس جہانگیر ملک کی بیٹے جس سے تانیہ تغلق محبت کرتی تھی۔ جس کے لیے تانیا تغلق نے اپنی زندگی تیاگ دی' اس تانیہ تغلق کی موت کی سزا مجھے ملی۔ اس کی ناکام محبت کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑا۔" انائیا بہت مدہم لہجے میں بول رہی تھی۔

"تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟" زائرہ ملک چونکی۔ انائیا نے تکیے کے نیچے سے ڈائری نکال کر زائرہ ملک کے سامنے کردی تھی۔

"اس ڈائری نے' یہ تانیا تغلق کی ڈائری ہے' جو مجھے اس کے گھر سے۔ اس کے کمرے سے ملی اور جسے میں اپنے ساتھ لے آئی اور......"

"اور کیا؟" زائرہ ملک حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"معارج تغلق کا مقصد صرف مجھ سے تانیہ تغلق کی محرومیوں کا بدلہ لینا تھا۔ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے نہ ہی اس شادی کی کوئی حقیقت ہے۔ اس شادی کا مقصد صرف مجھے استعمال کرنا تھا اور مجھے تکلیف پہنچانا تھا تاکہ تانیہ تغلق کی تکلیف کا احساس اس خاندان کو ہوسکے۔ مجھے جب اس حقیقت کا پتا چلا میں نے وہ گھر چھوڑ دیا اور آپ کو میں نے یہ نہیں بتایا کہ معارج تغلق نے خود مجھے اس گھر سے نکالا کیونکہ وہ سمجھتا ہے میری سزا پوری ہوگئی ہے اور اس سے زیادہ مجھے سزا دینا جائز نہیں سمجھتا۔ سو جس روز میں نے یہ ڈائری پڑھ کر آدھا سچ جانا تھا اسی دن اس نے مجھے بتادیا تھا کہ یہ رشتہ ختم ہوا۔ وہ مزید طول دینا نہیں چاہتا نہ مزید سزا دینا اپنا جائزہ حق سمجھتا ہے۔ جس رات میری مہندی تھی میں ڈیڈی کو اسپتال پہنچانے گئی تھی مجھے فون آیا تھا کہ وہ اپنے دوست کے پاس آئے ہیں اور ان کی حالت بہت نازک ہے میں پارلر سے سیدھا ان کے پاس گئی تھی پھر موسم خراب ہونے کی وجہ سے مجھے وہاں دیر ہوگئی تھی مگر جب عدن کے ساتھ میں ڈیڈی کو اسپتال میں ایڈمٹ کراکے مہندی کی رسم کے لیے لوٹ رہی تھی اسی وقت معارج تغلق نے مجھے آن پکڑا تھا۔ وہ سمجھتا تھا میں وہاں سے عدن کے ساتھ فرار ہورہی تھی جب کہ میں مہندی کی رسم کے لیے واپس تغلق ہاؤس ہی جارہی تھی۔ عدن صرف میری مدد کررہا تھا مگر اس رات وہ زبردستی مجھے ہیلی کاپٹر سے تغلق ہاؤس لے گیا تھا۔ اپنی دانست میں وہ مجھے بھاگتے ہوئے پکڑ کر رنگے ہاتھوں اپنے ساتھ لے کر گیا تھا سو وہ مجھے ناجائز طریقے سے حاصل کرنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس نے اپنا غصہ اس طرح نکالا' اس رات اس نے مجھے زبردستی حاصل کیا۔ وہ مجھے سزائیں دے کر تسکین حاصل کرتا تھا کیونکہ وہ ہر اس تکلیف حساب مجھ سے بے باک کرنا چاہتا تھا۔" انائیا ملک نے دھیمے لہجے میں بتایا تھا۔

"مگر تم...... یہ سب کیوں سہتی رہیں؟ مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں سمجھتی رہی تم خوش ہو اپنے گھر میں ہنسی خوشی رہی ہو اور معارج بہت پیار کرنے والا شوہر ہے اور وہ اپنی پہلی غلطی کا ازالہ تم سے محبت جتا کر اور کیئر کرکے کررہا ہے۔" زائرہ ملک حیران تھیں۔

"ایسا نہیں تھا ممی!" انائیا ملک کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"مجھے تانیہ تغلق کی تکلیف کا اندازہ ہے اس نے یک طرفہ محبت کی۔ اس کی محبت کا محور جہانگیر ملک تھے۔ جہانگیر ملک کو اس محبت کی خبر بہت دیر میں ہوئی شاید ہمیں چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ تانیہ تغلق ہی تھی۔"

"لیکن جہانگیر نے مجھ سے بے وفائی نہیں کی۔ وہ تانیہ کے پاس نہیں گیا تھا یہ بات میں جانتی ہوں۔" زائرہ پُریقین لہجے میں بولیں۔

"میں نہیں جانتی ہماری آخری ملاقات لندن میں ہوئی تھی اس کے بعد ہم اس سے کبھی نہیں ملے۔ ہم واپس پاکستان آگئے تھے اور اس کے کچھ دن بعد ہی جہانگیر ملک گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔" زائرہ ملک نے کہا تھا اور ہاتھ بڑھا کر انائیا ملک کی آنکھوں کو پونچھا تھا اور ساتھ لگالیا تھا۔

۞ ...... ☆ ...... ۞

انابیتا ریہرسل کے لیے آئی تھی اور سخت کوفت کا شکار تھی کیونکہ وہ آگئی تھی اور اسکرپٹ دیکھ کر اپنی لائنیں تک رٹ چکی تھی مگر دامیان سوری کا کچھ پتا نہیں تھا۔

"ایکسل اگر دامیان تھوڑی دیر میں نہ پہنچا تو میں چلی جاؤں گی' میں اپنا ٹائم اس طرح ویسٹ نہیں کرسکتی۔" وہ کہہ کر پلٹی تھی جب وہ سامنے کھڑا دکھائی دیا تھا' ایکسل پورا منہ کھول کر مسکرا رہا تھا۔

"لو اپنا ہیرو تو آ گیا' چل بھائی سلیم! شروع ہوجا۔ اپنا اسکرپٹ پکڑ اور ریہرسل کر۔" دامیان نے انابیتا کی طرف دیکھتے ہوئے اسکرپٹ تھاما اور اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

انابیتا کو تو اس عام کھیل کو نمٹا کر جانے کی بہت جلدی تھی تبھی ڈائیلاگ بولنے لگی تھی۔

"سلیم تمہاری محبت میری نس نس میں دوڑ رہی ہے۔ یہ محبت کا احساس میرے اندر میری روح میں ہے میں جانتی ہوں تم اس محبت سے واقف ہو اور جانتے ہو کہ محبت ہم دونوں کے دلوں کو باندھ چکی ہے۔ تم میرے دل کی آہٹیں سنو سلیم! سنو میرا دل تم سے کہتا ہے' بہت سی باتیں جو میں تم سے نہیں کہہ سکتی وہ میری دھڑکنیں تم سے کہتی ہیں سلیم! یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے۔" وہ روانی کے ساتھ ایسے ڈائیلاگز بول رہی تھی جیسے کسی کو سبق سنا رہی ہو۔ ایکسل ہی نہیں جتنے بھی لوگ وہاں جمع تھے سب ہنسنے لگے تھے۔

"انارکلی تم پانچویں جماعت کا سبق پڑھ رہی ہو یا سلیم سے اپنی محبت کا اظہار کررہی ہو؟" ایک کلاس میٹ نے آواز کسی۔

"رٹا مارا ہے انارکلی نے۔ یار! سبق نہ سناؤ' ڈرامے کا تاثر پیدا کرو۔"

"لگتا ہے انارکلی کو اپنے ڈائیلاگ نمٹا کر کہیں اور جانے کی بھی جلدی ہے۔ ڈائیلاگ مارے ہیں یا پتھر پھینک رہی ہیں آپ۔ پیار سے مارو نا ہمارا ہینڈسم سلیم زخمی ہوجائے گا۔" ایک نے تجزیہ کرکے مشورے سے بھی نواز دیا تھا۔ ایکسل نے سر پہ ہاتھ رکھا تھا اور انابیتا اسے بے بسی سے دیکھنے لگی تھی۔

مجھے نہیں آتی ایکٹنگ! مجھے کوئی نہیں بولنے ڈائیلاگ! اتنے اسٹوپڈ قسم کے چیپ رومانس کی ضرورت اس پلے میں۔ میں نہیں بولوں گی۔ ایکسل تم اسے کہو اپنی لائنز بولے' مجھے جانا ہے۔" دامیان سوری اس طرف بغور دیکھ رہا تھا اور وہ اس کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کررہی تھی۔ دامیان دو قدم آگے بڑھ آیا تھا۔

"میری آنکھوں میں دیکھو انارکلی! اور بھول جاؤ یہاں کوئی اور موجود ہے' تم یہ مت سمجھو تم انابیتا ہو۔ اپنے کی نفی کرو تبھی تم انارکلی بن پاؤ گی۔ تم انارکلی کی محبت کی بات کرو گی اپنی نہیں سو مجھ سے شرمندہ ہونے کی بات نہیں۔" وہ اسے اعتماد دلاتا ہوا بولا تھا۔ انابیتا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

انابیتا نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

"مجھ سے نہیں ہوتا...... میں جارہی ہوں۔" وہ کہہ کر پلٹی تھی' دامیان سوری نے کلائی سے پکڑ لیا۔

"میری طرف دیکھو انارکلی! میں صدیوں سے ان لمحوں میں قید ہوں' میری روح تمہاری روح سے جڑی انارکلی! اس محبت کی دستک میری سماعتوں میں آتی ہے تو ساتھ خبر بھی لاتی ہے کہ تمہارے دل کا رابطہ میرے ل سے جڑا ہے۔"

"تم مجھ سے کہو...... نہ کہو...... دور جاؤ یا پاس رہو' تمہاری محبت کا احساس میرے ساتھ ساتھ رہتا ہر لمحہ' ہر پل اس محبت کو میری دھڑکنوں میں سنو' انکار کرو یا اقرار۔ مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا انارکلی! میری محبت تمہارے ل کے تاروں کو اپنے ساز دے دے گی۔ میں جانتا ہوں ان آنکھوں کے موسم مجھ سے جڑے ہیں اور یہ ل......" دامیان نے اسے تھام کر قریب کیا تھا' وہ جھجک گئی تھی۔

کلاس میٹس سیٹیاں بجانے لگے تھے

انابیتا کو بہت خجلت سی محسوس ہوئی تھی

"یہ اسکرپٹ کیا کھا کے لکھا تھا تم نے ایکسل! یہ اسکرپٹ نہیں چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ ہے۔ اس لیے کسی اور کو ڈھونڈ لو میں نہیں کرسکتی یہ۔" وہ ایکسل کو اسکرپٹ تھماتے ہوئے بولی۔

"تم خوف زدہ ہو اس لیے یہ کہہ رہی ہو۔" دامیان سوری نے جواز ڈھونڈا اور اس کے سامنے کھڑا ہوگیا تھا۔ انابیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

"دامیان سوری! مجھے غصہ مت دلاؤ' میں سچ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔ مجھے واقعی بہت غصہ آرہا ہے۔" انابیتا سخت لہجے میں بولی۔

"کیونکہ میں نے تمہارے اس فارنر مرغے کو بھگا دیا؟"

"وہ کہیں بھاگا نہیں ہے وہ تمہاری طرح نہیں ہے اور اگر بھاگ بھی جائے تو اس سے آپ کو مطلب نہیں ہونا چاہیے۔" انابیتا بیگ کاندھے پر ہاتھ ڈالتی ہوئی بولی تھی۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کوئی آپ کی جھوٹی سچی کہانیاں سن کر اعتبار کرسکتا ہے تو ایسا نہیں ہے اگر آپ کا کوئی ایسا پلان بھی تھا تو وہ فیل ہوچکا ہے۔ حیدر مرتضیٰ یہی ہیں ابھی مجھے پک کرنے آرہے ہیں۔" انابیتا کہہ کر مڑی تھی اور ایکسل سے کہنے لگی تھی۔

"ایکسل اگر تم چاہتے ہو میں یہ ڈرامہ کروں تو سلیم کو بدل دو یا پھر یہ اسکرپٹ......!" وہ کہتے ہی وہاں سے ل گئی۔

دامیان سوری نے اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

۞......☆......۞
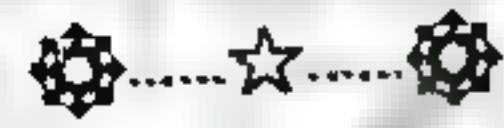
معارج تغلق للی کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ انائیا نے اسے اوپر سے دیکھ لیا تھا پھر سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آ گئی اور اس کے قریب آن کھڑی ہوئی۔

"للی تم پلیز ہمارے لیے کافی بنا دو گی؟ مجھے معارج سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔" للی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی اور انائیا معارج تغلق کے پاس بیٹھ گئی۔

"معارج! پہلے مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں میں سمجھتی تھی تم پہیلیوں میں باتیں کرتے ہو۔ بہت الجھا ہوا لگتا تھا سب' شاید میں باتوں کے معنی اس طرح سمجھنے سے قاصر تھی جس طرح تم مجھ سمجھانا چاہتے تھے بہت سا سچ میں نہیں جانتی تھی پھر میں نے آدھا سچ جانا اور بات کچھ کھل کر میری سمجھ میں آنے لگی مگر پھر میرے سامنے پورا سچ کھلا اور آج میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ سب میرے پاس کیوں کیا۔" وہ اطمینان سے بولی۔

"تم نے وہ ڈائری وہاں سے کیوں نکالی تھی انائیا؟" معارج تغلق نے اسے سن کر اطمینان سے کہا تھا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تم جانتے تھے وہ ڈائری میں نے وہاں سے نکالی تھی؟"

معارج تغلق نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"اس بات کی خبر مجھے تمہارے وہاں سے آنے کے بعد ہوئی تھی۔ میں چاہتا تھا تم اس ڈائری کے بارے میں مجھ سے بات کرو اور مجھے بتاؤ کہ تم نے اسے وہاں سے لیا ہے۔ انائیا وہ ڈائری میری فیملی کا قیمتی اثاثہ ہے۔ میرے لیے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ تمہیں اسے اس طرح چرانا نہیں چاہیے تھا۔" وہ اسے جتا رہا تھا۔

"تم مجھے کس لیے سزائیں دے رہے تھے کیا مجھے اسے جاننے کا حق نہیں تھا؟" انائیا بولی تھی۔

معارج تغلق خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

"معارج کیسے انسان ہو تم...... تم مجھے ان سب غلطیوں کی سزا دے رہے تھے جو میں نے کبھی کی ہی نہیں اگر تانیہ تغلق نے یک طرفہ محبت کی تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟ تم کیوں ایک ڈر بن کر میری زندگی پر مسلط رہنا چاہتے ہو؟ تانیہ تغلق کی محبت یک طرفہ تھی جہانگیر ملک اس سے محبت نہیں کرتے تھے۔ تانیہ نے اپنی مرضی سے شادی کا فیصلہ کیا۔ وہ زندگی گزارنا اس کا ذاتی فیصلہ تھا پھر سزا جہانگیر ملک کی بیٹی کو کیوں ملی؟ جہانگیر ملک کا کیا قصور تھا؟ اس کی بیٹی کو کیوں استعمال کیا تم نے؟ کیوں اپنی سازش کا حصہ بنایا؟ تانیہ کی موت طبعی تھی' وہ بیمار تھی' ایسی موت تو کسی کو بھی آ سکتی ہے پھر میں کیوں تختہ مشق بنی؟"

"کچھ نہیں جانتی ہو تم' تانیہ تغلق کی موت کی وجہ اس کی بیماری نہیں جہانگیر ملک تھا۔ اس کی موت طبعی نہیں تھی اس نے خودکشی کی تھی کیونکہ وہ اس درد کو مزید نہیں سہہ سکتی تھی وہ موت خودکشی تھی ڈیم اٹ!" وہ چیخا تھا۔

"ایسا جہانگیر ملک کی وجہ سے ہوا تھا۔" تانیہ نے خود کو اتنی بڑی سزا صرف اس محبت کے لیے جھیلی۔ اسی محبت نے اسے مارا۔ اسی تانیہ تغلق کی موت کی خبر جب جہانگیر ملک کو ملی تو وہ منہ چھپا کر بھاگ گیا۔ میرا جو نقصان ہوا اس کا قصوروار جہانگیر ملک ہے اور تم اسی جہانگیر ملک کی بیٹی ہو۔ میں نے تمہیں اسپتال میں جب

تھا تبھی میں نے جال بُنا تھا' میں تمہیں ڈھونڈ تا رہا تھا یہ بات تم نہیں جانتی تھیں مگر جب پہلی بار تمہاری گاڑی نے میری گاڑی کو ہٹ کیا اور تمہاری شناخت میرے سامنے آئی اسی دن سے میں نے سوچ لیا تھا کہ اب کیا کرنا ہے میں جب بھی تم سے ملتا تھا۔ میرے خون میں ایک ابال آتا تھا' میرے اندر غصہ سر اٹھاتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا تمہیں تہس نہس کر دوں۔ تمہیں وہ درد اسی طرح سے محسوس کراؤں جو درد تانیہ نے محسوس کیا۔ میں اس تمام تکلیف کا احساس تمہیں کرانا چاہتا تھا مگر پھر......"

"پھر......؟" انائیا بھیگی آنکھوں سے اس کی سمت تکنے لگی۔ وہ اچنبھے کی منتظر تھی معارج تغلق خاموشی سے اس کی سمت تکنے لگا پھر بولا تھا۔

"میں تمہیں حد سے زیادہ درد نہیں دے سکا' مجھے لگا جو تمہارے ساتھ ہوا وہی کافی ہے۔ تم مجھے وہ ڈائری واپس کرو انائیا! وہ میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ تانیہ سے اس ڈائری سے میرا جذباتی رشتہ ہے۔" وہ بہت الجھا ہوا دکھائی دیا تھا۔ انائیا ملک نے پہلی بار اس شخص کو جذبات کی رو میں دیکھا تھا' وہ رو رہا تھا' اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

پتھر کبھی رو سکتا ہے؟

وہ پل میں تہس نہس کرنے والا' بے پناہ طاقت کا مظاہرہ کرنے والا' شخص خود اندر سے کتنا کمزور تھا۔ اس بات کا پتا اس وقت چلا تھا۔

"تم وہ ڈائری مجھے دے دو آئی ہوپ تو گو......"

"میں تمہیں وہ ڈائری ایک صورت میں دوں گی معارج!" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"وہ کیا......؟" وہ چونکا۔

"تم میری فیملی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ میں جانتی ہوں مجھ پر اتنا سب کر کے بھی تمہارا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا ہے۔ تم اب بھی جہانگیر ملک سے بدلہ لینے کی ٹھان رہے ہو مگر تم بھول رہے ہو کسی بھی سزا کو دوگنا نہیں کیا جا سکتا۔ تم نے اگر سزا کے لیے مجھے چنا تو پھر وہ سزا اب جہانگیر ملک کو نہیں ملنا چاہیے۔ ایک سزا کے لیے ایک انسان کافی ہے۔ میری فیملی کو اس سے الگ کر دو۔ میں تانیہ تغلق کا درد محسوس کر سکتی ہوں۔ میں بڑھتے ہوئے اس کرب سے گزری ہوں میں لڑکی ہوں اور دوسری لڑکی کے جذبات کو سمجھ سکتی ہوں۔"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

۞

سمیرا شریف طور

''اُف امی! میں آپ کو کہہ رہی ہوں کہ مجھے یہ سب ڈرامے پسند نہیں' تنگ آ چکی ہوں میں ماڈل بن بن کر۔ میں اسی حلیے میں جاؤں گی اگر آپ کو قبول ہے تو ٹھیک ورنہ میں ڈرائنگ روم میں نہیں جارہی۔'' وہ بے حد غصے میں تھی۔ ماں کے ہاتھ سے دوپٹا لے کر اس نے گولہ بنا کر دیوار پر دے مارا۔ اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر چیز تہس نہس کردے۔

''عاشی!'' زبیدہ خاتون نے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔ تبھی چھوٹی زویا تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آئی تھی۔

''آہستہ بولیں...... آپ کی آوازیں باہر کچن تک آرہی ہیں۔'' کافی تیز لہجے میں مگر آواز دبا کر اس نے دونوں کو کہا تو انہوں نے پھر عائشہ کو دیکھا۔ اس نے غصے سے منہ پھیر لیا تھا۔

''تم ہی اسے سمجھاؤ' میری تو کچھ سُن ہی نہیں رہی۔ خدا ایسی اولاد کسی کو بھی نہ دے' بجائے ماں کی تکلیف کم کرنے کے مزید اذیت دیتی ہے یہ لڑکی!'' انہوں نے زویا کو سنایا تھا۔

''میں اذیت دیتی ہوں تو ٹھیک ہے اب آپ مجھے باہر پہنچا کر دکھائیں۔'' وہ تو ایک دم آؤٹ ہوگئی تھی۔ زویا کو اپنے ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ ہوتی محسوس ہوئی۔

''پلیز عاشی! کیوں تنگ کررہی ہو امی کو؟ وہ پہلے ہی تمہاری وجہ سے بہت پریشان ہیں۔'' وہ آہستہ آواز میں بولی تھی اس نے اسے بھی گھورا۔

''میری وجہ سے؟ ہاں واقعی میری وجہ سے ہی تو یہ پریشان ہیں۔ ان کا بس چلے تو بیچ چوراہے پر لے جا کر مجھے کھڑا کردیں' جس طرح کا رویہ آج کل ان کا میرے ساتھ ہورہا ہے مجھے تو لگتا ہے یہ کسی بھی فقیر کے ساتھ چلتا کرنے میں ایک منٹ بھی نہ لگائیں گی۔''

''ہاں! اس لیے تو تمیں سال کی عمر کردی میں نے؟'' بیٹی کے اس الزام پر وہ بھی تڑپ کر بولیں تو زویا نے سر تھام لیا۔ یعنی دونوں طرف سے اب محاذ آرائی شروع ہونے والی تھی۔

''مجھے ہر بات میں عمر کا جتا کر طعنے مت دیا کریں۔ میں اکیلی نہیں ہوں۔'' وہ بھی دوبدو بولی تھی تبھی عمیر بھائی دروازہ کھول کر اندر آئے تھے۔

''کیا ہورہا ہے ادھر؟'' وہ شاید آوازیں سن کر ہی آئے تھے امی بیٹے کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر ڈر گئی تھیں۔

''کچھ نہیں بیٹا! تم کیوں مہمانوں کے پاس سے

اٹھ آئے؟" انہوں نے آگے بڑھ کر کہا تھا۔

"آپ عاشی کو لینے آئی تھیں نا؟ اور عاشی تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔" ماں کو جتا کر اس نے بہن کو دیکھا' بھائی کے سامنے وہ بھی اپنے اوپر قابو پاکر لب سی گئیں۔

"ہاں بس تیار ہو رہی ہے' تم چلو میں بھی چلتی ہوں۔ زویا! یہ سوٹ میں نکال چکی ہوں اسے کہو کہ پہن کر پانچ منٹ میں اندر آئے۔" وہ عاشی جیسی مصیبت زویا کے کندھے پر ڈال کر باہر نکل گئی تھیں۔

"جلدی آنا۔" عمیر بھائی نے بھی خصوصی تاکید کی۔

"میں نہیں پہنوں گی یہ سوٹ۔ ہر بار میرا ہی تماشا کیوں؟ اور ان کپڑوں میں کہاں تک اپنی عمر چھپاؤں گی میں؟ یہ دیکھو ادھر میرے چہرے کی طرف...... یہ گال' یہ چہرہ خود چغلی کھاتا ہے کہ میں کتنی عمر کی ہوں' یہ سب کسی کو نظر نہیں آتا کیا؟ اندھے ہیں لوگ کیا؟"

امی کا سارا غصہ اب زویا پر نکال رہی تھی۔ زویا نے اس کو دیکھا اور ایک گہرا سانس لیا۔ وہ غلط نہیں تھی مگر یہ موقع بہت نازک تھا وہ اس کی فیور کرتی تو عمیر بھائی نے آگ بگولہ ہو کر سر پر پہنچ جانا تھا۔

"پلیز عاشی! جہاں تم اتنے عرصے سے امی اور باقی سب کے لیے یہ سب کرتی آ رہی ہو تو پلیز اب بھی تیار ہو جاؤ' جسٹ اے فارملیٹی ہے یہ۔ اگر یہ سوٹ پسند نہیں تو تم میرا یہ سوٹ پہن لو۔ سادہ سا اور ڈھیلا ڈھالا ہے تمہیں مسئلہ نہیں ہوگا۔" وہ خاصی عاجزی سے الماری سے اپنا سوٹ نکال کر کہہ رہی تھی۔ عائشہ نے لب بھینچ لیے۔ "کافی دیر سے مہمان آئے بیٹھے ہیں' جلدی کرو۔ چائے اور دیگر لوازمات میں نے امی کے ہاتھ بھجوا دیئے تھے اب تمہارا ملنا ہی رہ گیا ہے بس۔" وہ مزید نرمی سے ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔ عائشہ نے تمام تر اشتعال کو پس پشت ڈال کر اس کے ہاتھ سے ہینگ کیا ہوا سوٹ لے لیا تھا۔

ان لوگوں سے ملنا بھی ایک مجبوری تھی اگر نہ ملتی تو جانتی تھی گھر میں کیسا بھونچال آ جاتا۔ امی سمیت سب کی شامت آ جاتی تھی۔ یہ عمیر بھائی کی عزت کا سوال تھا۔

وہ لباس بدل کر باہر آئی تو زویا کے بہت کہنے کے باوجود اس نے کاجل تک نہ لگایا' اسی طرح چپل پہن کر وہ ڈرائنگ روم کی طرف آ گئی تھی۔ اس کا موڈ بہت خراب تھا۔

"السلام علیکم!" وہ بغیر کسی کی طرف دیکھے سلام کر کے اندر آ گئی تھی۔

"وعلیکم السلام!" کئی آوازیں آئی تھیں اس نے مکمل اعتماد سے اطراف میں دیکھا۔

"ادھر آ جاؤ۔" امی کے کہنے پر وہ ان کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" امی کے ساتھ ایک طرف بیٹھی لڑکی نے پوچھا تو اس نے اسے سرسری سا دیکھا۔

"عائشہ!"

"کس کلاس کو پڑھاتی ہیں؟" اس لڑکی نے پوچھا تھا گویا باقاعدہ انٹرویو کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہاں موجود تمام لوگوں کی نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں جن میں اس لڑکی کے علاوہ دو خواتین اور دو مرد تھے۔ جن میں ایک لڑکا تھا اور ایک بھائی کا کولیگ جو یہ رشتہ کروا رہا تھا۔

"میرا سبجیکٹ اکنامکس ہے' کالج میں اسی سبجیکٹ کے پیریڈز لیتی ہوں۔"

"اوہ......! کالج میں کب سے پڑھا رہی ہیں' گورنمنٹ جاب ہے یا پرائیوٹ؟" دوسری خاتون نے سوال کیا تھا۔

"گورنمنٹ لیکچرار ہوں' چھ سال سے پڑھا رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ جس پر اس عورت نے منہ بنا کر پوچھا تھا۔

"میٹرک کس سال میں کیا تھا؟" عائشہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ

مسکراہٹ سمٹ آئی تھی یعنی اب اس کی عمر سے متعلق ڈیسنی کیشن شروع ہو چکی تھی۔

"چھ سال سے جاب کر رہی ہوں ماسٹر کرتے ہی جاب مل گئی تھی۔ اندازہ لگا لیں کہ کس سال میں میٹرک کیا ہوگا؟" عورت نے تعجب سے پہلے اسے پھر اس لڑکی کو دیکھا جو اس کی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اس سے ایسے جواب کی توقع نہ تھی اور عائشہ بھی ایسے مظاہرے کبھی کبھار ہی کرتی تھی۔

"ہمارے بیٹے نے ابھی پچھلے سال ہی ایم بی اے کیا ہے' باہر سے پڑھ کر آیا ہے۔ اس حساب سے تو وہ بہت کم عمر ہے۔" عورت کی بات پر عمیر بھائی کے چہرے کے زاویے تھوڑے سے بگڑے تھے جب کہ وہ اسی طرح آرام و سکون سے بیٹھی رہی تھی۔

"معاف کیجیے گا طحہ پچھلے تین سال سے جس کمپنی میں کام کر رہا تھا اس میں میں بھی جاب کر رہا ہوں۔ طحہ بی اے کے بعد اس کمپنی سے منسلک ہوا تھا۔ تین سال پہلے کمپنی نے اسے باہر بھیجا تھا اور باہر جانے سے پہلے وہ چار سال اس کمپنی میں کام کرتا رہا ہے۔ میں اس وذاتی طور پر جانتا نہ ہوتا تو آپ کے کہنے پر یقین بھی کر لیتا' تین سال بعد وہ واپس لوٹا ہے تو آپ کے کہنے پر کہ وہ ایم بی اے کر کے لوٹا ہے اور دونوں کی عمر میں خاصا فرق ہے۔ خاصی اچنبھے کی بات ہے۔" عمیر بھائی نے ایک دم بھنا کر اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا۔ عورت تو عورت ان کے ساتھ آیا عورت کا چھوٹا بیٹا بھی گھبرا گیا تھا اور وہ لڑکی بھی۔

"عمیر بیٹا! مہمانوں سے اس طرح بات نہیں کرتے۔" امی فوراً گھبرا کر کہنے لگی تھیں۔ انہیں ڈر تھا اب یہ رشتہ بھی گیا ہاتھ سے۔

"میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ عاشی نے سچ بتایا ہے۔ عاشی کی عمر تیس سال ہے اور میرا خیال ہے آپ کے بیٹے کی ہم عمر بھی ہے۔ اس کے باوجود آپ اپنے بیٹے کی ایجوکیشن بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی ہیں۔" عمیر بھائی کو کون کہتا وہ ایسے ہی تھے سچ بولنے والے اور سچ پر ڈٹ جانے والے۔

"لو میں نے کون سا بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے' پڑھی لکھی ہے گورنمنٹ جاب کرتی ہے تو ہمیں کیا؟ آج کل ساری دنیا اپنے بیٹوں کے لیے کم عمر لڑکیاں دیکھ رہی ہے۔ میرا بیٹا کون سا کم ہے' لاکھوں کماتا ہے۔" وہ عورت بھی چند لمحوں میں خود کو بحال کر چکی تھی۔ خاصا تپ کر جواب دیا تھا۔

"شکریہ ہمارے گھر آنے اور زحمت دینے کا۔ مگر عقل مندی کا تقاضا تھا کہ آپ ہمارے گھر آنے سے پہلے یہ بات سوچتیں کیونکہ ہم نے زبیر صاحب سے کچھ نہیں چھپایا انہیں ہمشیرہ کی عمر کا پتا تھا اور اس کی معذوری کا بھی۔" اب کے عمیر بھائی نے اپنے کولیگ کو دیکھا تو وہ پریشان ہو گیا۔

"میں نے آنٹی سے ذکر کیا تو تھا مگر تب تو کہہ رہی تھیں کہ عمر کا کیا ہے؟ لڑکی اچھی خوب صورت اور سلجھی ہوئی ہونی چاہیے اور رہی بات معذوری کی تو انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ لڑکی دیکھ کر ہی اندازہ لگائیں گی۔"

"ہاں تو ہمیں کیا پتا تھا کہ یہ شکل و صوت کی بھی پوری ہوگی۔ خالی عمر رسیدہ معمولی شکل و صورت کی لڑکی لے کر چاٹنی ہے ہم نے کیا؟" عمیر بھائی کا چہرہ ایک دم غصے سے سرخ ہوا تھا۔

"بس......!" وہ ایک دم غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ "عائشہ اٹھو! جاؤ یہاں سے اور امی آپ ان مہمانوں کو رخصت کریں اس سے مزید ہم انہیں گھر میں برداشت نہیں کر سکتے۔" عائشہ بھی عمیر کے غصے سے ڈر گئی تھی عمیر بھائی غصے سے کہہ کر کمرے سے نکلے تو وہ بھی تیزی سے وہاں سے نکل آئی تھی۔ باقی سب حیرت زدہ رہ گئے تھے کسی کو ایسے ردعمل کی توقع نہ تھی۔

معذوری معمولی شکل و صورت اور بڑھتی ہوئی عمر اس کی خامی بنتی جا رہی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر دروازہ لاک کر کے وہ ہر بار کی طرح اس بار بھی پھوٹ

پھوٹ کر رودی۔

❁......❖❖......❁

احسان صاحب کی وفات اسی سال ہوئی تھی وہ گورنمنٹ اسکول میں چوکیدار تھے اور ساری عمر چوکیداری کرتے ہی گزار دی تھی۔ والدین کی سب سے بڑی اولاد تھے سو ذمہ داریاں بھی سب سے زیادہ تھیں اور پھر اپنی شادی ہوئی اور بیوی بچوں میں پڑ کر ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا تھا۔ چار بیٹیاں اور ایک بیٹے کی موجودگی میں ایک محدود آمدن میں گزارا کرنا خاصا مشکل کام تھا۔

بیوی سمجھ دار اور ہنر مند تھیں سلیقے سے گھر سنبھالا ہوا تھا مگر کب تک دال روٹی سے ہی کام چلتا؟ بچے بڑے ہو رہے تھے تعلیمی اخراجات تو ایک طرف دیگر اخراجات منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ وہ خود تو پرائمری اسکول پاس تھے مگر بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا ان کا خواب تھا۔

بڑی بیٹی ساجدہ پھر ماجدہ اور اس کے بعد عمیر بھائی تھے۔ عمیر سے چھوٹی عائشہ پھر مایا اور زویا تھیں۔ عائشہ کے مقابلے میں باقی بہن بھائی خوش شکل تھے خصوصاً مایا اور پھر زویا خاصی خوب صورت لڑکیاں تھیں اپنی کم صورتی کا کمپلیکس عائشہ کے اندر بچپن سے ہی پیدا ہوگیا تھا مگر اس احساس کو اس نے اپنی باقی صلاحیتوں پر کبھی حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔ وہ ذہین تھی سلیقہ مند اور سمجھ دار تھی یہ اس کی خوبیاں تھیں۔ وہ ابھی مڈل میں ہی تھی کہ سیڑھیوں پر سے گرنے سے اس کا بایاں بازو فریکچر ہوگیا تھا جو ڈاکٹر کے غلط ٹریٹمنٹ اور پلاستر چڑھانے کی وجہ سے ہڈی اور جوڑوں کو نقصان پہنچ گیا تھا نتیجتاً اس کا بازو پلاستر اتارنے کے بعد کام کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوگیا تھا۔ یہ انتہائی شدید صورت حال تھی احسان صاحب اور ان کی بیگم نے اپنی ہر طرح کی تگ ودو کر ڈالی تھی مگر اس کا بازو پہلے جیسے نہ ہوسکا تھا۔ یہ عائشہ کی ذات کو پہنچنے والا شدید نقصان تھا۔ اپنے جسم کے ایک حصے کی موجودگی کے باوجود اس کی ورکنگ سے محروم ہو جانا اس کے لیے بہت بڑا المیہ تھا۔

اس کا بازو جسم کے ساتھ ہی تھا مگر یہ ایسی معذوری تھی جس کا نقصان بہت شدید تر تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنی معذوری سے سمجھوتا کرلیا تھا مگر لوگوں کے سلوک نے اسے ہر لمحہ اس معذوری کا احساس دلایا تھا۔

ذہانت اس کی اضافی خوبی تھی۔ والدین کو اپنی اولاد کو پڑھانے کا شوق تھا اور وہ پڑھ رہے تھے۔ بڑی ساجدہ اور پھر ماجدہ دونوں کی شادیاں بی اے کے بعد اماں ابا نے کردی تھیں۔

عمیر بھائی پڑھ رہے تھے وہ ذہین تھے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پارٹ ٹائم جاب بھی کرتے تھے۔ عائشہ کی ڈس ایبلٹی ایک اٹل حقیقت تھی مگر اس نے اپنی تعلیم میں اس معذوری کو کبھی حائل نہ ہونے دیا تھا۔ وہ جنون کی حد تک پڑھنے کی شوقین تھی۔

کم صورت اور دوسرا معذوری ان دونوں باتوں سے مل کر اسے جہاں بے حد حساس بنا ڈالا تھا وہاں وہ اذیت پسندی کی حد تک حقیقت پسند ہوگئی تھی۔ بی ایس سی کے بعد اماں نے اس کے لیے رشتہ دیکھنا شروع کیا تو لوگوں کا ردعمل اس کی معذوری کم صورتی کی وجہ سے بڑا شدید ہوتا تھا کچھ عرصہ تو اس نے یہ سب سہا بھی مگر آہستہ آہستہ وہ اس سارے سلسلے سے خاصی بے زار ہوگئی تھی بلکہ اماں سے رشتے والی بات سن کر ہی بھڑک اٹھتی تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اس کے لیے کسی طلاق شدہ یا رنڈوے کا رشتہ آتا جہاں گھر والوں کا ری ایکشن انتہائی شدید ہوتا وہاں وہ خود بھی شدید ترین کمپلیکس شکار ہونے لگی تھی پھر اکنامکس میں ماسٹر کے بعد معذور کوٹہ میں لیکچرر شپ کے لیے سیٹ آئی تو اپلائی کرنے پر فوراً جاب بھی مل گئی۔

اس دوران عمیر بھائی کی بھی شادی ہوگئی تھی کچھ

عرصہ دور جانے پر پرابلم بھی ہوئی مگر سال بعد ہی اس کا گھر کے قریبی کالج میں ٹرانسفر ہوگیا تھا۔ لوگوں کے رویوں کی وجہ سے اماں بھی دلگرفتہ ہوگئی تھیں اور پھر انہوں نے اس کے رشتے کی مہم چھوڑ دی تھی۔ اس دوران خاندان میں سے ایک رشتہ آیا مگر وہ رشتہ مایا کے لیے تھا اماں نے فوراً انکار کردیا تھا وہ بڑی بیٹی کے ہوتے ہوئے چھوٹی کو بیاہنے کے لیے قطعی تیار نہ تھیں۔

پھر تو اکثر ایسا ہونے لگا اس کے لیے آیا رشتہ مایا اور زویا کی طرف منتقل ہونے لگا۔ جب تین چار بار ایسا اتفاق ہوا تو ابا اور عمیر بھائی بھی متوجہ ہوگئے سب کے سمجھانے پر اماں نے پہلے مایا کی شادی کردی اور پھر زویا کی بھی ایک جگہ بات ٹھہرادی تھی۔

ان گزرے سالوں میں جہاں وہ لوگوں کے رویوں کی عادی ہوچکی تھی' وہیں اماں اس قدر حساس ہوچکی تھیں کہ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ پلک جھپکتے ہی اس کی شادی کردیں۔ چند ایک رشتے جو نظروں کو اچھے بھی لگے یا تو ان لوگوں کی ڈیمانڈز بہت اونچی ہوتی تھیں یا پھر وہ انتہائی درجے کے لالچی واقع ہوئے تھے۔ خاندان بھر میں عائشہ کی عمر کا کوئی بر نہ تھا اور جو تھے ان کے خواب ایک حسین و جمیل مکمل عورت کے تھے۔

عائشہ نے تو اماں کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اس کا شادی کا خواب بھول جائیں وہ اپنی زندگی سے مطمئن ہے۔ جاب کررہی ہے کسی پر بوجھ نہیں بنے گی مگر اماں بھی ماں تھیں کچھ عرصہ تو چپ رہیں اب پھر چند ماہ سے یہ مہم دوبارہ شروع کرچکی تھیں۔ ہر روز گھر میں نت نئے لوگوں کو بلوالیتی تھیں چند دن تو وہ صبر سے برداشت کرتی رہی تھی لیکن اس مذکورہ رشتے پر وہ مہمانوں سے ملنے تک کو تیار نہ تھی مگر مصیبت یہ تھی کہ یہ رشتہ عمیر بھائی کے ریفرنس سے آیا تھا' عمیر بھائی ابا کی وفات کے بعد اس گھر کے کرتا دھرتا تھے۔ بہنوں اور اماں کے ساتھ ان کا سلوک بہت اچھا تھا مگر کبھی کبھار وہ بیوی کی زبان بولنے لگتے تھے۔ رخسانہ بھابی کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ دونوں بہنوں کی شادی رات ہونے سے پہلے کروا کر فارغ ہوجائیں۔

رخسانہ بھابی عام بھابیوں جیسی ہی تھیں کبھی میٹھی اور کبھی تلخ۔ مطلب ہوا تو بلوالیا ورنہ ماتھے پر تیوریاں چڑھالیں۔ عمیر بھائی اچھے تھے وہ بیوی اور ماں بہنوں کو اپنی اپنی جگہ رکھے ہوئے تھے ابھی تک گھر میں سکون تھا مگر رخسانہ بھابی کا رویہ دن بدن جس طرح عائشہ کے ساتھ بدل رہا تھا وہ سمجھ رہی تھی کہ اب یہ سکون بہت کم دنوں پر محیط ہے۔ اماں اور زویا بھی شاید یہ محسوس کررہی تھیں اس لیے تو اماں کی "رشتہ تلاش مہم" تیز تر ہوتی جارہی تھی۔

زویا کے سسرال والے شادی کرنے پر زور دے رہے تھے جب کہ اماں کا ارادہ دونوں بیٹیوں کو ایک ساتھ ہی نمٹادینے کا تھا۔ آئے روز بھانت بھانت کے لوگ اور ان کے تبصرے۔ وہ آج سے پہلے کبھی اس قدر شدید احساس کمتری کا شکار نہیں ہوئی تھی مگر عمیر بھائی کے دوست کے توسط سے یہ آنے والے لوگ جس طرح اس کی معذوری سے ہٹ کر اس کی کم صورتی اور بڑھتی عمر کو نشانہ بنا گئے تھے یہ جملہ بڑا شدید تھا۔ اس کی انا اور عزتِ نفس پر بڑی گہری چوٹ لگی تھی۔

❁......❖❖......❁

وہ پیریڈ لے کر اسٹاف روم میں آئی تو میچر شازیہ اس کی منتظر تھیں وہ ان کے ساتھ ہی آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"میں کینٹین سے کچھ کھانے کو منگوا رہی ہوں' تم منگواؤ گی؟" ماں جی کو پیسے پکڑاتے شازیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "کیا بات ہے' صبح سے بڑی ڈل ڈل سی لگ رہی ہو' طبیعت تو ٹھیک ہے۔" ماں جی کو جانے کا اشارہ کرتے شازیہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"نہیں' ٹھیک ہوں میں۔" مسکرا کر کہتے اس نے

جسم کے ساتھ لٹکے اپنے بے جان بازو کو ہاتھ سے پکڑ کر صوفے کی آرم (Arm) پر رکھا۔ بظاہر اس کی ڈس ایبلٹی کسی کو نظر نہ آتی تھی مگر حرکت کرتے مسلسل کوئی کام کرتے ایک ہی ہاتھ کا استعمال کرتے لوگ محسوس کر جاتے تھے۔

"تم لوگوں کے ہاں کل جو مہمان آئے تھے پھر کیا ری ایکشن رہا ان لوگوں کا؟" شازیہ ان لوگوں کے ہاں کئی بار جاچکی تھی ان لوگوں کی ہی طرح مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی تھی۔ ایک جیسے مسائل' ایک جیسی سوچ رکھنے کی وجہ سے دونوں بہت جلد ایک دوسرے کے قریب آگئی تھیں۔ شازیہ اس کے گھریلو مسائل خصوصاً اس کے اس مسئلے سے پوری طرح آگاہ تھی۔ شازیہ انگیج تھی دو سال پہلے اس کی اپائمنٹ ہوئی تھی اس کی فیملی کسی گاؤں کی رہنے والی تھی مگر جاب کی وجہ سے وہ یہاں اپنی خالہ کے گھر رہ رہی تھی۔ شادی کے بعد اس کا ارادہ ٹرانسفر کروانے کا تھا۔

"وہی جو ہمیشہ ہوتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو شازیہ نے بڑے دکھ سے اسے دیکھا۔

"تم لوگوں کے خاندان میں کوئی رشتہ نہیں؟"

"نہیں! جو چند ایک ہیں ان کی سوچ' خواب' بہت اونچا معیار ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ دیر ہے اندھیر تو نہیں نا۔" شازیہ کی یہی خوبی اسے اچھی لگتی تھی کہ وہ زیادہ نہیں کریدتی تھی۔

"میں کل تو کالج آؤں گی مگر اس کے بعد میں تین چار دن لیو لوں گی۔" کھانے کے لیے شازیہ نے دونوں کے لیے سینڈوچ اور کوک منگوائی تھیں جو ماں جی پکڑا گئی تھیں اب زبردستی اس کو کھانے پر اصرار کرتے شازیہ بتا رہی تھی۔ عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟ چھٹی کیوں لے رہی ہو؟"

"تمہیں بتایا تو تھا کہ کزن کی شادی ہے۔ خالہ کے گھر رہ رہی ہوں سو کام ہوں گے۔ تمہیں میں نے بطور خاص کارڈ نہیں دیا مگر میری طرف سے تم نے شادی پر ضرور آنا ہے۔ دو دن بعد بارات ہے۔" عائشہ کو فوراً یاد آیا کہ اس کی کزن کی شادی تھی۔

"سوری یار! میری طرف سے معذرت قبول کرلو۔ میں شاید نہیں آسکوں؟"

"ہرگز نہیں تمہیں ضرور آنا ہے۔ اپنی سسٹر اور امی کو بھی ساتھ لانا' سب کولیگز کو میں نہیں انوائٹ کررہی مگر تمہیں تو ضرور ہی آنا ہوگا ورنہ میں سخت ناراض ہوں گی۔"

"اوکے' دیکھوں گی۔" اس نے فی الحال ٹالا۔

اس کا ارادہ بالکل بھی جانے کا نہ تھا وہ تو خاندان میں کہیں نہیں جاتی تھی یہ تو پھر غیر لوگ تھے۔

"دیکھنا نہیں ضرور آنا ہے۔ سیکنڈ ائر کا پیریڈ شروع ہورہا ہے میں لینے جارہی ہوں اور تم یہ سب مکمل کرنا۔" اس کے حصے کا منگوایا سینڈوچ اور کوک اسی طرح رکھے دیکھ کر اسے ٹوک کر وہ اپنا بیگ اور بکس سنبھالتی چلی گئی۔ شازیہ کے جانے کے بعد وہ پھر صوفے سے ٹیک لگا گئی تھی۔

اسٹاف روم میں چند ایک ٹیچرز تھیں جو باہم گفتگو میں مصروف تھیں۔ وہ خاموشی سے سب کو دیکھنے لگی۔ وہ شروع سے ہی ایسی تھی سو کسی کو فرق نہ پڑا تھا اس کی خاموشی کا۔

❁.....❖❖.....❁

اس کا شادی میں جانے کا قطعی ارادہ نہ تھا۔ رخسانہ بھابی پچھلے ایک ہفتے سے میکے گئی ہوئی تھیں۔ شام تک وہ بھی گھر واپس آگئی تھیں۔ عمیر بھائی کے دو بچے تھے گھر میں رونق سی آگئی تھی۔ رخسانہ بھابی جیسے بھی مزاج کی تھیں مگر بچوں کے معاملے میں کبھی کسی پر پابندی نہ لگائی تھی' بچے ماں کی نسبت پھوپیوں اور دادی کے پاس زیادہ رہتے تھے۔ شہروز تین سال کا تھا جب کہ مناہل ایک سال کی تھی۔

شام کے بعد وہ کچن میں کھانا بنارہی تھی جب کہ ۔ اسکول میں فنکشن تھا وہ کسی میگزین سے دیکھ کر ں رہی تھی۔ بھائی اور امی صحن میں تھیں جب کال وی تھی۔ عمیر بھائی گھر آچکے تھے دروازہ انہوں ں کھولا تھا۔

شاید کوئی مہمان آگئے تھے وہ باہر نہیں گئی تھی اسی ں کچن میں کھانا بناتے آوازوں سے اندازہ لگانے ا شش کررہی تھی تبھی زویا تیزی سے اندر آئی تھی۔

"تمہاری کولیگ شازیہ آئی ہیں' ساتھ میں ان کی ا اور ان کے بیٹے ہیں۔ عمیر بھائی نے ڈرائنگ روم ں بٹھایا ہے وہ لوگ بلا رہے ہیں تمہیں۔" وہ حیران ی آج تو شازیہ کی کزن کی مہندی تھی کل بارات' وہ ا کے ہاں کیا لینے آئی تھی۔

"یہ لوگ کیوں آئے ہیں؟" اپنے حلیے کو دیکھا ں صاف ستھرا اور مناسب ہی تھا البتہ دوپٹا درست رتے زویا کو دیکھا۔

"پتا نہیں' ویسے امی سے کہہ تو رہی تھیں کہ وہ اپنی خالہ اور ان کے بیٹے کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں یلری لینی تھی' واپسی پر وہ ہمارے ہاں آگئیں کہ تمہیں (رودیں کہ آج شادی پر آنا ہے۔"

"لو یہ بھلا کیا بات ہوئی' شادی اس کی کزن کی ۔ اور میں خوامخواہ منہ اٹھا کر چل دوں' میرا قطعی موڈ ہں جانے کا' خوامخواہ لوگوں کی نظریں برداشت رتے پھرو۔"

"اچھا تم ڈرائنگ روم میں تو جاؤ میں چائے بنا کر لے آؤں گی۔" زویا نے اسے کہا تو وہ ہاتھ دھو کر ڈرائنگ روم میں آگئی تھی۔

"السلام علیکم!" شازیہ پہلے بھی اپنی خالہ اور کزن (بیٹی) کے ساتھ تین چار بار ان کے ہاں آچکی تھی جب کہ وہ ایک بار بھی ان کے ہاں نہیں گئی تھی۔ شازیہ ے اصرار پر ہمیشہ ٹال جاتی تھی۔

"وعلیکم السلام! کدھر تھیں تم؟ میں کتنی دیر کی آئی بیٹھی ہوں۔" شازیہ تو فوراً شروع ہوگئی تھی۔ اس کی خالہ سے سلام دعا کرکے وہ شازیہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

"میں کچن میں تھی کھانا بنارہی تھی۔" عمیر بھائی کے ساتھ شازیہ کے کزن بھی تھے۔ اس کے مشترکہ سلام پر صرف سر اٹھا کر دیکھا تھا اور پھر عمیر بھائی کے ساتھ باتوں میں لگ گئے تھے۔

"میں اسپیشلی خالہ کو لے کر آئی ہوں مجھے یقین ہے تم شادی پر نہیں آؤ گی۔ آنٹی اور عمیر بھائی کو میں کہہ چکی ہوں۔ آج مہندی ہے تم نے آنٹی' بھابی' زویا سبھی کو لے کر آنا ہے۔" شازیہ نے کہا تو آنٹی نے بھی تائید کی۔

"ہاں بیٹا! اسی لیے میں خود اس کے ساتھ پیغام دینے آئی ہوں۔ یہ کہہ رہی تھی کہ جب تک یہ خود نہیں جائے گی تم نہیں آؤ گی۔"

"آپ فکر مت کریں آنٹی جی! ہم ضرور آئیں گے۔" رخسانہ بھابی تو ایسے فنکشن میں آگے آگے ہوتی تھیں فوراً ہامی بھری تھی۔ اس نے گھبرا کر امی کو دیکھا نجانے وہ کیا کہیں۔

"ہاں ضرور آئیں گے ہم لوگ۔" امی کو بھی ہامی بھرنا پڑی تھی۔ عائشہ چپ رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد زویا چائے اور دیگر لوازمات لے آئی تھی اور ماحول کافی خوش گوار ہوگیا تھا۔

"آج تو نہیں کل ہم ضرور آئیں گے... پلیز آج کے لیے رہنے دو۔" واپسی کے لیے وہ لوگ اٹھیں تو عائشہ نے آہستگی سے شازیہ سے کہہ دیا۔

اب یہ لوگ خود دعوت دینے آئے تھے اور وہ اتنی بے مروت بھی نہ تھی۔ شازیہ کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ آنے پر راضی تو ہوئی نا۔

"ہاں بیٹا! کل میں بھیج دوں گی۔" امی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"عمیر! آپ کو پتا ہے شازیہ کا جو کزن ساتھ آیا تھا وہ انجینئر ہے مگر بے چارے کی بیوی بیٹے کی پیدائش پر

فوت ہوگئی تھی۔ آفس کی طرف سے گھر گاڑی سب کچھ ملا ہوا ہے۔ لڑکے کی ماں بتا رہی تھی کہ خاصا اچھا کما لیتا ہے۔ پانچ سال ہوگئے ہیں بیوی کو فوت ہوئے' دو بچے ہیں سات سال کی بیٹی اور پانچ سال کا بیٹا مگر اس شخص نے دوبارہ شادی نہیں کی۔ بچے دادی نے پالے ہیں مگر لگتا ہی نہیں کہ وہ دو بچوں کا باپ ہے۔" کھانا کھاتے ہوئے بھابی نے اچانک یہ موضوع شروع کردیا تھا۔ عائشہ نے الجھ کر انہیں دیکھا۔ شازیہ کی زبانی وہ اس کے کزن کی اس ٹریجڈی سے واقف تھی مگر گھر میں کبھی ڈسکس نہیں کیا تھا۔ "لڑکے کی ماں بتا رہی تھی کہ پینتیس سال سے اوپر ہی عمر ہے اس کے بیٹے کی مگر لگتا نہیں۔" بھابی نے مزید اضافہ کیا تھا۔

"ہوں! قسمت لڑکے کی..... باقی سب بہن بھائی شادی شدہ اور اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ صرف ایک بہن رہ گئی تھی جس کی اب شادی کررہے ہیں یہ لوگ۔" امی نے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"کل شادی میں جارہی ہیں آپ لوگ؟" عمیر بھائی نے زیادہ تبصرہ نہ کیا تھا۔ ہوں ہاں کے بعد انہوں نے اٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں زویا اور عائشہ رخسانہ کے ساتھ چلی جائیں' تم چھوڑ آنا۔ میں گھر میں رہ لوں گی بچے میرے پاس ہی رہ لیں گے۔" امی نے گویا فیصلہ سنا دیا تھا۔

"چلیں ٹھیک ہے جب جانا ہو مجھے بتا دینا میں چھوڑ آؤں گا۔" عمیر بھائی بات ختم کرکے چلے گئے تو باقی لوگ بھی کھانا ختم کرنے لگے۔

❁......❖❖......❁

اگلے دن اتوار تھا۔ شازیہ کی کزن کی شادی میرج ہال میں ہونا تھی۔ اس نے مشین لگالی تھی' لائٹ کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ آتی جاتی لائٹ میں اس نے تین بجے تک کپڑے دھو ہی لیے تھے۔ زویا ساتھ لگی ہوئی تھی مغرب سے پہلے وہ لوگ تیار ہوگئی تھیں رخسانہ بھابی اور زویا ساتھ چل رہی تھیں۔ عمیر بھائی انہیں چھوڑ آئے تھے۔ گفٹ کی بجائے اس نے نقد سلامی دینا سوچا تھا۔

شازیہ اور اس کی خالہ کی فیملی نے بڑے جوش و خروش سے انہیں ویلکم کہا تھا۔ زویا بہت جلد شازیہ کی بہنوں اور کزنز میں گھل مل گئی تھی۔ شازیہ کی بہنیں انہیں ایک ہی جگہ بیٹھے رہنے سے بار بار ٹوک رہی تھیں ان کی آفر پر زویا ان کے ساتھ چلی گئی تھی۔ بھابی کو اپنے مزاج کے مطابق خواتین مل گئی تھیں وہ ان کے ساتھ لگ گئیں تو وہ خاموش اپنی سیٹ پر بیٹھی آتی جاتی لڑکیوں ان کے ملبوسات اور شوخیاں دیکھتی رہی۔

"آنٹی! آپ کو شازیہ پھوپو بلا رہی ہیں۔" ایک بچی نے پاس آکر اسے متوجہ کیا تو وہ چونکی۔

"کدھر؟" اس نے بچی کو دیکھا بڑی پیاری اور کیوٹ سی تھی۔ خوب صورت فراک میں ملبوس بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"اِدھر......!" اس نے انٹرنس کی طرف اشارہ کیا تو وہ بچی کے ساتھ ہی اٹھ کر شازیہ کی طرف چلی گئی۔

"تم تو آکر اُدھر ہی بیٹھ ہی گئی ہو۔ بارات بس آنے ہی والی ہے۔ مریم (دلہن) بھی پارلر سے آگئی ہے۔ آؤ دلہن دکھاؤں تمہیں۔" اسے دیکھتے ہی اس نے ہاتھ میں تھامی پھولوں والی باسکٹ کسی لڑکی کو پکڑا دی تھی۔

"رابی بیٹا! پاپا کو کہو کہ شازی آنٹی مریم پھوپو کے پاس ہیں اُدھر آجائیں۔" اسی بچی کو کہہ کر وہ اس کو لیے روم میں آگئی تھی

دلہن بہت پیاری تھی۔ ڈارک ریڈ لباس میں خوب سج رہی تھی۔ مریم ان کے ہاں ایک دو بار شازیہ کے ساتھ آچکی تھی۔ بڑے تپاک سے ملی تھی۔

وہ اس کے ساتھ بیٹھی باتیں کررہی تھی جب شازیہ کا کزن اس بچی کی انگلی تھامے اور ایک سوتے بچے کو بازو میں اٹھائے اندر آگیا تھا۔

"تم نے بلوایا تھا مریم؟" اسے دیکھ کر وہ

اڑے پر رک گیا تھا۔

"جی! مریم نے نہیں میں نے بلوایا تھا...... آنٹی نے یہ کچھ چیزیں دی تھیں کہ آپ کو ہال میں دے دوں۔" شازیہ نے ایک بیگ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"ابھی تو ادھر ہی رہنے دو' جب ضرورت پڑی تو لے لوں گا اور تو کوئی بات نہیں نا؟" وہ اسی سنجیدگی میں مخاطب تھا۔

"یہ مریم آپ اور بچوں کو بہت یاد کررہی تھی۔ بار بار آپ کا پوچھ رہی تھی۔" شازیہ اپنے کزن سے کہہ رہی تھی ان لوگوں کی موجودگی میں عائشہ کو اپنی موجودگی غیر ضروری لگی تو وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آگئی۔ جانے کیوں وہ ہمیشہ ایسے ماحول اتنی کیئرنگ میں ان ایزی فیل کرتی تھی۔

باہر آکر وہ ہال کی طرف جانے سے پہلے گلاس وال سے اندر کا منظر دیکھتی رہی تھی۔

وہ آج کل امی اور بھابی کے رویوں سے عجیب سی قنوطیت کا شکار ہوتی جارہی تھی۔ ہر چیز سے دلچسپی ختم ہوتی جارہی تھی گویا......

"آنٹی آپ اِدھر کیوں کھڑی ہیں؟" وہی کیوٹ سی بچی تھی' اس نے مسکرا کر بچی کو دیکھا۔

"تھینک بیٹا!"

"آنٹی! شازیہ آنٹی کہہ رہی تھیں کہ آپ کا بازو خراب ہے "موو" نہیں کرتا۔ ریئلی ایسا ہے کیا؟" بچی کی آنکھوں میں تجسس تھا وہ ایک لمحے کو چونکی تھی۔

"اچھا! شازی نے آپ سے یہ کب کہا؟" مسکرا کر بچی کا گال چھو کر پوچھا۔

"ابھی! پاپا سے ذکر کررہی تھیں نا۔"

"پاپا سے؟ آپ کے؟" بچی نے گردن ہلائی تو وہ حیرت زدہ ہوئی۔

"جی......!"

"کیوں بھلا......؟"

"آئی ڈونٹ نو؟" بچی نے کندھے اچکا دیئے تھے۔

"یو نو آنٹی! چند منتھ پہلے میں بھی چھت سے گری تھی تو میرا بازو بھی فریکچر ہوگیا تھا' بٹ آنٹی میرا بازو تو ٹھیک موومنٹ کرتا ہے۔" اس نے اپنے بازو کو باقاعدہ ہلا کر کہا تھا۔

"آپ پڑھتی ہیں؟" اس نے بچی کی توجہ ہٹانی چاہی۔

"یس!"

"کیا نام ہے آپ کا؟"

"رابیل مرتضیٰ! انس مرتضیٰ میرا بھائی ہے۔ پاپا کا نیم مرتضیٰ ہے۔" بچی بہت ذہین اور شارپ مائنڈ تھی۔ عائشہ متاثر ہوئی تھی۔

"ویری نائس......!"

"آنٹی آپ بتلائیں نا! آپ کا بازو موو کیوں نہیں کرتا؟ میرا بھی تو فریکچر ہوا تھا بٹ موو تو کرتا ہے نا۔" بچی کے ذہن میں شاید ابھی تک یہی سوال لٹکا ہوا تھا۔ فوراً کہا تھا۔

"ڈاکٹر نے ٹھیک سے ٹریٹمنٹ نہیں دیا تھا اور کچھ ہماری اپنی کیئرلیس کی وجہ سے ٹھیک سے فریکچر درست نہیں ہوا تھا اور پھر خراب ہوگیا۔" اس نے بچی کے سوال پر سہولت سے وضاحت کردی۔

"آپ کو تو بہت Pain ہوتی ہوگی نا......" بچی کی آنکھوں میں اس کے لیے بہت رحم تھا' وہ مسکرا دی۔

"نہیں رابی بیٹا! Pain بازو کی وجہ سے نہیں ہوتی لوگوں کے بی ہیو سے ہوتی ہے۔" بچی کے گال کو چھو کر کہا۔ تبھی عقب سے کسی نے پکارا۔

"رابی......!" عائشہ نے پلٹ کر دیکھا لڑکی کا باپ کھڑا تھا۔

"بُری بات بیٹا! بڑوں سے اتنے سوال جواب نہیں کرتے۔" اپنی بیٹی کو وہ ٹوک رہا تھا۔

"ایم سوری اس نے آپ کو ڈسٹرب کردیا۔" وہ

شاید کچھ نہ کچھ سن چکا تھا۔ فوراً معذرت کررہا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں اٹس او کے......!'' وہ کہتی بھی کیا۔ وہ تو ایسے رویوں بلکہ بڑے ترین رویوں کو سہنے کی عادی تھی۔ اس کے لیے یہ سب عام سی بات تھی۔

''آپ کی بیٹی بہت ذہین ہے۔'' اس نے مسکرا کر پھر ایک نگاہ بچی کے سرخ رخسار پر ڈالی۔

''تھینکس!'' وہ شخص مسکرا کر اپنی بیٹی کی انگلی تھام کر ایک دو مزید جملوں کا تبادلہ کرکے چلا گیا تو وہ بھی اپنی سیٹ کی طرف چلی آئی۔ کچھ دیر میں بارات آگئی تو پھر اس کے بعد رات گئے ہنگامہ سا برپا رہا تھا۔

❁......❖❖......❁

دن اپنی روٹین میں گزر رہے تھے۔ انہی گزرتے دنوں میں اس کے لیے شازیہ کے کزن مرتضٰی کا پروپوزل ایک دھماکا تھا۔

اس کی غیر موجودگی میں شازیہ اپنی خالہ کے ساتھ رشتہ لے کر آئی تھی۔ امی آج کل جس طرح سرگرم عمل تھیں وہ گم صم سی رہ گئی تھیں' ایسے کئی پروپوزل پہلے بھی اس کے لیے آچکے تھے۔ امی سنتے ہی انکار کردیتی تھیں۔ اس بار شازیہ کی وجہ سے دوٹوک انکار نہ کرسکی تھیں مگر عائشہ کے علم میں لانے کے بعد فوراً کہہ بھی دیا تھا۔

''میں نے تمہاری دوست سمجھ کر اسے کچھ نہیں کہا مگر تمہیں کسی طلاق یافتہ یا رنڈوے کے ساتھ ہی بیاہنا ہوتا تو آج سے پہلے کئی اچھے خاندان کے رشتوں پر غور کرتی۔ شازیہ کو کہہ دینا ہم پر لڑکی بھاری نہیں ہے۔ ایک ذرا سی صورت ہی کم ہے یا بازو کا مسئلہ ہے خدانخواستہ کوئی اور معذوری تو نہیں تم میں۔'' رنجیدہ لہجے میں وہ کہہ رہی تھیں۔

وہ شاید خوب رو چکی تھیں عائشہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔ یہ پروپوزل اس کی توقع سے بڑھ کر تھا جب کہ امی کا انداز ہی اور تھا۔

''امی اب آپ نے ذہن میں نجانے کیا سوچ رکھا ہے۔ اتنی عمر میں اب ایسے ہی رشتے آئیں گے اوپر سے بازو کا مسئلہ اسے معذوری نہیں کہتے تو پھر کیا کہتے ہیں۔ نجانے اتنا وقت ضائع کرکے بھی عقل نہیں آئی اور کب آئے گی۔ آج تو دو بچوں کے باپ کے رشتے آرہے ہیں کل کو یہ بھی نہیں آئیں گے!'' رخسانہ بھابی بھی پاس ہی تھیں غصے سے فوراً جواب دیا تھا۔ وہ ایسی ہی تھیں چھوٹی سی بات پر بھی فوراً غصے سے جواب دیتی تھیں۔

''تم اس معاملے میں مت بولو اب اپنی بچی کے ذرا سے نقص کی وجہ سے اسے کنوئیں میں دھکیل دوں کیا؟''

''خیر کنوئیں میں تو نہیں کہہ رہی' اچھی خاصی شکل، صورت کا انسان ہے۔ دو بچے ہیں تو کیا ہوا؟ عائشہ بھی تو ڈس ایبل پرسن ہے۔ اوپر سے آج کے دور میں لوگوں کی جو ڈیمانڈ ہیں اس میں جو کنوارے کے ساتھ بیاہنے کے خواب بس خواب ہی سمجھیں آپ۔'' عائشہ حیرت زدہ سی اٹھ کھڑی ہوئی جب کہ امی اور بھابی اب باقاعدہ بحث کرنے لگ گئی تھیں۔

''انکار کردینا شازیہ کو میں نہیں کرنے والی اس جگہ رشتہ۔'' امی نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔

باقی سارا وقت عجیب گم سم سی رہی تھی۔ رات کو اسے اپنے کمرے میں حبس کا احساس ہوا تو باہر نکل آئی۔ بھائی کے کمرے کے پاس سے گزرتے ٹھٹک گئی دروازہ ادھ کھلا تھا آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں عمیر! اب میں برداشت نہیں کرنے والی۔'' رخسانہ بھابی کا صاف جواب تھا۔

''تو تمہیں کیا مسئلہ ہے' اب اسے گھر سے اٹھا کر باہر پھینکنے سے تو رہا...... کوئی اچھا رشتہ ملے بھی تو؟''

''یہ جو اچھا رشتہ آیا ہے اس پر تو سوچیں نا؟'' وہ خاموشی سے کھڑی رہی۔

''امی نے صاف انکار کردیا ہے۔''

''میں بھی دشمن نہیں ہوں اس کی' ٹھیک ہے اچھا

کماتی ہے۔ آپ سے زیادہ کماتی ہے۔ زدیا بھی اسکول اور اکیڈمی سے کمالیتی ہے مگر لوگوں کی باتیں اور طعنے میں سنتی ہوں کہ بھابی نہیں چاہتی کہ شادی ہو۔ نند کی تنخواہ لیتی ہوں' میرے بچے پال لیتی ہیں آپ کی بہنیں۔ میرے فائدے ہیں' میں بھلا کیوں سوچوں گی اور آج زدیا کے سسرال والوں نے بھی کال کی تھی امی سے صاف کہہ دیا کہ تین ماہ میں شادی کرنے کا ان کا پکا ارادہ ہے۔''

''اپنی سی کوششیں کررہا ہوں نا' کتنے لوگوں کو کہا ہے اور جو چند ایک اچھے معقول رشتے ملتے ہیں ان کی ڈیمانڈ ہی ختم نہیں ہوتیں۔'' عائشہ نے سر تھام لیا۔ اس وقت بھابی کی سوچ کتنی مختلف تھی۔

''آپ امی پر زور دیں نا' اچھا رشتہ ہے لڑکا خوش شکل ہے۔ جس دن وہ ہمارے گھر آیا تھا مجھے اس کے ساتھ ہونے والا حادثہ سن کر دکھ ہوا تھا مگر اسی دن سوچا تھا کہ ان لوگوں سے عائشہ کے لیے بات کروں۔ اب قسمت سے وہ لوگ خود چاہ رہے ہیں تو کیا حرج ہے۔ آپ اس گھر کے کفیل ہیں' اپنی امی کو سمجھائیں' منائیں......!''

''اچھا سوچوں گا...... ویسے رخسانہ! عائشہ کی تنخواہ سے گھر کا اچھا خاصا بجٹ چل جاتا ہے۔ ہماری تو سیونگ سے بس پلاٹ وغیرہ کے واجبات ہی ادا ہورہے ہیں۔ ایک دو سال تک میں سوچ رہا ہوں کہ عائشہ کی اگر شادی ہوگئی تو پرابلم ہوجائے گی۔'' وہ جانے لگی تھی عمیر بھائی کی بات پر پھر ٹھٹک گئی۔

''امی نے اچھی خاصی سیونگ کررکھی ہے' امی سے مانگیں نا...... باقی اللہ مالک ہے۔'' بھابی کا انداز ہنوز برا لگا۔ وہ خاموشی سے واپس کمرے میں آگئی تھی اس کے اندر اک عجیب سی بے چینی پھیل گئی تھی۔

اگلے دن اس نے کالج سے چھٹی کرلی تھی۔ شام کو شازیہ کا فون آگیا۔

''تم نے چھٹی کیوں کرلی تھی؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''بس طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ہلکا سا فلو ہورہا تھا۔''

''اب کیسی طبیعت ہے؟''

''ٹھیک ہوں!''

''پھر تمہاری فیملی نے مرتضٰی بھائی کے پروپوزل پر کیا سوچا؟'' وہ فوراً اصل موضوع پر آگئی تھی۔

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم یہ پروپوزل لے کر کیوں آئی تھیں؟''

''میں صاف اور سچ کہوں تو یہی بات ہے کہ میں تمہیں مسلسل ایک اذیت کا شکار دیکھتے اب خود اذیت محسوس کرنے لگی تھی۔ تم ایک مکمل لڑکی ہو' ایک ذرا سی ڈس ایبلٹی سے تم ناکارہ شے نہیں بنیں۔ تم تعلیم یافتہ سلجھی ہوئی لڑکی ہو۔ گھریلو امور سرانجام دے سکتی ہو۔ کوئی کمی نہیں ہے تم میں۔ جو لوگ تم میں حسن و خوب صورتی ڈھونڈتے ہیں وہ خود اندھے ہیں۔ تم ایک حساس دل رکھنے والی محبت کرنے والی لڑکی ہو اور مرتضٰی بھائی کے بچے ماں کی محبت کو ترستے ہوئے ہیں۔ میں تمہیں ایک گھر اور انہیں ایک محبت کرنے والی ماں دینا چاہتی تھی۔ مرتضٰی بھائی بہت اچھے انسان ہیں۔ قسمت نے تم دونوں کے ساتھ جو کھیل کھیلا وہ ایک طرف تم دونوں ایک گھر بنانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ بس اسی لیے......!'' اس نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

''اگر میں انکار کردوں تو......؟''

''تو میں کہوں گی کہ ایک حساس وجود نے صرف اپنے وجود کا درد ہی درد سمجھا۔ دو معصوم بچوں کے روشن مستقبل کو اپنی حساسیت سے سنوارنے کی کوشش نہ کی۔''

''کتابی باتیں مت کرو شازی! وہ شخص دو بچوں کا باپ اور میں ایک ڈس ایبل پرسن' کیا جوڑ بنتا ہے ہمارا؟ اور امی قطعی نہیں مان رہیں۔''

''انہیں رشتوں کی کمی نہیں ہے۔ ان کی جاب اور انکم دیکھتے لوگ اپنی کنواری بیٹیوں کا رشتہ فخر سے ان کو دینے کو تیار ہیں۔ انہوں نے شادی سے انکار کردیا

تھا۔ مریم کی شادی میں میں نے تمہیں انہیں دکھایا۔ تمہاری ڈس ایبلٹی کے بارے میں بھی بتایا اور پھر کچھ دن سوچنے کے بعد انہوں نے ہاں کہہ دی اور رہ گئی تمہاری ڈس ایبلٹی معذوری انسان کی Will اور سوچوں میں ہوتی ہیں' تم ایک بہادر اور معاشرے میں فخر کے ساتھ جینے والی لڑکی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ جب تمہیں مرتضیٰ بھائی جیسے انسان کا ساتھ میسر آئے گا تو تمہارے اندر جو تھوڑا بہت احساس کمتری ہے وہ بھی ختم ہوجائے گا۔'' وہ حوصلہ دے رہی تھی وہ سوچوں میں الجھ گئی۔ ''تم ضرور سوچنا...... فیصلہ تم نے کرنا ہے...... جو بھی فیصلہ کرو اپنی بہتری اور بھلائی کے لیے کرنا۔'' شازیہ نے مزید چند الفاظ کہہ کر فون بند کردیا تھا۔

❁......❖❖......❁

''دیکھو بہن! اب جیسے رشتوں کا تم تقاضا کررہی ہو ایسے تمہاری بیٹی کو ملنے سے رہے۔ اگر چھوٹی کا طے نہ ہوتا تو تجھولائن لگا دیتی' اب ایسے ہی ملیں گے۔ لڑکی کی تصویر اور بازو کا سن کر لوگ فوراً انکار کردیتے ہیں۔ یہ پہلے زمانے کا دور نہیں جہاں لوگوں میں خدا کا ڈر اور خوف ہوتا ہے۔ نہ ہی تم کوئی لینڈ لارڈ ہو کہ لوگ دولت کا ہی سن کر راضی ہوجائیں۔''

وہ گھر میں داخل ہوئی تو خالہ صغراں آئی بیٹھی تھیں وہ انہیں ہاتھ سے سلام کرتی امی کے پاس ہی چارپائی پر جا بیٹھی۔ امی پالک بنا رہی تھیں اور صغراں خالہ کری پر گلاس تھامے کولڈ ڈرنک پی رہی تھیں' پاس ہی بھابی بگڑے تیور لیے ہوئے براجمان تھیں۔

''پھر بھی...... تم دیکھو تو سہی' پیسوں کی فکر مت کرو' جتنے بھی کہو گی دوں گی۔ زویا کے سسرال والے شادی پر زور دے رہے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ دونوں کی ایک ساتھ کروں۔'' خالہ نے گلاس ختم کرکے بھابی کو تھمایا اور اسے دیکھا۔

''ہاں کوشش کروں گی' اب اِدھر اُدھر کوشش تو بڑی کررہی ہوں آگے تمہاری بیٹی کے نصیب' اچھا میں چلتی ہوں۔ کرائے کے لیے پیسے تو دے دو سیٹلائٹ ٹاؤن سے سیدھا ادھر آئی ہوں' ماڈل ٹاؤن میں ایک رشتہ ہے ادھر چکر لگائی ہوں ابھی' کرایہ تو لگے گا نا۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ امی نے پرس سے دو سو نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

''ہائے...... ہائے! بھلا ان دو نوٹوں سے کیا بنتا ہے؟ ماڈل ٹاؤن میں اتنی گرمی میں پیدل چلنے سے تو رہی۔ پانچ سو دو!'' منہ پھاڑ کر اس نے کہا تو امی نے بے چارگی سے پرس میں موجود پانچ سو کا نوٹ نکال کر اُسے تھمایا۔

''تو پھر شام کو فون کروں نا؟'' امی نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔

''ہائیں......! اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ پہلے ادھر جاؤں گی ''توہ شوہ'' لوں گی۔ کوئی بات دل کو لگی تو خود آجاؤں گی۔'' نوٹ سرعت سے اپنے گریبان میں منتقل کرتے ہوئے کہا تھا۔ عائشہ نے غصے سے لب بھینچ لیے۔

پچھلے چھ سالوں سے امی اس عورت کے ہاتھوں لٹ رہی تھیں اور آج تک یہ عورت کوئی ڈھنگ کا رشتہ لے کر نہ آئی تھی اور امی ہر بار نئی آس امید لیے بلوا لیتی تھیں۔

''اچھا بہن! چلتی ہوں...... سلام علیکم!''

''امی کیا ضرورت ہے اس عورت کو بار بار کہنے کی' مفت میں پیسہ بٹور رہی ہے وہ' آج تک اس نے ایک بھی ڈھنگ کا رشتہ تو دکھایا نہیں۔'' اتنی دیر سے ضبط کرتی رخسانہ بھابی فوراً بولی تھیں۔ امی کچھ نہیں بولیں۔

''اچھا بھلا رشتہ آیا تھا نہ جانے کیا طے کر رکھا ہے آپ نے بھی۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی گلاس لے کر کچن میں چلی گئی۔

''تم نے شازیہ کو جواب دے دیا ہے؟'' کچھ سوچتے انہوں نے اسے دیکھا۔

''نہیں......!'' وہ پالک کے پتوں کو علیحدہ کرنے

لگی تھی۔ امی نے بغور اسے دیکھا۔

ایک عرصہ ہوا اب وہ اس کی طرف سے نظریں اٹھا کر بغور دیکھنا چھوڑ چکی تھیں وہ اسے بہت کمزور اور زرد سی لگی۔

''کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ تمہاری دونوں بڑی بہنوں کو بتایا ہے وہ کہہ رہی ہیں کہ اچھا رشتہ ہے کرلوں' میرا بھی دل لڑکے کو دیکھ کر خوش ہوا تھا مگر اس کے دو بچوں کا سوچتی ہوں تو دل سے ہوک اٹھتی ہے۔ رخسانہ کو میں غلط نہیں کہتی' عمیر پر زور دیتی ہوں تو وہ اپنے پلاٹ کی رقم کا ستاتا ہے اور زویا کے سسرال والے زور دے رہے ہیں۔'' انہوں نے چھری ایک طرف رکھ کر سر تھام لیا۔

عمیر بھائی نے دو ماہ پہلے کمرشل ایریا میں پلاٹ خرید لیا تھا۔ جس کی رقم اقساط کی صورت میں ادا کی جارہی تھی امی اسی سلسلے میں ذکر کررہی تھیں۔

''میں نہیں چاہتی کہ تم دل میں سوچو کہ میری ماں کو باقی تینوں کے لیے بہت اچھے بر مل گئے اور تمہارے لیے دو بچوں کے باپ کو دیکھا۔ کیا کروں اپنی سی تو ہر کوشش کررہی ہوں' کچھ سمجھ نہیں آرہا...... ہر جاننے والی' ہر رشتہ کروانے والی سے کہہ رکھا ہے۔'' وہ سخت آزردہ تھیں اور عائشہ کو اپنا ضبط ختم ہوتا محسوس ہوا۔

''امی میں تنگ آچکی ہوں اس روز روز کے تماشے سے' سچی بات ہے میں شادی کے نام سے ہی نفرت محسوس کرنے لگی ہوں۔ شازیہ آج بھی کہہ رہی تھی وہ لوگ رات کو پھر چکر لگائیں گے' فیصلہ ہر حال میں آپ نے کرنا ہے مگر میری رائے مانگتی ہیں تو میں اس مقام پر ہوں کہ جہاں دو بچوں کے باپ کو بھی قبول کرنے کو تیار ہوں۔ کم از کم اس روز روز کی اذیت سے تو چھٹکارا ملے۔ میں کم صورت ہوں' ڈس ایبل ہوں۔ یہ میری وہ خامیاں ہیں جن کی موجودگی میں میری خوبیاں نظر نہیں آتیں۔ آپ مجھے کسی کنوارے کے ساتھ رخصت کر بھی دیں تو کیا گارنٹی ہے وہ مجھے خوش رکھے گا۔ امی یہ لوگ کم از کم میری معذوری اور کم صورتی کو تو پوائنٹ آؤٹ نہیں کررہے نا' آگے میری قسمت۔ ہوسکتا ہے میں ان بچوں کے ساتھ نیکی کروں اور اللہ مجھے اس نیکی کا اس سے بہتر اجر دے۔'' اس نے ایک گہرا سانس لیا مگر لگتا تھا اندر برسوں سے غبار اکٹھا ہوچکا ہے۔

''میں اس شخص سے مل چکی ہوں' دیکھا ہے اسے۔ اچھا انسان لگتا ہے پھر وہ میری کم صورتی اور معذوری کے باوجود مجھے قبول کررہا ہے۔ امی میں اب کسی اور ''کیٹ واک'' کا حوصلہ نہیں رکھتی۔ بس آج رات وہ لوگ آئیں گے جواب لینے کے لیے انہیں ہاں کہہ دیجیے گا پلیز......'' امی کے دونوں ہاتھ تھام کر اس نے کہا تو آنکھوں میں ٹھہرا پانی بہہ نکلا۔

''میری بچی......!'' امی نے اس کو فوراً بازو کے حصار میں لے لیا۔ ''جیسے تمہاری مرضی......!'' اور اس نے اندر کا غبار باہر بہنے دیا۔

''امی میرے کوئی لمبے اونچے خواب نہیں' کوئی خواہش نہیں۔ بس عزت کی زندگی چاہیے۔ جہاں میری عزت نفس میری معذوری کا احساس دلا کر مجروح نہ کی جائے۔ میں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہتی۔'' امی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود بھی رو دی تھیں۔

ان کا دل اندر ہی اندر بیٹی کے اچھے نصیبوں کی دعا کررہا تھا۔

❁

شمیم ناز صدیقی

اے میرے احساسِ جنوں کیا مجھے دینا
دریا اسے بخشا ہے صحرا مجھے دینا
اک درد کا میلہ کہ لگا ہے دل و جاں میں
اک روح کی آواز کو رستہ مجھے دینا ہے

وہ موسم بہار کی سہانی سہ پہر تھی۔ صبح ہی سے موسم خاصا خوش گوار تھا اور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔

شام ہوتے ہی دھواں دھار بارش شروع ہوگئی۔ گلاس وال سے باہر کا بھیگا منظر بے حد حسین لگ رہا تھا' وہ سر جھکائے فائل چیک کرنے میں محو تھا۔ وقفے وقفے سے سر اٹھا کر برستی بارش کو بھی دیکھ لیتا۔

''ایکسکیوزمی!'' ایک کھنکتی ہوئی نسوانی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے چونک کر آواز کی سمت نظریں کیں۔ اس بھیگے موسم میں اپنے روبرو ایک نازک اندام لڑکی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

''جی فرمایئے! کس سے ملنا ہے؟''

''یاسر ملک! کیا واقعی تم نے مجھے نہیں پہچانا؟'' لڑکی نے حیرانی سے پوچھا۔

''تم..... تم حدیقہ ہو' نا؟'' وہ بے یقینی سے ہکلایا۔

''حیرت ہے تمہیں میرا نام یاد ہے۔'' وہ بے تکلفی سے اس کے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔

''واقعی تم بہت بدل گئی ہو...... مم..... میرا مطلب ہے بہت خوب صورت ہوگئی ہے۔''

''اچھا تو پہلے میں کوئی چڑیل تھی؟'' اس نے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ایسی بھی بات نہیں ہے۔ مگر تم اچانک اس طوفانی بارش میں یہاں کیسے پہنچ گئیں؟ جس طرح پانچ سال پہلے اچانک غائب ہوگئی تھیں بالکل اسی طرح آج اچانک نازل بھی ہوگئی ہو۔''

''بہت بولتے ہو' مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دو گے یا نہیں؟'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر گلا کھنکار کر بولی۔ ''بڑے روکھے ہو اس سرد موسم میں پہلے ایک کپ چائے تو پلاؤ' باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ ویسے یہ سردیوں کی بارش بھی خوب مزا دیتی ہے بلکہ یوں کرتے ہیں کہ کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں شان دار سی چائے پینے چلتے ہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا......'' اس نے اپنی بات کی تائید چاہی۔

''مجھے ہر صورت میں یہ فائل آج ہی مکمل کر کے دینی ہے۔ باس صبح آتے ہی چیک کریں گے۔'' یاسر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''یہ کون سا مشکل کام ہے' اٹھاؤ اور رکھ آؤ ان کے روم میں۔'' اس نے چہکتے ہوئے کہا۔

''تم باز نہیں آؤ گی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔ وہ خود بھی چاہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ وقت گزارے۔ بہت عرصے بعد جو ملاقات ہوئی تھی۔

کلاس ون سے انٹر تک دونوں کلاس فیلو رہے تھے۔ حدیقہ شروع ہی سے شوخ و چنچل تھی۔ گندمی رنگت' تیکھے

نقوش اور بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں۔ دیکھنے والے کو پہلی نظر میں اپنی طرف متوجہ کرلیتی تھی پھر وہ اچانک ہی غائب ہوگئی۔ بعد میں یاسر کو پتا چلا کہ ایکسیڈنٹ میں اس کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ یہاں پاکستان میں اس کا اور کوئی عزیز نہیں تھا' اس لیے اپنے والد سلطان خان کے ساتھ لندن چلی گئی۔ جہاں اس کے والد اور پھوپی رہ رہے تھے۔

یاسر نے اس کی اچانک جدائی کو بہت محسوس کیا اور تبھی اس پر انکشاف ہوا کہ یہ صرف دوستی نہیں کچھ خاص احساسات تھے۔ لیکن اب وہ اس کی پہنچ سے دور تھی۔ اس لیے وہ اسے بھولنے کی کوشش کررہا تھا۔ یاسر ایم ایس سی کرنے کے بعد ایک فارماسیوٹیکل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر کام کررہا تھا جب وہ برسر روزگار ہوگیا تو اس کی اماں کو اس کا گھر بسانے کی خواہش ہونے لگی۔ مگر اماں کو وہ بڑی خوب صورتی سے ٹال دیا کرتا تھا کہ ابھی اسے اپنا کیریئر بنانا ہے۔ ابھی شادی کرلی تو کچھ نہیں کرسکے گا۔ اسی طرح کے حیلے بہانوں سے وہ شادی کے بندھن سے بچتا رہا تھا۔ اسے حدیقہ کا انتظار تھا' اسے پانے کی جستجو تھی۔ مگر اسے اپنی یہ خواہش کبھی کبھی خواب وخیال لگنے لگتی پھر بھی نہ جانے کیوں اسے یقین تھا کہ وہ کبھی نہ کبھی کسی موڑ پر مل جائے گی اور آج حدیقہ کو دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔ اس کا جذبہ سچا تھا تبھی تو وہ یوں مل گئی تھی یہ اور بات ہے کہ وہ بہت بدل گئی تھی۔ لندن کی آب وہوا نے اس پر جادو کردیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پہلی نظر میں اسے پہچاننے میں ناکام رہا تھا ورنہ وہ تو ہمیشہ اس کے دل کے بہت قریب رہی تھی۔

''ارے تم کیا سوچنے لگے......؟'' حدیقہ نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے لہرایا۔

''کچھ نہیں' یہ فائل میں صبح جلدی آکر مکمل کرلوں گا۔ ویسے بھی اب آفس ٹائم ختم ہونے ہی والا ہے۔'' وہ اور حدیقہ ایک ساتھ آفس سے باہر آگئے۔

''تم یہ جاننے کے لیے بے چین ہورہے ہو کہ مجھے تمہارا پتا کیسے ملا۔'' حدیقہ نے اپنی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ ''سچ پوچھو تو یاسر! میں تم سے کبھی بے خبر نہیں رہی۔ تم کہاں ہو؟ کیا کررہے ہو؟ پل پل کی خبریں مجھ تک پہنچ رہی تھیں۔ اب یہ نہ پوچھنے بیٹھ جانا کہ کس طرح...... بس اتنا جان لو کہ یہ دل کا تعلق ہوتا ہے ناں یہ سب کچھ کرگزرنے پر مجبور کردیتا ہے۔'' وہ آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے باتیں کیے جارہی تھی اور یاسر اس کی بے باکی پر حیران تھا۔ ''پتا ہے منیزہ سے میرا رابطہ رہتا تھا' کالج چھوڑنے کے بعد بھی وہ مجھ سے موبائل پر رابطے میں رہتی تھی۔ ظاہر ہے وہ یہیں تمہارے محلے میں رہتی تھی بس اسی سے ساری خبریں مل جایا کرتی تھیں۔'' حدیقہ نے بڑی روانی سے تمام تفصیل بتاتے ہوئے اپنی چاہت کا اظہار یوں کیا تھا جیسے کہ کچھ بھی نہ کہا اور کہہ بھی گئے۔ یاسر کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

''مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دوگی یا پھر سب کچھ......''

''کیوں نہیں باقی تو سب کچھ تمہیں ہی کہنا ہے' کرنا ہے۔ میں نے تو صاف گوئی سے کام لیا ہے۔ مشرقی لڑکے......'' وہ کہتے ہوئے ہنستی چلی گئی۔

''تم تو پوری طرح مغربی رنگ میں رچ بس گئی ہو۔'' اسے حدیقہ کی بے باکی کچھ زیادہ اچھی نہیں لگی تھی۔

''ارے میں تو مذاق کررہی تھی۔'' اس نے فوراً ہی کہا۔

''مگر حدیقہ میں مذاق نہیں کررہا' میں واقعی سیریس ہوں۔''

''وہاٹ! کس سلسلے میں بھئی۔'' حدیقہ نے ایک دم انجان بنتے ہوئے پوچھا لیکن یاسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں ریستوران میں داخل ہوکر ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

''اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہ رہے تھے۔''

''میں اپنے دل کا حال کہنا چاہ رہا ہوں مگر تم سنجیدہ ہی نہیں ہو۔''

''مجھے اپنے سامنے پاکر بھی یہ خیال ہے تمہارا؟'' حدیقہ نے کہا تو وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

''کیا تم یقین کروگی کہ جدائی کے ان پانچ سالوں میں' میں ایک لمحے کو بھی تمہیں فراموش نہیں کرسکا۔ جب کہ ہمارے درمیان ایسا کوئی عہدو پیمان بھی نہیں ہوا تھا۔''

''کیسے یقین کرلوں تم تو مجھے پہلی نظر میں پہچانے بھی نہیں تھے۔'' حدیقہ کے لہجے میں شکوہ تھا۔

''قصور بھی تمہارا ہی تھا' تم نے اپنے آپ کو اتنا بدل لیا ہے کہ پہلی نظر میں' میں کیا کوئی اور بھی پہچان ہی نہیں سکتا۔''

ویٹر چائے لایا تو وہ خاموش ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ کچھ جھجکتے ہوئے گویا ہوا۔

''حدیقہ! تم نے اپنے آپ کو مغربی رنگ میں کیوں رنگ لیا؟'' وہ ہولے سے مسکراتی رہی پر بولی کچھ نہیں۔

''تم خاموش کیوں ہو حدیقہ؟''

''مشرقی لڑکیاں ایسے موقع پر خاموش ہی رہتی ہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا تو یاسر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

''تمہارا کیا خیال ہے میں اماں سے بات کروں؟''

''مجھے پاکستان آئے ہوئے آج تیسرا دن ہے۔ تمہاری لگن مجھے یہاں کھینچ لائی ہے کیونکہ ڈیڈی میری شادی میرے کزن راحیل سے کرنا چاہتے ہیں۔ جو وہیں سیٹل ہے وہ اپنا ارادہ ظاہر کرچکے ہیں مگر جواب کے لیے میں نے ان سے کچھ مہلت مانگی ہے اور یہ مہلت میں نے اس لیے مانگی تھی کہ میں تم سے مل کر معلوم کرسکوں کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو۔'' اس نے چائے پینے کے دوران میں بتایا۔

''حدیقہ میں بھی بالکل اسی طرح سوچا کرتا تھا کہ پتا نہیں تم نے مجھے یاد رکھا بھی ہوگا کہ نہیں۔'' یاسر نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا پھر اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔ ''اب چلنا چاہیے' ہمیں کافی دیر ہوگئی ہے۔'' وہ بل ادا کرکے ریستوران سے باہر آگئے۔

❁......⌘......❁

جو کچھ ہورہا تھا وہ سب اسے خواب سا لگ رہا تھا۔ صرف ایک ماہ کے اندر اندر وہ حدیقہ یاسر بن کر اس کے گھر کی رونق بن گئی تھی۔ وہ سلطان خان کی اکلوتی بیٹی تھی اور حد سے زیادہ لاڈلی اور ضدی تھی۔ سلطان خان جانتے تھے کہ اگر انہوں نے انکار کیا تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ اگرچہ انہیں حدیقہ کے انتخاب پر ملال تھا۔ وہ ایک کامیاب بزنس مین تھے۔ پاکستان سے باہر تک ان کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ یہ سب کچھ ان کے بعد حدیقہ کا تھا۔
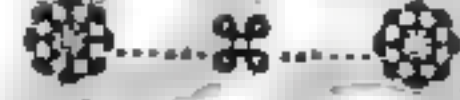
سلطان خان نے ہر طریقے سے بیٹی کو سمجھایا تھا اور اس قدر جلدی کسی فیصلے پر پہنچنے کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ جائیداد سے عاق کرنے کی بھی دھمکی دے ڈالی تھی۔ اسے یاسر سے محبت تھی وہ اپنی محبت کو کامیاب بنانے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار تھی۔ سلطان خان نے اپنی بیٹی کا عزم دیکھا تو اپنے فیصلے میں ترمیم کرنے پر مجبور ہوگئے۔

ویسے بھی یاسر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی وہ اس سے مل کر خوش ہوئے تھے۔ انہوں نے بڑے پیمانے پر شادی کی تقریب کا اہتمام کیا۔ اسے فرنشڈ گھر دیا تھا۔ مگر وہ رخصت ہوکر یاسر کے گھر ہی آئی جو کہ اس کے باپ جیسا محل نہیں مگر ایک مڈل کلاس گھرانا تھا۔

وقت دبے پاؤں گزرنے لگا وہ یاسر ملک کو پاکر بہت خوش تھی اور یاسر اسے حاصل کرکے مسرور تھا۔

محبتوں کے سفیر اپنی محبت کی کامیابی پر نازاں تھے۔ وہ دونوں قدم سے قدم ملائے زندگی کی شاہراہ پر کامیابی سے گامزن تھے۔ شادی کے دوسرے سال رابعہ گود میں آگئی' حدیقہ کی مصروفیت بڑھ گئی۔ وہ ایک مشرقی عورت کی طرح گھر سنبھال رہی تھی۔ تراشیدہ بالوں کو اس نے بڑھالیا تھا کہ یاسر کو لمبے بال پسند تھے۔ وہ نازوں کی پلی تھی گھر میں نوکروں کی قطار تھی مگر یہاں سسرال میں ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتی کہ یاسر کی تنخواہ ایک سے زیادہ ملازمین کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ سلطان خان بیٹی کو یوں مسائل میں گھرا دیکھتے تو انہیں دکھ ہوتا' وہ اس کے لیے بہت کچھ کرسکتے تھے مگر حدیقہ باپ سے کسی قسم کی مدد

لینے کو تیار نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی یاسر بہت خوددار ہے وہ یہ سب پسند نہیں کرے گا اور وہ یاسر کی مرضی کے خلاف کچھ بھی قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔ بس انہوں نے جہیز کی صورت میں اسے جو کچھ دیا تھا اس کے لیے وہی بہت تھا۔

رابعہ سوا سال کی ہوئی تو نعمان گود میں آگیا حدیقہ کی محبت کی عمارت مضبوط ہوتی جارہی تھی۔

باپ حدیقہ کو مطمئن اور خوش دیکھ کر تعجب میں مبتلا ہوجاتے ان کا تو خیال تھا کہ حدیقہ عیش و عشرت میں پلی بڑھی ہے یاسر سے شادی کرکے معاشی پریشانیوں میں گھرے گی تو اسے اپنی غلطی کا خود ہی احساس ہوگا مگر سب کچھ الٹا ہورہا تھا۔

سلطان خان بیٹی سے ملنے جب بھی آتے تو اس چھوٹے سے علاقے میں داخل ہوتے ہوئے بیٹی کی غلطی کا احساس شدت اختیار کرجاتا۔ دوسری طرف جب راحیل کو یہ معلوم ہوا تھا کہ حدیقہ کی شادی اس کی پسند سے کردی گئی ہے تو وہ تلملا کر رہ گیا تھا۔

اس کی نظر شروع ہی سے حدیقہ سے زیادہ اپنے ماموں کی جائیداد پر تھی۔ بہن بھی اپنے بھائی کے اس عمل پر ناراض تھی کہ بغیر کوئی اطلاع دیئے حدیقہ کی شادی پاکستان میں کردی مگر سلطان خان نے لندن جاکر بہن اور بھانجے کو منالیا تھا۔

مگر راحیل کی ناراضگی دلی طور پر دور نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اس نے دو سال بعد بھی ماموں سے کہہ دیا کہ اگر حدیقہ اب بھی میری طرف لوٹنا چاہے تو میں اس کا منتظر ہوں۔

راحیل کے اس جملے نے سلطان خان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔

ایسے میں ان کے شاطر ذہن نے ایک منصوبہ بنالیا تھا۔

❀......⌘......❀

نعمان کی پہلی سالگرہ تھی۔ یاسر نے چھوٹی سی تقریب کا انتظام کیا تھا۔ یاسر کی دونوں بہنیں بہنوئی اور کچھ قریبی رشتے دار بھی مدعو تھے۔ سب آچکے تھے۔ سب کو سلطان خان کا انتظار تھا۔ حدیقہ کی شادی کے بعد وہ زیادہ تر پاکستان میں ہی رہتے تھے۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ حدیقہ لپک کر آگے بڑھی دروازہ کھولا۔ وہ اکیلے نہیں تھے ان کے ساتھ راحیل بھی تھا۔

"بیٹا جانی! یہ سرپرائز کیسا رہا۔ راحیل کل رات کی فلائٹ سے کراچی پہنچا تھا۔ تمہارے ہاں کی تقریب کا سنا تو میرے ساتھ چلا آیا۔"

"ونڈرفل ڈیڈی!" حدیقہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ویسے حدیقہ انکل کی گاڑی جیسے ہی اس جگہ آکر رکی بچے بھنبھناتی مکھیوں کی طرح گاڑی سے چمٹ گئے۔" راحیل کا لہجہ طنز سے لبریز تھا۔

"ان سے ملیے راحیل! یہ میرے شوہر یاسر ملک ہیں۔" حدیقہ نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے یاسر کا تعارف کرایا۔

"ہاں جی! حدیقہ ان سے تو انکل غائبانہ تعارف کراچکے ہیں خاصے کی چیز ہیں جبھی تم مرمٹیں۔" راحیل کا لہجہ عجیب سا تھا۔ حدیقہ کو سب کے سامنے بڑی سبکی محسوس ہوئی۔

وہ اندر ہی اندر کھولتے ہوئے نعمان کو گود میں اٹھا کر ٹیبل کی طرف آگئی۔

"ڈیڈی خاصی دیر ہوگئی ہے پہلے کیک کاٹ لیتے ہیں باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں......"

❀......⌘......❀

راحیل جب سے آیا تھا حدیقہ کا زیادہ وقت باپ کے پاس ہی گزر رہا تھا۔ یا تو وہ چلی جاتی یا پھر وہ خود راحیل کو لیے چلے آتے اور پھر کہیں نہ کہیں جانے کا پروگرام بن جاتا اور حدیقہ راحیل کی فرمائش پر دونوں بچوں کو گھر پر چھوڑ کر چلی جاتی۔

یاسر کی اماں یہ سب کچھ ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھیں کہ

ان دنوں حدیقہ گھر اور بچوں سے بے پروا سی ہوگئی ہے۔ سلطان خان جب بھی حدیقہ سے ملتے اسے سمجھاتے۔

"دیکھو! راحیل پہلی بار پاکستان آیا ہے۔ وہ بھی صرف ایک ماہ کے لیے اسے کمپنی دینا تمہارا فرض ہے۔ میرے علاوہ گھر میں کوئی اور تو ہے نہیں۔ وہ بور ہوتا رہتا ہے۔ تمہیں پتا ہے مجھے کتنی سبکی ہوتی ہے تمہارے گھر جاکر راحیل کیا سوچتا ہوگا میں نے کیا دیکھا یاسر ملک میں جو اس کے بجائے یاسر کو ترجیح دی۔"

سلطان خان نے حدیقہ کو کچھ اس طرح الجھا دیا تھا کہ وہ ان کی ہر بات مانتی چلی جارہی تھی۔ ایک روبوٹ کی مانند ان کے اشاروں پر چل رہی تھی۔ ان دنوں یاسر محسوس کررہا تھا کہ حدیقہ اس سے کچھ اکھڑی اکھڑی سی رہنے لگی ہے۔

بات بات پر الجھنے لگتی۔ کبھی معاشی پریشانیوں کا ذکر کرنے بیٹھی جاتی۔

"یاسر! تمہاری اتنی سی تنخواہ میں کیسے گزارہ ہوگا۔ اس بڑھتی ہوئی مہنگائی کے دور میں آگے بچوں کے اخراجات بڑھیں گے مجھے بھی ملازمت کے لیے قدم باہر نکالنا ہوگا...... یا پھر......" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"یا پھر کیا......؟ حدیقہ! تمہیں کیا ہوگیا ہے تم گھر سے لاتعلق ہوتی جارہی ہو اور تمہیں نوکری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اخراجات کیسے پورے ہوں گے یہ میری ذمہ داری ہے تمہاری نہیں اور تم کیا سمجھ رہی ہو میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہوں۔ ایسا نہیں ہے حدیقہ! میں نے اپنے ڈاکومنٹ بھیجے ہوئے ہیں باہر جانے کی کوشش کررہا ہوں اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے لیے کچھ تو کرنا ہوگا۔"

"کیا تم باہر جاؤ گے میں یہاں اکیلی رہوں گی یہ ناممکن ہے۔ یاسر ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" حدیقہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تو یاسر اس کی طرف دیکھ کر خاموش رہا پھر رک کر بولا۔

"حدیقہ! تم میرا ساتھ دوگی تو میں بہتر مستقبل کے لیے کچھ کرسکوں گا کچھ عرصہ تو تمہیں یہاں اماں کے پاس رہنا ہوگا۔"

"نہیں بالکل نہیں یاسر! میں نے تمہارے لیے لندن چھوڑا اور تم اکیلے باہر جانا چاہتے ہو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔

......☆☆☆......

شام گہری ہورہی تھی جب وہ گھر آیا تو حدیقہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ دونوں بچے دادی کے قریب بیٹھے کھیل رہے تھے۔ یاسر نے سوالیہ نظروں سے اماں کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگا۔

"حدیقہ کہاں ہے؟"

"بیٹا! وہیں گئی ہے جہاں روز جاتی ہے۔ راحیل آیا تھا لینے۔" اماں نے رکھائی سے جواب دیا۔

"اور آپ نے اسے جانے دیا۔ اماں آپ اس پر کوئی روک ٹوک کیوں نہیں کرتیں۔ آپ بڑی ہیں اس گھر کی سربراہ ہیں وہ جب چاہتی ہے منہ اٹھا کر چل دیتی ہے۔"

"مجھ سے کچھ مت کہو یاسر! بیٹا تم نے اسے آزادی دی ہے تو وہ جاتی ہے۔ میرے روکنے ٹوکنے سے کیا ہوگا۔" اماں کا جواب سن کر یاسر خاموش ہوگیا۔

"ہاں غلطی تو میری ہے سراسر مگر اب یہ سب میری برداشت سے باہر ہوتا جارہا ہے۔" وہ سوچتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ کچھ ہی دیر بعد حدیقہ آگئی۔

"تم کہاں گئی تھیں؟"

"میں ذرا بازار گئی تھی راحیل کو شاپنگ کرنی تھی۔ اگلے ہفتے وہ واپس جارہا ہے یاسر میں سوچ رہی ہوں راحیل کی ایک شان دار سی دعوت نہ کردوں۔ کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں اور یہاں گھر میں تو مزا نہیں آئے گا دعوت کا۔"

"تم اپنی بکواس کرچکی ہو تو کان کھول کر سن لو۔ حدیقہ! یہ سب کچھ میں برداشت نہیں کرسکتا۔ میں بے غیرت نہیں ہوں تمہارا اس کے ساتھ ملنا جلنا بالکل پسند نہیں ہے۔ وہ کیوں ہماری ہنستی مسکراتی زندگی میں زہر

گھولنے آ گیا ہے۔ بتاؤ...... بتاؤ کیوں جاتی ہو اس کے ساتھ...... کیا رشتہ ہے تمہارا اس کے ساتھ...... وہ خود شاپنگ نہیں کرسکتا؟ مجھے بے وقوف بنا رہی ہو؟ تم نے مجھے احمق سمجھا ہوا ہے؟ تم کو تو بچوں کی بھی پروا نہیں میری کیا کرو گی۔" یاسر بُری طرح چلا رہا تھا۔

"زیادہ اونچا مت بولو یاسر ملک! تم اتنے تنگ نظر ہوگے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی...... وہ میرا کزن ہے یہاں مہمان ہے۔" حدیقہ نے لفظوں کو چباتے ہوئے کہا۔

"بس میں کچھ سننا نہیں چاہتا' نہ تو اب اس کے ساتھ کہیں جاؤ گی اور نہ ہی وہ یہاں آئے گا' اگر میں نے اسے یہاں دیکھ لیا تو گولی مار دوں گا اسے۔" دونوں میں جھگڑا بڑھ رہا تھا۔

"ارے یہ تم دونوں کیا کر رہے ہو' شور باہر جا رہا ہے' کیوں تماشا بنانا چاہتے ہو دنیا کے سامنے۔" اماں سے ان کا جھگڑا برداشت نہیں ہوا تو دونوں کو آ کر ٹوکا۔

"اماں! یہ جو روز راحیل کے ساتھ جاتی ہے تو کیا لوگ اندھے ہیں' دنیا نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں' لوگوں کو کچھ نظر نہیں آ رہا کہ ایک عورت اپنے بچوں کو گھر میں چھوڑ کر ایک مرد کے ساتھ چلی جاتی ہے۔"

"ہاں میں جاؤں گی' روز جاؤں گی' کزن ہے وہ میرا۔ میں نے تم جیسے تنگ نظر انسان سے شادی کرکے اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کی ہے' تم جیسے کنویں کے مینڈک اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ تم نے کیا دیا ہے مجھے' زہر گھول دیا ہے میری زندگی میں' چھوڑ دو مجھے' آزاد کردو نہیں چاہیے مجھے تمہارا ساتھ' میں تنگ آ گئی ہوں اس روتی بسورتی زندگی سے۔ میں جا رہی ہوں یاسر ملک!" وہ الٹے قدموں گھر سے باہر نکل گئی۔

"ارے حدیقہ بیٹی! رکو تم اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتی ہو؟" یاسر کی اماں تیزی سے دروازے کی طرف لپکی تھی مگر وہ دھڑ سے دروازہ بند کرتی باہر نکل چکی تھی' بچے جاتی ماں کو معصوم نگاہوں سے گھورنے لگے تھے۔ یاسر سر تھام کر بیٹھ گیا۔

محبت کے شفاف آئینے میں بال آ گیا تھا۔ کیا وہ اس سے شادی کرکے پچھتا رہی ہے......

کیا اس کی سچی محبت کا یہ صلہ ہے۔ یاسر بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔

حدیقہ کو گھر گئے کئی دن گزر گئے تھے' یاسر بھی غصے میں تھا اس نے بھی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آج وہ آفس سے جیسے ہی آیا اماں اس کے قریب آتے ہوئے بولیں۔

"میں ابھی تمہیں فون کرنے والی تھی۔"

"کیوں خیریت؟" یاسر نے سوالیہ نظروں سے اماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ میں چاہ رہی تھی کہ تم واپسی میں حدیقہ کو لینے چلے جاتے' رابعہ کو بہت تیز بخار ہے صبح سے۔"

"اماں وہ کیسی ماں ہے اسے اپنے بچوں کا خیال نہیں ہے۔ میں اسے لینے نہیں جاؤں گا' اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا تو خود ہی آ جائے گی۔" یاسر نے رکھائی سے کہا۔

"مگر یاسر تم کو شاید یاد نہیں کل راشدہ کے بیٹے کا عقیقہ بھی تو ہے اور وہاں جانا ضروری ہوگا' بیٹی کے گھر تقریب ہے سارا خاندان شریک ہوگا' اس تقریب میں اگر حدیقہ نہ گئی تو لوگ کیا سوچیں گے۔ ہم کوئی بہانہ بھی نہیں کرسکتے۔ بیٹا! تم اسے منا کر لے آؤ' رابعہ کی بیماری کا سنے گی تو آ جائے گی' تم کوشش کرکے دیکھو۔" اماں نے اسے سمجھانا چاہا۔

"اماں میں بہت پریشان ہوں' مجھے نہیں جانا راشدہ آپا کی تقریب میں' آپ ایسا کیجیے گا اکیلی چلی جایئے گا' میں کل شام آفس سے جلدی آ جاؤں گا' بچے میرے پاس رہیں گے۔ رابعہ کہاں ہے' میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں۔"

"بیٹا! میں دوپہر کو ڈاکٹر کے پاس اسے لے گئی تھی۔" اماں نے بتایا تو وہ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے [illegible]ا۔

"اماں ایک کپ چائے بنا دیں سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔" وہ کہتا ہوا کمرے میں بچوں کے پاس آ گیا۔

رابعہ بے خبر سو رہی تھی' نعمان کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ یاسر رابعہ کے قریب بیٹھ گیا' نعمان دوڑ کر اس کے قریب آیا تو اس نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ اماں چائے کا کپ لیے ادھر ہی چلی آئیں' اسے چائے تھماتے ہوئے بولیں۔

"یاسر! تم کہو تو میں چلی جاتی ہوں اسے لینے' مجھ سے ان بچوں کی حالت دیکھی نہیں جا رہی' کیسے مرجھا گئے ہیں ان کے چہرے' وہ پتا نہیں کیسے اتنے چین سے بیٹھی ہوئی ہے چار دن سے۔"

"اماں پلیز! کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو...... راحیل اگلے ہفتے واپس چلا جائے گا تو دیکھ لیجیے گا وہ خود ہی آ جائے گی اور اگر ہم نے اسے منانے کی کوشش کی تو اور سر چڑھ جائے گی اور پھر قصور اس کا ہے غلطی پر وہ ہے' میں کیوں مناؤں اسے۔" اماں نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آ گئیں۔

❁......⌘......❁
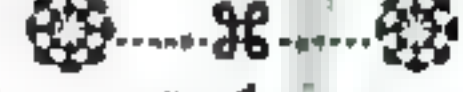
سلطان خان نے حدیقہ کی طرف سے کورٹ میں خلع کا مقدمہ دائر کردیا تھا۔ عدالت کی طرف سے آئے تیسرے نوٹس پر یاسر ہراساں ہو گیا۔ اس کی بے وفائی کے باوجود اب بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتا تھا۔ وہ نہیں سمجھتا تھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی اور بات کورٹ تک پہنچ جائے گی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نہ جانے سلطان خان نے بیٹی کے ساتھ کون سی چال چلی ہے۔ راحیل نے نہ جانے کیسے سبز باغ دکھائے ہیں کہ حدیقہ کی آنکھوں پر اس کے لیے نفرت کی عینک لگ گئی۔

اس آخری نوٹس نے اسے دیوانہ بنا دیا تھا۔ عجیب حالت تھی اس کی' جسے دل کی گہرائیوں سے چاہا اسے کھونے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔ مگر اسے عدالت میں جھکنا ہی پڑا اور اپنے حق کے لیے کوئی بھی صفائی پیش کیے بغیر طلاق کے کاغذات تیار کرکے جج کے سامنے پیش کردیئے۔ سلطان خان کی باچھیں کھل گئیں۔ راحیل نے مسکراتی نظروں سے حدیقہ کو دیکھا۔

حدیقہ خاموش تھی۔ یاسر نے بہت غور سے اس کی طرف دیکھا کچھ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ خوش ہے کہ ناخوش۔

یاسر تھکا تھکا سا عدالت سے باہر آ گیا۔ وہ سوچنے لگا اللہ جانے یہ کیسا باپ ہے جو بیٹی کی بربادی پر خوش ہے...... اپنے پیچھے سلطان خان کی آواز سنائی دی۔

"راحیل! اس کامیابی کا جشن کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں منائیں گے اور اس کا بل میں ادا کروں گا کہ آج مجھے بہت بڑی کامیابی ملی ہے۔" راحیل کا قہقہہ بلند ہوا۔

یاسر کے قدم تیز ہو گئے۔ وہ ان لوگوں کی باتیں سننا نہیں چاہتا تھا' گھر آیا تو وہ بخار میں تپ رہا تھا۔

"اماں میری دنیا برباد ہو گئی' حدیقہ نے اپنے معصوم بچوں کا بھی خیال نہیں کیا۔"

"بیٹا! اس کا نام بھی نہ لو' وہ تمہارے قابل ہی نہیں تھی' بے وفا عورت جو شوہر تو کیا اپنے بچوں سے بھی وفا نہ کرسکی۔"

"اماں میں اسے نہیں بھول سکتا' ساری سازش سلطان خان اور راحیل کی لگتی ہے اگر مجھے ان کے ارادوں کا ذرا بھی علم ہوتا' میں حدیقہ کو لے کر اس شہر سے دور چلا جاتا۔" وہ اماں کی گود میں سر رکھے بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

"بیٹا! اپنے آپ کو سنبھالو' وہ تمہاری نہیں تھی اس کا پیار جھوٹا تھا' وہ ایک فریب ایک سراب تھی۔ ایک بھیانک خواب سمجھ کر اسے اپنے دل سے بھلا دو۔ بیٹا! اپنے ان بچوں کی طرف دیکھو' جو ماں کے ہوتے ہوئے بن ماں کے ہو گئے ہیں۔"

"نہیں اماں! میں اسے کبھی نہیں بھلا سکوں گا' وہ میری پہلی اور آخری محبت تھی۔"

"بیٹا! میں تمہارے لیے دوا لاتی ہوں' تم کھا کر سونے کی کوشش کرو' تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور

تمہیں ان بچوں کے لیے اپنے آپ کو ٹھیک رکھنا ہے بیٹا!" اماں کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ وہ اپنی آنکھیں ملتے ہوئے اس کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

❁......⌘......❁

پارٹی سے رات گئے واپسی ہوئی۔ گھر آتے ہوئے سلطان خان راحیل سے بولے۔

"بیٹا راحیل! میں نے سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق کردیا ہے۔ اب تمہیں صرف حدیقہ کی عدت کے دن گزرنے کا انتظار کرنا ہے اس کے بعد میں بڑی دھوم دھام سے حدیقہ کو تمہارے ساتھ رخصت کروں گا۔ دیکھو تمہاری مرضی کے مطابق اپنی جائیداد کا آدھا حصہ بھی تمہارے نام کرکے کاغذات تمہیں دے دیے ہیں۔"

"جی ماموں جان! میری سمجھ میں نہیں آرہا میں کن لفظوں میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔" راحیل نے کہا تو سلطان خان نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔ حدیقہ وہیں راحیل کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

"حدیقہ! شکریہ تو مجھے تمہارا بھی ادا کرنا ہے۔ تم نے یاسر ملک سے طلاق لے کر مجھ جیسے ہارے ہوئے کھلاڑی کو کامیاب بنادیا ہے۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔" پھر وہ دو قدم آگے بڑھا۔ حدیقہ سے اور قریب ہوگیا اور اس کے اوپر تقریباً جھکتے ہوئے بولا۔ "میرے ماموں جان بہت بھولے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ مجھے استعمال شدہ چیزیں پسند نہیں ہیں۔"

"راحیل......!" حدیقہ غصے سے تلملائی۔ "فضول مذاق مجھے پسند نہیں ہے۔"

"مذاق......!" راحیل نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ "غصہ ہونے کی ضرورت نہیں مائی سویٹ لیڈی! یہ مذاق نہیں۔" راحیل نے اس کے شانوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں کہتی ہوں دور ہوجاؤ میری نظروں سے تم اتنے گھٹیا بے ہودہ اور کمینے شخص ہو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" وہ غصے سے پھنکاری۔

"آف کورس...... مگر تم سے کم سابقہ مسز یاسر! تم نے تو اپنے دو معصوم بچوں کا بھی خیال نہیں کیا۔ کیسی ماں ہو تم! کیا تمہیں اپنی کمینگی اور گھٹیا پن کا احساس ہے۔ تم نے یاسر ملک کی محبت میں مجھے ہرٹ کیا تھا تاں میں نے بھی اس کا بدلہ لے لیا اور سن لو کل صبح کی فلائٹ سے میں واپس جارہا ہوں۔ جہاں میری لیزا میری منتظر ہے۔" وہ قہقہہ لگاتا ہوا باہر چلا گیا۔ حدیقہ وہیں دل تھام کر بیٹھ گئی۔

❁......⌘......❁

حدیقہ تین دن تک اپنے کمرے میں بند رہی اپنی بربادی کا سوگ مناتی رہی۔ جس سے وہ سخت بیمار ہوگئی تھی۔

بچوں کی یاد ستانے لگی تھی۔ سلطان خان نے اپنی انا کی خاطر اس کا بسا بسایا گھر اجاڑ دیا تھا۔

باپ نے اسے دھمکی دی تھی اگر اس نے اس کی بات نہیں مانی تو وہ یاسر کو جان سے مروا دے گا۔ بچوں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ وہ چاہتا تھا راحیل سے شادی کرکے خوش گوار زندگی گزارے ایسی دھمکی پر حدیقہ نے خلع کے کاغذات پر دستخط کیے تھے وہ روتی رہی اس کے آنسوؤں کا سلطان خان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ راحیل بھی اپنی محبت کا واسطہ دیتا رہا تھا۔

وہ ان دونوں کی باتوں اور دھمکیوں میں آگئی تھی اور وہ جانتی تھی اس کا باپ کچھ بھی کرسکتا تھا۔ اسے یاسر کی یاد شدت سے آرہی تھی بچوں کی یاد دل میں مچل رہی تھی۔

"یہ میں نے کیا کیا۔ یاسر! مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا مجھے کیا ہوگیا تھا میں راہ سے بھٹک گئی تھی میں نے خود ہی اپنے ہنستے بستے گھر کو آگ لگادی تھی...... میں ناقابل معافی ہوں۔ میں نے محبت کی توہین کی ہے۔ یا خدایا! میں نے کیا کرڈالا......" وہ چیخنے لگی۔ دیواروں سے سر ٹکرانے لگی بے تحاشا رو رہی تھی۔ اس کا سر پھٹ گیا تو خون تیزی سے بہہ رہا تھا مگر وہ اپنے ہوش میں کہاں تھی۔

نوکر اور سلطان خان اسے قابو کرنے کی کوشش کررہے تھے مگر اس پر تو جنونی کیفیت طاری تھی۔

"میرا گھر برباد کرنے کا جشن منا چکے ہیں آپ۔ اب میری بربادی کا ماتم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں برپا کردیجیے گا۔" وہ باپ کا گریبان پکڑے چیخ رہی تھی اور پھر وہ چکرا کر گر پڑی۔ سلطان خان اسے اسپتال لے کر آئے۔ اکلوتی بیٹی کی یہ حالت دیکھی نہیں جارہی تھی۔

"ہاں...... ہاں حدیقہ بیٹی! میں ہی تمہارا مجرم ہوں۔ میں ہی تمہارا خطا کار ہوں۔" وہ آئی سی یو کے باہر کھڑے دل ہی دل میں نادم تھے۔ جب ڈاکٹر باہر نکلا تو وہ لپک کر آگے بڑھے۔

"ڈاکٹر صاحب میری بیٹی حدیقہ کیسی ہے؟"

"نروس بریک ڈاؤن کا اٹیک ہے ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ ری کوری میں کتنا وقت لگے گا۔ شدید صدمے کے باعث وہ ذہنی طور پر مفلوج بھی ہوسکتی ہے۔" ڈاکٹر نے صاف گوئی سے بتایا۔ سلطان خان بے اختیار رونے لگے۔

"نہیں ڈاکٹر! ایسا نہیں ہوسکتا۔" ڈاکٹر انہیں تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ سلطان خان غم سے بے حال تھے۔ "راحیل! تم نے اچھا نہیں کیا میں اپنے آپ کو بہت بڑا شاطر سمجھتا تھا مگر تم تو......" پھر اچانک جیسے ان کے ذہن میں ایک خیال کوندا وہ اس پر عمل کرنے کے لیے تیز تیز قدموں سے اسپتال سے باہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ دستک پر دروازہ یاسر کی اماں نے کھولا تھا۔

"تم اب یہاں کیا لینے آئے ہو۔ سلطان خان! اب بچوں کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تو میں جان دے دوں گی پر تمہارا یا حدیقہ کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی۔" اماں کی تیز آواز سن کر یاسر کمرے سے باہر آگیا تھا۔ سلطان خان سر جھکائے باہر کھڑے تھے۔

"اماں! اب یہ یہاں کیوں آئے ہیں ان سے کہہ دیں چلے جائیں یہاں سے...... چلے جائیں......"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں بیٹا! اب نہ جانے کون سا نیا

"جال بُن کر لائے ہیں۔" سلطان خان تیزی سے آگے بڑھے اور یاسر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

"مجھے معاف کردو بیٹا! میں کیا نیا جال بناؤں گا۔ حدیقہ بیٹی موت کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کہ موت اسے نگل جائے تم اسے بچالو اسے شدید قسم کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ بیٹا! تم ہی اسے زندگی کی طرف لا سکتے ہو۔ قدرت نے مجھے بہت بڑا سزا دی ہے۔ کاش! میں نے راحیل پر اعتبار نہ کیا ہوتا۔ کاش! میں نے جان لیا ہوتا وہ مجھے اور میری بیٹی کو فریب دے رہا ہے۔ یاسر میری بیٹی کو بچالو وہ مر جائے گی۔"

"کیا ہوا حدیقہ کو......!" وہ سب کچھ بھول کر تڑپ اٹھا تھا۔

"یاسر تمہیں یہ سب معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے...... اب تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔" اماں نے یاسر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"چلیے! حدیقہ کہاں ہے؟" اس نے اماں کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔

"اسپتال میں ایڈمٹ ہے۔" یہ سنتے ہی وہ ایک دم سلطان خان کے ساتھ باہر جانے لگا تھا کہ اماں اس کے سامنے آ گئیں۔

"یاسر! تم کہیں نہیں جاؤ گے اگر اسے تمہارا اور بچوں کا خیال ہوتا تو وہ اتنا بڑا قدم ہرگز نہ اٹھاتی۔ وہ مرے یا جیے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ ہر رشتہ ہر تعلق توڑ چکی ہے۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"اماں مجھے جانے دیں اسے میری ضرورت ہے۔ میرا اس سے پیار کا رشتہ ہے۔" یاسر کہتا ہوا سلطان خان کے ساتھ چلا آیا۔ یاسر نے حدیقہ کی تیمارداری میں دن رات ایک کردیے تھے۔ ڈاکٹر کی توجہ اور یاسر کی بھرپور محنت رنگ لائی۔ کئی بار وہ بچوں کو ملوانے اسپتال بھی لایا۔

حدیقہ زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی۔ ایک ماہ وہ اسپتال میں رہی تھی۔ وہ مارے شرمندگی کے یاسر سے نظریں نہیں ملاتی تھی۔ اس کی پلکیں ندامت کے بوجھ تلے جھکی رہتیں۔

لگتا تھا وہ آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کی کوشش کرتی ہے پھر بھی آنسوؤں کا کوئی نہ کوئی قطرہ پھسل کر رخساروں پر پھیل جاتا۔ یاسر نے حدیقہ کو ایک بار بھی بے وفائی کا طعنہ نہیں دیا تھا اگرچہ اب وہ اس کے لیے غیر تھا مگر اس کے بچوں کا باپ تو تھا۔ وہ یہی سوچتی رہتی کتنا انوکھا پیار ہے یاسر کا وہ اپنے آپ کو اس کے سامنے بہت حقیر سمجھ رہی تھی۔

جس دن وہ اسپتال سے ڈسچارج ہوئی یاسر اس کے ساتھ اس کے گھر تک آیا مگر گاڑی سے اتر کر گھر کے باہر ہی رک گیا اور کہنے لگا۔

"حدیقہ تم چاہو تو رابعہ اور نعمان کو اپنے پاس رکھ سکتی ہو۔ تم بھی خوش رہو گی اور بچے بھی خاص کر رابعہ تمہیں یاد کرتی ہے ساری ساری رات نہیں سوتی...... اماں ایسا کرنے نہیں دیں گی مگر حدیقہ اماں کو میں سمجھا لوں گا......"

حدیقہ کچھ نہ بولی خاموشی سے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔ اللہ حافظ میری ضرورت ہو تو فون کرلینا۔" یاسر نے ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

حدیقہ بے بسی سے اسے جاتا دیکھتی رہی وہ اسے کھو چکی تھی ان دونوں کے درمیان ایسی دیوار حائل ہو گئی تھی جسے گرانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔

جدائی ان دونوں کا مقدر بن چکی تھی۔ یہ احساس ہی اسے تڑپانے لگا۔ یاسر کے چلے جانے کے بعد بے قراری بڑھتی چلی جارہی تھی۔ پھر اپنے کمرے میں آکر ٹیبل کی دراز سے بچوں کا فوٹو البم نکال کر بیٹھ گئی۔ نعمان کی پہلی سالگرہ کی تصویروں میں وہ کتنی مطمئن اور خوش نظر آرہی تھی اس کا دل ایک دم بچوں کے لیے تڑپنے لگا۔

"یہ میں نے کیا کیا...... اپنے ہنستے بستے گلشن کو آگ لگا بیٹھی۔" اس کا دل ایک دم گھبرانے لگا۔ وہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی اس نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو...... ہیلو......" دوسری طرف سے سلطان خان کی غم میں ڈوبی ہوئی آواز یاسر کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بیٹا یاسر! حدیقہ نے نیند کی گولیاں کھا کر خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اسپتال سے بات کررہا ہوں وہ زندگی موت کی کشمکش میں مبتلا ہے اس کی حالت بہت خراب ہورہی ہے۔ خدارا! تم آجاؤ بچالو میری حدیقہ کو۔" سلطان خان کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔ فون بند ہوچکا تھا۔ وہ اٹھ کر اماں کے کمرے میں آ گیا۔

"اماں! میں اسپتال جارہا ہوں پتا نہیں کس وقت واپسی ہو بس بچوں کا خیال رکھیے گا۔ حدیقہ نے خودکشی کی کوشش کی ہے دعا کریں اس کی زندگی بچ جائے۔ میری حدیقہ کو کچھ ہوگیا تو......" وہ اماں کو دیکھ کر ایک دم خاموش ہوگیا۔ اماں اسے جاتا دیکھتی رہیں۔ وہ حیرت زدہ تھیں کہ اب کس رشتے سے یہ وہاں جارہا ہے مگر اس وقت وہ کچھ نہیں بولیں۔

اسپتال پہنچا تو حدیقہ آئی سی یو میں تھی۔

"ڈاکٹر! حدیقہ کیسی ہے؟"

"دراصل نیند کی گولیاں بڑی مقدار میں معدے میں چلی گئی ہیں زندگی کی کوئی امید نہیں ہم کوشش تو کررہے ہیں اگر کوئی معجزہ ہوجائے تو کہا نہیں جاسکتا ورنہ......" ڈاکٹر نے بتایا تو یاسر کی حالت غیر ہونے لگی۔ اس کا دل ڈوبا جارہا تھا۔ وہ ادھر ادھر سلطان خان کو دیکھنے لگا۔

"خان صاحب! سامنے والے روم میں بیٹھے ہیں۔" ڈاکٹر نے یاسر کو غور سے دیکھتے ہوئے بتایا۔

"ڈاکٹر! کیا میں حدیقہ کے پاس جاسکتا ہوں...... پلیز ڈاکٹر صاحب! مجھے حدیقہ سے ملنے دیجیے میں اسے ایک نظر دیکھ تو لوں وہ کیسی ہے...... پلیز ڈاکٹر......" ڈاکٹر کچھ سوچتے ہوئے اسے آئی سی یو میں لے کر آگیا۔ یاسر لپک کر حدیقہ کے بیڈ کے قریب آیا۔

"حدیقہ...... حدیقہ تم نے ایک بار پھر بچوں کے لیے نہیں سوچا۔" وہ کہہ رہا تھا اس کی آواز غم کی شدت سے بھیگی ہوئی تھی۔ حدیقہ تیز تیز سانسیں لے رہی تھی پھر ایک معجزہ سا ہوا چند سیکنڈ کے لیے اس کی حالت سنبھلی بند پلکیں وا ہوئیں ہونٹ لرزے اور کمزور لرزتی ہوئی آواز آئی۔

"یاسر...... م...... مجھے معاف کردینا...... میں اپنے باپ کے بہکاوے میں آگئی تھی پلیز میری میت سلطان خان کے حوالے نہ کرنا مجھے اپنے گھر سے آخری سفر کے لیے رخصت کر......" اس کا جملہ مکمل نہ ہوسکا تھا۔ یاسر جو جھکا اس کی باتیں غور سے سننے اور سمجھنے کی کوشش کررہا تھا اس کے ساکت ہوتے ہی بُری طرح چیخا۔

"نہیں...... نہیں حدیقہ! تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتیں۔" یاسر کی چیخ سن کر آئی سی یو میں موجود ڈاکٹر تیزی سے حدیقہ کے بیڈ کے قریب آیا یاسر کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے حدیقہ کو چیک کیا پھر مایوسی سے نرس کی طرف اشارہ کیا تو نرس نے سفید چادر سے حدیقہ کو ڈھانپ دیا۔

ڈاکٹر باہر آیا تو یاسر غم سے بے حال تھا۔ ڈاکٹر اسے دلاسا دیتا ہوا وہاں لے آیا جہاں سلطان خان بے اختیار یاسر سے لپٹ گئے۔

"یاسر...... یاسر...... تم بھی میری حدیقہ کو نہیں بچاسکے میں تم دونوں کا مجرم ہوں اپنی بیٹی کی خوشیوں کو ڈس لیا میں نے یاسر...... یاسر مجھے معاف کردو۔" یاسر نے ایک جھٹکے سے انہیں اپنے آپ سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

"سلطان خان! تم ہی قاتل ہو اس کے میری حدیقہ کے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" وہ یہ کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ چاہنے کے باوجود اس کی میت اپنے گھر نہیں لاسکا اس لیے کہ اب اس کے لیے وہ غیر تھی۔ کیا تھا جو وہ اس کے بچوں کی ماں تھی مگر طلاق نے ہر رشتہ ختم کردیا تھا۔ حدیقہ تو اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی مگر یاسر اور بچوں کو عمر بھر کی خلش دے گئی تھی۔

قسط نمبر 36

نازیہ کنول نازی

ہوئی ہے شام تو آنکھوں میں بس گیا تُو
کہاں گیا ہے میرے شہر کے مسافر تُو
میں جانتا ہوں کہ دُنیا تجھے بدل دے گی
میں مانتا ہوں کہ ایسا نہیں بظاہر تُو

اب بھی شاعر رہوں کس کی خاطر رہوں......
کون ہے جو میرے لفظ و معنی کی آنکھوں سے بہتے......
آنسوؤں میں چھپے درد چنتا پھرے......
خواب بنتا پھرے......
کون آنکھیں میری دیکھ کر یہ کہے
کیا ہوا جانِ جاں کب سے سوئے نہیں
اس سے پہلے تو تم اتنا روئے نہیں
اب بھلا کس لیے......؟
خوب صورت سی آنکھیں پریشان ہیں
اپنی حالت پہ خود اتنی حیران ہیں
کون بے چین ہو کون بے تاب ہو
موسم ہجر کی شام تنہائی میں آبلہ پائی میں
کون ہو ہمسفر گرد سے راہ گزر
کوئی رستہ نہیں کوئی راہی نہیں
در پہ دستک کی کوئی گواہی نہیں
دل کے ویران و برباد صفحات پر
جس قدر لفظ لکھے تھے بیکار ہیں
ایک لمبی جدائی کے آثار ہیں

سوچتا ہوں کہ اب ان خیالوں سے خوابوں سے باہر رہوں
کیوں میں شاعر رہوں' کس کی خاطر رہوں

نفرت ہو یا شہرت...... دونوں ہی کی زیادتی انسان کو تھکا دیتی ہے۔ وہ بھی تھکنے لگا تھا۔
مسلسل دعائیں رد ہونے لگیں تو انسان خدائے پاک و برتر کی ذات سے مایوس ہونے لگتا ہے' پھر وہ ایک لڑکی تھی' انسان تھی۔

وہ ہارنے لگا تھا۔ انوشہ رحمٰن کی بے جا نفرت سے تھکنے لگا تھا۔
وہ محسوس نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نا چاہتے ہوئے بھی اسے شاہ زر کا بدلنا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بہت سنجیدہ ہو کر رہ گیا تھا۔ ہر وقت کام' کام اور بس کام...... انوشہ رحمٰن کو تنگ کرنا تو دور اس نے ضرورت کے لیے بھی اسے دیکھنا اس سے بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔
اب اکثر وہ رات کو دیر سے گھر واپس آتا اور صبح بنا ناشتہ کیے آفس کے لیے نکل جاتا' چاند روز اس کا انتظار کرتا سو جاتا تھا مگر وہ روز صبح ناشتے سے پہلے اسے پیار کر کے منا لیتا۔ رات میں آفس سے واپسی کے بعد بھی وہ اسے انوشہ کے پہلو سے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے جاتا اور پھر صبح وہ اسی کے ساتھ بیدار ہوتا۔
مگر...... یہ روٹین بھی زیادہ دن برقرار نہیں رہی تھی۔
نظر کے سامنے ایک ہی گھر' ایک ہی چھت تلے رہ کر اس لڑکی سے بے نیاز رہنا' بہت تکلیف دہ تھا۔ تبھی وہ پیرس چلا آیا تھا۔ اس شہر کی خوب صورتی اور اداسی ہمیشہ اسے اپنے حصار میں جکڑ لیتی تھی۔
اکثر یہاں آ کر وہ اپنے سارے غم بھول جایا کرتا تھا۔
اب بھی وہ پچھلے تین ہفتوں سے یہاں تھا اور یہ تین ہفتے بے تحاشا مصروفیت کے ساتھ' گھر واپسی پر اس نے ساری ساری رات سگریٹ کے ساتھ اپنا دل جلا کر بسر کیے تھے۔ چاند روزانہ اس سے فون پر بات کرتا تھا اور اسے واپس آنے کی تاکید کرتا تھا' مگر...... وہ روز اس سے وعدہ کر کے اپنے وعدے سے پھر جاتا۔
پچھلے تین ہفتوں میں اس نے بھول کر بھی انوشہ کی آواز نہیں سنی تھی۔
اس روز چاند اس سے انوشہ کی شکایت کر رہا تھا کہ وہ اسے گھمانے پھرانے کے لیے باہر لے کر نہیں جاتی' اس کے ساتھ گھر میں بھی نہیں کھیلتی' اسے دوستوں کے گھر جانے بھی نہیں دیتی۔ شاہ زر اس کی شکایتوں اور معصومانہ انداز پر مسکرا رہا تھا۔ ابھی شاید اسے اور بھی شکایات شاہ زر تک پہنچانی تھیں کہ اچانک لائن ڈس کنکٹ ہو گئی۔ شاہ زر جانتا تھا کہ انوشہ نے چاند سے فون چھین کر لائن کاٹ دی ہے تبھی اس نے کال بیک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر چاند اب مچل رہا تھا' اسے اپنے دوست کے جیسی سائیکل چاہیے تھی اور انوشہ اس کی فرمائش پر کان نہیں دھر رہی تھی۔ اسی لیے وہ اپنے باپ سے فرمائش کرنا چاہ رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ فوراً سے پیشتر اس کی فرمائش پوری کر دے گا مگر......
یہاں بھی انوشہ نے اسے کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔
وہ اب رو رہا تھا اور انوشہ پریشان نگاہوں سے قطعی بے بسی کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ جس سائیکل کے لیے وہ ضد کر رہا تھا وہ ستائیس ہزار کی تھی اور انوشہ کے پاس اس وقت صرف پچیس ہزار روپے تھے۔ بیس ہزار

پے ابھی کل ہی اس نے کمیٹی کی نذر کیے تھے۔
وہ نہیں چاہتی تھی کہ چاند شاہ زر سے فرمائش کرے' اسے کچھ بتائے...... اس کی غیر موجودگی میں چاند کی تمام ضروریات پوری کرنا وہ خود پر فرض سمجھتی تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے' وہ دیارِ غیر میں' اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے باپ سے فرمائش کرتا' اسے گوارہ ہی نہیں تھا مگر مسئلہ پیسوں کا تھا' صرف دو ہزار کے لیے وہ شاہ زر کے سامنے چھوٹی پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس نے چاند سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اسے سائیکل خرید کر دے گی مگر اس شرط پر کہ وہ اپنے پاپا سے فرمائش نہیں کرے گا۔ چاند نے فوراً سے پیشتر وعدہ کر لیا تھا۔
اگلے دو تین روز وہ سکون سے اسے ٹالتی رہی تھی۔ مہینے کا اختتام تھا اور اگلے ایک دو روز میں اسے تنخواہ ملنی تھی تو وہ چاند کی فرمائش پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دو اپنی ضروریات کی اشیاء بھی خرید لیتی' مگر چاند میں صبر نہیں تھا' اس روز اس نے اسکول سے چھٹی کی تھی انوشہ آفس گئی ہوئی تھی پیچھے سے شاہ زر کی کال آ گئی' فون چاند نے ہی اٹھایا۔
"پاپا...... کیا میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں......؟"
شاہ زر کو ملازم سے بات کرنی تھی' وہ ائیر پورٹ پر تھا' اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ چاند فون اٹھائے گا اور یہ بات کہے گا۔ تبھی حیرانی سے بولا تھا۔
"کیوں پاپا کی جان کیا ہوا...... کیا مما نے کچھ کہا ہے؟"
"نہیں...... مگر مما مجھے سائیکل لے کر نہیں دے رہیں۔"
"کون سی سائیکل......؟"
"وہ جو میرے دوست علی کے پاس ہے' اس کے پاپا نے اسے فوراً لے دی تھی۔"
"او...... تو یہ بات ہے' ٹھیک ہے' پاپا ابھی پاکستان آ رہے ہیں' کل میرے چاند کے پاس بھی وہی سائیکل ہو گی جو علی کے پاس ہے۔"
"پرامس......؟"
"پکا پرامس۔" بڑی مشکل سے وہ چاند کو یقین دلانے میں کامیاب ہوا تھا۔
پیرس روانگی سے قبل اس نے ایک بلینک چیک سائن کر کے انوشہ کے تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا تاکہ اس کی غیر موجودگی میں وہ اپنی اور چاند کی ضروریات پوری کر سکے' مگر...... اس خود سر انا کی ماری لڑکی نے شاید وہ چیک کیش کرانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی تھی۔
سارے رستے وہ افسردہ رہا تھا۔
رات بارہ بجے کے قریب وہ گھر پہنچا تو انوشہ جاگ رہی تھی۔
"السلام علیکم......!"
وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ اچانک سامنے آ گئی تھی اور ٹھٹک گئی تھی۔
"وعلیکم السلام!"
"چاند سو گیا......؟"

"جی ہاں...... ابھی تھوڑی دیر قبل سلایا ہے اسے۔"

"ٹھیک ہے۔"

نظر اٹھا کر بنا اس کی طرف دیکھے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا انوشہ دیر تک وہیں کھڑی رہی۔ اگلی صبح سنڈے کے باعث وہ قدرے تاخیر سے بیدار ہوئی تھی۔

فریش ہوکر ناشتہ تیار کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف آئی تو شاہ زر اس کے بستر میں گھسا چاند کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

"پاپا...... علی کی بہن ہے ناں حمنہ وہ اسے بہت پیار کرتا ہے کل اس نے حمنہ کو اپنی سائیکل پر بٹھا کر سیر بھی کرائی تھی۔ میری بہن کیوں نہیں ہے......؟" کتنی حسرت سے وہ پوچھ رہا تھا انوشہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی تھی۔ خود شاہ زر بھی لاجواب ہو گیا تھا۔ تبھی وہ آگے بڑھی تھی۔

"چاند...... آپ کا ناشتہ تیار ہو گیا ہے چلو ناشتہ کرو۔"

"نہیں...... مجھے ناشتہ نہیں کرنا مجھے پاپا کے ساتھ جا کر علی جیسی سائیکل لانی ہے۔"

"پاپا خالی پیٹ لے کر نہیں جائیں گے اور میں نے کہا تھا ناں آپ سے میں آپ کو سائیکل دلا دوں گی۔" شاہ زر کے سامنے اسے علی پر غصہ آیا تھا مگر وہ بدک گیا۔

"نہیں آپ نے جھوٹا پرامس کیا تھا آپ بالکل بھی اچھی مما نہیں ہیں۔"

"چاند......" اسے جیسے دھچکا سا لگا تھا۔

اس کا بیٹا جس کے لیے وہ ساری صعوبتیں چپ چاپ جھیل رہی تھی وہ اسے بتا رہا تھا کہ وہ اچھی ماں نہیں ہے۔ شاہ زر کے سامنے یہ "شکست" کتنی تکلیف دہ تھی۔ اس کی آنکھیں یکلخت نم ہو گئیں۔

"چاند...... سوری بولو مما کو...... مما کے لیے ایسے نہیں کہتے۔"

شاہ زر کو اس کی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ تبھی اس نے فوراً بیٹے کو ڈانٹا تھا۔ وہ رخ پھیر گئی۔

"مگر پاپا...... مما اپنا کوئی پرامس بھی پورا نہیں کرتیں علی کی مما اس کے لیے ہوسپٹل سے حمنہ کو لائی تھیں مما میرے لیے ہوسپٹل سے گڑیا کیوں نہیں لائیں......؟" اس کے اپنے گلے اپنی شکایتیں تھیں انوشہ ایک نظر اس پر ڈالتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

وہ اس شخص کا بیٹا تھا اسے ساری زندگی اسی کا رہنا تھا وہ اپنی پوری زندگی بھی اس پر لٹا دیتی تب بھی اسے شاہ زر آفندی کا بیٹا ہی رہنا تھا۔ وہ کبھی معتبر نہیں ہو سکتی تھی اور یہی سوچ اسے رلا رہی تھی۔

باہر موسم بے حد سرد تھا مگر وہ پروا کیے بغیر لان میں آ بیٹھی۔

کیا ملا تھا اسے زندگی سے......؟ اتنے سالوں میں کیا پایا تھا اس نے سوائے دکھوں کے؟ کچھ بھی تو نہیں...... دل تھا کہ کٹ کر آنسوؤں کی صورت بہہ جانے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ بات اتنی بڑی نہیں تھی مگر...... اس کے دل پر بہت گہرائی سے لگی تھی۔

"انوش...... چاند کی باتوں کو دل پر مت لینا پلیز وہ بچہ ہے تم سمجھ سکتی ہو۔"

شاہ زر اس کے پیچھے کب وہاں چلا آیا تھا اسے خبر نہیں ہو سکی تھی تاہم اس کے پاس آ کر بیٹھنے پر وہ خاموشی

سے کھڑی ہوئی تھی اور اگلے ہی پل تیز تیز چلتی اپنے کمرے میں چلی آئی کہ اس وقت وہ خود اپنے آپ سے بھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

❀......○......❀

سانحہ ایسا بھی گزرا ہے میرے ہونٹوں پر
مجھ سے مانگی ہی نہیں جاتی دعا تیرے بعد
ہر نیا دن نئے صدمے کی خبر لاتا ہے
مجھ سے ناراض سا رہتا ہے خدا تیرے بعد

"عباد......" وہ ابھی تھکا ہوا آفس سے آیا تھا اور اب اپنے کمرے میں جا رہا تھا جب مسز یاور نے اسے پکار لیا۔

"جی......"

"تمہارے پاپا بلا رہے ہیں۔"

"فریش ہو کر آتا ہوں مما......" کتنا ٹوٹا ہوا شکستہ لہجہ تھا اس کا مسز یاور دیکھتی رہ گئیں۔ فقط چند ہی روز میں وہ کتنا بدل کر رہ گیا تھا۔ یہ کیسی جنگ کیسا کھیل تھا جس کی بھینٹ انہوں نے اپنے بیٹے کو چڑھا دیا تھا۔ محض اپنے کھوکھلے اسٹیٹس جھوٹی شان کی خاطر......؟

وہ جانتی تھیں ان کا بیٹا عام لڑکوں جیسا نہیں ہے وہ بہت حساس ہے بچپن سے ہی اس کی عادات دوسرے بچوں سے بہت مختلف تھیں مسز یاور کو گھر میں پرندے رکھنے کا شوق تھا وہ پرندے منگواتی تھیں اور عباد چپکے سے انہیں آزاد کر دیتا اکثر اس کے دوست کسی چڑیا کبوتر کو زخمی کر دیتے تو وہ اسے اٹھا کر گھر لے آتا اس کی مرہم پٹی کرتا اور جب تک وہ اڑنے کے قابل نہ ہو جاتا اس کی جان پر بنی رہتی اکثر وہ اپنے لیے گلاس میں ڈالا دودھ اپنی پالتو بلی کو پلا دیتا گھر کے ملازمین کے بچوں کے ساتھ وہ یوں گھل مل جاتا گویا وہ اس کے اپنے بہن بھائی ہوں اپنے قیمتی سے قیمتی کھلونے اٹھا کر انہیں دے دیتا تھا جس پر اکثر اسے مسز یاور سے ڈانٹ پڑ جاتی تھی۔

وہ بہت حساس اور سمجھدار تھا اس نے کبھی اپنے حسب نسب پر گھمنڈ نہیں کیا تھا گو وہ سونڈ بونڈ رہتا تھا مگر...... بہت قیمتی لباس بہت قیمتی چیزیں کبھی بھی اس کا اولین انتخاب نہیں رہی تھیں۔ مسز یاور جانتی تھیں کہ وہ انسانوں کی برابری کا قائل ایک ہمدرد انسان ہے اس نے کبھی اپنے کسی قول و فعل سے اپنے کسی رشتے کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی تو پھر وہ...... اس کی ماں ہو کر اسے تکلیف کیوں پہنچا رہی تھیں......؟

زندگی میں ہمیشہ ویسا نہیں ہوتا جیسا آپ چاہتے ہیں مگر...... یہ بات بہت کم لوگوں کی سمجھ میں آتی ہے۔

عباد فریش ہونے کے بعد یاور سعید صاحب کے کمرے میں چلا آیا تھا ہادیہ بھی وہیں موجود تھی وہ سرسری سی نگاہ اس پر ڈالتا سامنے دھرے صوفے پر ٹک گیا۔

"آپ نے بلایا پاپا......؟"

"ہاں کتنے دنوں سے شکل نہیں دیکھی تمہاری کہاں رہتے ہو آج کل......؟"

وہ اس کے مقابل صوفے پر ہادیہ کے ساتھ بیٹھے تھے...... عباد نے سر جھکا لیا۔

"کہاں ہوسکتا ہوں پاپا' گھر اور دفتر کے علاوہ......؟"

"پتا نہیں! گھر پر ہوتے ہو تب بھی دکھائی نہیں دیتے اور آفس میں ہوتے ہو تب بھی۔"

"مصروف ہوتا ہوں پاپا' کچھ نئے پروجیکٹس پر کام کر رہا ہوں' آپ کو کیا بات کرنی تھی؟" وہ تھکا ہوا تھا' اور اس وقت سوائے پرسکون نیند لینے کے اسے اور کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ یاور سعید صاحب نے ہادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بات شروع کی تھی۔

"بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے...... تمہیں یاد ہوگا سڈنی جانے سے قبل تم کسی لڑکی میں انٹرسٹڈ تھے' اور اس سے شادی بھی کرنا چاہتے تھے' باوجود اس کے کہ بچپن سے ہی تمہاری نسبت ہادیہ بیٹی کے ساتھ طے ہے اور اس رشتے کے لیے تمہیں کبھی بھی کوئی اعتراض نہیں رہا' مگر...... صرف تمہاری خواہش اور ضد کے لیے تمہاری مما اور میں نے اپنی زبان بھلا کر اس لڑکی کے لیے اپنی رضامندی دے دی' اب اس بات کو بھی تقریباً کئی ہفتے ہوگئے ہیں' مگر تم نے مجھے اس لڑکی سے نہیں ملوایا۔ تمہارے جتنے بھی دوست ہیں سب شادی شدہ ہیں' اپنے گھروں میں آباد ہیں' اور تم جو ہمارے اکلوتے بیٹے ہو' ابھی تک ہمیں اس خوشی سے محروم رکھے ہوئے ہو' مجھے بتاؤ عباد آخر تمہارا کیا ارادہ ہے' کیا چاہتے ہو تم......؟"

سوال مشکل تھا مگر...... عباد کو جواب دینا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ سوال ہوگا اور شاید اسی لیے اس نے خود کو اس سوال کا جواب دینے کے لیے پہلے سے تیار کرلیا تھا۔

مسز یاور چائے کے ساتھ ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ عباد نے سر اٹھا کر انہیں نہیں دیکھا۔ بہت دھیمے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔

"میں آپ کا نافرمان بیٹا نہیں ہوں پاپا' نا ہی مجھے اس بات کی حقیقت سے کوئی انکار ہے کہ ہادیہ بہت اچھی لڑکی اور میری بہت اچھی دوست ہے' اگر صاعقہ احمد میری زندگی میں نہ ہوتی تو یقیناً ہادیہ کو اپنی وائف کی حیثیت سے دیکھنا میری اولین ترجیح ہوتی۔ مگر میں منافق نہیں ہوں پاپا' میں جانتا ہوں کہ پہلے کی طرح ہادیہ کو خوش رکھنا اور ایک بیوی کی حیثیت سے اپنی زندگی میں مقام دینا' اب میرے لیے بہت مشکل ہے' اسی لیے میں اس شادی سے بھاگ رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ جس لڑکی کو میں نے ہمیشہ محبتوں اور خوشیوں کے خواب دکھائے ہیں' وہ اب میرے ہاتھوں میرے ساتھ رہ کر کوئی دکھ اٹھائے' ایک ہی بار مرنے اور پل پل مرنے میں بہت فرق ہوتا ہے پاپا' میں اس لڑکی کو پل پل مرتے نہیں دیکھ سکتا' اسی لیے میں چاہتا ہوں آپ اس کی شادی کسی بہت اچھے سے لڑکے سے کردیں' جو اس کی صحیح معنوں میں قدر کر سکے' جہاں تک آپ کی خوشیوں کا سوال ہے تو میرا وعدہ ہے' بہت جلد میں شادی کرلوں گا' کسی بھی لڑکی سے' چاہے وہ مجھے ناپسند ہی کیوں نہ ہو' مگر...... وہ ہادیہ کبھی نہیں ہوسکتی۔" دوٹوک لہجے میں اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔

پیچھے ہادیہ برف جیسی ہوگئی تھی۔

یہ کیا کہہ گیا تھا وہ......؟

یاور صاحب اب اپنی مسز سے کہہ رہے تھے۔

"یہ لڑکا دن بہ دن میری سمجھ سے باہر ہوتا جارہا ہے۔ میں اپنے بھائی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوسکتا' آسیہ

اسے سمجھادو' اس کی شادی ہوگی تو ہادیہ بیٹی سے' ورنہ کسی سے نہیں۔"

"تو وہ کب چاہتا ہے کسی سے شادی کرنا...... پچھلے ایک ماہ سے بہت بدل کر رہ گیا ہے میرا بیٹا' زبان رشتوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتی یاور اور وہ بندھن' جو زندگی بھر کا بندھن ہے' دو دلوں کے ملاپ اور خوشیوں کا بندھن ہے' وہ کبھی زور زبردستی سے پائیدار نہیں ہوسکتا' آج ہم اگر زبردستی عباد کو منا کر ہادیہ سے اس کی شادی کروا بھی دیتے ہیں تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ شادی کے بعد دونوں میں کوئی کلیش نہیں ہوگا۔ خدانہ کرے زبردستی سے بنے اس تعلق کے بعد دونوں میں علیحدگی ہوجاتی ہے تو کیا تب' آپ اپنے بھائی سے نظر ملاسکیں گے؟ نہیں...... ہمارا ایک ہی بیٹا ہے یاور...... میں نہیں چاہتی کہ وہ ہمارے کسی غلط فیصلے یا ضد کی بھینٹ چڑھے' اس لیے میں اب اسے کسی غلط بات پر مجبور نہیں کروں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم......؟ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا......؟ ہادیہ عباد کو پسند کرتی ہے۔"

"مگر عباد اب ہادیہ کو پسند نہیں کرتا اور یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ جسے انا کا مسئلہ بنالیا جائے' وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی پسند ناپسند بدلتی رہتی ہے' ہادیہ اچھی لڑکی ہے میں کبھی بھی نہیں چاہوں گی کہ وہ اس شخص کی زندگی کا حصہ بنے جو اسے پسند ہی نہ کرتا ہو۔"

مسز یاور کے الفاظ کسی برچھی کی طرح ہادیہ کے دل پر لگے تھے۔ تبھی شدید ہرٹ ہوکر وہ اٹھی تھی اور ایک منٹ سے پہلے کمرے سے نکل گئی۔

"this is too much aasia" ذرا سوچو اگر ہادیہ کی جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی' جس کی نسبت سالوں کسی شخص کے ساتھ طے رہنے کے بعد یوں ڈسٹرب ہوجاتی تو کیا تب بھی تم یہی کہتیں......؟"

"ہاں...... کیونکہ میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو اولاد کی دشمن ہوتی ہیں' جھوٹی انا جھوٹے حسب نسب کی خاطر اپنے جگر کے ٹکڑوں کو سولی چڑھادیتی ہیں' میں اپنے بیٹے کو بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں' اگر اس نے ہادیہ سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو وہ کبھی بھی اس تعلق کو خوش اسلوبی سے نبھا نہیں سکے گا' جبکہ ہادیہ زیادہ دن یہ برداشت نہیں کرسکے گی اور بالآخر اس شادی کا اختتام طلاق پر ہوگا' میں یہ نہیں چاہتی یاور...... میری جگہ کوئی بھی ماں' اپنی بیٹی کے لیے ایسا نہیں چاہے گی۔" مسز یاور کے مضبوط لہجے میں لچک ناپید تھی' یاور سعید صاحب پریشان ہوکر رہ گئے۔

"میرا بیٹا بہت پریشان ہے یاور' جو ظلم ہم اس کے ساتھ کرچکے ہیں' اب اس کے بعد مجھ میں مزید کسی اور فریب کی ہمت نہیں ہے' اس کی آنکھوں کی ویرانی اور لبوں کی چپ مجھے اندر سے کاٹ رہی ہے' کوئی گلہ نہیں کیا میرے بیٹے نے مجھ سے' کوئی لعنت ملامت نہیں کی' مگر...... پھر بھی وہ سامنے آتا ہے تو میں اس سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہتی۔" وہ پشیمان تھیں' یاور صاحب از حد پریشانی کا شکار...... سگار جلا کر اسٹڈی میں چلے گئے۔

❋......○......❋

حویلی میں بڑے ملک کی طبیعت پچھلے روز سے زیادہ خراب ہوگئی تھی' لہٰذا اس روز اپنے بھائیوں کی غیر موجودگی میں اس نے اپنی بڑی بھابی کے سامنے' انہیں ایان احمد سے اپنے نکاح کی بابت سب سچ بتادیا تھا' بڑے ملک کے لیے یہ بات کسی شاک سے کم نہیں تھی' مگر...... جس حالت اور کیفیت میں وہ گرفتار تھے اس

میں ایان جیسے "چھوٹے کی کمین" کو اتنی بڑی جسارت کی سزا دینا ان کے اختیار میں نہیں رہا تھا لہٰذا مجبوراً انہیں یہ بات اپنے بیٹوں کے سامنے رکھنی پڑی تھی۔

بقول ان کے ان کی زندگی کا چراغ کسی بھی لمحے گل ہو سکتا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی موت کے بعد علیزہ کسی مشکل کا سامنا کرے مگر...... ان کی خواہش پوری نہیں ہوئی تھی۔

اس شاک کے اگلے دو روز بعد ان کی رحلت ہوگئی تھی اور ان کی رحلت کے بعد حویلی میں سب سے پہلے جس مسئلے نے سر اٹھایا تھا وہ علیزہ کی طلاق کا تھا مگر علیزہ کسی طور طلاق کے حق میں نہیں تھی باپ کی وصیت کے مطابق زمین جائیداد کا جو حصہ اسے ملنے والا تھا اس کے بھائی کسی طور وہ حصہ کسی کو دینے کے لیے تیار نہیں تھے ان کی خواہش تھی کہ علیزہ ایان احمد سے طلاق کے بعد حویلی میں رہ کر تمام معاملات اور امور سنبھالے مگر وہ جانتی تھی کہ یہ معاملات اور امور سنبھالنا حقیقت میں کس اذیت کا نام ہوگا تبھی اس نے اپنے بھائیوں کی خواہش پر سر جھکانے سے انحراف کیا تھا جس کی پاداش میں اسے اپنے بھائیوں کی سخت وحشت اور تاؤ کا سامنا کرنا پڑا۔

باپ کے ہوتے ہوئے وہ بھائی جو اس کے لیے جان دیتے تھے اب وہی اس کی جان لینے کے درپے ہوگئے تھے۔

لہٰذا بہت سوچ بچار کے بعد...... اسے اپنا حصہ اپنے بھائیوں پر قربان کر کے چپ چاپ کراچی آنا پڑا تھا۔

آمنہ کی شادی ہو چکی تھی مگر...... اس کی ماں اب بے سکون ہوگئی تھی بیٹی کے چہرے پر چھائی زردی اور دن بدن ہڈیوں میں ڈھلتے وجود نے ایک عجیب سے احساس پشیمانی میں مبتلا کر دیا تھا انہیں علیزہ کے پاس انہی کے گھر کا ایڈریس تھا کویت روانگی سے قبل اسے رہا کرتے ہوئے ایان نے اسے کراچی میں انہی کے گھر کا ایڈریس دیا تھا تبھی سخت خواری کے بعد وہ سیدھی وہیں چلی آئی تھی۔

دروازہ آمنہ کی ماں نے کھولا تھا۔

"السلام علیکم......"

"وعلیکم السلام۔ کون......؟"

"جی...... میرا نام علیزہ ہے میرے شوہر ایان احمد نے کچھ روز قبل بیرون ملک جاتے ہوئے مجھے یہاں کا پتا دیا تھا تاکہ میں ضرورت پڑنے پر اس کے گھر والوں سے رابطہ کرلوں۔"

"اچھا...... آؤ...... اندر آؤ......" کچھ پل سوچ و بچار کے بعد انہوں نے دروازہ وا کر دیا تھا۔

"کہاں سے آئی ہو......؟"

"جی...... گاؤں سے......"

"ہوں...... ایان دو ماہ قبل یہاں آیا تھا اپنے گھر والوں کے لیے کچھ پیسے اور اپنا رابطہ نمبر دے کر گیا تھا مگر...... مجھے اور میری بیٹی کو اس کے گھر والوں کا کچھ نہیں پتا کہ وہ کہاں گئے ہیں اصل میں ان کی جو لڑکی ہے صاعقہ اس سے میری بیٹی کی دوستی تھی میں کبھی نہیں گئی ان کے گھر...... کافی دنوں سے سوچ رہی تھی وہ پیسے ان تک کیسے پہنچاؤں اب تم آ گئی ہو تو وہ امانت میں تمہارے سپرد کر دیتی ہوں دل پر بوجھ محسوس ہوتا ہے۔"

علیزہ کو صحن میں چارپائی پر بٹھانے کے بعد بولتے ہوئے وہ اندر کمرے میں چلی گئی تھیں تقریباً پانچ منٹ کے بعد دوبارہ آئیں تو ان کے ہاتھ میں سفید لفافہ تھا۔

"یہ لو تمہاری امانت...... میری بیٹی کی شادی ہوگئی ہے اس کا اب صاعقہ اور اس کے گھر والوں سے کوئی واسطہ نہیں تم بیٹھو میں شربت لاتی ہوں تمہارے لیے۔"

علیزہ پریشان سی لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی جب وہ شربت کا گلاس لیے دوبارہ چلی آئیں۔

"ہم غریب ضرور ہیں بیٹی مگر بے ایمان نہیں ہیں گن لو پورے پچیس ہزار ہیں۔"

"جی شکریہ...... مگر...... مجھے ان لوگوں سے ملنا تھا۔"

"بھئی اب اس کے لیے تو میں کچھ نہیں کر سکتی...... یہ کوشش تو تمہیں خود ہی کرنی پڑے گی۔"

بالکل صاف جواب دے دیا تھا انہوں نے...... علیزہ ازحد پریشانی میں شربت کا گلاس خالی کر کے انہیں تھماتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بہت شکریہ...... خدا حافظ۔"

اتنے بڑے شہر میں جہاں کوئی اس کا آشنا بھی نہیں تھا کسی کو ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہی تھا اس کے لیے جبکہ وہ اپنے پیچھے تمام کشتیاں بھی جلا آئی تھی۔

آمنہ کے گھر سے نکلنے کے بعد پریشانی ہی پریشانی تھی۔

کراچی جیسے غیر محفوظ شہر میں پچیس ہزار کی خطیر رقم کے ساتھ وہ تنہا کسی بھی مصیبت کی بھینٹ چڑھ سکتی تھی مگر...... سامنے نہ کوئی راستہ تھا نہ منزل...... وہ گاؤں سے اپنی سسرال کی تلاش میں روانہ ہوئی تھی مگر وقت نے اس کی پیشانی پر دربدری تحریر کر دیا تھا۔

ایان احمد نے اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کے بعد چیلنج کیا تھا کہ وہ گاؤں سعید والا کی گلیاں اور چوراہے اس کے لیے شجر ممنوع بنا کر رہے گا اور اس کا چیلنج پورا ہو گیا تھا گاؤں واپسی کی راہ بھول کر وہ ایک کے بعد ایک مصیبت کی بھینٹ چڑھتی گئی تھی۔

❀......○......❀

"یہ حسن پیلس ہے...... کچھ عرصے پہلے تک یہاں زندگی اپنی پوری خوب صورتی کے ساتھ رقص کیا کرتی تھی مگر اب...... یہاں وحشت ہی وحشت...... ویرانی ہی ویرانی ہے میرال حسن کی غیر متوقع موت کے بعد میں نے یہ جانا ہے صاعقہ کہ اس دنیا میں زندگی سے بڑھ کر خوب صورت اور موت سے بڑھ کر تکلیف دہ کوئی اور چیز نہیں۔" گاڑی حسن پیلس کے سامنے روکتے ہوئے واصف علی ہمدانی اسے بتا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے گاڑی سے نکل آئی۔

"کتنا سبزہ ہے یہاں...... بہت خوب صورت بالکل کسی خوابوں کے محل جیسا گھر ہے یہ......" سحر زدہ سی وہ حسن پیلس کے گرد بکھرے سبزے کو دیکھ رہی تھی تبھی واصف بھی گاڑی سے نکل آیا۔

"ہاں...... اصل میں یہ بھی انکل اور میرال کی مشترکہ محنت کا نتیجہ ہے دیوانی تھی وہ پھولوں کی پودوں کی کتابوں کی تتلیوں کی خوشبوؤں کی بارشوں کی بہت جنون تھا اسے قدرت کو قریب سے دیکھنے کا۔"

"ازلان حیدر آتا ہے یہاں......؟"

"نہیں...... میرال حسن کی رحلت کے بعد اس نے کبھی بھولے سے بھی یہاں قدم نہیں رکھا۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے' کیا واقعی وہ میرال حسن سے محبت کرتا تھا۔"

"ہاں..... میرال حسن کے لیے اس کی نفرت کی شدت سے ہی اس کی محبت کا پتا چلتا ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"بہت آسان مطلب ہے۔"

صاعقہ کے استفسار پر پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ گھساتے ہوئے وہ دو قدم آگے آیا تھا۔

"کسی بھی انسان کی زندگی میں صرف دو جذبے بہت طاقت ور ہوتے ہیں' ایک محبت کا جذبہ اور دوسرا نفرت کا...... محبت...... کسی بھی انسان سے ہو سکتی ہے مگر...... نفرت ہر انسان سے نہیں ہوتی' یہ صرف اسی سے ہوتی ہے جس سے آپ کا تعلق بہت گہرا ہو۔" کتنی گہری باتیں کرتا جانتا تھا واصف علی ہمدانی' وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"انکل آنٹی کے پاس کون ہوتا ہے اب......؟"

"مصحف ہوتا ہے اصل میں بیوہ ہونے کے بعد پھوپو یہیں آ گئی تھیں' حسن پیلس میں' میرال اور مصحف دونوں چھوٹے تھے' مصحف کے یہاں آنے کے بعد دونوں نے ایک ساتھ تعلیمی مدارج طے کیے' آنٹی کے بقول میرال مصحف کی بہت اچھی دوست تھی' اسپیشلی پھوپو کی رحلت کے بعد وہ بہت سوفٹ ہو گئی تھی مصحف کے لیے' زیادہ سے زیادہ کمپنی دینے لگی تھی اسے...... اور شاید یہی بات ازلان کو گوارہ نہیں تھی' بہرحال میرال کے بعد مصحف ہی انکل آنٹی کو سنبھال رہا ہے۔ آج کل تو ملک سے باہر گیا ہوا ہے' انکل نے یونیورسٹی چھوڑ دی ہے آفس بھی نہیں جاتے' اسی لیے میں چاہتا تھا کہ آپ یہاں آئیں' شاید آپ کو دیکھنے کے بعد' یہاں اس گھر کے سناٹوں میں کچھ کمی آ جائے۔"

اسے بریفنگ دیتے ہوئے واصف کا لہجہ اداس تھا' صاعقہ کچھ سوچتے ہوئے گھر کے اندر چلی آئی۔

❁......○......❁

بریرہ کی طبیعت خراب تھی۔

پچھلے ایک ماہ سے وہ تیز بخار کی زد میں تھی اور یہ بخار تھا کہ اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ مسلسل بارش کے سرد قطروں کو جذب کرتا وجود اب آگ اگل رہا تھا' اور وہ مکمل بے نیازی سے اس آگ میں سرمد خان کو جلا رہی تھی۔

وہ جو بزنس ٹائیکون تھا' ساری دنیا ترک کیے اس کے بستر سے لگا بیٹھا رہتا تھا' بریرہ نے ایک بار اسے اس دیوانگی سے منع کیا تھا جواب میں اس نے کہا تھا۔

"میری دنیا تم ہو بریرہ...... اگر تم اس دنیا میں نہیں ہو تو میرے لیے اس کائنات کی ہر شے بیکار ہے' کیسا بزنس' کیسی دولت...... کیسا مقام و مرتبہ۔" اور وہ اس جواب پر بالکل خاموش رہ گئی تھی۔

شاہ زر کو دوبارہ دیکھنے اور ملنے کے بعد وہ مزید جینا نہیں چاہتی تھی' اسے دنیا ہی نہیں' اپنی ذات سے بھی

نفرت ہو گئی تھی' مگر سرمد خان تھا کہ زبردستی اسے جینے پر مجبور کر رہا تھا' سائرہ بیگم کے سمجھانے اور منت کرنے پر اس نے مجبوراً سرمد خان سے نکاح کر لیا تھا مگر وہ خوش نہیں تھی' اور شاید وہ خوش رہ ہی نہیں سکتی تھی کہ اس نے خوش رہنا کب کا ترک کر دیا تھا۔

سرمد خان البتہ خوش تھا' کسی کانچ کی گڑیا کی طرح اس کا خیال رکھتا' وہ قدم قدم پر اسے شرمندہ کر رہا تھا۔

اس روز وہ گھر آیا تو اس کے ساتھ ایک بہت پیارا چھوٹا سا بچہ بھی تھا' بریرہ بے ساختہ بستر سے اٹھ بیٹھی۔

"یہ کون ہے سرمد......؟"

"انسانی بچہ ہے...... غربت کے ہاتھوں تنگ اس کی ماں اسے باسکٹ میں ڈال کر فرار ہو گئی۔"

"او میرے خدا...... یہ کیسے ممکن ہے' کوئی ماں اتنے پیارے بچے کو کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہے؟"

"جا سکتی ہے بری...... بہت انوکھے رنگ ہیں اس کائنات کے' تم اپنے غم سے نکلو تو دیکھو یہاں جینے کے لیے کیسے کیسے قرض ادا کرنے پڑتے ہیں...... آج سے یہ بچہ میرا اور تمہارا بچہ ہے' ہم اسے محرومیوں سے بچائیں گے بری...... ایک کامیاب انسان بنا کر' دنیا سے متعارف کروائیں گے۔"

"ان شاء اللہ۔" بھرائی آنکھوں سے بچے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اسے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

"میں اس کا نام بلند بخت رکھوں گی۔ اچھا نام ہے ناں......؟"

"ہاں...... تم جو سوچو' جو چاہو' جو کرو سب اچھا ہے بری۔"

شادی کے دو ماہ گزر جانے کے باوجود اس شخص کی آنکھوں میں بریرہ رحمٰن کے لیے موجود محبت کم نہیں ہوئی تھی' وہ روز بنا ناشتہ کیے خود تیار ہو کر آفس جاتا تھا' دوپہر میں دل چاہتا تو کچھ کھا لیتا ورنہ بھوکا رہتا' رات میں آفس سے واپسی کے بعد اکثر بریرہ اسے سوئی ہوئی ملتی' تب تھکن سے چور ہونے کے باوجود وہ زبردستی اسے خود کھانا تیار کر کے ڈنر کرواتا اور دوا دیتا' پچھلے دو ماہ سے یہی روٹین چلی آ رہی تھی' تبھی بریرہ کی نظر جھک گئی تھی۔

غم اشتہار بنا کر گلے میں لٹکانے کے لیے نہیں' دل میں دفن کرنے کے لیے ہوتے ہیں' مگر وہ تھی کہ کسی صورت اپنے مردہ خوابوں کو دفن کرنے پر تیار ہی نہیں تھی۔

بچہ بریرہ کے حوالے کرنے کے بعد وہ باہر لاؤنج میں آ بیٹھا تھا' تبھی آدھ گھنٹے بعد وہ بھی اس کے ساتھ صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔

"سرمد...... آج میں بہت خوش ہوں' آپ نے جو گفٹ مجھے دیا ہے لگتا ہے شاید اس کے لیے میں کبھی آپ کے احسانوں کا قرض ادا نہیں کر سکوں گی۔"

"میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا بری' بس ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے' تمہیں زندگی کی طرف واپس لانے کی......"

"پھر کیا خیال ہے' ڈنر کرنے چلیں۔" بہت طویل عرصے کے بعد اس نے یوں موڈ میں آ کر کوئی فرمائش کی تھی' سرمد کا دل دھڑک اٹھا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو بری......؟"

"نہیں...... میری روح کہہ رہی ہے۔" منہ بنا کر جس انداز میں اس نے کہا تھا' وہ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

جبکہ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی' موسم بدل رہا تھا' قطرہ قطرہ بارش کے بعد محبت کی اس سوکھی کھیتی میں سبزہ بس ہونے ہی والا تھا۔

❀......○......❀

"میرال......" جیسے ہی اس نے قدم گیٹ عبور کرکے خوب صورت لان میں رکھے' وہاں بیٹھی ایک نہایت نفیس خاتون بے یقین سی اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

صاعقہ نے گھبرا کر پیچھے دیکھا' واصف علی ہمدانی اس سے چند قدموں کے فاصلے پر ہی کھڑا تھا۔ اتنے میں وہ خاتون اس کے بالکل قریب چلی آئی تھیں۔

"میرا نام صاعقہ ہے...... اتفاق سے میری شکل آپ کی میرال سے بہت ملتی ہے۔" خاتون کے قریب آنے پر فوراً اس نے وضاحت دی تھی۔

جواب میں طاہرہ بیگم کی آنکھوں کے دیپ ایک دم سے بجھ گئے۔ بتول بانو بھی اس وقت وہیں موجود تھیں' واصف آگے بڑھ آیا۔

"یہ ہماری فیکٹری میں جاب کرتی ہیں آنٹی...... میں نے میرال کا بتایا تو آپ سے ملنے چلی آئیں' اب کیسی طبیعت ہے آپ کی......"

"ٹھیک ہوں...... آؤ بیٹی...... چائے پی لو...... ہم ابھی پی ہی رہے تھے۔" وہ جتنی نفیس تھیں اتنی ہی بااخلاق بھی' بتول بانو البتہ بہت خاموش سی تھیں' صاعقہ ان کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے لگی۔ واصف علی ہمدانی بھی برابر میں ہی براجمان ہوگیا۔

"آنٹی...... اگر آپ محسوس نہ کریں تو کیا میں میرال کا کمرہ دیکھ سکتی ہوں۔" عرصے کے بعد کسی نے میرال کے کمرے کی بات کی تھی۔

طاہرہ بیگم کی آنکھیں فوراً نم ہوگئیں۔

"ہاں...... کیوں نہیں...... مدت گزر گئی اس کمرے کو غیر آباد ہوئے مگر اب بھی وہ مجھے وہیں محسوس ہوتی ہے' کبھی روٹھ کر بیڈ پر بیٹھی ہوئی' کبھی آئینے کے سامنے کھڑی مسکراتی ہوئی' خدا کی امانت تھی' اس نے لے لی...... مگر...... صبر نہیں آتا بیٹی...... انسان اس قابل ہی کہاں ہے کہ اسے امانتاً کوئی چیز دی جائے اور وہ اس کے لیے بے ایمان نہ ہو۔" بھیگی ہوئی آنکھوں سے درد ٹپک رہا تھا۔

صاعقہ انہیں تسلی دیتی رہی۔

چند لمحات کے بعد وہ میرال حسن کے کمرے میں تھی' ایک نہایت نفیس اور خوبصورت کمرے میں...... جہاں پڑی ہر چیز اپنی قدر و قیمت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ وہ ایک ایک چیز کو چھو کر دیکھتی رہی' طاہرہ بیگم اسے کمرے میں چھوڑ کر باہر چلی آئی تھیں' جبکہ واصف لاؤنج میں بیٹھا' بتول بیگم کے ساتھ گپیں لگا رہا تھا۔ موضوع گفتگو یقیناً اذلان کی ذات تھی' وہ بے نیازی سی میرال کے کمرے کا جائزہ لیتی رہی۔

اسٹڈی ٹیبل پر پڑی ہوئی کتابیں' میرال کے باذوق ہونے کا اعلان کر رہی تھیں۔ دیگر چیزوں کی طرح کتابوں کے انتخاب میں بھی اس کی پسند لاجواب تھی' اشفاق احمد کی "زاویہ" شہاب کی "شہاب نامہ" تارڑ کی

رنا پہلا شہر" "قربت مرگ میں محبت" "عبداللہ حسین کی "اداس نسلیں" ایک سے بڑھ کر ایک کتاب اس کے مطالعے کی میز پر موجود تھی' کتابوں سے ذرا پرے ایک بہت ہی خوب صورت چھوٹا سا قرآن پاک بھی رکھا ہوا جس کا مطلب تھا کہ وہ قرآن پاک کا مطالعہ بھی باقاعدگی سے کرتی تھی۔

ایک ایک کتاب اور چیز کو توصیفی نگاہوں سے دیکھتی وہ ابھی اسٹڈی ٹیبل سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ اچانک ل کی ڈائری پر اس کی نگاہ پڑ گئی' جو کتابوں کے بیچ میں دبی ہوئی تھی' صاعقہ اخلاقیات کی دیوار پھلانگنا نہیں ق تھی مگر جانے کیوں اس کا وجدان اسے وہ ڈائری اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا۔

عجیب کشمکش کے بعد بالآخر اس نے وہ ڈائری کتابوں کے درمیان سے نکال کر اپنے پرس میں رکھ لی تھی۔ لیے الجھی ہوئی دل چسپ کہانی کا کوئی سرا...... تلاش کرنے کی خواہش میں اس نے فی الحال اخلاقیات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

شام میں مغرب سے پہلے اس کی "حسن پیلس" سے واپسی ہوئی تھی تاہم طاہرہ بیگم نے اسے روز وہاں آنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

❀......○......❀

بادیہ نے سڈنی واپس جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ عباد کو پتا چلا تو آفس سے واپسی کے بعد وہ سیدھا اس کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ اپنی پیکنگ کر رہی تھی۔

"آسٹریلیا واپس جا رہی ہو بادی۔"

"ہاں......" چونک کر پلٹتے ہوئے اس نے عباد کو دیکھا تھا۔

"ناراض ہو کر جا رہی ہو مجھ سے......؟"

"نہیں......" اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں مگر وہ ضبط سے کام لے رہی تھی۔ عباد آگے بڑھا اور اس نے بادیہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم میری سب سے اچھی دوست ہو بادی آئی سوئیر......"

"ہوں...... میں جانتی ہوں اور میں یہ بھی جانتی ہوں عباد کہ کسی بھی انسان کی زندگی میں محبت کی کیا اہمیت وتی ہے۔ اسی لیے میں چپ چاپ تمہاری زندگی سے نکل رہی ہوں' ویسے بھی دل سے تو تم نے مجھے نکال ہی دیا ہے تو پھر زندگی میں رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

عباد اس بار خاموش رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے عابی...... اس دنیا کا سب سے بڑا دکھ کیا ہے......؟" اچانک بھیگی پلکیں اٹھا کر اس نے عباد کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

بادیہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر گلاس ونڈو کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

"اس دنیا کا سب سے بڑا دکھ "کھو دینا ہے۔" انسان چاہے محبت کو کھوئے' یا پھر زندگی کو' اپنے رب کی قربت کو کھوئے یا پھر جان سے پیارے رشتوں کو...... کچھ بھی "کھو دینے" سے بڑھ کر اذیت ناک یہاں کچھ ہیں ہے۔"

"ایم سوری ہادی...... ایم رئیلی ویری سوری۔"

"نہیں...... پلیز سوری مت کہو...... یہ سب تو تقدیر کے کھیل ہیں عابی! وہ جسے چاہے نواز دے جس سے چاہے چھین لے...... انسان تو کھلونا ہے تقدیر کے ہاتھوں میں...... تمہیں پتا ہے چند روز پہلے تک مجھے لگتا تھا اگر تم مجھے نہیں ملے تو میں مرجاؤں گی مگر...... اب مجھے لگتا ہے اگر میں نے تمہیں پالینے کے بعد کھودیا تو میں زندہ نہیں رہوں گی تم مجھے اچھے لفظوں میں یاد رکھو عابی میرے لیے یہی بہت ہے۔" کتنی جلدی شکست تسلیم کرلی تھی اس لڑکی نے جو جانے ابھی کتنی زندگیوں کو الٹنے پلٹنے کا ارادہ رکھتی تھی عباد ایک بار پھر جواب میں کچھ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔

ہادیہ نے اس بار مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر فوراً اپنے آنسو چھپاتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

❁......○......❁
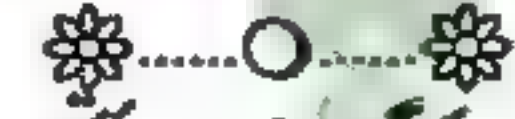
رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی جب اس کی گھر واپسی ہوئی تھی۔

گرج چمک کے ساتھ تیز بارش نے سڑکوں پر خاصا پانی جمع کردیا تھا۔ اس کے باوجود وہ نشے میں دھت خود ڈرائیو کرکے گھر پہنچا تھا۔ گوری ابھی تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر اس کی سلامتی اور ہدایت کی دعا مانگتی اس کا انتظار کررہی تھی۔

گیٹ کے اس پار جیسے ہی ہارن بجا وہ بیڈ سے اٹھ کر تیزی سے ٹیرس کی طرف لپکی چوکیدار گیٹ کھول رہا تھا۔ وہ ایک نظر عدنان کی گاڑی پر ڈالتی واپس پلٹ آئی۔

آج زاویہ کی سالگرہ تھی اور اس کے تمام دوستوں نے اسے خوب موج مستی کے ساتھ سیلبریٹ کیا تھا۔ عدنان گاڑی پارک کرنے کے بعد کمرے میں آیا تو اس کا سر نشے کی شدت سے گھوم رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت اسے زور کی ٹھوکر لگی تھی اگر گوری فوراً آگے بڑھ کر اسے تھام نہ لیتی تو یقیناً وہ گر جاتا۔ اپنی کمزور بانہوں کا سہارا دے کر وہ اسے دہلیز سے بیڈ تک لائی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں عدی......؟"

"ہوں......" پلکیں موندے وہ فوراً بیڈ پر ڈھے گیا تھا۔ گوری نے اس کی شرٹ کے بٹن کھول دیے۔

آرام دہ تکیے پر اس کا سر رکھنے کے بعد وہ اس کے پاؤں کی طرف بڑھی تھی اور پھر اس کے دونوں پاؤں اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے اس نے انہیں جوتوں کی قید سے آزاد کردیا۔

"اتنے خراب موسم میں اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنا مناسب نہیں ہوتا۔"

"میں ایسا ہی ہوں میرے لیے کچھ بھی مناسب غیر مناسب نہیں ہے۔"

"تو غلط بات ہے ناں کتنے خراب حالات ہیں آج کل معمولی سے پیسوں معمولی سے موبائل اور گاڑی کے لیے لوگ پل میں کسی کی بھی جان لے لیتے ہیں۔"

"لے لیں جان...... مجھے پروا نہیں ہے۔" بیزاری سے کہتے ہوئے اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔

گوری نرمی سے اس کے موزے اتارنے کے بعد نرم ہاتھوں سے اس کے گورے پاؤں سہلانے لگی۔

"مگر مجھے بہت پروا ہے زبردستی کا ہی سہی مگر اب اسی تعلق سے میری حیات ہے۔"

"اچھا؟" آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے قریب کھینچ لیا تھا۔ گوری نے بے ساختہ اس کے منہ پر فوری ہاتھ رکھ دیا کہ اس وقت اس کے منہ سے آتی شراب کی بو نے اسے ابکائی پر مجبور کردیا تھا۔

"کبھی بتایا نہیں تم نے کہ اتنا اہم ہوگیا ہوں میں تمہارے لیے۔" وہ اپنے منہ سے اس کا ہاتھ ہٹا رہا تھا۔ گوری مچل کر رہ گئی۔

"میں اس تعلق کی بات کررہی ہوں جو میرے اور آپ کے درمیان ہے۔"

"مطلب...... تمہیں بھی میری پروا نہیں ہے؟"

پل میں اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا تھا۔ گوری نے بمشکل خود کو اس کی گرفت سے چھڑایا اور واش روم کی طرف لپک گئی۔ عدنان نشے کی شدت سے بند ہوتی آنکھوں کے باوجود بیڈ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آیا تھا۔

"بتاؤ...... تمہیں میری پروا ہے کہ نہیں......؟"

"نہیں۔" منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد وہ پلٹی تھی۔ عدنان کے اندر جیسے پھر سے توڑ پھوڑ ہونے لگی۔

"میں راتوں کو باہر رہوں پرائی لڑکیوں کے ساتھ عیاشی کروں نشے میں خود کو تباہ کروں تمہیں بھی کوئی پروا نہیں ہے ناں......؟"

جانے وہ اس سے کیا اگلوانا چاہ رہا تھا۔ گوری کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"بکواس کرتی ہو تم کہ تمہیں میری پروا ہے تم بھی خود غرض ہو تمہیں بھی صرف یہی فکر ہے کہ میں کہیں کسی گاڑی کے تلے آکر کتے کی طرح کچلا نہ جاؤں کیونکہ میرے بعد یہاں اس گھر میں دولت جائیداد میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ تمہیں صرف میری زندگی اور موت کی پروا ہے مگر...... جو میں کررہا ہوں وہ موت سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔" اس کا منہ دبوچے وہ اب اپنے اندر کا زہر باہر نکال رہا تھا۔ گوری کا وجود کانپنے لگا۔ وہ شخص نشے میں ہمیشہ اس کے لیے مصیبت ثابت ہوتا تھا۔ اس وقت بھی بڑی مشکل سے وہ اسے پرے دھکیل کر کمرے سے نکلی تھی۔

طلال صاحب تہجد کی نماز کے لیے بیدار ہوچکے تھے۔ گوری نے ان کے لیے جائے نماز بچھائی تو وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکے۔

"عدی آگیا گھر......؟"

"جی پاپا۔"

"ابھی آیا ہے؟"

"جی......"

"اس کا مطلب ہے اس شادی اور تم جیسی پیاری بچی کی محبت نے بھی اس پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا۔" وہ پریشان تھے۔ گوری کا سر جھک گیا۔

"میں شرمندہ ہوں پاپا۔ مگر میرا خیال ہے جب تک وہ اس گھر میں پوری عیاشی کے ساتھ رہیں گے شاید

کبھی بھی نہ سدھر سکیں۔ آپ انہیں ان کی ذمہ داری کا احساس دلائیں' انہیں کچھ دنوں کے لیے اس عیش وعشرت کی زندگی سے محروم کردیں' شاید وقت کی ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ سدھر جائیں۔"
اس کا مشورہ معقول تھا۔ طلال صاحب گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وہ جتنا عیاش تھا اتنا ہی حساس اور ذمہ دار بھی تھا' یقیناً بے آسرا ہونے کے بعد اسے کچھ نہ کچھ سبق حاصل کرنا ہی تھا۔

......☆☆☆......

"عدی......" دن بارہ بجے کے بعد بیدار ہوکر بنا ناشتہ کیے' سج دھج کر وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا جب طلال صاحب نے اسے پکارلیا۔ گوری کچن میں تھی۔ وہ خاصا بدمزہ ہوکر ان کی طرف چلا آیا۔
"جی۔"
"بیٹھو' کچھ بات کرنی ہے تم سے۔"
"سوری...... میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ آپ کہیئے کیا کہنا ہے؟" وہی اس کا گستاخانہ انداز۔
گوری اس کی بدتمیزی پر حد درجہ شرمندہ ہوتی' کچن میں ہی کھڑی رہی۔ طلال صاحب نے بھی بے ساختہ اپنا چشمہ ٹھیک کیا تھا۔
"رات کتنے بجے گھر واپس آئے تھے آپ......؟" قطعی سرد لہجے میں انہوں نے پوچھا تھا۔ عدنان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔
"جتنے بجے روز آتا ہوں۔ تین ساڑھے تین بجے' کیوں؟"
"مجھ سے پوچھ رہے ہو کیوں......؟ تمہیں نہیں پتا کہ اب تم شادی شدہ ہو' ایک عدد بیوی ہے تمہاری۔"
"تو کیا کروں' بیوی کو ساتھ لے کر گھوما کروں؟"
"شٹ اپ...... اس گھر میں رہنا ہے تو اپنے طور طریقے بدلو نہیں تو سامان اٹھاؤ اپنا اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" طلال صاحب کو غصہ بہت کم آتا تھا مگر جب آتا تو پھر کوئی حد نہیں رہتی تھی۔ عدنان سب کے سامنے اس عزت افزائی پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔
"ٹھیک ہے' میں خود بھی آپ کے اس محل میں رہنے کا خواہشمند نہیں ہوں۔"
اندر سے کرچی کرچی ہونے کے باوجود مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف واپس پلٹ گیا تھا۔ گوری نے کچن سے نکل کر ایک نظر طلال صاحب کی طرف دیکھا پھر ان کی آنکھوں کا اشارہ پاکر عدنان کے پیچھے کمرے میں چلی آئی۔
"عدی یہ ٹھیک نہیں ہے' آپ کو پاپا کے سامنے ایسے لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"
"اپنی اوقات میں رہو' سمجھی۔"
وارڈ روب کھولے وہ غرایا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔
"باندھو اپنا سامان اور چلو یہاں سے۔"
"مگر......"
"تمہیں سنائی نہیں دیا میں نے کیا کہا ہے؟"

اے لڑکی
خوب صورت آنکھوں والی لڑکی
سہانے خواب نہ دیکھا کر
پھول سے نازک خواب تمہارے
ٹوٹ گئے تو
بکھر جاؤ گی
نازک نازک کومل کومل
کھلا کھلا پنکھڑی جیسا
پھول سا چہرہ
ریت گھروندا
بن جائے گا
حسین شوخ سی زلفوں
میں لگے گلاب
آرزوؤں کو پشیماں
کردیں گے
ابھی دل کا مکاں
تو خالی رکھ
ورنہ تیرے حسن کا
چرچا عام ہوگا
کوئی سولی چڑھے گا
کوئی بدنام ہوگا
پھر نہ گلشن
ہوگا
نہ گلستان ہوگا
نہ کلیاں مہکیں گی
نہ جگنو ہوں گے
نہ خوابوں کا
جہاں ہوگا
اے خوب صورت آنکھوں والی
لڑکی لوٹ آ
بکھر جائے گی
اے
خوب صورت آنکھوں والی
لڑکی!
(محمد اسحاق انجم...... کنگن پور)

اس کے اگر مگر پر حلق کے بل وہ چلایا تھا۔ گوری چپ چاپ اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ وہ واقعی جتنا عیاش تھا اتنا ہی حساس اور خوددار بھی تھا۔ اگلے پندرہ منٹ میں مختصر سے سامان کے ساتھ وہ اس محل سے نکل آیا۔ طلال ہمدانی صاحب دیر تک ان دونوں کو رخصت ہوتے دیکھتے رہے تھے۔

❀......○......❀

شجاع کے سامنے اسٹڈی ٹیبل پر امامہ حسن کی زندگی سے متعلق فائل کھلی پڑی تھی اور وہ سگریٹ کے گہرے کش لیتا' بنا دروازہ لاک کیے اس کا مطالعہ کررہا تھا۔ جو ڈی ایس پی حزام نے بڑی محنت سے مکمل کی تھی۔
رپورٹ کے مطابق بیس سال قبل سید حسن رضا صاحب کے گھر دو جڑواں بچیوں نے جنم لیا تھا۔ جن کے نام امامہ حسن اور میرال حسن رکھے گئے' امامہ بڑی تھی اور میرال چھوٹی...... حسن صاحب ان دنوں اسکول ماسٹر تھے۔ نئی نئی جاب تھی اور نئی نئی شادی...... دو ننھی بچیوں اور ایک عدد بیوی کے ساتھ نئے علاقے میں پوسٹنگ نے انہیں خاصا پریشان کردیا تھا' تاہم نئے علاقے میں جو گھر انہیں ملا' اسی گلی میں حیدر عباس صاحب کا گھر بھی تھا' جن کی گھی کی فیکٹری تھی۔ ان کی بیوی کو اللہ نے شادی کے دس سال بعد دو جڑواں بیٹوں ارسلان حیدر اور اذلان حیدر سے نوازا تھا۔ تبھی ان کے مزاج میں بے حد سادگی اور عاجزی تھی۔
امامہ کی ماں طاہرہ بیگم کے اس محلے میں آنے کے بعد' حیدر عباس صاحب کی بیگم بتول بانو نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک برتا تھا جس کے باعث بہت جلد اس محلے میں ان کا دل لگ گیا۔ بتول بانو کے گھر

حفصہ نامی ایک خاتون جھاڑو برتن کے لیے آتی تھیں۔ وہ بیوہ تھیں اور بے اولاد بھی...... اکثر طاہرہ بیگم نے انہیں اپنے مرحوم شوہر کی برائیاں کرتے سنا تھا' بقول ان کے انہوں نے زندگی بھر شوہر کے عتاب اور ظلم برداشت کیے ہیں۔ اسی لیے طاہرہ اور بتول دونوں خواتین کو ان کے ساتھ خاصی ہمدردی ہوگئی تھی۔ حفصہ بیگم کی ایک بہن زینب بی تھیں۔ جن کے میاں کلرک تھے اور بڑی مشکل سے معمولی سی تنخواہ میں کھینچ تان کر ان دونوں میاں بیوی کا گزارا ہوتا تھا۔

اپنی بہن کی طرح وہ بھی اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔

ارسلان اور ازلان اسکول جانے لگے تھے۔ تبھی حسن صاحب نے امامہ اور میرال کو بھی اسی اسکول میں ایڈمیشن دلوادیا۔ صبح اسکول جاتے ہوئے وہ چاروں بچوں کو اپنے ساتھ گھر سے اسکول کے لیے لے جاتے اور دوپہر میں واپسی پر ساتھ لے آتے' اگر انہیں کبھی کوئی ضروری کام پڑ جاتا تو حیدر صاحب کسی ملازم کے ہاتھ بچوں کو اسکول سے گھر چھڑا دیتے۔

ان دنوں حسن صاحب کی طبیعت بہت ناساز رہنے لگی تھی۔ گردے کے درد نے انہیں جیسے بستر سے لگا دیا تھا۔ طاہرہ بیگم سارے دن ان کی تیمارداری میں لگی رہتیں' بچے مکمل طور پر ملازم کے سپرد کردیئے گئے تھے' وہی انہیں اسکول لے کر جاتا اور اسکول سے واپس لاتا' اس روز میرال نے اسکول کی چھٹی کی تھی کیونکہ ازلان کے پیٹ میں درد تھا اور وہ اسکول نہیں جارہا تھا' امامہ ارسلان کے سیکشن میں تھی لہٰذا ملازم ان دونوں کو لے کر چلا گیا مگر اسکول سے واپسی کے وقت وہ ان دونوں کو اپنے ساتھ نہیں لایا تھا' اس کا کہنا تھا کہ راستے میں گاڑی خراب ہوگئی تھی اس لیے اسے بچوں کے اسکول پہنچنے میں تھوڑی ہی تاخیر ہوگئی' مگر بچوں نے اس کا ویٹ نہیں کیا اور تنہا ہی اسکول سے نکل گئے۔ وہ بہت دیر تک شہر کی مختلف شاہراہوں پر انہیں تلاش کرتا رہا ہے مگر وہ دونوں ہی اسے نہیں ملے۔

کہانی کیا تھی ایک طوفان تھا جو حیدر عباس اور حسن رضا صاحب کی زندگیوں کو ہلا کر رکھ گیا تھا۔

اپنے اپنے طور پر دونوں نے بچوں کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی' پولیس اسٹیشن میں رپورٹ لکھوائی' اخبارات میں اشتہارات دیئے' ملازم پر کیس بھی کروایا مگر بچوں کو نہیں ملنا تھا وہ نہیں ملے' چند ہی روز میں حفصہ بیگم اور ان کی بہن وہ علاقہ چھوڑ کر چلی گئیں۔ تاہم طاہرہ بیگم اور بتول بانو کے دلوں پر کبھی مندمل نہ ہونے والے زخم لگ کر رہ گے تھے۔ ایک عجیب سی چپ نے دونوں کو اپنے حصار میں لے لیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اس سانحے کی اذیت کم ہوتی گئی تھی' حسن رضا صاحب اسکول ماسٹر سے ترقی کر کے کالج میں پروفیسر لگ گئے جبکہ حیدر عباس صاحب کا کاروبار انٹرنیشنل سطح پر پھیل گیا' ازلان اور میرال دونوں کالج لائف میں آ گئے تھے' تبھی حیدر صاحب کی فیکٹری کے اس ملازم نے ان پر کئی سال پہلے کا وہ راز افشا کیا تھا جس سے وہ اب تک بے خبر تھے۔

فیکٹری سے دربدری کے بعد جیل سے رہا ہو کر اس ملازم نے چند دن مزدوری کی پھر اسی کالج میں چپڑاسی لگ گیا جس میں میرال اور ازلان زیر تعلیم تھے۔ اس کے اپنے تین بچے تھے دو بیٹے اور ایک بیٹی' تاہم اس واقعے کے کچھ ہی عرصے بعد اچانک اس کا بڑا بیٹا اور پھر بیٹی معمولی بیمار رہ کر مر گئے' قدرت کی طرف سے کسی

ماں کی آنکھ سے بہنے والے آنسوؤں کا انصاف ہوگیا تھا مگر یہ سبق اتنا بڑا تھا کہ اس کی بیوی یہ صدمہ زیادہ دن میں سہار سکی اور خود بھی چل بسی' تب سے اب تک اس نے تنہا اپنے زندہ رہ جانے والے بیٹے کو پالا تھا۔

ابھی پچھلے دنوں اس نے اس کی شادی کی تھی اور شادی کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ مل کر وہی بیٹا جو سلوک اس کے ساتھ کررہا تھا اس سلوک نے اسے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے پر مجبور کیا تھا۔

حیدر عباس اور حسن رضا صاحب اس وقت اپنے گھر کے لان میں اکٹھے بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جب وہ ہاتھ باندھے انتہائی قابل رحم حلیے میں وہاں آیا تھا۔ صد شکر کہ اس وقت طاہرہ یا بتول میں سے کوئی خاتون وہاں موجود نہیں تھی۔ ملازم کے بقول تیرہ سال پہلے جو گناہ اس سے سرزد ہوا تھا' وہ گناہ اس نے حفصہ بیگم کے کہنے پر کیا تھا۔ ان دنوں حفصہ بیگم اس پر بہت مہربان تھیں اور بس انہی کی محبت میں' اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے تھے' حیدر صاحب اور حسن صاحب دونوں ہی مدت کے بعد اپنے بچوں کے زندہ سلامت ہونے کی خبر پا کر بہت خوش ہوئے تھے تاہم دونوں نے ہی فی الحال اپنی بیگمات کو اس سے بے خبر رکھا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے جس زخم پر تیرہ سال کا مرہم لگا ہے وہ زخم اگر پھر سے تازہ ہوگیا تو بہت نقصان ہوجائے گا۔

اپنے اپنے طور پر دونوں نے حفصہ بیگم اور ان کی بہن کو بہت تلاشا مگر دونوں کا سراغ ہی نہ مل سکا۔ بہت کوشش کے بعد صرف اتنا پتا چلا کہ زینب بی اور ان کے شوہر وفات پاچکے ہیں تاہم مرنے سے پہلے زینب بی نے امامہ حسن کو حفصہ بیگم کے سپرد کردیا تھا جو ارسلان حیدر کی ماں کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ رہی تھیں۔

کاغذات کا اینڈ ہوچکا تھا۔ شجاع فائل بند کر کے' کرسی کی پشت سے سر ٹکا کے پلکیں موند گیا۔

تو یہ کہانی تھی امامہ حسن کی......!

اس کے ذہن میں اس وقت جیسے جھکڑ سے چل رہے تھے' وہ اسٹڈی روم میں داخل ہوئی تھی۔

''شجاع...... گڑیا آپ کے بغیر کھانا نہیں کھا رہی ہے پلیز آ کر اسے کھانا کھلا دیں۔'' وہ چونکا تھا اور پھر فوراً کرسی سے اٹھا۔

''ٹھیک ہے' میں آتا ہوں۔''

خلاف توقع اس بار اس نے اسے ڈانٹا نہیں تھا' وہ مسرور ہوتی واپس پلٹ گئی' اگلے ہی روز وہ پروفیسر حسن صاحب سے جا ملا تھا۔

''السلام علیکم سر...... مجھے شجاع حسن کہتے ہیں۔'' حسن صاحب اپنی سٹڈی میں تھے۔ وہ اطلاع کرنے کے بعد سیدھا وہیں چلا آیا تھا۔

''وعلیکم السلام...... بیٹھو۔'' کتنے کمزور ہوگئے تھے وہ' شجاع عقیدت سے انہیں دیکھتا قریبی صوفے پر ٹک گیا۔

''میری خوش بختی ہے سر کہ میں نے کالج لائف میں آپ سے تعلیم حاصل کی ہے' آپ میرے استاد محترم ہیں' اور یہ بھی میری خوش بختی ہے کہ آپ کی ایک بہت قیمتی امانت میرے پاس ہے۔''

''قیمتی امانت......؟'' آنکھوں سے چشمہ اتارتے ہوئے حسن صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ تب وہ بولا۔

”جی...... قیمتی امانت...... پندرہ سال پہلے کھو جانے والی آپ کی بیٹی امامہ حسن......“

”کیا......؟“ اس کے الفاظ پر حسن صاحب کو لگا جیسے ان کا دل رک گیا ہو۔

”جی ہاں...... آپ کی بیٹی امامہ حسن میری وائف ہیں اور میری کسٹڈی میں ہیں۔“ وہ بتا رہا تھا اور حسن صاحب کی آنکھیں بھر آئی تھیں' ان کا جسم ہلکے ہلکے کپکپا رہا تھا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹا' بھلا مجھ جیسے گنہگار پر وہ پاک و بے نیاز اتنا مہربان کیسے ہوسکتا ہے۔“ انہیں جیسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ شجاع اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔

”میں سچ کہہ رہا ہوں سر...... اللہ نے چاہا تو کل ہی وہ آپ کے پاس ہوں گی آپ خود ان سے مل سکیں گے انہیں دیکھ سکیں گے۔“ وہ انہیں یقین دلا رہا تھا جواب میں حسن صاحب اس کے ہاتھوں پر سر ٹکا کر کتنے ہی لمحوں تک بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے رہے تھے۔

❀......○......❀
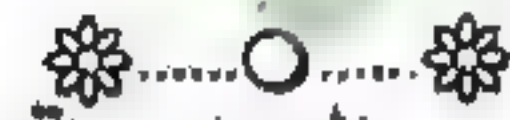
آفس ٹائم ختم ہو گیا تھا مگر وہ ابھی تک اپنی سیٹ پر بیٹھی کام کر رہی تھی۔

کل ازلان نے اسے ذرا سا لیٹ ہو جانے پر بہت ذلیل کیا تھا اور وہ روئی تھی' پچھلے ایک ماہ سے وہ اسے ڈس ہرٹ کر رہا تھا۔ بات بات پر کمرے میں بلا کر ذلیل کر دیتا' معمولی سی غلطی پر سب کے سامنے جھاڑ پلا کر رکھ دیتا مگر عجیب ضدی اور ڈھیٹ لڑکی تھی کہ اس پر جیسے کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

کل آفس آتے ہوئے دونوں ایک ہی لفٹ میں پھنس گئے تھے۔ ازلان جتنا اس سے بھاگتا تھا وہ اتنی ہی جان کو آ رہی تھی۔ لفٹ اسٹارٹ ہونے کے بعد کوفت کے عالم میں وہ اپنے روم میں آیا تھا اور دن بھر اس کا موڈ سخت آف رہا تھا۔

اس وقت بھی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سر جیسے پھٹ رہا تھا درد سے...... تبھی اپنے روم سے نکل کر اس کی سیٹ کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ برہم ہوا تھا۔

”آفس ٹائم ختم ہو چکا ہے محترمہ...... سب لوگ جا چکے ہیں' آپ بھی تشریف لے جایئے اب......“

”آپ چلے جائیں سر...... میرا کام ابھی رہتا ہے مکمل کر لوں پھر چلی جاؤں گی۔“ وہ آج بہت اداس دکھائی دے رہی تھی۔ اسے اور غصہ آ گیا۔

”کیسے چلی جائیں گی باہر موسم کے تیور دیکھے ہیں آپ نے...... اور وہ چوکیدار...... اس کے ایمان کی گارنٹی ہے آپ کو......؟“

”نہیں...... مگر آپ میری اتنی فکر کیوں کر رہے ہیں......؟“

”بھاڑ میں جاؤ تم...... آئی ڈونٹ کیئر۔“

ایکدم سے مشتعل ہو کر کہتا اگلے ہی پل وہ آفس سے نکل گیا تھا مگر چاہتے ہوئے بھی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ نہ کر سکا۔ صاعقہ پندرہ منٹ کے بعد آفس سے نکلی تو وہ گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

”اسٹوپڈ۔“ اس کی مسکراہٹ نے ازلان کا دل جلایا تھا۔ تاہم ابھی وہ گاڑی اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ وہ

یہ یقین رکھنا

زندگی کی ہر مشکل میں
ہر طرح کے حالات میں
ہر خوشی میں' ہر غم میں
آنسوؤں کی دھند میں
دکھوں کی برسات میں
پیار کے لمحات میں
دوریوں کے موسم میں
جو بھی ہو' جیسا بھی ہو
یہ یقین رکھنا
میں تمہارے ساتھ ہوں

شفق طاہر...... گوجرہ

نظم

دھواں دھواں سا سماں ہے اب
ہر طرف وحشتوں کا جہاں ہے اب
زرد موسم چھا گیا سرسبز نظاروں پر
سرخ رنگوں سے لتھڑے زماں و مکاں
کالی گھٹا چھائی ہے ہر منظر پر
سہمے سہمے سے ماؤں کے لختِ جگر
امیدوں کے دیے ہواؤں کی زد پر
رائیگاں مسافت کی طرح
بکھرے بکھرے سے جسم و جاں ہیں اب

ماریہ گھمانوی مایا...... ایبٹ آباد' ہزارہ

بڑے اطمینان سے فرنٹ ڈور کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

”لوگ اتنے برے بھی نہیں ہیں جتنے دکھائی دیتے ہیں۔“

”شٹ اپ...... میں نے جسٹ اپنا فرض نبھایا ہے۔ میرے آفس کی کسی لڑکی کی عزت پر اس کی اپنی حماقت سے ہی سہی' حرف آئے' میں برداشت نہیں کر سکتا۔“

”اچھا...... اور کیا کیا برداشت نہیں کر سکتے آپ......؟“

وہ اس کے غصے سے لطف اٹھا رہی تھی۔ ازلان نے چپ چاپ گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

”آپ کو ایک مشورہ دوں اگر مانیں تو......؟“

کچھ لمحوں کے بعد' کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے وہ پھر بولی تھی۔ ازلان خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

”ایسا کھیل کبھی نہیں کھیلنا چاہیے جو صرف آپ کو جلا کر بھسم کر دے۔“ اس کے الفاظ پر ایک دم گاڑی کو بریک لگی تھی۔

”میں اپنے ذاتی معاملات میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔“

”جانتی ہوں...... مگر آپ نہیں جانتے ازلان صاحب کہ کمرے میں اگر بہت دھواں بھر جائے تو اسے کسی نہ کسی دروازے' روشندان یا سوراخ سے باہر نکالنا ضروری ہو جاتا ہے' نہیں تو دم گھٹنے سے موت واقع ہو سکتی ہے۔“

”یہ میرا مسئلہ ہے آپ کا نہیں۔“

”اوقات یاد دلانے کا شکریہ' اب چلیں۔“

فوراً سے پیشتر وہ سنجیدہ ہوئی تھی۔ ازلان نے سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر انجن جواب دے گیا۔ بار بار کوشش کے باوجود وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

"گاڑی کا انجن خراب ہوگیا ہے دوسری گاڑی منگواتا ہوں۔"

بارش مزید تیز ہوگئی تھی۔ صاعقہ نے اپنا سیل نکال لیا تھا تاکہ گھر اطلاع دے سکے کہ وہ لیٹ ہوجائے گی مگر...... خراب موسم کے باعث اس کے سیل کے سگنل نہیں آرہے تھے۔ ادھر اذلان بار بار اپنے دوست کو کال کررہا تھا مگر ایک دو بیل کے بعد ہی کال ڈس کنکٹ ہوجاتی' دوسری طرف سے بھی کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا' اس کی پریشانی بڑھ گئی۔

"سیل کی چارجنگ ختم ہوگئی ہے' نہ آپ دیر کرتیں نہ یہ سب ہوتا۔"

"آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ موسم میری وجہ سے خراب ہوا ہے یا گاڑی میں نے خراب کی ہے؟"

"کچھ نہیں کہنا چاہ رہا میں......"

اس کی حیرانی پر بیزاری سے کہتا ہوا وہ گاڑی سے نکل گیا تھا۔ صاعقہ دیکھتی رہ گئی۔ بارش کی تیزی میں قدرے کمی آرہی تھی' اذلان کچھ فاصلے پر ایک شیڈ کے نیچے جاکر کھڑا ہوگیا۔ بے ساختہ میرال کی یاد اس کے دل میں کسی برچھی کی طرح پیوست ہوکر رہ گئی تھی۔ تبھی صاعقہ گاڑی سے نکل کر اس کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی۔

"سنا ہے میرال کو بھی بارش بہت پسند تھی۔ کاش آپ اس سے بے وفائی نہ کرتے تو وہ یوں ہرگز نہ مرتی۔"

"میری وجہ سے نہیں مری وہ اور بے وفائی بھی اس نے کی تھی میں نے نہیں۔" زخمی سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے وہ پھنکارا تھا۔ صاعقہ مسکرادی۔

"یہ بارش بھی ناں...... بھولنے نہیں دیتی کچھ بھی......"

"آپ تھوڑی دیر کے لیے خاموش نہیں رہ سکتیں۔" اس کی مسکراہٹ پر وہ جلا جبکہ صاعقہ نے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔

"بارش کی بنیاد میں جانے کس کے اتنے آنسو ہیں
صدیوں پہلے شاید کوئی' صدیوں بیٹھ کے رویا ہے"

دھیمے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے اسے بھی بہت کچھ یاد آیا تھا۔ اذلان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"ہوائیں دل دکھائیں گی
سنو پاگل......!
کھڑے رہنے سے کیا حاصل
ہوا تو بس یہی ہوگا
ہوائیں دل دکھائیں گی
نگاہیں بھیگ جائیں گی
چلو اندر چلے آؤ
سنا ہے جو بھی مرضی سے چلا جائے
کبھی واپس نہیں آتا......"

برسوں پہلے میرال حسن نے یہ نظم اس کی ڈائری میں' خود اپنے ہاتھوں سے تحریر کی تھی اور اب اسی نظم کا ایک

لفظ اس کی زندگی کا روگ بن گیا تھا۔

"آپ کو پتا ہے اذلان صاحب' جو لوگ اپنی ذات کے برزخ میں جلتے ہیں' ان کے تن پر بارش کے یہ سرد قطرے بھی کوئی اثر نہیں کرتے۔" عادت سے مجبور ہاتھ پھیلا کر بارش کے سرد قطروں کو اپنی ہتھیلی پر گراتے ہوئے وہ پھر بولی تھی۔ اذلان نے شیڈ کے پلر سے ٹیک لگالی۔

"نہیں......"

کتنا ٹھہراؤ تھا اس کے لہجے میں...... صاعقہ سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ عین اسی لمحے ایک گاڑی ان کے قریب سے گزری تھی' اور پھر رک گئی۔ اگلے ہی پل عباد یاور اس گاڑی سے نکلا تھا۔ صاعقہ کی نگاہ جیسے ہی اس پر پڑی' وہ جیسے پتھر کے مجسمے میں تبدیل ہوگئی' جبکہ دوسری طرف عباد کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا۔

❁......○......❁

رات بھر کی سخت بے سکونی کے بعد صبح جو فیصلہ اس نے کیا وہ "شاہ پیلس" سے چپ چاپ چلے جانے کا تھا۔ اب تک وہ صرف اپنے بیٹے کے لیے یہاں رہ رہی تھی مگر اب شاید اس کے بیٹے کو بھی اس کی ضرورت نہیں تھی' وہ اچھی ماں بھی ثابت نہیں ہوسکی تھی' تبھی رات بھر سوچنے کے بعد اس نے شاہ زر اور چاند کی زندگی سے نکل جانے کا فیصلہ کرلیا تھا تاکہ وہ دونوں اپنی زندگی اپنے طور سے بہتر انداز میں بسر کرسکیں۔ شاہ زر نے آفس کے لیے نکلتے وقت خصوصی اس کا چہرہ پڑھا تھا اور وہ اسے بہت بے چین محسوس ہوئی تھی۔ وہ ٹھہرا تھا' کچھ کہنے کے لیے لب بھی وا کیے مگر...... پھر فوراً ہی ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے وہ تیزی سے نکلتا چلا گیا تھا۔ چاند بھی تیار ہوچکا تھا' بیگ پہنے' ٹفن باکس اٹھائے اس نے جھک کر انوشہ کے گالوں پر بوسہ لیا اور پھر خدا حافظ کہہ کر شاہ زر کے پیچھے ہی بھاگ گیا' انوشہ کی آنکھوں سے دو آنسو بڑی خاموشی سے بہے تھے۔

تھکے تھکے سے قدموں کے ساتھ اپنے کمرے میں آکر اس نے شاہ زر کے نام ایک خط لکھا اور پھر اپنے پاس جمع شدہ تمام رقم وہیں کاغذ کے ٹکڑے کے ساتھ بیڈ پر رکھ کر اپنا پرس اٹھاتی ہوئی وہ اپنے کمرے سے نکل آئی تھی' کمرا لاک کرنے کے بعد سیڑھیاں کراس کرتے ہوئے وہ نیچے ہال میں آئی' ملازمہ حسب معمول کچن میں مصروف تھی وہ اسے کچھ بھی بتائے بغیر گھر سے نکل آئی۔ زندگی میں ہر مسئلے کا حل فرار نہیں ہوتا' مگر وہاں...... شاید سب کی تقدیر میں "دربدری" لکھ دی گئی تھی' پتھر ہوئی پلکوں پر' وقت کی گرد جم جم کر انہیں اتنا بوجھل بنا رہی تھی کہ اس کہانی کے سارے کرداروں کے لیے جینا عذاب ہوگیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

گلابی شام آنچل کے نام

بشریٰ باجوہ

السّلام علیکم! قارئین کیسے ہیں آپ؟ آج کی یہ گلابی شام آنچل کے نام ہے۔ ماشاء اللہ آنچل نے اپنی عمر کی ۳۳ سیڑھیاں طے کرلی ہیں۔ نہایت کامیابی وکامرانی کے ساتھ اس خوشی کے موقع پر آج آنچل کی سالگرہ کی تقریب منعقد کی گئی ہے اس وسیع وعریض ہال کو خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا ہے ہر طرف پھولوں کی سجاوٹ کی گئی ہے۔ یوں بھی بہار کا موسم ہے پورے پاکستان سے خوب صورت پریاں، شہزادیاں اس ہال میں جمع ہورہی ہیں۔ اپریل کا مہینہ ہے اور اس گلابی شام میں دھنک رنگ اترے ہوئے ہیں۔

سامنے اسٹیج پر خوب صورت وائٹ سوٹ پہنے قیصر آپا تشریف فرما ہیں۔ ان کے ساتھ شہلا عامر، شمائلہ، جویریہ طاہر، ہما احمد، حنا احمد، لبابہ، میمونہ تاج، ایمان بیٹھی ہوئی ہیں۔ مہمان خصوصی مشتاق انکل اور طاہر بھائی کا انتظار کیا جارہا ہے۔ سب لڑکیاں باری باری اسٹیج پر جاکر سب سے مل رہی ہیں۔ جی یہ ایک طرف ہاشم انکل اور صدیقی صاحب بھی براجمان ہیں۔ ذرا آگے چل کر دیکھیں یہ بلیک فراک پہنے اسمارٹ سی لڑکی کون ہے؟ ان کے پاس آنچل کی پریوں کا جھرمٹ لگا ہوا ہے ارے یہ تو نازیہ کنول ہیں۔ لیں جی یہ ان کے پاس اوکاڑہ سے آئی فضاء اسلم، شازیہ کھرل، آبرو کھڑی ہیں۔ فضاء کہہ رہی ہے شکریہ آپی! آپ نے "امامہ" کو اپنے ناول میں زندہ رکھا ورنہ ہم تو مر ہی جاتے۔" ان کے ساتھ ہی عطرد یہ سکندر، اقصیٰ بٹ، تصویر العین، جاناں، سلمیٰ خان، نعیمہ انور، فریدہ، زنیرہ طاہر، عامرہ، امبر گل، انابیہ علی، نجم انجم، کومل ستار بھی کھڑی ہیں۔ ذرا آگے آئیں جناب! یہاں پر سمیرا شریف طور کھڑی ہیں۔ آنچل گرلز بڑے شوق سے ان کو مل رہی ہیں، ہم نے دعا سلام کیا، ان کو اریبہ گروپ نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ اریبہ گروپ مطلب اریبہ شاہ، صنم ناز، کرن شاہ، امیر ایمان، ثوبیہ مرزا، ثناء ملک، ثناء علی، عائشہ ملک اور ندا ہیں۔ اچانک شور اٹھا لو یہ سرگودھا والیوں کی سواری باد بہاری تشریف لے آئی ہے۔ سامنے نرجس رانی، شگفتہ خان، سعدیہ، بشریٰ اعوان، ماہم علی سائرہ نظر آرہی ہیں۔ یہ پنک ساڑھی پہنے خوب صورت کون عشناء کوثر ہیں، ان کو بھی ان کی چاہنے والیوں نے گھیرا ہوا ہے۔ جی یہ ہے وفا گروپ مطلب کرن وفا، فرح طاہر، سدرہ اسلم، امیمہ اور ملکانیاں۔ اوہو! آنچل کی ملکانیاں مہوش ملک، سمیرا مشتاق ملک، غزل ملک، بشریٰ ملک، بارہ ملک، ظل ہما، رابعہ اکرم، شمائلہ اکرم، آمنہ ڈوگر، اقراء رانا۔ یہ فیصل آباد سے تشریف لائی ہیں اور جناب! یہ ہیں ساتھ میں کوثر اعوان، سدرہ اعوان، ثناء اعوان، سمعیہ مریم، مریم کھڑی ہیں۔ شبیر دلبر انکل بھی تشریف لاچکے ہیں۔ بہت ساری آنچل کی قارئین ان سے مل رہی ہیں۔ ہم نے جاکر سلام کیا اور انکل کی دعائیں۔

آنچل کی رائٹرز آچکی ہیں۔ اسٹیج کے بالکل سامنے خوب صورت لباس، میک اپ، گجرے پہنے جو سویٹ سی لڑکیاں کھڑی ہیں ان کی چند ماہ پہلے شادیاں ہوئی ہیں۔ یہ ہیں سباس گل، حمیرا نگاہ، چندا مثال، انا احب، صدف مدثر، نافعہ ہیں۔ دو پیاری کیوٹ سی یہ جو سارے ہال میں باری باری جاکر سب کو خوش آمدید کہہ رہی ہیں، یہ ہیں جویریہ احمد اور روبین احمد۔

مشتاق انکل اور طاہر بھائی بھی تشریف لاچکے ہیں، سارے ہال میں خاموشی چھاگئی، سب نے اپنی اپنی نشستیں سنبھال لی ہیں۔

تلاوت قرآن پاک سے اس خوب صورت تقریب کا آغاز کیا گیا۔ شبنیل یونس نے تلاوت کی، اس کے بعد حمد باری تعالیٰ نرجس رانی نے پیش کی۔ نعت رسول مقبول کی سعادت نوشین اقبال نے حاصل کی۔ سب سے پہلے مشتاق انکل نے اسٹیج پر آکر اپنے خوب صورت انداز میں خطاب کیا۔ سب سے پہلے زیب النساء اور فرحت آپا کے لیے دعائے مغفرت کی۔ سب لوگ یک دم ہی اداس اور افسردہ سے ہوگئے۔ اس کے بعد مشتاق انکل نے سب کو ہی آنچل کی سالگرہ کی مبارک باد دی پھر طاہر احمد قریشی آئے انہوں نے تمام رائٹرز اور ریڈرز کا شکریہ ادا کیا کہ وہ آنچل میں لکھتی ہیں معیاری اور عمدہ اور ان کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔

طاہر بھائی کے بعد قیصر آراء آپا تشریف لائیں انہوں نے نہایت محبت اور خلوص سے تمام لوگوں کو خوش آمدید اور شکریہ ادا کیا کہ وہ سب آنچل کی محبت میں اتنی دور سے تشریف لائی ہیں۔ تمام لکھنے والیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ قیصر آراء آپا کے بعد آنچل کی شاعرات باری باری آکر اپنا کلام سناتی رہیں دعائیہ نظمیں اور غزلیں بہت خوب صورت تھیں۔ شاعرات میں فریدہ فری، فریدہ خانم، شگفتہ خان، بشریٰ باجوہ، ہادیہ اظفر، سائرہ لنگڑیال، فصیحہ آصف، غزالہ راؤ نے اپنا کلام پیش کیا۔ اچانک ہال میں جھنڈا اٹھائے ایک لڑکی داخل ہوئی سب نے اپنی نظریں اُدھر مرکوز کردیں۔ جی انجم خان ہیں جھنڈا براور ان کے ساتھ نگہت غفار آنٹی، نزہت جبیں، پروین افضل، سمیرا کاجل، حرمت ردا، سعدیہ اہل کاشف، ابی جبہ امبر گل، میرب درخشاں ہیں۔ یہ لیٹ ہوگئی ہیں چلیں جی کوئی گل نہیں دیر سویرتے ہوائی جاندی اے۔

اب آنچل کی رائٹرز کو ٹائٹل دیئے جانے لگے ہیں جو میں نے دیئے ہیں اشعار کی صورت میں۔ سب سے پہلے فرحت آپا کو ٹائٹل دینے جارہی ہوں۔ ان کی جدائی سے دل بوجھل بھی ہے لیکن وہ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔

فرحت آراء

کوئی موسم ہو دل میں ہے تمہاری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی نہیں ہے اب تک تمہارے بعد کا موسم

سمیرا شریف طور

باندھ لیں ہاتھ سینے پہ سجالیں تم کو
جی میں آتا ہے کہ تعویذ بنالیں تم کو

نازیہ کنول نازی

اس زندگی کے حسن کی تابندگی نہ پوچھ
جو حادثوں کی دھوپ میں تپ کر نکھر گئی

سباس گل

ہے تمہارے لیے کچھ ایسی عقیدت دل میں
اپنے ہاتھوں میں دعاؤں سا اٹھالیں تم کو

عفت سحر طاہر

وصال شامیں گلاب لمحے بھلا نہ دینا خیال رکھنا
یہ کاغذوں پر بکھرتے جذبات بھلا نہ دینا خیال رکھنا

ام مریم

میرے خدا نے بہت نوازا ہے مجھ کو
میری اوقات کے برابر ملتا تو شاید تم نہ ملتے

اقراء صغیر احمد

اب کے برس کچھ ایسی تدبیر کرتے ہیں
مل کے اک شہر محبت تعمیر کرتے ہیں

عشنا کوثر سردار

کچھ دھڑکتا تو ہے پہلو میں رہ رہ کر
اب خدا جانے تیری یاد ہے یا میرا دل

سعدیہ اہل کاشف

آنکھ سے دور جو ہونا ہے تو اتنا سن لو
اچھے لوگوں کی طرح خوابوں میں رہنا

راحت وفا

سمندروں سے بہت دیر گفتگو مت کر
یہ لکھ نہ جائیں تری زندگی میں پیاس بہت

اب آخر میں کیک کاٹنے جارہا ہے۔ قیصر آراء آپا نے کیک کاٹا۔ سب نے مل کر ہیپی برتھ ڈے ٹو یو آنچل گایا۔ دعا ہے سدا ترقی کرے آنچل، آمین۔ کیک، سموسے، فروٹ چاٹ، رول، چائے اور کولڈ ڈرنک سب کو سرو کی گئی، سب پلیٹیں بھر بھر کے کھارہی ہیں اور اب مجھ معصوم کی کوئی نہیں سن رہا۔ آنچل کی سالگرہ کے ساتھ اپریل میں میری اپنی سالگرہ بھی تو ہے۔ اوہو! یاد آیا حمیرا نگاہ، ثوبیہ مرزا، سائرہ لنگڑیال کی بھی برتھ ڈے ہے جلدی جلدی جاکر ان کو بھی وش کیا اور میں خود بھی کھانے سے انصاف کرنے لگی تو ڈیئر آنچل قارئین! کیسی لگی آپ کو یہ گلابی شام چمکتے دمکتے ستاروں کے ساتھ۔ اچھی لگی ہے ناں! یہ ہے میری تخیلی اور خیالی تقریب مطلب خیالی پلاؤ، آپ کو اچھا لگا تو اپنے تبصرے اور رائے کا انتظار رہے گا۔ اب آپ کی ہوسٹ بشریٰ باجوہ آپ سے اجازت چاہتی ہے زندگی رہی تو پھر ملیں گے اللہ حافظ اینڈ ٹیک کیئر۔

مشاعرہ سالگرہ آنچل

چندامثال

محترم قارئین! السلام علیکم! آپ کو معلوم ہے کہ آج کل شاعری کا بھوت پورے پاکستان پر سوار ہے۔ پیارے ساتھیو! آیئے آج ہم آپ کو ایک شریر مشاعرہ سناتے ہیں جو مابدولت کی صدارت میں آنچل کی سالگرہ پر منعقد ہوا۔ جس میں مختلف شرارت پسند شعراء نے حصہ لیا۔ مشاعرہ میں حصہ لینے والے شعراء کے نام درج ذیل ہیں۔ حمنیٰ، علی، مون، نومی، تارا، کاشی، انیس، صبا اور ھدیٰ شامل ہیں۔ آنچل کی سالگرہ کا کیک کاٹنے کے بعد سب دوست ایک جگہ جمع تھے تو ان میں سے ایک دوست کاشی بولا۔

"کیوں نہ اس حسین موقع پر آج ایک مزاحیہ مشاعرہ برپا کیا جائے؟" تمام دوست کاشی کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکے پھر تمام دوست ایک جگہ فرشِ محفل بچھا کر بیٹھ گئے۔ اب مسئلہ تھا مائک کہاں سے حاصل کیا جائے لیکن یہ مسئلہ بھی کاشی نے فوراً حل کردیا۔ کاشی بھاگ کر کمرے سے باہر گیا اور کسی کوڑا دان سے ایک ٹوٹی ہوئی بوتل اٹھا لایا اور اسے تمام شعراء بطور مائک استعمال کرنے لگے۔ سب سے پہلے علی نے کلام پیش کیا جو فرش پر دھرنا مار کر بیٹھا ہوا تھا اور شعر کچھ یوں عرض کیا۔

لگتا نہیں دل میرا اجڑے مکان میں
اب ہوں میں کسی بنگلے کی تلاش میں

علی کے اس شعر پر داد کے تھوڑے بہت ڈونگرے بجے پھر علی کے بعد حمنیٰ کی باری آجاتی ہے۔

آتا ہے مجھ کو یاد وہ گزارا ہوا زمانہ
وہ ٹوٹا ہوا جوتا ٹیچر سے مار کھانا

حمنیٰ نے یہ شعر پڑھ کر مائک مون کو تھما دیا اور مون نے کہا۔

اندھیرے میں مجھ کو لگتا ہے بہت ڈر
دیا اٹھائے گھس گیا ہمسائے کے گھر

اس شعر پر تمام شریر شعراء نے مون کو داد دی اور یہ شعر دوبارہ سنا۔ اب باری آگئی تارا کی۔ تارا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک شعر ٹھونس دیا۔

سڑک پر کھڑی ہوں ہاتھ میں انار ہے
لوگوں سے پوچھ رہی ہوں آنچل کا انتظار ہے

تارا کے اس شعر پر تمام دوست اچھلنے لگے اور ہنس ہنس کر بُرا حال ہوگیا۔ ان شعراء کے بعد باری آجاتی ہے انیس کی۔

اسکول میں گیا تھا بستہ اٹھانے
استانی نے مجھ کو بھیج دیا تھانے

انیس کے اس شعر پر خاموشی چھاگئی کیونکہ اس میں تھانے کا نام تھا اور تمام شعراء ڈرپوک تھے پھر مائک ھدیٰ کے منہ میں دبا دیا گیا۔

آئی ہوں مشاعرہ پڑھنے دوستو تم پر سلام
بہت وقت گزر گیا نہیں کوئی چائے کا انتظام

ھدیٰ کا یہ شعر سن کر تمام شعراء کے منہ سکڑ گئے لیکن کاشی نے دوبارہ اس محفل میں مسرت کی لہر دوڑا دی۔

میرا کام ہے لوگوں کو گالیاں دینا
جب کوئی کرتا ہے چھترول روتا ہوں خواب میں

اس شعر پر تمام شریر شعراء کاشی پر ہنسنے لگے اور اس کا تمسخر اڑانے لگے۔ اس کے بعد صبا نے کلام پیش کیا اور جو صبح سے کلام پڑھنے کے لیے بے چین تھی۔

میں نے اس کو دل دیا دلدار بن کر
اس نے میرے دل پر ہتھوڑے برسائے لوہار بن کر

صبا کے اس شعر پر داد کے ایسے ڈونگرے بجے کہ کمرا گونجنے لگا اور اس کے بعد مائک نومی کے ہاتھ میں گھس آیا اور نومی کلام پیش کرنے لگا۔

یہ کوئی محفل شعراء نہیں یہ ہے پاگل خانہ
جی چاہتا ہے ماروں ان کے منہ پر تازیانہ

یہ شعر سن کر تمام دوست غصے سے بھر گئے
نومی نے اوپر سے ایک اور شعر پھینک دیا۔

میں نے آج ہوا میں اڑتے دیکھے ہیں پرندے
یہ سب شعراء نہیں ہیں یہ تو ہیں درندے

یہ شعر سن کر تمام شعراء نومی پر ٹوٹ پڑے اور اس کی خوب چھترول کی لیکن نومی بھی ایک شریر لڑکا تھا۔ نومی بھاگ کر کمرے سے باہر آگیا اور کمرے کا دروازہ بند کردیا۔ لوڈشیڈنگ کی وجہ سے بجلی بھی رفو چکر ہوگئی جس کی وجہ سے تمام شعراء کو بے ہوشی کا سامنا کرنا پڑا۔ جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے چیخ و پکار شروع کردی جسے سن کر اہلِ آنچل اکٹھے ہوگئے اور دروازہ کھول کر شعراء جی کو باہر کھینچا۔ یوں اس مزاحیہ مشاعرے کا اختتام ہوا۔ آپ کو یہ شریر مشاعرہ کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب۔

سالگرہ مبارک آنچل

سمیرا انور

آنچل کی سالگرہ کو یادگار بنانے کے لیے آفس سے منسلک ہال کو مشق ستم بنالیا گیا' برقی قمقموں اور خوب صورت لائٹنگ سے سجایہ ہال آنچل فرینڈز کی آنچل سے محبت کا اظہار کررہا تھا۔ قیصر آپا اور آنچل فرینڈز یعنی مابدولت سمیرا انور' سونیا' سمیعہ' ثمینہ نے یہ ساری تیاری کی تھی۔ مہمانانِ گرامی کیا آنا شروع ہوئے سب ان کے استقبال کے لیے گیٹ پر جا پہنچے۔ سب سے پہلے انکل مشتاق احمد قریشی اور بابا جانی تشریف لائے۔ انہوں نے ہمیں بہت سی دعاؤں سے نوازا پھر خراماں خراماں عفت آپی بھی اپنے ریان کے ساتھ چلی آئیں۔ نازی آپی بھی آگئیں۔

"زیلی! کتنا اشتیاق تھا آپ سے ملنے کا۔ اوہ! سمیرا آپی بھی آگئیں۔ سمیرا آپا آپ "پری" کو بھی لے آتیں۔ بہت ضدی ہے وہ۔"

قیصر آپا نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"اے لڑکیوں! آجاؤ دیر ہورہی ہے' باتیں بعد میں بگھارنا۔" طرح طرح کے کھانے پک رہے تھے۔

اوہ! یاد نہیں رہا آپ کو بتانا کہ ہم نے "رانی اسلام" کو گوجرانوالہ سے اور نوشی کو بدر مرجان سے پکڑ کر کچن میں گھسا دیا۔

چلیں تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا سب اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ کمپیئر "عشنا آپی" نے تلاوت کے لیے غزل ملک کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی پھر نعت کے لیے "عالیہ حرا" کو بلایا گیا۔ کچھ دیر کے لیے ہال میں سکوت کا عالم چھا گیا پھر ہم نے سارے ہال پر نظر دوڑائی تو دیکھا "شہلا آپی' ہما احمد' چندا مثال' کرن وفا" اس کے علاوہ یادگار لمحے کی جویریہ طاہر اور ڈھیر سے شعروں کا پلندہ اپنے آنچل میں سمیٹے "میمونہ تاج" بھی بیٹھی ہیں۔ سونیا میری دوست' مجھے جھنجوڑ کر ہوش کی دنیا میں لائی۔ سمیعہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسٹیج کی طرف اشارہ کیا۔

جہاں نازی آپی اپنی خوب صورت آواز میں یہ غزل پڑھ رہی ہیں۔ "ہم کسی کا خواب تھے" دل ہی دل میں سوچا' نازی آپی کا نیا ناول شائع ہوا ہے ہم تقریب کے بعد مبارک باد دیں گے پھر مدیرہ آنچل "قیصر آپا" اسٹیج پر تشریف لائیں' انہوں نے آنچل کے تمام اسٹاف' رائٹرز اور آنچل فرینڈز کو مبارک باد دی۔ ہم سب نے بہت خوشی محسوس کی مگر میں نے فرحت آپی کی بہت کمی محسوس کی پھر بابا جانی نے فرحت آنی اور آنچل کی ترقی و کامیابی کے لیے خصوصی طور پر دعا فرمائی۔ اسی اثناء میں طاہرہ ملک کی گونج سنائی دی۔

"جلدی کریں! کیک کاٹیں۔" سب ہنس پڑے اور اسٹیج کی ایک طرف خوب صورت سی سجی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ پیارا سا کیک جس پر 34 موم بتیاں جگمگا رہی تھیں' سب کی پُرزور تالیوں کی آواز میں اور Happy Birthday Dear and Sweet Aanchal کی گونج میں کیک کاٹا گیا۔

کیک کاٹنے کے بعد طلعت آغاز کے کچن پر حملہ کردیا گیا۔ نوشی اور رانی اسلام نے بہت زبردست کھانے پکائے۔ ہم سب نے بہت تعریف کی۔ اسی دوران ہم نے نازی آپی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور انہیں مبارک باد دی پھر "راحت وفا" سے ضد کرکے "چلو ہم بھی وہاں جائیں" یہ نظم سنی۔ پھر رخت سفر باندھا ہی تھا کہ دعا نے کان سے پکڑ کر کہا۔

"ہم ایسے تو نہیں جانے دیں گے' ہمارے ساتھ صفائی کراؤ۔"

یہ دعا کی بچی بھی عین وقت پر آٹپکی۔ پھر میں نے اور ثمینہ نے برتن دھوئے اس کے بعد قیصر آپا کو آنچل کے لیے خریدا گیا گفٹ دے کر بھاگنے کی کوشش کی کیونکہ خیالی پلاؤ پکاتے پکاتے امی سر پر آپہنچی ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ کبھی نہ کبھی ان شاء اللہ آنچل کی سالگرہ میں ضرور شامل ہوں گے۔ اپنی آراء سے آگاہ کیجیے گا کہ آپ کو ہمارے آنچل کی سالگرہ پارٹی کیسی لگی اور کے اللہ حافظ۔

جواب:۔ فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر یا قوی پڑھیں۔ پڑھنے بیٹھنے سے پہلے 11 مرتبہ یا علیم پڑھیں۔ اپنے رشتے کے لیے پہلے استخارہ کریں پھر کوئی فیصلہ کریں۔

علی حسن......ماڈل ٹاؤن

جواب:۔ سورۃ الشمس روزانہ 40 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

دعا......کالا گوجراں جہلم

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف)۔ نوٹ:۔ جن کے بھی رشتوں کا مسئلہ ہے وہ خود پڑھیں۔

بھائی کے لیے استخارہ کرلیں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ نماز کی پابندی کریں قرآن کی تلاوت اور صدقہ بھی دیں۔

ش۔ت......ملک وال

جواب:۔ رشتے کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز عشاء 111 مرتبہ سورۃ القریش اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے لیے دعا کریں نوکری اور دوسرے مسئلوں کے لیے۔

بہتر ہے بیٹی خود کرے۔ ورنہ آپ کرلیں۔ (3 ماہ)

عبدالصمد......ملتان

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ القریش پڑھ کر اپنے روزگار اور پریشانیوں کے لیے دعا کریں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود پڑھیں۔

سدرہ عنایت......حافظ

جواب:۔ تمام وظائف جاری رکھیں۔ نتیجہ آنے کے بعد صرف استغفار، درود شریف، تیسرا کلمہ مستقل پڑھتی رہیں اور دعا بھی کریں۔

تجمل......کراچی

جواب:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پانچ منٹ تک پڑھتے رہیں اور ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرتے رہیں۔ دن میں 5 بار۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ وظیفہ جاری رکھیں۔ ساتھ ہی مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 21'21 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھیں۔ رکاوٹ ختم ہونے کے لیے صدقہ بھی دیں۔

طیبہ افتخار......جہلم

جواب:۔ اللہ کی بندی اللہ سے ڈرو استغفار کرو۔ نماز کی پابندی کرو اور عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ آیت کریمہ پڑھا کرو۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

اللہ آپ کو نیک صالح بنائے۔

ثمینہ......فیصل آباد

جواب:۔ جو بتایا ہے وہ جاری رکھیں۔

نائلہ اشفاق......کوٹ غلام محمد

جواب:۔ سورۃ مومنون ایک مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرلیں۔ وہ پانی زیادہ سے زیادہ پلائیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کردیں۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

ہر نماز کے بعد یا رحمان، یا رحیم 11'11 مرتبہ پڑھ کر اپنے شوہر کا تصور لا کر ان کے دل اور دماغ پر پھونک ماریں کہ آپ کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

سندس......صادق آباد

جواب:۔ وظیفہ شادی ہونے تک جاری رکھنا ہے۔

نیت بھی ہو کہ جلد از جلد شادی ساتھ خیریت سے ہوجائے وظیفہ پاکی کی حالت میں کرنا ہے۔

سعدیہ سکندر

جواب:۔ رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74'70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

ہر نماز کے بعد 9'9 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

باقی اپنے دونوں مسئلوں کے لیے اچھے طبیب سے رجوع کریں۔

سعدیہ تارڑ......حافظ آباد

جواب:۔ بعد نماز عشاء ایک تسبیح یا فتاح اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ کامیابی کے لیے دعا کریں۔

ہر نماز کے بعد یا قوی سر پر ہاتھ رکھ کر 11 مرتبہ پڑھا کریں۔

روبینہ یاسمین......کراچی

جواب:۔ مسئلہ ۱:۔ بعد نماز عشاء 3 مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھ کر ایک بوتل پانی پر دم کرلیں۔ وہ پانی گھر کے سب افراد پئیں۔ یہ عمل روزانہ کرنا ہے۔

مسئلہ ۲:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔

صفیہ بی بی......اسلام آباد

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ کر دعا کریں۔

بعد نماز عشاء یا عدم 313 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود ابراہیمی پڑھ کر اپنے زمین والے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

بھائیوں پر سختی کریں۔

شمائلہ ناز......وہاڑی

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ والضحیٰ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت یہ تصور ہو کہ گھر کی ذمہ داریوں کا احساس ہو رہا ہے اور دل میں گھر والوں کی محبت پیدا ہو رہی ہے۔

مہوش کنول......شورکوٹ

جواب:۔ ہر فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر 11 مرتبہ یا قوی پڑھا کریں اور تین مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 21'21 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا کریں۔ اثرات نہیں رہیں گے۔ گھر کے سب افراد کریں۔

ن۔س۔نور......چکوال

جواب:۔ سورۃ مائدہ والی آیت رات عشاء کی نماز کے بعد پڑھنی ہے اور یہ وظیفہ آپ کی بہن کرے۔ (جب تک مسئلہ حل نہ ہوجائے)۔

آپ رات کے وقت جب شوہر سو جائیں ان کے سرہانے کھڑے ہو کر یا محبت 313 مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود ابراہیمی پڑھ کر ان پر دم بھی کریں اور ایک گلاس پانی پر بھی۔ صبح نہار منہ ان کو پلائیں۔ تصور یہ ہو کہ بری عادات چھوٹ جائیں اور لڑکی سے نفرت ہوجائے۔

محمد نعمان......سکھر

جواب: دوا لیتے رہیں، تین مرتبہ سورۃ جن، سات مرتبہ سورۃ مزمل، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف۔ تیل پر دم کرلیں اور روزانہ سر کی

اچھی طرح مالش کریں اور وہ پانی زیادہ زیادہ استعمال کریں اس میں اور پانی ملاتے جائیں یہ عمل ایک دفعہ ہی پڑھنا ہے اور پانی، تیل تین مہینے تک استعمال کرنا ہے۔

ثروت انصاری......

جواب: بہتر یہی ہے کہ استخارہ خود کریں یا کسی اور سے کروالیں۔

رابعہ محمد عباس بھٹی......

جواب: صدقہ دیں مرغی، بکرے کا جو حسب توفیق ہو (نیت جو رکاوٹ ہے وہ دور ہوجائے ویزا کیس میں) یہی وظیفہ جاری رکھیں جب تک وہاں پہنچ نہیں جاتی آپ کی بیوی۔

فرزانہ انجم......

جواب: فجر والا وظیفہ جاری رکھیں، صدقہ دیتی رہا کریں۔

سمیرا خان......سعودیہ عرب

جواب: ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں، 11 مرتبہ اور اللہ سے مانگا کریں اس کے معنی بھی ذہن میں رکھیں (رب حب لی ...... دعا۔) سورۃ آل عمران آیت نمبر 38، اس کے علاوہ جتنا ہوسکے یہ دعا پڑھتے رہا کریں آپ دونوں۔ ان شاء اللہ اللہ آپ کی اس دعا کی برکت سے مراد پوری کرے گا، خلوص کے ساتھ پڑھیں، نر چھوارا کا استعمال کریں رات کو تین دنوں تک۔

ماہ رخ عبدالکریم......

جواب: رشتے کے لیے سورۃ فرقان آیت نمبر 74,70 مرتبہ (اول و آخر درود شریف) فجر کی نماز کے بعد۔ بیٹے کے لیے آپ دعا کیا کریں اللہ ماؤں کی سنتا ہے۔

راحیلہ......مقام نامعلوم

جواب: عشاء کی نماز کے بعد ایک تسبیح استغفار اور ایک درود شریف۔ آپ کے مسئلے کا حل اسی میں ہے رشتہ کے لیے 100 مرتبہ استغفار اور درود شریف کی تسبیح کرکے دعا کریں اپنے رشتے کے لیے۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن مئی ۲۰۱۲ء

نام......... والدہ کا نام......... گھر کا مکمل پتا.........

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں.........

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

ثانیہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری امی کی ٹانگوں میں درد رہتا ہے۔ رگوں میں خون جمنے سے گٹھلیاں سی بن گئی ہیں۔

محترمہ آپ انہیں HAMMALES 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلایا کریں۔

رباب مجید اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ ٹائیفائڈ کے بعد سر کے بال ختم ہوگئے ہیں اور کچھ دوسرے مسائل ہیں ان کا حل بتائیں۔

محترمہ بالوں کے لیے HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں اور PHYTOLACCA BERRY Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسکان جبیں مرید کے خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULTTA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بریسٹ بیوٹی میرے کلینک سے منگالیں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ اپنا نام پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر مطلوبہ دوا کا نام بریسٹ بیوٹی ضرور لکھیں۔

فوزیہ پروین فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ آپ کے مشوروں سے کروڑوں انسان گھر بیٹھے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ میرے بھی مسائل ہیں میری ران پر ایک گلٹی اور ایک گلٹی میری چھاتی کے دائیں جانب بھی ہے۔ ان کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

محمد کاشف ملتان سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 23 سال ہے میرا جسم بہت کمزور ہے میں چاہتا ہوں کہ میرا جسم بھی بھرا ہوا ہو کوئی دوا بتائیں۔

محترم آپ ALFALFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

این ایس ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

صائمہ شوکت گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ میری دونوں بیٹیوں کے لیے دوا بتائیں اور میرے لیے بریسٹ کم کرنے کے لیے دوا بتائیں۔

محترمہ پہلی بیٹی جس کو زیادتی ہے SBINA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔ دوسری کو SENECIOAUR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں تین وقت روزانہ دیں اور آپ CHEMAPHILLA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں تین وقت روزانہ لیں۔

صائمہ شوکت گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ میری کزن 7'8 سال سے تبخیر معدہ میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر وقت عجب سے خوف میں مبتلا رہتی ہے۔

محترمہ آپ NUXVOMICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مس تسنیم احمد کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں علاج بتائیں۔

محترمہ آپ NUXVOMICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

روحا بی بی کھڑیانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت ہی کمزور ہیں اور کئی جگہوں سے بال ایسے اترتے ہیں کہ سر کی جلد بالکل صاف ہوجاتی ہے کچھ ایسی دوا بتائیں کہ سر کے بال لمبے گھنے اتنے زیادہ ہوں کہ سب حیران ہوجائیں دوسرا مسئلہ میری بہن کے چہرے اور گردن پر بال بہت زیادہ ہیں۔ ہونٹوں کے اوپر بھی

بال ہیں ایسی دوا بتائیں کہ ہمیشہ کے لیے صاف ہوجائیں۔ میری ایک بہن موٹی ہے اس کے لیے بھی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ HAIR GROWER استعمال کریں۔ ان شاءاللہ آپ کے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔ گنجا پن ختم ہوجائے گا۔ بہن کے فالتو بال ختم کرنے کے لیے APHRODITE استعمال کریں۔ فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔ ان دونوں ادویہ کے لیے 1300 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ اپنا نام پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر مطلوبہ ادویات کا نام ضرور لکھیں۔ مٹاپا دور کرنے کے لیے PHYTOLACCA-Q کسی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شفق ساحر ضلع فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CHINA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ابن منڈی سے لکھتے ہیں کہ میرے اور بہن کے سر میں بال جھڑ ہوگیا ہے۔ علاج کرتے ہیں ٹھیک ہوجاتا ہے پھر جگہ جگہ سے بال گرجاتے ہیں

محترم آپ ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور ہمارا HAIR GROWER روزانہ سر میں لگائیں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

سنبل نذیر حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ بہن کو SENECIOAUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر اپنا نام اور مطلوبہ دوا کا نام ضرور لکھیں۔

آمنہ اعوان حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد پیٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ قبض کی شدید شکایت ہے کئی دن بعد اجابت ہوتی ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور OPIUM 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن لیں۔

ساحرہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ مٹاپے کا ہے پیٹ کولہے بہت بھاری ہیں۔ یہ بھی بتائیں کہ دوا کتنے عرصہ لینی ہے پرہیز وغیرہ بھی بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BERRY-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ وزن نارمل ہونے تک دوا جاری رکھیں۔

شاہین نواز ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے بچوں کی سانولی رنگت کے لیے کیا JODUM-IM استعمال کراسکتی ہوں۔ دوسرے بہن کا مسئلہ ہے اس کے بریسٹ بہت بھاری ہیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM استعمال کراسکتی ہیں اور بہن کو CHIMAPHILA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں۔

نصیبہ گوجر خان سے لکھتی ہیں کہ میری نظر بہت کمزور ہے اور نمبر بڑھتا جارہا ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ CINERARIA DROPS آنکھوں میں ڈالا کریں۔

آمنہ چکوال سے لکھتی ہیں کہ میری بھابی کا مسئلہ ہے اور میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترمہ بھابی کو BERBARIS AQUIF Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ خود SEPIA 30 کے پانچ قطرے تین بار روزانہ لیں مبلغ 1300 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE اور HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کے بالوں کے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

زاریہ گجرات سے لکھتی ہیں کہ آپ نے دسمبر کے

شمارہ میں میرے خط کا جواب دیا تھا ماہانہ نظام کی خرابی کے لیے دوا بتائی تھی اور 700 روپے منی آرڈر کرنے کو کہا تھا دوا کے استعمال سے کچھ افاقہ ہوا تھا مگر APHRODITE مجھے ابھی تک نہیں ملا میرے نام پتے پر ایفروڈائٹ بھیج دیں۔

محترمہ آپ SENECIO-30 کا استعمال جاری رکھیں آپ نے جو نام پتا لکھا ہے اس نام سے کوئی منی آرڈر موصول نہیں ہوا۔ آپ ڈاکخانہ کی رسید بھیج دیں تو ہم انکوائری کرائیں گے۔ دوا آپ کو بھیج دیں گے اگر آپ نے لفافہ وغیرہ میں رقم رکھ کر بھیجی ہے تو ایسے لفافے غائب ہوجاتے ہیں۔

شگفتہ سرائے خان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں 6'5 ماہ دوا کا استعمال جاری رکھیں۔

صبا نور محمد ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ بہت کالا ہے۔ رنگ پر کوئی کریم بھی اثر نہیں کرتی جس کی وجہ سے میں احساس کمتری کا شکار ہوں اور میرے چہرے پر دانے بھی ہیں جو ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتے۔ اب تو چہرہ دیکھنے کا دل بھی نہیں چاہتا اور بہن کے چہرے پر ہلکے ہلکے بال ہیں تھوڑی پر موٹے بال ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار پیا کریں ان شاءاللہ آپ کے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ اپنا پتا مکمل لکھیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

نصرت جہاں کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 40 سال ہے۔ غیر شادی شدہ ہوں۔ صحت صحیح ہے مگر پیٹ بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

سونیا رزاق جہلم سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں میرے بال گرتے بہت ہیں ہلکے سفید اور بے جان ہیں اب تو سر کی جلد نظر آنے لگی ہے۔ بہت عرصہ سے آنچل پڑھتی رہی ہوں سب کو HAIR GROWER سے فائدہ ہوا ہے مجھے امید ہے مجھے بھی فائدہ حاصل ہوگا۔

محترمہ آپ میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں۔ اس کے استعمال سے آپ کا گنج پن دور ہوگا۔ بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

کائنات خان نیو ملتان سے لکھتی ہیں کہ میں نے آنچل میں آپ کے بارے میں پڑھا بہت سے لوگ آپ سے بیماریوں کا حل پوچھتے ہیں میں بھی اپنا مسئلہ حل کروانا چاہتی ہوں۔ میری عمر 19 سال ہے میں تھوڑی کمزور ہوں اور حسن نسواں بالکل نہیں ہے۔ شروع سے بڑھے ہی نہیں ہے۔

محترمہ آپ کو 15'16 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے تھی۔ اس وقت بھرپور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بہر حال آپ SABALSERULATUM-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اور 550 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو بیرونی استعمال کی دوا BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے مسئلہ حل ہوگا۔

جہاں آراء چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ میں دائی کا فریضہ انجام دیتی ہوں۔ آپ سے دو باتیں معلوم کرنی ہیں آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ ایک تو یہ حالت ہوتی ہے کہ پیٹ میں بچہ کی پوزیشن درست نہیں ہوتی اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ ہومیو پیتھک میں کوئی دوا ایسی ہے جو بچے کی پوزیشن کو صحیح رخ پر لاسکے۔ دوسری حالت یہ ہوتی ہے کہ ڈیلیوری کے وقت درد کم ہوتے ہیں جیسا کہ بڑھنے چاہئیں اس طرح بڑھتے ہیں اور پیدائش

کافی تکلیف دہ مرحلہ ہوتی ہے۔ ہمارے گاؤں سے قریب کوئی بڑا اسپتال نہیں ہے۔ جہاں اس وقت مریضہ کو لے جایا جاسکے۔ اگر اس کی کوئی دوا آپ بتادیں تو غریبوں کا بہت بڑا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

محترمہ بچہ کی پوزیشن درست کرنے کے لیے PULSATILLA CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر رات سوتے وقت دیں اور دوسری خوراک پھر صبح نہار منہ دیں یہ دوا بارہا میرے تجربہ میں آئی ہے۔ دو خوراک ہی پوزیشن درست کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ کمزور درد بڑھانے اور آسان ڈلیوری کے لیے CAULOPHILUM-200 کے پانچ قطرے ایک گھنٹے کے وقفہ سے دیں دو تین خوراک ہی کافی ہوگی۔ میرے تجربے میں یہ دوا بہت کامیاب ہے۔ مردہ بچہ تک اس کی مدد سے ڈلیور ہوا ہے۔ شروع زمانہ حمل سے اگر BIOPLASGEN-26 کا استعمال جاری رکھا جائے تو پیدائش تک تمام مراحل آسان ہوجاتے ہیں۔

سکندر بیگ آزاد کشمیر سے لکھتے ہیں کہ بادی بواسیر ہے چبھن اور درد شدید رہتا ہے بیٹھا بھی نہیں جاتا۔

محترم آپ AESCULUS HIP 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

قمر جہاں سلطانپور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ تفصیل لکھ رہی ہوں کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ڈاکٹر ارم کینیڈا سے لکھتی ہیں کہ آپ آنچل میں جتنی بھی دوائیں لکھتے ہیں 30 پوٹنسی سے زیادہ نہیں ہوتیں جبکہ ادویہ کی پوٹنسی تو ایک لاکھ تک ہوتی ہے وہ کیوں استعمال نہیں کرتے۔

محترمہ ہائی پوٹنسی کا استعمال میں ان مریضوں پر کرتا ہوں جہاں ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور وہ مریض میرے سامنے ہوتے ہیں میں انہیں کنٹرول کرسکتا ہوں۔ دوسرے میرے استاد ڈاکٹر محمد تقی مرزا مرحوم کا کہنا تھا کہ مکمل شفا چھوٹی طاقت سے ہی ہوتی ہے۔

جمال الدین ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرا جسم بہت بھاری ہے میرے لیے چلنا پھرنا بھی دشوار ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ PHYTOLACCA BARRY-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مرغن اشیاء سے پرہیز کریں پیدل چلا کریں۔

سدرہ بتول مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرے تین بچے ہیں۔ 13'15'16 سال کی عمر ہے۔ تینوں کا قد چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ انہیں CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CABR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن دیں تین ماہ مکمل کرکے چھوڑ دیں ان شاء اللہ قد عمر کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔

ضیاء الحق وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آتی۔ مختلف خیالات پریشان کیے رکھتے ہیں۔

محترم آپ COFFEA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

منی آرڈر کرتے وقت اپنا نام پتا صاف اور مکمل لکھا کریں اور کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کیا کریں۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی۔ 75850

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

ڈیری اسپیشل فروٹ ٹرائفل ودھ نٹس

ضروری اشیاء:

دودھ	1/2 لیٹر
ونیلا کسٹرڈ پاؤڈر	3 کھانے کے چمچ
چینی	حسب ضرورت
اسفنج کیک	ایک عدد (پین)
جیلی (ریڈ گرین ییلو)	حسب ضرورت
پپیتا پکا ہوا	1 عدد
چیکو	4 عدد
تیار سادہ پڈنگ	1 بڑا کپ
چھلے ہوئے اخروٹ	75 گرام
کشمش	25 گرام
فریش کریم	1/2 کپ

ترکیب:

سب سے پہلے دودھ ابال کر اس میں چینی ملادیں تھوڑے سے دودھ میں کسٹرڈ پاؤڈر حل کرکے دودھ میں ملا کر پکائیں جب ہموار سا آمیزہ ہوجائے تو ڈش میں نکال کر ٹھنڈا کرلیں۔ کیک کو آدھا آدھا کرلیں' آدھے کیک کے سلائس اور آدھا کیک چورا کرلیں۔ (ذرا موٹا رہے) پپیتا اور چیکو کے مناسب کیوبز کاٹ لیں (چاہے تو خربوزہ اور آم بھی) پہلے سے تیار شدہ پڈنگ اور فریش کریم کا آدھا حصہ ملا کر مکس کرلیں۔ اخروٹ اور کشمش ایک جگہ ملا کر رکھ لیں۔ جیلی کے بھی کیوبز کاٹ لیں۔ اب بالکل پلین شیشے کا باؤل لیں' اس میں سب سے پہلے فریش کریم ڈالیں اب اس پر آدھا کسٹرڈ ڈالیں' اس پر جیلی ڈالیں۔ اب جیلی پر پڈنگ اور کریم ڈالیں اس کے بعد اس پر آدھے اخروٹ اور کشمش ڈال کر کیک کا چورا ڈالیں اور سائیڈوں پر کیک کے سلائس لگادیں۔ اس کے بعد پھل ڈالیں اور اوپر بقیہ کسٹرڈ ڈال کر کریم بچھادیں' باقی کے اخروٹ اور کشمش سے گارنش کریں' چاہیں تو فروٹ اور جیلی بھی سجادیں۔ ٹھنڈا کرکے پیش کریں منفرد اور لذیذ ہوگا۔ لیجیے آپ کا ڈیری اسپیشل فروٹ ٹرائفل ودھ نٹس تیار ہے سرو کریں۔

نجم انجم......کورنگی کراچی

چکن بروسٹ پاستا

اجزاء:

چکن (سولہ پیسز میں آدھا کلو کٹوالیں)	
دہی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ (پاؤڈر)	آدھا چمچہ
لال مرچ (پاؤڈر)	آدھا چمچہ
ہری مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچہ

کریم — دو کھانے کے چمچے
پنیر — دو کھانے کے چمچے
کوکسن پاستا — دو کپ (ابال لیں)
تیل — دو سے تین کھانے کے چمچے

ترکیب:
چکن میں دہی، نمک، کالی مرچ، لال مرچ، ہری مرچ، کریم اور پنیر ڈال کر ایک گھنٹے کے لیے میرینیٹ کریں۔ اس کے بعد اسے ہلکی آنچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں، جب اس کا پانی خشک ہوجائے تو بھون لیں۔ ساتھ میں ابلے ہوئے پاستا ڈال کر مکس کریں اور گرما گرم سرو کریں۔ یہ میری فیورٹ ڈش ہے ضرور ٹرائی کریں۔
نوٹ: چکن بون لیس بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

پودینے کا جوس

اجزاء:
پودینہ — ایک پیالی
پانی — ایک لیٹر
چینی — آدھا پاؤ
لیموں کا رس — چار کھانے کے چمچے

ترکیب:
پودینہ صاف کرکے گرینڈر میں ڈالیں اس کے ساتھ ہی پانی اور چینی ڈالیں اور ساتھ ہی لیموں کا رس ڈالیں اور گرینڈ کرلیں آخر میں برف کے ٹکڑے ڈالیں اور گلاس میں ڈال کر پیش کریں۔

فرخندہ فیض......کنگ چنن

کوکونٹ کیک

اجزاء:
میدہ — ایک کپ
انڈے — تین عدد
پسا ہوا ناریل — ایک کپ
چینی — 200 گرام
تازہ کریم — 3/4 کپ
فوڈ کلر گلابی — تھوڑا سا
بیکنگ پاؤڈر — ایک چھوٹا چمچ
مکھن — 50 گرام

ترکیب:
انڈے خوب اچھی طرح پھینٹ کر رکھ لیں۔ میدہ چھان کر اس میں بیکنگ پاؤڈر ملائیں اور دوبارہ تین مرتبہ چھان کر رکھ لیں۔ اب مکھن گرم کریں اس میں پسی ہوئی چینی ملائیں ساتھ ہی انڈوں کی زردی اور سفیدی شامل کرکے خوب اچھی طرح مکس کریں پھر اس میں کریم ملادیں۔ اس کے بعد پسا ہوا ناریل ملائیں اس پر گلابی فوڈ کلر چھڑکیں اور مکس کریں۔ آخر میں میدہ ملاتے ہوئے تھوڑا سا پانی بھی شامل کریں تاکہ آمیزہ ٹھیک طرح سے بن جائے۔ اس آمیزہ کو 45 منٹ کے لیے رکھ دیں پھر ٹرے میں گھی لگا کاغذ رکھیں اور آمیزہ ڈال دیں۔ پہلے سے گرم کئے ہوئے اوون میں 45 منٹ تک بیک کریں،

یدار کیک تیار ہے۔

ثمن......کوٹلہ گجرات

لال مرچ کی چٹنی

اجزاء:
ثابت لال مرچ — آدھا پاؤ
لہسن کے جوئے — بیس عدد (آدھے چھلے ہوئے آدھے بغیر چھلے)
زیتون کا تیل — تین کھانے کے چمچ
سفید زیرہ — ایک کھانے کا چمچ
نمک — حسب ذائقہ

ترکیب:
لال مرچ، لہسن، نمک اور زیرہ ان سب چیزوں کو ملا کر باریک چٹنی پیس لیں۔ ایک فرائنگ پین میں تیل ڈال دیں ہلکا گرم ہوجائے تو چٹنی تل لیں۔ پانچ منٹ تلنے کے بعد چولہا بند کردیں۔ چٹنی ٹھنڈی کرلیں اور بوتل میں بند کرکے رکھ لیں یہ چٹنی اس طریقے سے آپ کئی دن استعمال کرسکتے ہیں۔

نمرہ......ٹنڈو الہیار

چکن پاکٹ

اشیاء:
چپاتی — دو عدد
چکن بوٹی (بون لیس) — 1/2 کلو
چنے کی دال — 1 کھانے کا چمچ
انڈا — 1 عدد
لہسن ادرک کا پیسٹ — 1 کھانے کا چمچ
گرم مسالا پاؤڈر — 1 چائے کا چمچ
ثابت لال مرچ — 8 عدد
ہرا مسالا — 1 کھانے کا چمچ
پیاز — 1 کھانے کا چمچ (باریک کٹی ہوئی)
تیل — فرائی کے لیے
نمک — حسب ذائقہ
ٹماٹر، سلاد، کھیرا — سرونگ کے لیے

ترکیب:
ایک ساس پین میں چکن، چنے کی دال، لہسن ادرک کا پیسٹ، ثابت لال مرچ اور نمک سب چیزیں ڈال کر اچھی طرح پکنے دیں۔ جب پانی خشک ہوجائے تو اتارلیں۔ اس مکسچر کو کسی پروسیسر میں ڈال کر باریک پیس لیں اور گرم مسالہ، ہرا مسالہ ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اس کے بعد ٹکیاں بنالیں پھر انڈے میں ڈپ کرکے فرائی کریں۔
چپاتی کو پاکٹ کی طرح بنالیں اور اس کے ایک حصے میں کباب رکھیں اور دوسرے حصے میں سلاد ڈال کر چٹنی اور دہی کے ساتھ سرو کریں۔

سمیرا اشتاق ملک......اسلام آباد

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

بیوٹی ٹپس

+ ایک انڈے میں کھانے کے دو چمچ روغن بادام اور کھانے کا ایک چمچہ عرق گلاب ملا کر اچھی طرح پھینٹ لیں۔ ہاتھوں اور پیروں پر اچھی

طرح ملیں' جلد نرم و ملائم ہوجائے گی۔

+ بکری کے دودھ اور گریپ فروٹ (کھٹا) سے ہفتے میں دو بار 15 منٹ مساج کرنے سے گورا رنگ ہوجاتا ہے۔

+ مسور کی دال پیس کر دہی میں ملالیں' اچھی طرح پھینٹ کر چہرے پر لگالیں' سوکھنے پر اتار دیں' جلد چمک دار ہوجائے گی۔

+ زیتون کا تیل' شہد' ہلدی اور صندل میں ملا کر چہرے پر لگائیں' پندرہ منٹ بعد دھولیں یہ عمل خشک اور مرجھائی جلد کو تازہ کرتا ہے۔

+ چولائی کے ساگ کا عرق لے کر اس میں چٹکی بھر ہلدی' تھوڑا سا دودھ' لیموں کے چند قطرے شامل کرلیں' چہرے پر مساج کریں۔ آدھے گھنٹے بعد نیم گرم پانی سے منہ دھولیں۔ رنگ گورا' تر و تازہ ہوجائے گا۔

ام صباء الیاس..... کنجاہ

آنکھوں کا میک اپ

اگر آئی شیڈ نہ بھی لگانا ہو تب بھی پورے پپوٹوں پر پاؤڈر کی ہوئی آنکھوں میں کسی حد تک فنشنگ کی جھلک نمایاں رہے گی۔

اس طرح آپ شیڈول کے لیے میٹ سطح تیار کرلیتی ہیں جس پر رنگ بڑی ہمواری سے چسپاں ہوتے ہیں۔

کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اسے بڑی آسانی سے بلینڈ کرکے دور کیا جاسکتا ہے۔

بہترین کنٹرول رکھنے کے لیے پاؤڈر پر مبنی تمام آئی شیڈ رنگ چھوٹے سے برش کے ذریعہ لگانا چاہیے۔

اسفنج کی نوک والا ایپلیکیٹر ہرگز نہ استعمال کریں۔

برش پر لگا ہوا اضافی پاؤڈر جھٹکنا ہرگز نہ بھولیں۔

ورنہ آپ کے گالوں پر پاؤڈر کے دھبے نمایاں ہوجائیں گے۔

رنگ لگالینے کے بعد اسے ہمیشہ روئی کی پھریری سے بلینڈ کرنا چاہیے۔

بلینڈ نہ کرنے کی صورت میں یہ رنگ آنکھوں کی پتلیوں کے قدرتی حسن کی طرف توجہ بھٹکا دیتے ہیں۔

گھونگھر پیدا کرنے کا بہترین طریقہ۔ 20 تک گنتی گنیں اور پھر کرل کھول کر اسے علیحدہ کرلیں۔

پلکوں کو مسکارا لگانے سے قبل ہی کریں ورنہ مسکارا ٹوٹ کر گر جائے گا۔

کرل کرتے ہی فوراً مسکارا لگالیں۔

مسکارا کی مختلف تہیں لگانے کے دوران پلکوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کے لیے کنگھا یا برش استعمال کریں۔

مسکارا کی مختلف تہوں کے درمیان خشک پاؤڈر چھڑک لیا کریں۔ اس طرح پلکیں زیادہ موٹی ہوجائیں گی۔

عائشہ سعدیہ فضا..... کراچی

جلد کو ٹائٹ کرنے کا طریقہ

ماہر جلد' جلد کو کسنے اور تنگ کرنے کے لیے کئی طریقے استعمال کرتے ہیں مگر کچھ ایسے نسخہ جات بھی ہیں جنہیں آپ گھر میں بھی استعمال کرسکتی ہیں اگر آپ کسی ماہر کی خدمات حاصل نہیں کرنا چاہتی ہیں تو گھر پر ہی سب کچھ ہوسکتا ہے۔ یہ طریقہ کار لوشن سے لے کر وٹامن اور کولیجن پروڈکٹس پر مشتمل ہے اور اس میں کاسمیٹک سرجری بھی شامل ہے۔

اسکن کو کسنے یعنی ٹائٹ رکھنے والی کریم کو آپ ساری زندگی استعمال کریں مگر دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آپ اس کا استعمال کریں یا نہ کریں۔ ایک وقت میں آپ کی عمر آپ کی جلد کو بہرحال متاثر کرے گی۔ دھوپ اور عمر کی بڑھوتری جلد میں کولیجن کو کم کردیتی ہے جو آپ کی جلد کو نرم اور ملائم رکھتا ہے اور ایک بھرپور لک دیتا ہے۔ جیسے جیسے اس کی مقدار کم ہونے لگتی ہے اسی مناسبت سے آپ کو جلد کسنے کے طریقے پر عمل کرنے کی ضرورت پڑنے لگتی ہے۔

بلاشبہ اس میں سب سے بہترین انتخاب کاسمیٹک سرجری ہے۔ خوش قسمتی سے جو خواتین سرجری نہیں کرواسکتیں ان کے لیے کچھ متبادل انتظام ہوگیا ہے۔ مثال کے طور پر بوٹوکس انجکشن ہے جس کو لگادیا جائے تو جلد کھنچ جاتی ہے اور شکنیں دور ہوجاتی ہیں اور بھی دوسرے طریقے ہیں وہ بھی انجکشن کے ذریعے جلد میں ڈالے جاتے ہیں۔ جلد سے لکیریں دور کرنے کے لیے ایڈیوویوز کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس پروسیس کو "تھرمانیج" کہا جاتا ہے۔ ایک اور طریقہ ٹائی ٹین کہلاتا ہے جس میں انفراریڈ شعاعیں استعمال کی جاتی ہیں۔ لیزر ٹیکنالوجی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے اور دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ سرجری میں بھی اس کا استعمال کیا جارہا ہے۔

اس ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھانے سے پہلے کسی ماہر جلد سے لازمی مشورہ کرلیں۔ بہت سے اچھے لوشنز اور کریم پروڈکٹس ہیں جو چہرے اور جسم پر لگائی جائیں تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ سرجری آخری آپشن ہے اور عموماً پیٹ' ران اور فیس لفٹ کے لیے سرجری کروائی جاتی ہے اور اس سے مرد اور عورت دونوں یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

غزل

میرے پرکھے ہوئے دیکھے بھالے ہیں دکھ
عمر کٹھڑی میں میں نے جو ڈالے ہیں دکھ
جس طرح ہو اثاثہ یہی زیست کا
میں نے یوں زندگی بھر سنبھالے ہیں دکھ
جیت کر دل میرا پھر بھری بزم میں
میرے اپنوں نے میرے اچھالے ہیں دکھ
پڑ گئے آبلے روح کے پاؤں میں
میری تقدیر نے یوں اجالے ہیں دکھ
وار دی عمر ساری انہی پر کنول
ساری دنیا سے تیرے نرالے ہیں دکھ

شاعرہ: نازیہ کنول نازی

سالگرہ کے موقع پر ایک نظم

سکوتِ کیف میں کھو کر
لکھے کچھ لفظ روشن سے
تیرے اسلوب سے لے کر
تیرے اشعار کا لہجہ
مجھے محظوظ کرتا ہے
خیالوں اور خوابوں میں
نئی تعبیر کی صورت
فضائے طرب میں ہر دم
جو اترتے ہیں وہ طائر ہو
وہ ان دیکھے جزیروں کے
شبوں کے گھپ اندھیرے میں
چمکتا اک دیا ہو تم
ادب کا پاسباں تم ہو
ادب پر مہرباں تم ہو

تم ایسا چاند ہو جو کہ
اکیلے ہی چمکتا ہے
فلک پر رقص کرتی کرن میں
ہر دم چھپے تم ہو
کڑکتی دھوپ میں چھاؤں
گھنے بادل کا سایہ ہو
تمہیں یہ دن مبارک ہو
تمہیں یہ پل مبارک ہو

شاعرہ: سیدہ ہما شاہ..... پنجاب

چلے آؤ

بڑی بے چین ہستی ہے
کبھی ملنے چلے آؤ
مجھے ہر سانس ڈستی ہے
کبھی ملنے چلے آؤ
بہت مدت ہوئی میں نے
تجھ کو دیکھا نہیں جاناں
نگاہ میری ترستی ہے
کبھی ملنے چلے آؤ
کوئی لمحہ نہیں ہوتا
جو تیری یاد نہ آئے
اس دل پر کیا گزرتی ہے
کبھی ملنے چلے آؤ
تمہارے بعد مجھ کو ہر
گھڑی احساس ہوتا ہے
یہ دل ویران بستی ہے
کبھی ملنے چلے آؤ

انعم حسن گجر..... راولپنڈی

آنچل

قدم قدم پر ملیں بہاروں کی منزلیں تجھ کو
تو یونہی پھولے پھلے تو یونہی رہے شاداں آنچل
تیرا یہ ساتھ تسلسل سے میرے ساتھ رہے
تو میرے ساتھ رہے میرا بن کے رہنما آنچل
ہزار لاکھ ستاروں میں تو چاند جیسا ہے
تیری چمک سے خیرہ ہو جائے یہ جہاں آنچل
محبتوں کے سفر میں تو نہ پائے کبھی غم کوئی
تیری راہوں میں سجے ہر سو کہکشاں آنچل
دعا ہے میری تجھے اتنی بلندیاں ہوں نصیب
ادب کی دنیا کا تو بن جائے آسماں آنچل
خدا کرے تیری پاکیزگی رہے یونہی قائم
ہمارے سروں پہ رہے تو بن کے سائباں آنچل

نزہت جبیں ضیاء..... کراچی

آنچل کے نام

وفائیں کب راس آتی ہیں
شوخ مستانہ موسم
چپ چاپ سا گزر جاتا ہے
ٹھنڈی شوریدہ ہوائیں
میرے ویران آنگن سے
اداسی کی دبیز چادر اوڑھے
دبے پاؤں شہرِ چاہ کی تلاش میں
محوِ سفر ہیں
سرسراتی ٹھنڈی ہوا کی طغیانی
میرے جسم و جاں کو چیرتی روح
کے نہاں خانوں میں
چھپی اداسیوں کا راز جاننا چاہے
اسے کیسے ہم بتلائیں
ہماری آنکھوں میں جو ہر پل
برسات کا سا سماں نظر آتا ہے
میری ادھوری ذات کو غم کا یہی رنگ بھاتا ہے
ہم جیسے اداس لوگوں سے
کب خوشیاں ساتھ نبھاتی ہیں
ہم جیسے بکھرے لوگوں کو
وفائیں کب راس آتی ہیں

سامعہ ملک پرویز..... ٹیکسلا

غزل

جب کہیں بھی علم نکلتے ہیں
خون بہتا ہے غم نکلتے ہیں
خود کو ہم نے سمیٹ رکھا ہے
اپنی منزل پہ ہم نکلتے ہیں
کس سے ملنے کی بات کرتے ہو
لوگ گھر سے تو کم نکلتے ہیں
جسم مدفن ہیں خاک کے اندر
دیکھ! تربت سے غم نکلتے ہیں
میرے دل کی اداس نگری سے
کتنے رنج و الم نکلتے ہیں
روز مرتے ہیں لوگ دنیا میں
کتنے لوگوں کے دم نکلتے ہیں
ان کا جلوہ بھی دیکھ لیں راشد
گھر سے باہر صنم نکلتے ہیں

راشد ترین..... مظفر گڑھ

نظم

میں نے اس سے
اس رات کا تحفہ مانگا تھا
بھیجنے والا
میرا اپنا
اتنا سچا
اتنا سادہ
اس نے اپنے ہاتھ جلائے
لیکن مجھ کو
دھوپ کا تحفہ بھیج دیا ہے

میرا علی...... کراچی

غزل

الفاظ میں پڑ جائے گی جب جان مکمل
لے آئیں گے ہم عشق پہ ایمان مکمل
آئینے میں کھوئی ہوئی ہستی کو وہ ڈھونڈیں
کوئی نہیں اس شہر میں انسان مکمل
بکھرے ہوئے رنگوں میں ہے بکھری ہوئی ہستی
تصویر مکمل ہے نہ انسان مکمل
آ جائے میرا نام تیرے نام کے ساتھ
ہو جائے کسی روز تو پہچان مکمل
ہم غم کی کہانی سے کتابیں نہ بھریں گے
ایک شعر میں کہہ ڈالا ہے دیوان مکمل

کامران خان...... کوہاٹ

نظم

سنو دوست
تم سے بچھڑ کر
وقت سکوں کی مانند گرتا رہا
اور آج اتنی مدت کے بعد بھی
جب بہار کا موسم آیا تو
میری سانسوں میں دھڑکنوں میں
میری راتوں میں برساتوں میں
میری دعاؤں میں وفاؤں میں
میری عبادتوں میں چاہتوں میں
میری آنکھوں میں باتوں میں
میری غمی میں آنسوؤں میں
آج بھی صرف اور صرف
"تم" ہی ہو

شگفتہ خان...... بھلوال

غزل

ضمیر اپنے سے میں کوئی بھی غداری نہیں کرتی
سدا سچ بولتی ہوں میں اداکاری نہیں کرتی
مری کوشش کا ملتا ہے نہیں کوئی صلہ مجھ کو
مگر اس بات کو میں ذہن پر طاری نہیں کرتی
کسی سے دوستی ہو تو اسے دل سے نبھاتی ہوں
کسی کے ساتھ میں کوئی بھی عیاری نہیں کرتی
مجھے جیسا بھی دکھ ہے اس کو اپنے دل میں رکھتی ہوں
کسی سے بات کرتی ہوں مگر ساری نہیں کرتی
کبھی کے واسطے سایا میں بنتی ہوں محبت کا
کسی کی جڑ پر کوئی وار بھی کاری نہیں کرتی
گناہوں سے معافی مانگتی ہوں اس لیے خانم
میں سچی توبہ کرتی ہوں ریاکاری نہیں کرتی

فریدہ خانم...... لاہور

گزارش

میرا تم نام مت لینا
مجھے تم یاد کم کرنا
تمہاری ذات سے میرا یہ بے معنی سا ناتا ہے
مگر کیسے کہیں تم سے؟
کہ
بے معنی سا یہ ناتا میرے اندر دھڑکتا ہے
مجھے یہ زندہ رکھتا ہے
میری اس بات پہ جاناں!
یقین چاہے نہ تم کرنا
فقط اتنی گزارش ہے
میری جاں تم کبھی مجھ سے
تعلق ختم مت کرنا

سپاس گل...... رحیم یار خان

سنو لوگوں

میں جنہیں اپنا بناتی ہوں
انہیں چھوڑا نہیں کرتی
خود تو مٹ جاؤں گی میں
پر ان کے نام اپنے دل سے مٹایا نہیں کرتی
اپنے ہاتھوں میں لیتی ہوں جن کے ہاتھ
ان ہاتھوں کو خود سے جھٹکا نہیں کرتی
محبتوں کے حصول میں ہوں شدت پسند میں
رکھتی ہوں جنہیں اپنا بناتی ہوں انہیں اپنا

(شائستہ اکبر گڈو)

غزل

ساتھ بھی کون دینے والا تھا
درد نے بس مجھے سنبھالا تھا
میں نے دیکھا تھا چاند سا چہرہ
میرے چاروں طرف اجالا تھا
بات کرنے کا مسکرانے کا
اس کا انداز کیا نرالا تھا
وہ کہاں کھو گیا خدا جانے
شہر میں جس کا بول بالا تھا
کتنا مشکل تھا چھپ کے ملنے کا
اس نے جو راستا نکالا تھا
میں جو اتنا ہوں غم زدہ رانا
ہجر کا ایک درد پالا تھا

قدیر رانا...... راولپنڈی

غزل

یہ جو کاندھوں پر سر رکھا ہوا ہے
اسی نے معتبر رکھا ہوا ہے
ہماری خواہشوں کا پیڑ اس نے
ازل سے بے ثمر رکھا ہوا ہے
تھکن سے چور ہوں پر چل رہا ہوں
کہ زیرِ پا سفر رکھا ہوا ہے
ہوائیں طاقچے میں ڈھونڈتی ہیں
دیا دیوار پر رکھا ہوا ہے
تمہاری یاد کا اس دل کے اندر
بسا کر اک نگر رکھا ہوا ہے
نجانے کیا بنانا چاہتے ہو
ہمیں پھر چاک پر رکھا ہوا ہے
میرے مالک نے ہر بندے میں ارشد
کوئی دستِ ہنر رکھا ہوا ہے

ارشد محمود ارشد...... سرگودھا

میمونہ تاج

شمائلہ رباب...... چوآ خالصہ

ہمارے بغیر بھی آباد ہیں ان کی محفلیں وصی
اور ہم نادان سمجھتے تھے کہ محفل کی رونق ہم سے ہے

کرن وفا...... کراچی

ساری لاشیں ٹکڑے ٹکڑے
ساری آنکھیں پُرنم پرنم
محسن ہم اخبار میں گم ہیں
صفحہ صفحہ کالم کالم

مسز نگہت غفار...... کراچی

کبھی یاد آئیں تو پوچھنا ذرا اپنی خلوت شام سے
کہ عشق تھا تیری ذات سے کہ پیار تھا تیرے نام سے
ذرا یاد کر کہ وہ کون تھا جو کبھی تجھے بھی عزیز تھا
وہ جو جی اٹھا تیرے نام سے وہ جو مر مٹا تیرے نام سے

تہمینہ تانی...... کشمیریاں

جو ہوسکے تو بھلا دینا رنجشیں دل کی
کہ محبتوں کا اصول ہے در گزر کرنا
تیرے طرزِ تغافل سے گلہ تو نہیں
ہمیں آتا نہ تھا دلوں میں گھر کرنا

نوشی...... بدر مرجان

اب اس سے ترک تعلق کروں تو مر جاؤں
بدن سے روح کا اس درجہ اشتراک ہوا
نہ پوچھ اپنی طرف لوٹنے کا عمل
کہ میں پہاڑ تھا سمٹا تو مشتِ خاک ہوا

راشدہ شریف چوہدری...... اوکاڑہ

یہ بھی ممکن ہے کسی روز نہ پہچانوں اسے
وہ جو ہر بار نیا بھیس بدل لیتا ہے

بارہا مجھ سے کہا تھا میرے یاروں نے وصی
عشق دریا ہے جو بچوں کو نگل لیتا ہے

عروسہ شہوار...... جہلم

دیکھے ہوئے کسی کو بہت دن گزر گئے
اس دل کی بے بسی کو بہت دن گزر گئے
تیری رفاقتیں تو مقدر میں ہی نہ تھیں
اب اپنی ہی کمی کو بہت دن گزر گئے

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

میں سکون ڈھونڈتا رہا بہاروں میں
حسین وادیوں میں سرمئی نظاروں میں
میں اس کی تلاش میں جا پہنچا نظاروں میں
مگر وہ مجھے ملا قرآن کے تیس پاروں میں

جاناں...... چکوال

میں کیوں اسے پکاروں کہ لوٹ آؤ
کیا اسے خبر نہیں کہ کچھ نہیں میں اس کے بغیر

نورین شفیع شمینہ...... ملتان

مانا کہ تیری چاہت کے قابل نہیں ہم
قدر ان سے پوچھ ہماری جن کو حاصل نہیں ہم

ماریہ تھانوی...... ایبٹ آباد

رات بھر غم کے مصلے پر پڑا رہتا ہوں
ہجر دیتا ہے جب بھی تیرا اذاں شام کے بعد
تُو ہے سورج تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
تُو کسی روز میرے گھر میں اتر شام کے بعد

زمر عطاریہ...... کراچی

یہ زخم محبت کا ہے دکھانا نہ کسی کو
لا کے سرِ بازار میں نیلام کر دیتی ہے دنیا
مرنے کے لیے کرتی ہے مجبور تو لیکن
جینے کے طریقے بھی سکھا دیتی ہے دنیا

سعدیہ اجمل...... قلعہ سیدار سنگھ

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے

زنیرہ طاہر...... بہاولنگر

جسم کی پوجا کو محبت کہتے ہیں آج کے فلسفی
یہی دورِ حاضر کی محبت ہے تو میں جاہل اچھا

مقدس رباب...... چکوال

خدا نصیب کرے ان کو دائمی خوشیاں
عدم وہ لوگ جو ہم کو اداس رکھتے ہیں

نبیلہ لیاقت سونو...... سرگودھا

رفتہ رفتہ زندگی کے حادثے بڑھتے گئے
قربتوں کی اوٹ میں جب فاصلے بڑھتے گئے
پہلے کب تھا شہر میں پینے پلانے کا رواج
غم زیادہ ہو گئے تو مے کدے بڑھتے گئے

مہناز نجم شہزاد...... حیدرآباد سندھ

سارے چراغ بجھے بجھے سے لگتے ہیں
در و دیوار بجھے بجھے سے لگتے ہیں
رات آکر ٹھہر گئی ہے میرے آنگن میں
صبح کے آثار بجھے بجھے سے لگتے ہیں

شہربانو رضا...... میانوالی

ساڈے حال تے ہسدا زمانہ اے
ہر کوئی آکھے دیوانہ اے
کنوں حال دساں دل روگی دا
اتھے ہر بندہ بیگانہ اے

ذشے خان زئی...... کھوڑ

اب پچھتاوں کے سوا کچھ نہیں تمہارے پاس
سب کچھ توڑ کے نگری جو تم نے آباد کی تھی

ہما ایوب شیخ...... عارف والا

وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا اب اس کا حال سنائیں کیا
کوئی مہر نہیں، کوئی قہر نہیں، اب سچا شعر سنائیں کیا
اک آگ غمِ تنہائی کی جو سارے بدن میں پھیل گئی
جب جسم ہی سارا جلتا ہو پھر دامنِ دل کو بچائیں کیا

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

راس آیا نہیں تسکین کا ساحل کوئی
پھر مجھے پیاس کے دریا میں اتارا جائے

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد

دو کے بجائے چائے بنائی ہے ایک کپ
افسوس آج تُو بھی فراموش ہو گیا

عابدہ نسیم...... چیچہ وطنی

اس قدر دنیا کے دکھ اے خوب صورت زندگی
جس طرح تتلی کوئی مکڑی کے جالوں میں رہے

کرن حسین...... پیر بخاری ملتان

وہ کیسا ہم سفر تھا جو میرے درد سے بھی تھا بے خبر
جسے الوداع کہتے کہتے میری جاں تک نکل گئی

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

ترکِ الفت کی قسم بھی کوئی ہوتی ہے قسم
تو کبھی یاد تو کر بھولنے والے مجھ کو
مجھ سے تُو پوچھنے آیا ہے وفا کے معنی
تیری یہ سادہ دلی مار نہ ڈالے مجھ کو

مریم منور گل...... سمندری

اس نے مجھے نہیں بلایا تو رو دیا میں
عجیب ہوں میں میری انا میں عجیب سی ہیں

قرۃ العین پارس...... کراچی

بادشاہی ہو جن کی دل پر وہ یاد آ ہی جاتے ہیں
یوں بھی لوگ آسانی سے حکمرانی چھوڑا نہیں کرتے

(شائستہ اکبر گڈو)

درد کی شدت سے لبریز ہے دل اپنا اے شائستہ
کیا یہ سزا ہے ہمیں اپنی انا کی جیت

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حدیث نبوی ﷺ
مال کی قسمیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ (اپنے مال کے بارے میں) کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے' میرا مال ہے' حالاں کہ اس کے مال میں صرف تین حصے اس کے ہیں' ایک وہ جسے کھا کر اس نے ختم کر دیا' دوسرے وہ جسے پہن کر اس نے پرانا کر دیا' تیسرے وہ جسے اس نے (کسی حاجت مند کو) دے کر (اپنی آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا' اس کے سوا جتنا مال ہے وہ تو جانے والا ہے اور خود اسے دوسرے لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔"

(مسلم)

غیبت کیا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے؟" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ "اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی زیادہ جانتے ہیں۔" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا اس انداز میں ذکر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔" ایک شخص نے عرض کیا کہ "اگر میرے بھائی میں واقعتہً برائی موجود ہے تب بھی یہ غیبت ہے؟" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "اگر اس میں وہ برائی موجود ہو تب تو تم اس برائی کا ذکر کر کے غیبت کے مرتکب ہو گے اور اگر اس میں وہ عیب موجود نہ ہو تو تم بہتان کا ارتکاب کرو گے۔"

(ابوداؤد، ترمذی)

نعت ﷺ

یارب بڑی دیر ہوئی ہے یہ التجا کرتے کرتے
سفر مدینہ کا وسیلہ بن جائے درود مصطفیٰ ﷺ کرتے کرتے
جو راہ حق رکھتی ہے قدم قدم پہ منزل میرے مولا
کاش میں بھی پہنچوں وہاں نعت احمد مجتبیٰ ﷺ پڑھتے پڑھتے
میری خواہشوں کا انبار کیا' میری حسرتوں کا شمار کیا
بس مری روح نکلے در مصطفیٰ پہ صلی علیٰ کرتے کرتے
میں دیکھوں سبز گنبد تو دیکھے ہی جاؤں مسلسل
جی اٹھیں میری آنکھیں شہا ﷺ مرتے مرتے
ان کی لب پاک سے اقرار شفاعت کی دیر ہے بنت حسن
گرمیٔ محشر ہو جائے گی جانفزا بھڑکتے بھڑکتے

زیڈ این پاکیزہ سحر۔ سکھر

دعا

یااللہ میں تجھ سے مانگتی ہوں۔ ایسی معافی جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو ایسی ہدایت جس کے بعد کوئی گمراہی نہ ہو ایسی رضا جس کے بعد تیری ناراضگی نہ ہو۔ ایسی رحمت جس کے بعد عذاب نہ ہو ایسی کامیابی جس کے بعد ناکامی نہ ہو ایسی عزت جس کے بعد بے عزتی نہ ہو۔ ایسی خوشی جس کے بعد بھی کوئی غم نہ ہو۔ پر یہ سب کچھ مجھ سے پہلے اس پڑھنے والے کو عطا کرنا۔ آمین

طیبہ نذیر...... شادیوال

لیکچر

وہ ٹیچر تھا' مگر اس کی سمجھ آئی نہ تھی
کہ ٹائم پاس کا عالم رہا پڑھائی نہ تھی
کہ تھیوریاں تھیں' کانسپٹ تھے لاز بھی تھے مگر
پڑھانے والے میں سب کچھ بس پڑھائی نہ تھی
دوران لیکچر اس کے ہاتھ میں تھی ایک قلم
قلم بھی وہ جو بورڈ پر کبھی چلائی نہ تھی
کسے لتاڑتا رہا تھا وہ ڈانٹتا ہوا
ڈانٹ سب نے سنی' شرم مگر آئی نہ تھی
پھر بھی یہ حال کہ سوئے ہوئے گزرا لیکچر
کہ نیند اتنی گہری اس سے پہلے آئی نہ تھی

راشدہ شریف چوہدری...... اوکاڑہ

یادگار لمحے

......جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (حدیث نبوی)

......ماں سے پڑھ کر کوئی استاد نہیں۔ (افلاطون)

......ماں کی آغوش انسان کی پہلی درس گاہ ہے۔ (ارسطو)

......میری ماں کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ (ابراہم لنکن)

......ایک بچے کے لیے ماں کی محبت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ (اگاتھا کرسٹی)

......میری ماں دنیا کی سب سے خوب صورت عورت تھی میں جو کچھ بھی ہوں ان کی وجہ سے ہوں۔ (جارج واشنگٹن)

......جب آپ ماں ہوتی ہیں تو خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتیں۔ (صوفیہ لارین)

......ماں کا دل ایک ایسا بینک ہے جہاں ہم اپنی تمام پریشانیاں اور دکھ جمع کرا دیتے ہیں۔

......پوری دنیا میں حسین ترین بچہ ایک ہے اور ہر ماں کے پاس حسین ترین بچہ موجود ہے۔ (چینی کہاوت)

......آسمان کا بہترین اور آخری تحفہ ماں ہے اس کی دل سے قدر کرو۔ (جان ملٹن)

......سب سے اچھے سلوک کی حق دار تمہاری ماں ہے۔ (رسول پاک ﷺ)

نگہت غفار...... کراچی

چار خلیفہ چار اقوال

ا:۔ ایسے شخص کو دوست رکھو جو نیکی کر کے بھول جائے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

۲:۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھو مگر موت کی آرزو کبھی نہ کرو۔ (حضرت عمرؓ)

۳:۔ انسان زبان کے پردے میں چھپا ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

۴:۔ ہمیشہ سچ بولو تاکہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ (حضرت علیؓ)

فائزہ اظہر...... حب چوکی

اچھی بات

روز و شب بامقصد طریقے سے گزارو۔ ورنہ ایسے گر جاؤ گے جیسے سوکھے پتے درخت سے گرتے ہیں۔

بنت حسن .... سکھر

وقت کی قدر

وقت کسی کی میراث نہیں' وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا' لوگ کہتے ہیں وقت گزر جاتا ہے' جی نہیں ہم گزر جاتے ہیں' وقت کو استعمال کرنے کی عادت ڈالو' وقت کی اپنی زندگی ہے۔

الفت زہرہ...... خانیوال

کس قدر حسین ہے وہ

دل: جس پر اللہ کا ذکر ہو۔
آنکھ: جس میں حیا ہو۔
زبان: جس پر کسی کے لیے دعا ہو۔
ہاتھ: جس سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔
قدم: جو کسی غریب کی مدد کے لیے اٹھے۔
کام: جس سے دوسرے بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔
عمل: جو آخرت کے لیے فائدہ مند ہو۔
ہاتھ: جس میں تلوار لے کر جہاد کے لیے نکلے۔
دعا: اے اللہ! ہمیں بھی ایسا بنا دے۔

ہما ایوب شیخ...... عارف والا

سنہری بات

آسان زندگی میں نماز پڑھنا جتنا دشوار ہوتا ہے ایک نماز دشوار زندگی کو اتنا ہی آسان بنا دیتی ہے۔

نورین شفیع...... ملتان

جواہر پارے

آزمایا جاتا ہے' بہادر مقابلے کے وقت۔
مستقل مزاج' مصیبت کے وقت۔
امانت دار' مفلسی کے وقت۔
عورت کی محبت' فاقہ کے وقت۔
دوست' ضرورت کے وقت۔
بردبار' غصہ کے وقت۔
شریف' معاملہ ٹوٹنے کے وقت۔

شگفتہ خان...... بھلوال

ورد زبان

اللہ: جو روزانہ اسم اللہ کا ورد کثرت سے کرے گا اللہ اس کے دل کے تمام شکوک و شبہات دور کرے گا اور دل کو اعتماد اور یقین نصیب کرے گا اور جو مریض لاعلاج اس کا ورد کرے گا اس کو صحت اور شفاعت نصیب ہوگی۔

الرحمن: جو شخص ہر نماز کے بعد اس اسم کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سختی اور غفلت نکال دے گا۔ اس کا حافظہ قوی ہو جائے گا۔

السلام! جو شخص اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھے گا۔ اللہ اس کو تمام آفتوں سے دور رکھے گا۔
القدوس! اس اسم کا روزانہ ورد تمام فکرات سے آزاد کرے گا۔
المومن! خوف اور ڈر میں اس اسم کو کثرت سے پڑھا جائے تو خوف جاتا رہے گا۔

مقدس رباب..... چکوال

زبان

❖ عقل مند شخص وہ ہے کہ جو اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے۔ (افلاطون)
❖ جب آدمی بہت زیادہ سوچنے لگتا ہے تو سوچ کا آدھا قتل ہو جاتا ہے۔ (خلیل جبران)
❖ تلخ لہجہ تلوار کا اثر رکھتا ہے۔ (شیکسپیئر)
باتونی لوگوں کی زبان ان کے قابو میں نہیں رہتی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بولتے ہیں۔ (لموتھی)
❖ زیادہ باتونی شخص پڑھنے کی طرف کم توجہ دیتا ہے۔ (ارسطو)

عابدہ نسیم..... چیچہ وطنی

خوب صورت بات

اپنا غم کسی دوسرے کو مت سناؤ کیونکہ اس سے دشمن خوش، دوست پریشان اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

عروج فتح..... کراچی

آنچل کے نام

آنچل میں چھپانا چراغ کوئی
میری آرزو کوئی تیرا گلاب کوئی
تیرا ساتھ کوئی تیرے پاس کوئی
میری آس تو ہی میرے پاس تو ہی

ثمینہ کوثر..... میاں چنوں

خوب صورت بات

دعا مانگتے رہو کیونکہ دعا گناہوں کے داغ ایسے مٹاتی ہے جیسے راہ آب اپنے نشانات۔

زیڈ این پاکیزہ سحر..... سکھر

انمول موتی

۞ دوستی ایک ایسا نایاب پتھر ہے جس کی کوئی قیمت نہیں۔
۞ دوست وہ ہے جو آپ کی خوشیوں میں خوش اور جب آپ دکھی ہوں تو آپ کو خوش کرنے کی کوشش کرے۔
۞ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ عرش ہلا دیتی ہے۔
۞ ماں ایسی ہستی ہے جو خود دھوپ میں رہ کر بھی اپنے بچوں کو سایہ دیتی ہے کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو۔

صائمہ طاہر سومرو..... حیدر آباد

علامہ اقبال شکوہ میں

حشر کے روز میں بے خوف گھس جاؤں گا جنت میں
وہیں سے آئے تھے آدمؑ وہ میرے باپ کا گھر ہے

علامہ اقبال جواب شکوہ میں

ان اعمال کے ساتھ تو جنت کا طلب گار ہے کیا
وہیں سے نکالے گئے تھے آدمؑ تو تیری اوقات ہے کیا

زہرہ دلدار..... پنڈوڑی

حکایت

کسی کو اس کی ذات اور لباس کی وجہ سے کم تر نہ سمجھ۔ کیونکہ تجھ کو دینے والی اور اس کو دینے والی ذات ایک ہی ہے اور وہ کسی کی محتاج نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت۔ جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دینے کے بعد واپس لیتا ہے۔ سب اس کی مرضی ہے اس لیے اس کی رضا میں راضی رہنے والے خدا کو بھی محبوب ہے۔

مدیحہ شبیر..... تلگذر

تلقین

دیکھ مجھ کو بھول بھی جاؤ
اتنی بات دھیان میں رکھنا
اپنا آپ پہچان میں رکھنا

حمیرا علی..... کراچی

سپردگی

اس کا سب
کچھ میرا ہے
سوائے "اس" کے.....!

نوشین اقبال نوشی..... بدر مرجان

روشن ستارے

☆ دنیا کی سب سے بڑی مسرت یہ ہے کہ آپ وہ کام

کر دکھائیں جس کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں آپ نہیں کر پائیں گے۔
☆ آسمان پر نگاہ رکھو لیکن یہ مت بھولو کہ پاؤں زمین پر ہی رہیں گے۔
☆ فضول بحث بہترین دوست سے جدا کر دیتی ہے۔
☆ آپ جنت نہ مانگو بلکہ دنیا میں ایسے اچھے کام کرو کہ جنت آپ کو مانگے۔
☆ غلطی مان لینے سے انسان کا ذہنی بوجھ کم ہو جاتا ہے۔
☆ خاموشی بغیر تخت کے بادشاہی ہے۔

نبیلہ اسلام..... سرگودھا

انمول موتی

۞ تکبر کو توڑنا چاہتے ہو تو غریب مفلس لوگوں کو سلام کرو۔
۞ دنیا میں آئے ہو تو ان لوگوں کے لیے ضرور کچھ کرنا جو تمہارے آنے پر خوش ہوئے تھے۔
۞ غریب کے مکان کے ملبے پر بننے والے تاج محل بہت جلد گر جایا کرتے ہیں۔
۞ جس کنویں سے پانی پیو اس کے بنانے والے کو ضرور یاد کرو۔
۞ چہرے پڑھنا سب سے مفید اور دلچسپ مشغلہ ہے۔
۞ مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔
۞ خوش مزاج آدمی پژمردہ دلوں کی دوا ہے۔
۞ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جا سکتا۔
۞ جب عہدے بغیر اہلیت کے دیے جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔
۞ کامیابی کا راز ہر حالت کے لیے تیار رہنا ہے۔

سمیرا ادریس..... کوٹ رادھا کشن

رشتے

رشتوں کی مضبوطی ایک دوسرے کی برائیوں کو برداشت کرنے میں ہے۔ بے عیب رشتے تلاش کرو گے تو دنیا میں اکیلے رہ جاؤ گے۔

ثمرہ محمود..... بانی اے کے

ضرورت

خوشیوں کی چہکار اور قہقہوں کی جگمگاہٹ میں میں ایسے اداس اور غمگین چہرے تلاش کرتی ہوں جنہیں میری ضرورت ہوتی ہے مگر اس دنیا کی بھیڑ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میری طرف دیکھے اور سوچے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔

مریم منور گل..... سمندری

نظم

اسے کہنا
اگر آئے تو
ساتھ اپنے
کوئی جگنو کوئی تارہ بھی لے آئے
کہ میرا دل
میرے گھر کی طرح
تاریک رہتا ہے

کامران خان..... کوہاٹ

اک بات مگر چھوٹی سی

بعض دفعہ چھوٹے سے چھوٹا زخم کتنی تکلیف دیتا ہے اور ہم اس چھوٹی سی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور پھر زندگی میں ایسا لمحہ آتا ہے کہ بعض دفعہ بہت بڑا زخم اس چھوٹے زخم سے سو گناہ زیادہ تکلیف دیتا ہے اور ہم اسے سہنے پر مجبور ہوتے ہیں اور حیرت کی بات دیکھو ہم اسے سہہ بھی لیتے ہیں اس لیے کہ ہمیں زندگی میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی تلخیوں کو برداشت کرنا سیکھیں۔ تاکہ آئندہ زندگی ہمیں کچھ برداشت کرنے کے لیے تکلیف نہ اٹھانا پڑے۔

نورین شفیع..... ملتان

انتباہ

ماہنامہ آنچل میں شائع کیے جانے والے فرمان الٰہی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ادارہ مستند حوالوں کے ساتھ خود شائع کرتا ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ کوئی بھی فرمان الٰہی و احادیث ادارے ارسال کرنے سے گریز کریں۔

ادارہ

29 تاریخ کو ملا۔ سب سے پہلے سرمشتاق کا دانش کدہ پڑھا پھر قیصر آرا آنٹی کی سرگوشیاں پڑھیں اور پھر چھلانگ لگا کر اپنی موسٹ فیورٹ کہانی کی طرف لپکے۔ واہ نازی جی کیا کہنے ہیں آپ کے ناول زن اور پلیز اس کا اینڈ اچھا کیجیے گا۔ آپ کی شاعری بہت اچھی ہوتی ہے۔ سمیرا شریف طور آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آپ کی کہانیاں مجھے بہت پسند ہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" بہت زبردست جارہی ہے۔ اس میں دادو کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ عشنا کوثر سردار آپ کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں۔ آپ کے پاس تو لفظوں کا جال ہے ناول زن۔ عفت سحر طاہر کا مکمل ناول "تیرے ہمراہ چلنا ہے" بہت پسند آیا۔ آنچل کے باقی سب سلسلے بھی بہت اچھے ہیں۔ میری سب رائٹروں کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور زیادہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آنچل بہت ترقی کرے۔ قیصر آرا آنٹی سے ملنے کی بہت خواہش ہے آپ کے بولنے کا انداز بہت ہی خوب صورت ہے۔ میں پہلی بار کسی رسالے میں لکھ رہی ہوں۔ آخر میں میری طرف سے میری بہنوں، کزنوں، دوستوں اور ٹیچروں کو بہت سلام۔ اگر موقع ملا تو پھر حاضر ہوں گے اللہ حافظ۔

☆ہم آپ کو آنچل فیملی کا حصہ بننے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔

عائشہ کرن صدیقی ۔۔۔۔ ڈیرہ غازی خان۔ سب سے پہلے آنچل میں لکھنے والیوں اور پڑھنے والیوں کو میرا محبت بھرا سلام قبول ہو۔ امید کرتی ہوں آپ سب ٹھیک ہوں گے۔ آنچل سے میرا تعلق بارہ سال کی عمر میں ہوا تھا پھر یہ اتنا اچھا لگا کہ اسے پڑھے بغیر زندگی نہیں گزرتی۔ مزے یاد آیا کہ آنچل میں پہلی بار آئی ہوں اس امید کے ساتھ کہ آپ میرے بہت ہی پیارے سے لکھے گئے خط کو ردی کی ٹوکری میں شامل مت کرنا۔ ہاں جی تو اب بات ہو جائے ہمارے پیارے سے آنچل کی سب سے پہلے ابتدا "سرگوشیاں" پھر "حمد و نعت" سے اور اس کے بعد دوڑ لگاتے ہیں دوست کا پیغام آئے تک۔ آنچل کے سب سلسلے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ سلسلے وار ناولوں کی تو کیا بات ہے۔ میں نازی آپی سے کہنا چاہوں گی پلیز ایپا جی! اس میں کسی کو مت ماریے گا۔ سب رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اللہ انہیں اور کامیابی عطا فرمائے تاکہ یہ اور اچھا سے اچھا لکھیں۔ "اور کچھ خواب" میں عشنا جی مجھے سمارہ کا تعلق کی سمجھ نہیں آتی کیا ہے یہ انسان پلیز آپ جلدی سے اس کا اینڈ کریں۔ نازیہ کنول نازی، اقرا صغیر احمد، عشنا کوثر سردار، سمیرا شریف طور، سمیرا اکرام، سباس گل، عارفہ سعید، عائشہ خان، عفت سحر طاہر، نمیرہ احمد، عمیرا احمد، عروسہ عالم، ریشم غزل، نزہت جبیں ضیاء، سعدیہ غزل، سمیرا علی کس کس کا نام لوں اور سعادیہ فاطمہ رضوی آپ کا کیا قصور ہے جو آپ کا نام نہیں لیا اور ماہا ملک سب میری فیورٹ رائٹرز ہیں۔ نازی آپی اور سمیرا جانی آپ کی میں فین ہوں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو عروج عطا فرمائے۔ لگتا ہے خط کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا۔ او کے جا رہی ہوں ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر مکمل تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی پلیز شہلا آپی میرا خط ضرور ضرور شائع کیجیے گا پلیز پلیز ... اللہ حافظ۔

☆عائشہ! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ نے یہ غلطی کی ہے کہ تبصرے کے ہی صفحے پر یادگار لمحے لکھے اس لیے صرف تبصرہ ہی شائع کیا جا رہا ہے۔

شــاہ ونــدوهــاڑی۔ السلام علیکم! آپی کیسی ہیں؟ میں آنچل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں، خوش آمدید کہیں گی۔ میں آنچل تو کب سے پڑھ رہی ہوں لیکن شرکت پہلی بار کر رہی ہوں۔ میں تقریباً سارے رسالے پڑھتی ہوں لیکن آنچل کے معیار کا کوئی نہیں۔ ساری رائٹرز زبردست لکھتی ہیں۔ اس ماہ کے آنچل پر تبصرہ نہیں کروں گی کیونکہ امید نہیں ہے کہ میرا تبصرہ اشاعت کے قابل ہوگا۔ آپی! میں اپنی دوست کا تعارف بھیج رہی ہوں آپ نوک پلک سنوار کر غلطیاں نکالنے کے بعد اشاعت کے قابل بنا دیجیے گا۔ اللہ حافظ۔

☆خوش آمدید آپ کا تعارف باری آنے پر شائع کر دیا جائے گا۔

ای میل سے موصول ہونے والے خطوط:

سدرہ فیض ۔۔۔۔ مقام نامعلوم۔ میرا نام سدرہ فیض ہے۔ پہلی دفعہ ای میل بھیج رہی ہوں۔ آنچل بہت ہی اچھا ہے اس میں کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ ان سے انسان کو سبق بھی ملتا ہے۔ اپریل کا آنچل تو بہت مزے کا تھا۔ شادی سے پہلے بھی آنچل پڑھتی تھی لیکن اب بہت پڑھتی ہوں۔ آخر میں یہی کہوں گی آنچل کو یونہی بڑھتے رہے بہت آگے تک جائے گا آنچل۔ سب کو سلام خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو۔

نوسیمہ ۔۔۔۔ آزاد کشمیر، میرپور۔ السلام علیکم! مجھے آنچل بہت پسند ہے۔ خاص طور پر نازیہ کنول نازی کی کہانی "پتھروں کی پلکوں پر" میری نازی آپی سے درخواست ہے کہ پلیز اختتام اچھا کیجیے گا۔ اقرا صغیر اور عشنا آپی بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ والسلام۔

دیبہ زبیر ۔۔۔۔ کراچی۔ السلام علیکم! پہلے بھی بہت بار میل کر چکی ہوں لیکن کبھی شائع نہیں ہوئی امید ہے کہ اس بار مجھے آنچل میں جگہ ضرور مل جائے گی۔ ٹائٹل بہت اچھا لگا۔ اقرا آپی کی کہانی اب تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ طغرل اور پری کے ایک ساتھ ہی عمدہ جملے ہوتے ہیں۔ عفت سحر کا نیا سلسلے وار ناول اچھا لگا۔ بہت ہی خوب! مزا آ رہا ہے پڑھ کر۔ موی اور عیسیٰ کی ماں کا کردار مزے کا ہے۔ عشنا کوثر کی تو کیا بات ہے۔ اللہ کا شکر کہ پارسا کا راز تو کھلا۔ عدن بہت ہی اچھا ہے۔ تانیا کے ہاتھ ڈائری لگنے سے بہت سے راز آشکار ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ عشنا جی آپ کو سلام ہے۔ اب آتے ہیں آنچل کے سپرہٹ ناول کی طرف یعنی "پتھروں کی پلکوں پر" نازیہ جی! کیا بات ہے آپ کی بہت ہی اچھا اور عمدہ ناول ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ ساتول اور ماہزلہ الگ ہو جائیں گے لیکن پلیز آپ خوشی کے مند کا ختم کیجیے۔ شاہ زر بے چارہ بہت صبر والا ہے اور عباد کا کیا قصور ہے؟ پلیز صائقہ کو اینڈ میں اذلان حیدر کے ساتھ نہ کیجیے گا۔ عباد کے ساتھ سراسر ظلم ہے یہ تو۔ شجاع اور ماہا کو بھی اب ایک ساتھ کر دیں۔ باقی ناول بہت اچھا ہے میں آپ کو سلیوٹ پیش کرتی ہوں باقی تبصرہ آئندہ ماہ اللہ حافظ۔

آپ سب اپنا بہت خیال رکھیے گا اور اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتے ہیں کہ جہاں رہیں ہمیشہ خوش رہیں۔ آمین

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

عروج فہیم، کراچی۔ افشاں پروین، گجرات۔ نائیلہ خان نیلو، کراچی۔ فرح طاہر قریشی، ملتان۔ مہرگل ملائکہ گل، کورنگی کراچی۔ رابعہ بصری ملک، ڈولہ کینٹ۔ فائزہ اللہ رکھا کوٹ غلام محمد۔ فوزیہ سلطانہ جونی تونسہ شریف۔ دعا ہاشمی، فیصل آباد۔

ہما احمد

قارئین کرام

السلام علیکم! آپ سب سے ایک گزارش ہے کہ آپ پیغامات کو مختصر اور جامع لکھا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین شریک محفل ہو سکیں امید ہے کہ آپ سب ادارے سے تعاون فرمائے گی۔

والسلام ہما احمد

مرحومہ فرحت آپی کے نام

السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ او ماشاء اللہ آپ تو جنت کے خوب صورت باغ میں بیٹھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں بہت خوش نظر آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ایسے ہی ہنستا مسکراتا اور خوش رکھے آمین۔ آپی آج تو آنچل کی سالگرہ ہے اور آپا قیصر نے آپ کے آنچل کو کتنا خوب صورت بنا دیا ہے۔ کیسے خوب صورت رنگ برنگے ستارے لگائے ہیں اور آپا قیصر، انکل مشتاق، طاہر بھائی، شہلا عامر، جویریہ طاہر پورا اسٹاف آنچل کے رائٹرز قارئین سب اس خوشی کے موقعے پر آپ کی کمی شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ آپی آج آپ کی روح بہت خوش اور مطمئن ہوگی کہ آپ کے آنچل نے ایک اور کامیابی کا سال گزار لیا ہے۔ ان شاء اللہ آنچل ایسے ہزاروں سال گزارے، آمین۔ قارئین رائٹرز آپ کو بھی آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔

شمیم ناز صدیقی ۔۔۔ مقام نامعلوم

پیاری آپی فرحت کے نام

کیسے کیسے گوہر نایاب مٹی میں ملے\
کتنے اجلے تھے ہمارے خواب مٹی میں ملے\
جن کی خاطر ہم نے سمجھوتا کیا تھا زیست سے\
وہ عزیز و دوست، وہ احباب مٹی میں ملے\
زندگی میں جن کے دم سے رونق و مسکان تھی\
ہنستے مسکراتے وہ شباب مٹی میں ملے\
پیار، مروت، خلوص اور چاہتیں سب رنگیں\
کیسے کیسے رنگ کے گلاب مٹی میں ملے

زنیرہ طاہر ۔۔۔ بہاولنگر

آنچل فرینڈز کے نام

بہتے ہوئے اشکوں کی روانی میں مرے ہیں\
کچھ خواب سہرے عین جوانی میں مرے ہیں\
قبروں میں نہیں ہم کو کتابوں میں اتارو\
ہم لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں

اسٹاف آف آل آنچل سے وابستہ تمام بہنوں کو پر خلوص دعاؤں اور سلام اس کے بعد "پتھروں کی پلکوں پر" ان شاء اللہ ماہ جولائی میں اختتام پذیر ہو رہا ہے اس ناول کے لیے آپ کی پسندیدگی اور محبت کا قرض ان شاء اللہ فرصت میں اتاروں گی فی الحال پچھلے دو ماہ سے بہاولپور میں مقیم ہوں کیونکہ ماہ مئی میں میری مما کا علاج مکمل ہو رہا ہے آپ سب کی پرخلوص دعاؤں کی تا حال قرض دار اور طلب گار ہوں کہ میری مما ہی میری زندگی کی واحد مقصد ہیں۔ ڈیئر عائشہ طفیل آپ کی دیوانگی کا شکریہ کیسے ادا کروں میری تمام کتب خرید کر اور ہر تحریر کو ڈائری کی زینت بنا کر آپ نے تو اپنا مقروض کر دیا ہے بے حد شکریہ اس محبت کے لیے۔ ڈیئر مہتاب شاہ آنچل کے توسط سے آپ کا خط مجھے مل گیا آپ کے پرخلوص جذبات کا بے حد شکریہ۔ صائمہ یوسف راجہ واچک آپ کی محبت بے مثال ہے کیا کہوں اس پر کچھ سمجھ نہیں آ رہی بے حد شکریہ میری جان۔ مقدس رباب چکوال مما کے لیے آپ کے پرخلوص جذبات اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔ زنیرہ طاہر بہاولنگر میں نے ریڈیو چھوڑ دیا ہے یار مدت ہوئی اپنی یہ دنیا آباد کیے۔ سیدہ شاہدہ آپ آنچل کی معرفت خط لکھ سکتی ہیں۔ زاہدہ ملک آپ میری بہت پیاری دوست ہیں پلیز مجھ سے بدگمان مت ہوں۔ نرجس رانی آپ کی محبت ہم نے قیمتی اثاثے کی طرح دل میں سنبھال رکھی ہے بالکل ویسے ہی جیسے پروین افضل شاہین، دعا خٹک میانوالی، شمائلہ اکرام، سدرہ اسلم، ایمان اور عائشہ کی محبت سنبھال رکھی ہے۔ پیاری نجم انجم آپ کی فرمائش پر فرحت آرا آپا کی زندگی پر ضرور لکھوں گی بس ذرا وقت کو ہم پر رحم آ جائے اپنی محبت اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام نازیہ کنول نازی

پیارے آنچل اور فرینڈز کے نام

بہت پیارے آنچل اور تمام آنچل فرینڈز کے لیے دل کی گہرائیوں سے یہ دعا ہے کہ:

سارے جہاں کی خوشیاں اس کا نصیب کر دے\
ہنستا رہے سدا وہ اسے خوش نصیب کر دے\
کبھی دل نہ اس کا ٹوٹے کبھی چوٹ وہ نہ کھائے\
اس کو وفا کے یارب اتنا قریب کر دے\
اس کے لبوں پہ یارب سدا مسکراہٹیں ہوں\
قسمت میں اس کے تنہا میرے حبیب کر دے\
چل کر جہاں بھی جائے پھولوں کے راستے ہوں\
منزل ہر خوشی کی اس کے قریب کر دے

آمین ثم آمین۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب!

شگفتہ خان ۔۔۔۔ بھلوال

آپی قیصر آرا اور قاری بہنوں کے نام

قیصر آپی آداب! سب سے پہلے آپ کو تمام آنچل اسٹاف سمیت آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ہماری طرح یقیناً آپ کو بھی فرحت آپی (مرحومہ) کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہوگی کی ملیے آپی کے بغیر تو آنچل اداس لگتا ہے جیسے خوشبو کے بغیر

پھول ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور میری طرف سے سب قاری بہنوں کو بھی آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنچل یونہی ہمارے سروں پر سایہ فگن رہے اور دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے' آمین۔ Happy Birth day to you My dear Aanchal

مقدس رباب ... چکوال

نازیہ کنول نازی کے نام

پیاری بہنا! آپ کے افسانے اور ناول دل کو چھو لیتے ہیں' آپ کا قسط وار ناول شروع کرلیں تو اگلی قسط کا شدت سے انتظار شروع ہوجاتا ہے۔ آپ کے قلم میں جادو ہے' ہم بہاولنگر والوں کو فخر ہے کہ اس کی تحصیل ہارون آباد میں ایک بہت بڑی رائٹر رہائش پذیر ہیں۔ آپ سے جب بھی بات ہوتی ہے دل کی گھنٹیاں بج اٹھتی ہیں۔ دل چاہتا ہے آپ سے بات کرتی ہی رہوں۔

پروین افضل شاہین... بہاولنگر

میرے عزیز ترین بہن' بھائی اور بچے

اللہ تعالیٰ آپ سب کو لمبی عمر' مکمل صحت' دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازے' آمین۔ سب سے پہلے میں ماہنامہ آنچل کی قیصرآرا' طاہر احمد اور تمام اسٹاف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ میرے ایسے کٹھن اور عظیم ترین غم میں آپ لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں میرے مرحوم شوہر کے لیے مغفرت کی دعا کی اور ہم سب کے ان اذیت ناک لمحات میں ہمارا ساتھ دیا' اللہ پاک آپ سب کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے' آمین۔ اب میں اپنے بہن بھائی دوستوں اور بچوں کو ڈھیروں دعائیں دیتی ہوں' جن کی یاد بیشک عرصے سے کم ہوگئی تھی' ختم نہیں ہوئی تھی۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پھر سے سب کے ساتھ رہوں گی۔ بس میرے لیے دعا کریں آپ سب کی دعاؤں کی شدید ترین ضرورت ہے' میری صحت کے لیے (سب کے بعد) ضرور دعائیں کریں' اللہ پاک قبول کرنے والا ہے۔ جن ہمدرد اور اپنوں نے مجھے تعزیتی فون کیے ہیں' طبیعت خرابی کی وجہ سے اس وقت ان کے نام نہیں لکھ رہی ہوں' ان شاء اللہ آئندہ لکھوں گی۔ دعا گو آپ کی اپنی۔

مسز نگہت غفار.....کراچی

مریم ثناء اللہ (فرام غلام محمد آباد کے نام)

سلام! مریم ڈیئر ثناؤ کیسی ہو؟ مجھے امید ہے تم ٹھیک ہوگی۔ آج مجھے آنچل میں لکھتے ہوئے تین سال ہوچکے ہیں۔ مانا کہ اس دوران میں نے تمہارے نام آنچل میں کوئی پیغام' کوئی لیٹر نہیں لکھا لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میں تمہیں یاد نہیں کرتی۔ سوئٹی! تم میری بہت اچھی اینڈ کیوٹ فرینڈ ہو اور ثناؤ کیا ہو رہا ہے آج کل؟ کہاں بزی ہو؟ کہیں شادی وادی تو نہیں کرلی (وہ بھی میرے بغیر)۔ مطلب میری شمولیت کے بغیر۔ ویسے یار! میں جب بھی تم سے مخاطب ہوتی ہوں تو مجھے کالج لائف بہت شدت سے یاد آنے لگتی ہے۔ پتا نہیں کیوں؟

ویسے وہ دن میرے لیے بہت خاص دن تھا تمہیں یاد ہے جب ہمارا سارا گروپ فری پیریڈ میں ایک جگہ اکٹھا ہوجایا کرتا تھا اور ہم لوگ خوب موج مستی کیا کرتے تھے' کبھی کلاس اٹینڈ کرنا کبھی نہ کرنا۔ فل انجوائے منٹ تھی۔ کاش وہ دن واپس لوٹ آئیں میری زندگی کے حسین ترین دن تھے وہ۔ میں کالج لائف کو بہت یاد کررہی ہوں اور تمہیں بھی۔ آئی ایم شور تم بھی مجھے یاد کررہی ہوگی۔ ہے ناں؟ اوکے اللہ حافظ۔

شائلہ اکرم..... فیصل آباد

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم نازی جی! کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ میں آپ کی لکھی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ آپ کی امی کے متعلق پڑھا اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرمائے۔ میرے اس خط کا جواب ضرور دیں' آپ کی کہانی "پتھروں کی پلکوں پر" بہت زبردست جارہی ہے۔ اس ماہ میں نے سب سے پہلے آپ کی کاوش پڑھی۔ اللہ آپ کو مزید کامیابی عطا فرمائے۔ آخر میں آپ کے لیے اور آپ کی امی جان کے لیے ڈھیروں سلام اور دعائیں۔

اقراء تسیم اور طاہرہ تسیم...... جہانیاں

پیاری کزنز عمارہ اور سارہ کے نام

السلام علیکم! عمارہ بدتمیز کی بچی کی بچی کی نانی! کب آؤ گی میں تو تمہارا انتظار کرکر کے تھک گئی ہوں۔ شدت سے یاد آرہی ہو ایک تو تم آتی بھی صدیوں بعد ہو۔ سارا پلیز! سوری مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں تمہارے برتھ ڈے پر تمہیں وش نہیں کرسکی۔ تم ناراض ہو اور ناراض ہونا تمہارا حق بھی بنتا ہے لیکن مجھے بھی تو سمجھو نا۔ میں بھول گئی تھی اب کیا کروں انسان ہے ہی بھلکڑ۔ ایم رئیلی سوری! چلو اب تمہیں برتھ ڈے وش کرلیتی ہوں ہیپی برتھ ڈے سارہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اب برتھ ڈے تو میں نے تمہیں وش کردیا اب جلدی سے کیک اپنے ہاتھوں سے بناؤ۔ اب مجھے اجازت دو (کچھ اور نہ سمجھا جائے کی اجازت مانگ رہی ہوں) اللہ حافظ۔

اسماء کرن..... کلورکوٹ

صرف اور صرف آنچل اسٹاف کے لیے

السلام علیکم جی! سب سے پہلے تو جی آپ سب کا بہت بہت شکریہ جو آپ نے آنچل جیسا رسالہ نکالا۔ آنچل بہت ہی اچھا رسالہ ہے سب کو بہت کچھ سیکھنے کے لیے ملتا ہے۔ صاف ستھرا' تفریحی ادب ہے۔ جی واقعی آپ سب اور سب رائٹرز آنچل کو بہت ہی اچھی طرح آگے بڑھا رہی ہیں۔ آنچل کی تمام کہانیاں بہت اچھی ہیں۔ ڈاکٹر ہاشم مرزا صاحب کا بھی بہت بہت شکریہ ہمیں تو 50 روپے میں ڈاکٹر صاحب کے مشورے' بیوٹی ٹپس وغیرہ وغیرہ سب ہی مفت میں مل جاتے ہیں۔ نا تو ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی پارلر جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ سب کچھ آنچل سے ہی مل جاتا ہے' واہ جی واہ! آنچل زندہ باد۔ اوکے جی اب اجازت اللہ آپ کو خوش رکھے' اللہ حافظ۔

عظمیٰ احمد..... میانہ گوندل

شہلا لودھا اور اریبہ شاہ کے نام

السلام علیکم شہلا! کیسی ہو آپ؟ مائی ڈیئر کزن! کیوں اتنی اداس رہتی ہو؟ میں ہوں نا آپ کے ساتھ۔ میں آپ کو صرف ہنستی مسکراتی دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ ایسی لڑکیوں سے دوستی کیا کروں جو آپ کے خلوص اور دوستی کے قابل ہوں۔ مجھے آپ اداس بالکل اچھی نہیں لگتیں اور فوزیہ میڈم! آپ تو دل کے قریب ہیں۔ آپ جیو ہزاروں سال ہمیشہ بھائی وسیم کے سنگ۔ اریبہ جی! آپ کو کس بدتمیز نے کہہ دیا ہم آپ کے اعتبار کو توڑ دیں گے۔ بالکل نہیں میں اپنی اریبہ شاہ کو کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گی' یہ وعدہ ہے آپ کی صنم ناز کا۔ اچھا جی! آپ ہمیشہ خوش رہیں آمین اور اپنی پیاری سی کیوٹ سی دوست کو اجازت دیں۔

صنم ناز . گوجرانوالہ

جان سے پیاری آپی نیلم سلیم کے نام

السلام علیکم آپی! آپ کو اور بھائی کو میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو کہ اللہ نے آپ کے گھر میں گلاب سی کسوئی کو پیدا کیا۔ اللہ کسوئی کی عمر دراز کرے۔ آپ اس کو دیکھ دیکھ کر جیتے رہیں۔ اللہ آپ کو ایسی ہی خوشیاں دکھاتا رہے' آمین۔ میں بہت خوش ہوں خدا نے مجھے ننھی سی پھولوں سی بھانجی کسوئی سے نوازا' میں اس انعام پر اللہ کا جتنا شکر ادا کروں' کم ہے۔ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ

گل ...کراچی

ایک بے وفا دوست کے نام

السلام علیکم سمیرا جی! کیسی ہیں آپ؟ بہت بے وفا ہیں آپ' بالکل ہی بھول گئی ہیں مجھے اب تو آپ ایس ایم ایس بھی نہیں کرتی۔ مجھے آپ بہت یاد آتی ہو اور باقی سب آنچل فرینڈز! آپ کیسی ہو؟ ہمیں یہ حسرت ہی رہی ہے کہ کوئی ہمارے نام بھی پیغام لکھے لیکن وہ کہتے ہیں نا ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے' چلو جیسے آپ کی مرضی اپنا خیال رکھنا' خدا حافظ۔

نائلہ اشفاق کوٹ غلام محمد

پیاری فرینڈز کے نام

ڈیئر شہزادیاں! کیسی ہو سب؟ ماروی ڈیئر! خدا تمہیں ایگزامز میں کامیاب کرے' آمین اور آئی مس یو ڈیئر' عائشہ دیا سومرو! کہاں ہو؟ آج کل دکھائی نہیں دیتیں اور کیسی ہو؟ ڈیئر سائرہ' مریم! کیا میں اتنی بری تھی کہ میرا جرم بتائے بغیر ہی مجھ سے بات ختم کردی لیکن پھر بھی میں تمہیں نہیں بھول پائی۔ شاید میں ہی تمہاری دوستی کے لائق نہیں تھی' خوش رہو جہاں بھی رہو' خدا تمہیں دونوں جہانوں میں سرخرو کرے' آمین۔ ڈیئر نازیہ کنول آپ کی شاعری بہت پیاری ہوتی ہے بالکل میرے دل کی عکاسی کرتی ہوئی' اللہ کرے زور قلم اور زیادہ' آمین۔ ڈیئر سعدیہ اول! پلیز میری خاطر ہی آنچل میں انٹری دو' بہت عرصہ صبر کرلیا اب نہیں ہوتا۔ کوئی مکمل ناول ہی سہی پلیز' یہ میری التجا ہے اگر یہ خط شائع ہوجائے گا تو بہت مہربانی ہوگی اور میں سب آنچل فرینڈز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر مجھے کوئی اس قابل جانے تو میں منتظر رہوں گی۔ سب کے لیے دعا گو اور دعاؤں کی طلب گار!

صائمہ طاہر سومرو . حیدرآباد سندھ

رنگ برنگی تتلیوں کے نام

السلام علیکم دوستو! سب کیسی ہو؟ بالکل ہی غائب ہوگئی ہو سب۔ زنیرہ' ماریہ' ریحانہ' سدرہ' حنان تم لوگوں نے میڈیکل کی پڑھائی کیا شروع کردی ہے' مجھے تو بس بھلا ہی دیا ہے۔ پڑھائی اپنی جگہ لیکن دوستوں کو بھی ٹائم دینا چاہیے۔ کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔ شہر بانو رضا تم سے مل کے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ کامی تمہاری شادی ہونے والی ہے۔ "خدا سے دعا ہے ہمیشہ خوش رہو آمین۔" فائزہ تم اور مہوش رفیع تو مجھے اکثر یاد کرتی ہو اور میسج پہ بات بھی کرتی ہو' بہت شکریہ۔

زائمہ خٹک..... مسلم کالونی' میانوالی

سویٹ فرینڈ نگہت اور انیلا دشرہ کے نام

ڈیئر نگہت اور انیلا! کیسی ہو' کہاں ہو؟ آج کل مجھے تو بھول ہی گئی ہو' اسکول کے وہ دن جب ہم ساتھ ہوتے تھے وہ بھی بھول گئیں؟ میں تو تم دونوں کو بہت یاد کرتی ہوں' جہاں بھی ہو پلیز یار رابطہ کرو مجھ سے۔ مجھے کوئی اور رابطے کا ذریعہ نظر نہیں آیا تو اس پیارے آنچل کے توسط ہی سے پکار رہی ہوں۔ امید ہے تم آنچل ضرور پڑھتی ہوگی' اگر تم تک یہ پیغام پہنچے تو پلیز اپنی فرینڈ اسماء طاہر سومرو سے رابطہ کرنا' میں انتظار کروں گی اور سب قاری بہنوں کو سلام و دعا۔

اسماء طاہر سومرو . حیدرآباد سندھ

اک پیارے دوست کے نام

شہزاد بھائی اور نیلم پری! آپ کو شادی کی پہلی سالگرہ بہت مبارک ہو۔ سدا یونہی خوش رہنا' آمین۔ نیناں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں یار! اسلام آباد میں مزے کرو۔ تمہاری سالگرہ آرہی ہے بہت سی دعائیں اور پیار' تمہاری دوست!

نائلہ خان نیلو...... مقام نامعلوم

عفت سحر طاہر کے نام

عفت آپی! کیا حال ہے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ ہمارے سوالوں کے جوابات اتنی اپنائیت سے پیار سے دیں گی۔ آپ بہت اچھی ہیں اور آپ کا ناول "تیرے ہمراہ چلنا ہے" بہت زبردست تھا' ایسے ناول ہر ماہ لے کے آتی رہا کریں۔ آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آپ گجرات کے کس ایریا یا کس محلے میں رہتی ہیں' اپنا ایڈریس ضرور بتائیے گا اگر میری زندگی رہی تو ضرور کبھی نہ کبھی آپ سے ملوں گی۔ آپ اگر میرا پیغام پڑھ رہی ہیں تو لازمی مجھے جواب دیں "دوست کا پیغام آئے" میں۔ میں انتظار کروں گی ضرور جواب دیجیے گا۔ ایک بار پھر کہوں گی کہ آپ بہت گریٹ ہیں' سدا خوش رہیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا' آمین۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

عفت سحر طاہر کے نام

السلام علیکم! عفت آپی آپ کیسی ہیں؟ میں نے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے آپ کو خط لکھا ہے۔ آپ یقین مانیے مجھے بہت خوشی ہوئی جب آپ نے اتنے پیار سے میرے سوالات کے جوابات دیے رنگلی آپی! آئی ایم وری ہیپی! آپی اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھیے گا اور اگر ہو سکے تو جواب ضرور دیجیے گا۔ ریان، روا اور سبحان کو میرا پیار۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ یونہی شاد و آباد رکھے اور آپ اپنی تحاریر سے قارئین کے لیے شمع روشن کرتی رہیں، والسلام!

سمیرا انور...... جھنگ

نیناں شاہ اور طیبہ شادیوال کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل فرینڈز کیسے ہیں؟ نیناں شاہ اور طیبہ نذیر فرام شادیوال میں آپ دونوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں "آئینہ" میں بھی گزارش کی تھی مگر جانے وہ کہاں غائب ہوا خیر چھوڑو میں آپ دونوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ اگلے ماہ دونوں کے جواب کا میں انتظار کروں گی اور اُم فروا! تم بھی اپنا خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا، اوکے فرینڈز پھر اجازت دیجیے اللہ نگہبان۔

فوزیہ سلطانہ جوئی... تونسہ شریف

پیارے آنچل کے نام

السلام علیکم! پیارے آنچل میں مجھ ناچیز کا نام آیا یقین ہی نہ آیا بار بار پڑھا پھر اعتبار آیا۔ آنچل بہت اچھا ہے جنھوں نے نام پڑھا مجھ سے دوستی کریں، مہربانی ہوگی اور یہ پریاں مائرہ ملک، امبر گل، سائرہ، غزل ناز، درخشاں بی، جاناں شفق، خاص کر نیناں شاہ، رشک حبیبہ آپ سب پلیز مجھے جواب ضرور دینا، جواب کی شدت سے منتظر، آپ کی اپنی۔

مسکان...... قصور

پیارے بھائی خان اور بھابی سلمٰی کے نام

السلام علیکم! بھیا آپ کو اور بھابی سلمٰی کو شادی بہت بہت مبارک ہو۔ مجھے امید ہے آپ بہت خوش ہوں گے کہ میں نے آپ کو آنچل کے ذریعے وش کیا ہے۔ خدا کرے آپ دونوں کے دامن میں اتنی خوشیاں آئیں کہ بھائی خان اور بھابی سلمٰی کی کوئی خوشی ادھوری نہ رہے آمین آپ کی دعاؤں کی طلب گار۔

زاہدہ، رضوان، زبیر، فاروق، نعمان...... چوک سرور شہید

آنچل میں لکھنے اور تمام پڑھنے والی پیاری سی دوستوں اور نیناں شاہ کے نام

السلام علیکم! پیاری دوستوں کیا حال ہیں؟ میرے خیال میں ٹھیک ہوگی اگر بیمار ہو تو دعا ہے اللہ صحت عطا کرے آمین۔ ہیلو مس نیناں شاہ! آپ کا تعارف پڑھ کے بہت مزہ آیا بالکل انوکھا سا لگا۔ میں آپ سے فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں کیا آپ مجھ سے فرینڈ شپ کریں گی، جواب ضرور دیجیے گا اور نیناں جی آپ سے ایک اور بات بھی شیئر کرنی تھی وہ یہ کہ آپ کے ممی پاپا تو اس دنیا میں نہیں ہیں نا اس لیے آپ روتی ہوں گی لیکن آپ نہیں جانتیں نیناں کہ ایسی بھی کئی لڑکیاں ہوتی ہیں جن کی مائیں ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوتیں سو جب بھی آپ کو اپنی ماما یاد آئیں نا آپ رو دیے کا مت، میرے لیے دعا کیجیے گا کہ مجھے میری ماما مل جائیں اوکے اور اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ کوئی بات بُری لگی ہو تو معذرت اور میری سب سے التماس ہے کہ میرے (کزن) بھائی کی طبیعت بہت خراب ہے، دعا کیجیے گا اللہ اسے صحت کاملہ نصیب فرمائے آمین۔

ایمن وفا...... جھنڈو

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم آل فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوگی۔ یار ساجدہ وزید (وریو والہ چیمہ) امیہ شاہ (مانسہرہ) میں آپ سے فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں جولائی کا آنچل پڑھ کر سائرہ کے نام سے جو خط شائع ہوا وہ پڑھیں اور بشریٰ باجوہ کے توسط سے مجھ تک آ سکتی ہیں اور آمنہ جی کیسی ہیں آپ؟ پری ڈیئر خوش رہو۔ دعا جی اپنا بہت سا خیال رکھا کریں باقی آل فرینڈز حمیرا نگاہ ایمان، فرزا، فروا، فوزیہ، غزالہ جلیل، بادیہ، ماہ رخ، مہک، سعدیہ شاہ، ملی امیہ سب کو سلام، اجازت چاہوں گی اللہ حافظ فی امان اللہ۔

عظمیٰ ایمان..... مری

تمام آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے بخیر و عافیت ہوں گی۔ شاید آپ سب بھول گئی ہوں یا شاید میں آپ سب کو یاد ہوں، جو بھی ہو مگر آپ سب مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ اسی امید پر کہ میں آپ سب کو یاد ہوں گی آپ کے نام پیغام بھیجا ہے امید ہے پڑھ کر جواب ضرور دیں گی۔ تمام دوستیں جن میں حجاب عباس نقوی، چندا شال، سمیعہ، سحر، طاہرہ ملک، فرح طاہر اور عطروبہ سکندر شامل ہیں۔ خاص طور پر حجاب نقوی تو مجھے ہر موقع پر یاد رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کراچی کی ہی ایک حساس اور مخلص سی کرن وفا بھی مجھے یاد ہے۔ آپ سب کی دوستی کی مجھے پھر سے ضرورت ہے اگر مناسب لگے تو اپنے روڈ کی بس نمبر 308 سیٹ نمبر 2400 لے کر 506 سڑک پر اتر جائیں، جواب کی منتظر رہوں گی۔

زنیرہ انصاری...... کراچی

اپنوں کے نام

السلام علیکم! پہلی بار شرکت کر رہی ہوں اور امید ہے کہ جگہ ملے گی۔ جی تو سنی تائی شاہی اور اسماء کیسے ہو تم سب؟ اسماء آپ کو برتھ ڈے بہت بہت مبارک ہو۔ صدام تحریم سویرا روبی انجم کاشف اور ماہ نور تمہیں امتحان کی کامیابی مبارک ہو۔ بھائی سلیم اقبال، خالد اور عارف کیسے ہیں آپ لوگ؟ باجی خالدہ، امبرین اور بھابی زرین کو سلام۔ نوشین، شاہ اور نیچر نورین، افشاں، فوزیہ، توبیہ، کشور آپ لوگ کیسی ہیں؟ امی ابو اور کزنوں کو ڈھیر سارا سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا، خدا حافظ۔ آپ کی اپنی۔

انیلہ..... مقام نامعلوم

آمنہ آپی، عادی بھائی اور خاص دوست کے نام

السلام علیکم! آمنہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ عادی بھائی کیسے ہیں؟ اور میرا گولو مولو وہ کیسا ہے؟ اس کا خیال رکھنا اور ہاں جب میرا گولو مولو ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اسے اپنے پاس خانیوال لے آئیں گے اوکے...... ایک بہت خاص دوست ہے جو کراچی میں ہے اسے صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اپنا خیال رکھا کرے۔ کوچنگ سے بعد جلدی گھر آ جایا کرے، ٹائم پہ کھانا کھایا کرے، میں بھی اپنا خیال رکھتی ہوں۔ میں اب بھی اسے بہت یاد کرتی ہوں، بہت جلد میں آپ سے رابطہ کروں گی بس میرا انتظار کرنا۔ اگر آپ آنچل پڑھو تو مجھے اس خط کا جواب ضرور آنچل کے توسط سے دینا، میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی، اللہ حافظ۔

نادیہ سلیم.... خانیوال

عفت آپی کے نام اور تمام پاکستانیوں کے نام۔

آداب آپی! بہنوں کی عدالت میں آپ کا ہمارے نام جواب پڑھ کر تو میں لو نمبر کو ساکت ہی رہ گئی، بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ یقین کیجیے ہم رائٹرز کو آسمان پر چمکتے تارے ہی گردانتے ہیں اور آپ نے ہمیں جو پذیرائی بخشی، خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ ریان، روا اور سبحان کو پیار اور اب کوئی طویل ناول لا کر انٹری ماریں پلیز میں میری بہنیں، ملائکہ، دعا اور میری امی فرزانہ بھی آپ کی بہت بڑی فین بلکہ ایئر کنڈیشنڈ ہیں اور طاہر بھائی سے کہہ دیں کہ محبت کرنے والے کبھی اپنے پیاروں کو نہیں بھولتے، چاہے وہ 1998ء ہو یا 2012ء۔

مہر گل، دعا گل اور گل، کراچی

پیاری پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! آپ سب کی محبت و خالص کی دعاؤں کے ساتھ۔ نازیہ آپی پیاری بھی آپ کے نام پیغام بھیجا تھا کہ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ آپ نے جواب نہیں دیا بہت انتظار کیا مگر بے سود ایک بار پھر وہی سوال ہے کہ کیا آپ کو ہماری دوستی منظور ہے یا نہیں۔ میں آپ کی تحریروں سے [illegible] ہوں۔ ہانی جاناں جی فرام چکوال! آپ تو ہمارے [illegible] نام [illegible] نہیں ہوا۔ سیاس گل، میرا [illegible] کرن [illegible] اکرم میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، جواب ضرور [illegible] کہاں غائب ہو؟ آپی رنگلی مس یو۔ پلیز واپس آ جاؤ [illegible] آپ کو فراموش کروں۔ جی جان جی [illegible]

[illegible] تلہ گنگ

میری پیاری ماں اور سب [illegible]

میرا محبت و خلوص بھرا سلام
تمام پڑھنے سننے والوں کے نام
اور میری جنت میری ماں کے نام

وہ کہ جو ربِ گزارِ زیست پہ
تیرگی چھائی تھی
قدم ڈگمگائے تھے
شوقِ تجسس بوجھل تھا
کمک کے پربت ہم سفر تھے
سوچیں ارزاں تھیں
کاسۂ عمل بے وقعت تھا
راہ میں پڑے کنکر پہاڑ تھے
خود راہ سمندر تھی

اور!
منزل ہار کے سنگ تھی
کہ اچانک
ضمیر سے چیخ کی دہلیز پہ کھڑی
سرگم نے صدا دی
پاکیزہ تم اک ستارہ ہو
کہکشاں جس کا نصیب ہے
بشرطیکہ
ماں کے لبوں سے نکلی
دعا کے موتیوں کی دلگیر روشنی
اپنی خزاں رسیدہ مسافتوں کی منڈیر پہ
ہمیشہ سایہ فگن رکھنا
تیری بھی راہ منزل کی نا کامیاں
پاکیزہ راہِ حیات کی مسیحائی پائیں گی
اے ماں! تیری عظمتوں کو سلام

زلیخا ابن حبیب حسن .... تلہ گنگ

حبیبہ مریم کے نام

السلام علیکم! پیاری حبیبہ! امید کرتی ہوں آنچل میں میرا خط دیکھ کے تم حیران رہ جاؤ گی کیوں کہ میں نے تم کو بتایا ہی نہیں اور سرپرائز دینے کے لیے تم کو آنچل میں خط لکھ دیا۔ تمہیں مبارک باد دینا چاہتی ہوں کہ تمہارا اور تمہارے ابو کے کڈنی ٹرانسپلانٹ کا آپریشن کامیاب رہا اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے تم دونوں ٹھیک ہو۔ سدا خوش رہو، ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔ اللہ پاک ڈھیر ساری خوشیاں تمہاری جھولی میں ڈالے۔ جسے چاہو اسے پاؤ، آمین۔ اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا، اللہ حافظ۔

(سدرۃ النساء)

شمائلہ کاشف

دعا کاظمی...... کہوٹہ

س: میری دوست کی سالگرہ ہے کیا گفٹ دوں؟

ج: پرخلوص دعائیں اور لان کا ایک سوٹ۔

س: آپی سچ بتانا آنچل کیسا لگتا ہے؟

ج: آنچل کا کیا پوچھنا عورت کا ایک خوب صورت پہناوا۔

بشریٰ ملک، سائرہ ملک...... فیصل آباد

س: آئے ہائے ہائے یہ گرمی یہ مچھر اور یہ بجلی؟

ج: گرمی اور بجلی کے لیے حکمرانوں کو دعا دو۔

س: کیا واقعی کوئی اتنا اہم ہوتا ہے کہ اس کو پانے کے بعد کسی شے کی طلب نہیں رہتی؟

ج: جی اگر کسی کو وہ مل جائے تو دنیا حقیر لگتی ہے۔

س: محبت معجزے کیوں دکھاتی ہے؟

ج: محبت معجزے نہیں کرشمے دکھاتی ہے۔

امرینہ خان امبر...... ملتان

س: آپی جو ہمارے بہت اچھے دوست ہوتے ہیں وہ ہم سے وابستہ خوشیوں کو بھول کیوں جاتے ہیں؟

ج: وہ دوست نہیں شناسا ہوتا ہے دوست بھولتے نہیں۔

س: آپی دوست کو دوستی میں آزمانا چاہیے کیا؟

ج: کسی کو بھی نہیں آزمانا چاہیے۔

ساجدہ زہرہ...... ویرووالہ چیمہ

س: زندگی ایک سفر ہے تو اس کا کرایہ کتنا ہے؟

ج: زندگی کا سفر مفت ہے۔

س: ڈیڈی اور ریڈی میں کیا فرق ہے؟

ج: D اور R کا۔

س: مجھے خواب میں اکثر ڈر لگتا ہے بھلا کس سے؟

ج: شوہر (ہونے والے یا ہوگئے)۔

س: ظالم سماج اور ظالم ساس میں سے زیادہ کون ہے؟

ج: سین۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی السلام علیکم! کیا حال ہے؟

ج: اللہ کا شکر ہے اور آپ کی دعائیں ہیں۔

س: شمائلہ جی کبھی کبھی یہ زندگی اتنی طویل کیوں لگتی ہے؟

ج: انتظار کی کیفیت سے نکل آؤ تو زندگی مختصر لگے گی۔

س: شمائلہ جی! محبتوں میں تو شدتیں ہوتی ہیں کیا کبھی نفرتوں میں بھی شدتیں دیکھی ہیں؟

ج: دنیا میں تو ہوتی ہے مگر آپ ہمیشہ گمان اچھا رکھو۔

س: شمائلہ جی میں نے ایک غزل "سنو تم لوٹ آؤ نا" لکھی ہے۔ میرے گھر والوں کو یقین ہی نہیں ہو رہا کیا کروں؟

ج: یقین تو ہمیں بھی نہیں ہو رہا کیا کریں۔

س: شمائلہ جی! پلیز آپ ہی میری سفارش کریں کہ میں نے وہ غزل لکھی ہے۔

ج: غزل سفارش سے نہیں لفظوں سے لکھی جاتی ہے۔

مریم منور گل...... سمندری

س: پیاری اپیا کیسی ہیں؟ کافی عرصے بعد محفل میں حاضر ہوئی ہوں خوش آمدید تو کہیے؟

ج: خوش آمدید خوش آمدید خوش آمدید اتنا کافی

ہے؟

س: آزمائش میں بے بسی حد سے بڑھ جائے تو؟

ج: صبر کرنا چاہیے۔

س: ہمارے اپنے ہم سے اتنی جلدی کیوں بدگمان ہو جاتے ہیں؟

ج: کیوں کہ وہ آپ سے محبت زیادہ کرتے ہیں۔

س: کیا کچھ نہ پانا زیادہ دکھ دیتا ہے یا پا کر کھو دینا؟

ج: دونوں ہی دکھی کر دیتے ہیں۔

س: دعا کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: اللہ آپ کو دونوں جہانوں میں اپنی حفاظت میں رکھے۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

س: زندگی میں جب غم بڑھ جائیں تو کیا کریں؟

ج: صبر اور حوصلے کو بڑھانا شروع کر دیں۔

س: آپی رونے کو دل کرے اور آنسو نہ آئے تو......؟

ج: گلیسرین لگایا کرو۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

س: محبوب کی برائیاں بھی [illegible] کیوں لگتی ہے؟

ج: اس لیے کہ وہ محبوب [illegible]

س: اگر وہ انسان آپ سے محبت کا اظہار کرے جسے آپ نہیں چاہتی تو پھر؟

ج: محبت کے اظہار کے بعد چاہنا شروع کردو کسی کا بھلا ہو جائے گا۔

س: چاہت میں کس حد تک شدت [illegible] چاہیے؟

ج: چاہت میں شدت نہیں حد [illegible] چاہیے۔

س: اپنوں کے دھوکے [illegible] ہوتے ہیں یا غیروں کے؟

ج: دونوں کے۔

س: زندگی کے سفر میں اتنی دشواریاں میں نے سوچا نہ تھا۔

ج: زندگی کو آسان بنانا ہے تو اللہ سے رجوع کرو۔

س: اگر عادت بدلی جا سکتی ہے تو فطرت کیوں نہیں؟

ج: عادت انسان کی ہے اور فطرت اللہ کی طرف سے ہے۔

س: دلوں کے حال انسان کیسے جان سکتا ہے؟

ج: دل کی کھڑکی بند رکھا کرو۔

س: جب بیاہ کے لڑکی سسرال جاتی ہے تو اس سے میٹھا کیوں پکوایا جاتا ہے؟

ج: لڑکی کو چیک کرنے کے لیے زبان کی طرح ہاتھ کی بھی میٹھی ہے کہ نہیں۔

س: زندگی کس فلسفے کے تحت بنائی جاتی ہے؟

ج: صرف اور صرف اللہ کی عبادت کے لیے۔

کرن شاہ...... بہاولپور

س: سلام آپی بہت عرصے بعد آئی ہوں آپ کو ماہ، دل میرا بہت اداس تھا۔ آپ کو کیسا لگا؟

ج: اداسی میں...... اچھا لگا۔

س: آپی جی انسان موسم کی طرح کیوں بدلتے رہتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ وہ انسان ہے۔

س: آپی خوش بہت کم رہتی ہوں آپ کوئی اچھی سی دعا دیں۔

ج: دل میں اللہ کی یاد کو بسا لو ہمیشہ خوش رہو گی۔

س: آپی کچھ لوگ دکھ بھی دیتے لیکن پھر بھی اچھے لگتے ہیں؟

ج: اچھا دکھ دینے والے اچھے ہوتے تو پھر جو دکھ دیں ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔

س: شمائل آپی آپ مجھے کب ملنے آئیں گی؟
ج: کیا خط کے ساتھ تصویر بھی ساتھ بھیجی ہے۔

عروسہ شہوار...... کالا گوجراں

س: کچھ دھڑکتا تو ہے پہلو میں رہ رہ کر اب اللہ جانے تیری یاد ہے یا پھر میرا دل ہے؟
ج: دل ہی ہوگا مجھے دھڑکنے پر مت لگاؤ ورنہ جذبات کون دے گا۔
س: یہ دھواں دھواں موسم یہ ہوائے شام ہجر مجھے راس ہے تو کیوں ہے بتائیے تو ذرا؟
ج: دھواں موسم چھٹ جائے تو شام ہجر کے بارے میں بتاؤں گی۔
س: زندگی میں خوش رہنا کیا پیسے سے ہی مشروط ہے؟
ج: خوش رہنے کے لیے کوئی شرط نہیں' بس دل کو پاک رکھو۔
س: وہ کل بھی پاس پاس تھا وہ آج بھی قریب ہے کون بھلا؟
ج: کم از کم میں تو نہیں۔
س: یاد جاناں کے علاوہ کوئی موسم ہی نہیں رونق ہجر اگر ہوگی تو کیسے ہوگی؟
ج: رونق کا ہجر کے ساتھ کیا میل؟
س: کہتے ہیں دوریاں محبت کو امر بنا دیتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میری آپ سے محبت امر ہو چکی ہے آپ کیا کہتی ہے؟
ج: اچھا ہمیں خبر نہیں ہوئی۔
س: جس کے ہاتھ خالی ہیں اس کا دل بڑا کیوں ہے؟
ج: جس کا دل بڑا ہے اسے فوراً ہارٹ اسپیشلسٹ سے رابطہ کرنا چاہیے۔

اسماء طاہر سومرو...... حیدر آباد

س: آپی میری کزن عائشہ حیا سومرو مجھ سے ناراض ہے اس سے بولو مجھ سے صلح کرلے پلیز۔
ج: صلح کے لیے اس کا انتظار مت کرو خود پہل کرو۔
س: آپی جی آپ بہت سویٹ ہیں کیا آپ میٹھا بہت کھاتی ہیں؟
ج: بھلا میٹھا اور میرا کیا ساتھ۔
س: آپ کب آرہی ہیں ہمارے گاؤں میں آپ کا انتظار کررہی ہوں۔
ج: میں تو تمہارے دروازے پر کھڑی ہوں تم کھول ہی نہیں رہی ہو۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

س: آرزوؤں کی مکمل منزل کب ملتی ہے؟
ج: جب گھر سامنے آجائے۔
س: اے کاش ہر دل پر لکھا ہو کہ......؟
ج: ابو آگئے۔
س: قسمت ہمارے معاملات کو ہماری آرزوؤں' تمناؤں کو بہتر طور پر چلاتی ہے کہ دعا......؟
ج: صرف دعا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: دل میں رہنے والے دل توڑنے کا سبب کیوں بنتے ہیں؟
ج: دل ٹوٹ جائے تو ایلفی وغیرہ سے جوڑ لیا کرو تو سب کا پتا خود چل جائے گا۔
س: اتنی گرمی میں بھی میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین سوٹ بوٹ پہن کر کہاں جاتے ہیں؟
ج: خیال کرو کہیں......!

حنا احمد

السر کا علاج
❖ گاجر یا موسمی کا رس پینے سے السر میں افاقہ ہوتا ہے یا پھر گاجر ایک صبح ایک شام کھائیں۔
❖ جو کا دلیہ آنتوں کے السر کا مکمل علاج ہے جو کا دلیہ لے کر پانی میں ابال کر اس میں دودھ ڈال کر شہد ملائیں اور اسے روزانہ نہار منہ استعمال کریں' گرم مسالے کم سے کم کھائیں۔

خون کی کمی کا علاج
❖ چقندر ہفتہ میں کم از کم تین دن پکا کر کھائیں اور کچا بھی بطور استعمال کریں اور چقندر کا جوس بھی پئیں۔
❖ پھلوں اور سبزیوں کا استعمال بڑھا دیں' خاص طور پر انار' بکرے کی کلیجی کا سوپ روزانہ پئیں۔ دودھ میں شہد ڈال کر پئیں۔

پیٹ کے کیڑوں کا علاج
❖ تھوڑے سے گرم پانی میں سپاری (چھالیہ) کا چورہ ڈال کر دن میں تین چار دفعہ لینے سے فائدہ ہوتا ہے۔
❖ تلسی کے پتوں کا رس اور پودینے کا رس پینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

بواسیر کا علاج
❖ خربوزہ' مولی' بکری کا دودھ روزانہ کم از کم چالیس دن تک استعمال کریں۔
❖ زیرہ' زرد آلو اور پتے والی سبزیاں کھانا بھی بواسیر کے لیے اکسیر ہے۔ پانی زیادہ سے زیادہ پیا کریں۔

بخار کے بعد ہونٹ پر ہونے والی پھنسی کا علاج
❖ تیز بخار کے بعد ہونٹوں پر پھنسی ہوجائے تو زیرہ پانی میں پیس کر ملنے سے پھنسی ختم ہوجاتی ہے۔

طیبہ نذیر...... گجرات

ناف میں تیل لگانے کے حیرت انگیز فوائد
❖ سر کی خشکی' دماغ کی خشکی
❖ نسیان اور ضعف دماغ
❖ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا اور سر کا چکرانا
❖ حتیٰ کہ بعض مریضوں کی آنکھیں پک جاتی تھیں لیکن جب یہ نسخہ استعمال کیا تو فائدہ ہوا۔
❖ ہونٹوں کا پکنا' خشکی مائل ہونا' سیاہی مائل ہونے وغیرہ کے لیے اکسیری نسخہ ہے۔
❖ تیل کا لگانا نگاہ کو تیز کرتا ہے۔
❖ جسم کی سستی کاہلی اور ڈھیلے پن کو دور کرتا ہے۔
❖ اعضائے تناسل کی کارکردگی بحال کرتا ہے۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

موٹاپا ختم
❖ موٹاپا ختم کرنے کے لیے ایک کپ نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں نچوڑ کر پی لیں جس سے جسم کی چربی پگھلتی ہے۔
❖ نہار منہ قہوہ میں لیموں نچوڑ کر اور یہی دوپہر کو بھی استعمال کرنے سے فائدہ ہوگا۔
❖ ایک چمچہ مولی کے دانہ لیموں کا پانی میں استعمال بھی مفید ہے۔
❖ موٹاپا ختم کرنے کے لیے گرم پانی میں شہد ملا کر پینے سے فائدہ ہوگا۔
❖ ادرک کی چائے پئیں۔
❖ رات کا کھانا کھانے کے بعد کلونجی ملا پانی پیا جائے۔
❖ سلاد کا استعمال کثرت سے کریں۔

سیما ممتاز عباسی...... لاڑکانہ

انگور کے فوائد

❖ چھلکوں سمیت کھانے سے کینسر کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

❖ گردوں کی سوزش اور پتھری میں مفید ہے۔

❖ اس کا جوس آدھے سر کے درد میں مفید ہے اگر صبح وشام پئیں۔

❖ انگور کے پتے کالی کھانسی' استقاء (پیٹ میں پانی بھر جانا)

❖ جوڑوں کے درد میں مفید ہے لہٰذا ان تکالیف میں پتوں کا جوشاندہ صبح وشام مفید ہے۔

❖ میٹھے انگور کا رس نکال کر ناک میں ڈالیں پھر سانس اوپر کھینچیں اس طرح کرنے سے نکسیر کو آرام آجاتا ہے۔

صباحت مرزا...... گجرات

گھریلو ٹوٹکے

کچا کیلا کاٹنے کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو اسے کالا ہونے سے بچانے کے لیے دہی کا پانی اس پر چھڑک دیں' سیاہی مائل نہیں ہو پائے گا۔

کیک کو بیکنگ ٹرے میں ڈالنے سے قبل اس پر چکنائی لگادیتے ہیں اگر چکنائی لگانے سے پہلے ٹرے میں خشک آٹے کو چھڑک دیں تو بعد میں کیک آسانی سے ٹوٹے بغیر ٹرے سے باہر آجائے گا۔

مکھن میں ٹھنڈ اور نمی کے دنوں میں ایک خاص قسم کی ناگوار بو آجاتی ہے اس سے بچنے کے لیے اس میں دھنیے کے چند پتے ڈال دیں۔ مکھن کو جب ابالیں یا پگھلائیں تو بعد میں اسے چھان لیں۔

شیشے کے برتن میں گرم اشیاء ڈالنے سے قبل اس میں پیپر نیپکن لگالیں اس طرح گرمی سے شیشے کے برتن کریک ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

گھر پر ریشمی ساڑھی دھونا ہو تو پانی میں واشنگ پاؤڈر کے ساتھ تھوڑا سا لیموں کا رس بھی ڈال دیں۔ یہ رس ساڑھی کو بدرنگ ہونے سے بچائے گا اور سلک کو نرم بھی رکھے گا۔

روٹی بیلتے وقت چاروں طرف یکساں دباؤ ڈالیں ورنہ پکاتے وقت روٹی اس جگہ سے کچی رہ جائے گی جہاں دباؤ کم پڑے گا۔

سر درد اور تھکاوٹ کی تکلیف سے نجات کے لیے آپ زیادہ سے زیادہ مچھلی کھائیں کیونکہ مچھلی کے تیل میں درد سے نجات دینے کی صلاحیت ہوتی ہے اس کے علاوہ ادرک کا استعمال بھی درد میں فائدہ مند رہتا ہے۔

اگر آپ کو نیند نہ آنے کی شکایت ہو تو شہد کو بطور ٹرنکولائزر استعمال کریں شہد کے استعمال کی بدولت آپ کو نیند جلدی آجائے گی۔

ٹماٹر کھانے سے قبض کی شکایت دور ہوتی ہے اور آنتوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ جس میں مرض کا مقابلہ کرنے کی قوت بڑھتی ہے' دانتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ کھانسی نزلہ زکام میں اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسز نعیم...... کراچی

آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے

چہرے کے عوارض میں پھولی اور تھکی آنکھیں' جھریاں' کیلیں' مہاسے' خشک اور چکنی جلد قابل ذکر ہیں۔ ان کے لیے کھیرا' لیموں' پپیتہ' بادام اور گاجریں مفید ہوتی ہیں۔ آنکھیں تھکی اور سوجی ہوئی ہوں تو اطمینان سے لیٹ کر کھیرے کے قتلے ان پر جمادیں یا پھر تازہ پپیتے کی قاشیں یا آلو کے ٹکڑے اس مقصد کے لیے استعمال کریں۔ آدھے گھنٹے بعد صاف پانی سے آنکھیں دھولیں۔

فضا عائشہ سعدیہ...... کراچی

لبابہ احمد

پاکستان میں ماں اور بچے کی صحت

بچہ جو کسی ملک کے بقاء کی اکائی ہے جب ہم اس کی زندگی کے بارے میں سوچتے ہیں تو سب سے پہلے اس کی صحت کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ جس کے لیے طرح طرح کی اسکیمیں بناتے ہیں کہ کس طرح یہ چھوٹا پودا درخت بن کر اپنے ملک کے لیے ایک اہم ستون بن جائے۔ بچے کی صحت سے پہلے ماں کی صحت کا خیال رکھنا سب سے اوّل کام ہے۔

یہاں پر ہم صرف دو باتوں پر بحث کریں گے۔ ایک پاکستان میں بچی سے ماں بننے تک کے مراحل۔ دوسرا پاکستان میں ماں اور بچے کی صحت کے متعلق چند اہم باتیں۔

بچی سے ماں بننے تک مراحل

پاکستان میں جب بچی پہلے تعلیم کے میدان میں آتی ہے تو انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اول تو بہت سی بچیاں تعلیم کو جانتی ہی نہیں۔ ہمارے ملک میں ہر گاؤں کی سطح پر گرلز اسکول ہیں۔ مگر عام طور پر وہ صرف عمارت کی حد تک ہوتا ہے۔ 50 سے 70 لاکھ پاکستانی بچے مشقت کرنے پر مجبور ہیں۔ صرف 30% لڑکیاں پرائمری تک تعلیم حاصل کرتی ہیں جب کہ 2 فیصد پاکستانی بچے اور بچیاں میٹرک تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

پاکستانی تعلیم کی پالیسی' اس کا معیار اور حکمت عملی دوسری بات ہے اس کا تو سرے سے وجود ہی نہیں۔ آج وزیر خوراک ہے' کل وزیر تعلیم...... ہمارے ضلع کے سابق وزیر اعظم کے پاس مڈل کا سرٹیفکیٹ بھی نہیں تھا۔ اس وقت بھی اچھے نعرے سننے میں آتے ہیں مگر اس سے پہلے بھی ہزاروں نہیں کروڑوں نعرے سنے ہیں۔ جب کسی کے چمن کے پھلوں کو ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا ہو تو اس کی کیا حالت ہوگی؟

جب ہمارے ملک کی بچی کو علم کی کرن چھو کر جاتی ہے تو یہ ایک ایسی ہستی بن جاتی ہے جو تمام اپنے وطن کے لوگوں کی فلاح کے لیے ایک نشان بن جاتی ہے۔

جب بچی ماں بننے لگتی ہے تو اس وقت انہیں کیا کرنا چاہیے۔ آرام کے متعلق' خوراک کے متعلق تمام تر باتوں کے لیے معلومات فراہم کرنا ایک اہم کام ہے۔ جو آج کل اخبارات کے میگزین اور عطائی ڈاکٹروں اور حکیموں کے حوالے ہیں۔ اہم سیمینار بھی ہوتے ہیں اور بہت اچھی پالیسیاں بھی بنتی ہیں اور ہمارے ہاں ماہرین کی بھی تعداد زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔ ضرورت صرف اسی طرف بہت زیادہ توجہ کی ہے۔ کھیل' ثقافت وغیرہ پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے اگر اس کو صحت پر صرف کیا جاتا تو آج یہ حالت نہ ہوتی۔

ہمارے موجودہ وزیر اعظم صاحب نے بھی 20 دسمبر 2000ء کو یہ کہا تھا کہ یہاں سرمایہ دارانہ نظام ہے ہمیں اس نظام کو ختم کرنا ہے۔ پھر دیکھیں یہ ملک کس طرح ترقی کررہا ہے اور کس طرح ایک جدا تصویر بنتا جارہا ہے۔

ماں اور بچے کے متعلق

چند اہم باتیں

(۱) دوسرے ممالک میں ہر ذی روح کے لیے صحت پالیسی بنائی گئی ہے۔ برطانیہ میں پچھلے چار سالوں میں صرف ایک ہنگامہ ہوا وہ بھی صرف بلی کے مرنے کے بارے میں ریسرچ کی وجہ سے ہمارے ہاں گنگا الٹی بہتی ہے۔ دن دہاڑے اسپتال کے ایمرجنسی روم میں مریض تڑپتے ہیں۔ ہمارے ہاں ٹی بی کا اور کینسر کا علاج فٹ پاتھ پر ہوتا ہے جب کہ وہاں زکام اور بخار کا علاج لندن میں ہوتا ہے۔ کھیل ثقافت کے لیے زیادہ بجٹ ہے جو رہ جاتا ہے اسے صحت کا بجٹ بنایا جاتا ہے۔

(۲) جعلی کلینکل لیبارٹریوں کا نوٹس لیا جائے۔ اخبارات میں جن خود ساختہ میڈیسن کا تعارف صفحوں میں ہوتا ہے۔ اسے سرے سے ختم کیا جائے۔

(۳) پاکستان میں اسپتالوں میں آدھے مریض بچے سانس کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اس مرض سے مرنے والے بچوں کی تعداد پاکستان میں 2.5 فیصد ہے جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں صرف 4 فیصد ہے۔

اس لیے Intections acuterespiratory control programme یعنی Ari پروگرام کو نچلی سطح تک پہنچائے۔

اس وقت دی نیٹ ورک سروے ڈرگ رجسٹریشن بورڈ نے 275 مختلف کھانسی کے شربتوں کی نشاندہی کی ہے جس پر خوراک کا شیڈول ARI سے بالکل مختلف ہے۔ اس کا تدارک کیا جائے۔

(۴) میٹرک کے بعد صحت کا جو مضمون پڑھایا جاتا ہے اسے لڑکیوں کے لیے مڈل کی سطح سے ایک مربوط اور مکمل لازمی مضمون بنا کر پڑھایا جائے۔ اس کے علاوہ اس کے متعلق معلومات پر ایک مقابلے کا اہتمام اسکول کی سطح پر ماہانہ کیا جانا چاہیے۔

(۵) خاندانی منصوبہ بندی کی طرح محلے کی سطح پر ایک لیڈی ہیلتھ ورکر کو مکمل ٹریننگ دے کر تعینات کیا جائے کہ وہ ماؤں کو معلومات پہنچائے تاکہ وہ خود ساختہ ٹوٹکوں کو چھوڑ کر بچوں کی مکمل صحت کا خیال کریں۔ اس نیٹ ورک کی مکمل دیکھ بھال کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ صرف نام کے لیے مقرر کی جائیں نئی تحقیقات اسے وقت پر پہنچائی جائے۔

(۶) عطائی ڈاکٹروں کے ساتھ وہ ڈاکٹر جس کے ساتھ صرف اسکن اسپیشلسٹ کی ڈگری ہوتی ہیں اور وہ بلڈ پریشر' دمہ' ٹی بی وغیرہ کے اسپیشلسٹ بن کر بیٹھ جائے اس کی بھی کڑی نگرانی کی جائے۔

پچھلے 53 سال کو اگر دیکھا جائے تو بہت زیادہ وقت گزر چکا ہے اس میں پاکستان نے ترقی کی مگر اتنی نہیں جتنی ہونی چاہیے اور افسوس کہ الحمدللہ وسائل بھی ہمارے پاس ہیں مگر پھر بھی ہم پیچھے ہیں۔ ہمیں نئی نسل کی نہایت اچھے طریقے سے دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ یہ ہم پر فرض ہے۔